شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا تصور نبوت اور عقیدۂ ختم نبوت

ڈاکٹر محمد زاہد صدیق مغل | ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی

کتاب کا نام: شیخ ابن عربی کا تصور نبوت اور عقیدۂ ختم نبوت

مصنفین: ڈاکٹر محمد زاہد صدیق مغل، ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی

btm1432@gmail.com, zsm12feb@gmail.com

آئی ایس بی این: ISBN 978-969-2257-00-8

اشاعت اول: فروری 2021ء

قیمت: 1600/- روپے

ناشر: اسلامک ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز بیورو، الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیۃ

نارتھ ناظم آباد، بلاک بی، کراچی، پاکستان

برائے رابطہ: 92-21-36644156

03152822145

محبان

شیخ اکبر

کے نام

فہرست مضامین

باب 5: تشریعی وغیر تشریعی نبوت 173

باب 6: انبیاء کی وراثت 211

باب 7: مقامات سعادت کی ترتیب 249

باب 8: شیخ اکبر اور الہام کی شرعی حیثیت 307

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (القرآن)

سبب تالیف

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جس کے کلمات کبھی منقطع نہیں ہوتے اور بے شمار درود و سلام اکمل الموجودات خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر جن کی اتباع و اطاعت، وفاو محبت ہی اصل اسلام ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت جامع، کامل، ابدی و عالمگیر ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم ہے یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو گیا۔ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت عالمگیر اور ابدی ہے لہذا تمام ادیان اور قیامت تک آنے والی اقوام عالم اور تمام افراد کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائیں۔ اس کو عقیدۂ ختم نبوت کہا جاتا ہے جو ضروریات دین میں سے ہے۔ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ ماننا ضروری ہے اسی طرح آپ ﷺ کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء ماننا بھی ضروری ہے۔ یہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ اسی لیے پاکستان اور دیگر اسلامی ریاستوں میں سرکاری سطح پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا۔ مسیلمہ کذاب و اسود عنسی ہوں یا مرزا غلام احمد قادیانی، اولیاء و علمائے امت نے انہیں ہمیشہ کذاب و دجال ہی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب کریم نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ الله وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ الله بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿الأحزاب: ٤٠﴾

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے"

حضرت امام بخاری (م870ء) علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ[1]

"قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ جھوٹے دجال آئیں گے جو تیس کے قریب ہوں گے ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

حضرت امام مسلم (م874ء) علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنْ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ[2]

"آخری زمانہ میں کذاب دجال ہوں گے وہ تم سے ایسی نئی باتیں کریں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباء واجداد نے۔ پس وہ تم سے دور رہیں اور تم ان سے دور رہو کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔"

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری: ص۶۵۸: رقم الحدیث ۳۶۰۹

[2] صحیح مسلم: ص۱۳: رقم الحدیث ۷

وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي[3]

"عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے جبکہ میں خاتم النبیین ﷺ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

امام طحاوی (م 933ء) علیہ الرحمۃ کی کتاب عقیدہ طحاویہ میں لکھا ہے:

وان محمدا عبده المصطفى، ونبيه المجتبى، ورسوله المرتضى، وانه خاتم الانبياء، وامام الاتقياء، وسيد المرسلين، وحبيب رب العلمين، وكل دعوى النبوة بعده فغى وهوى، وهو المبعوث الى عامة الجن، وكافة الورى بالحق و الهدى[4]

"(اور ہمیں یقین ہے کہ) محمد ﷺ یقینا اس کے منتخب بندے، خاص نبی اور پسندیدہ رسول ہیں۔ اور یہ کہ وہ خاتم النبیین، تمام نیکوں کے امام، نبیوں کے سردار اور رب العالمین کے محبوب ہیں۔ آپ کے بعد ہر دعوی نبوت دانستہ گمراہی اور نفس پرستی ہے۔ آپ ہی تمام جنوں اور انسانوں کی طرف حق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔"

تیسری صدی ہجری کے مشہور حنفی فقیہ امام ابو بکر جصاص رازی (م 981ء) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والله فتح بشرعه الشرائع، و أنهي بملته الملل، و فضله على سائر الأنبياء، و

[3] جامع ترمذی: ص ۵۳۴: رقم الحدیث ۲۲۱۹

[4] العقیدۃ الطحاویۃ: ص ۵۵۔۵۹

ختم به الرسالة، و سد به باب النبوة، وجعله سید البشر و شفیع الأمة یوم المحشر صلی الله علیه واله وسلم[5]

"اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت کے ذریعہ تمام شریعتوں کو کھولا ہے۔ آپ ﷺ کی ملت کے ذریعہ تمام ملتوں کو ختم کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی، آپ ﷺ کے ذریعہ نبوت کو ختم کر دیا، آپ ﷺ کے ذریعہ نبوت کا دروازہ بند کر دیا اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کا سرداراور محشر کے دن امت کا شفیع بنایا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر رحمتیں اور سلامتی نازل ہوں!"

حجۃ الاسلام امام غزالی (م 1111ء) رحمہ اللہ اصول تکفیر میں امت کے اجماعی فہم کی اہمیت سمجھاتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی مثال دے کر کہتے ہیں:

ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول الله ابدا، وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص[6]

"امت نے اس لفظ (خاتم النبیین) اور آپ ﷺ کے احوال کے قرائن سے اجماعی طور پر یہی سمجھا کہ آپ نے یہی سمجھایا کہ آپ کے بعد کبھی کوئی نبی اور رسول نہیں ہو گا۔ اس مسئلہ (ختم نبوت) میں کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ ہی تخصیص کی"

مشہور متکلم علامہ سعد الدین تفتازانی (م1390ء) رحمہ اللہ شرح عقائد نسفیہ میں لکھتے ہیں:

---

[5] شرح بدء الامالی: ص ۲۴۲

[6] الاقتصاد فی الاعتقاد: ص۳۰۸

اول الانبياء آدم و آخرهم محمد عليهما السلام ---- انه خاتم النبيين وانه مبعوث الى كافة الناس بل الى الجن و الانس ثبت انه اخر الانبياء و ان نبوته لا تختص بالعرب كما زعم بعض النصارىٰ فان قيل قد ورد فى الحديث نزول عيسىٰ عليه السلام بعده قلنا نعم لكنه يتابع محمدا عليه السلام لان شريعته قد نسخت فلا يكون اليه وحى و نصب الاحكام بل يكون خليفة رسول الله ﷺ -[7]

"انبیاء میں سب سے پہلے حضرت آدم اور ان میں سب سے آخری حضرت محمد علیہما السلام ہیں۔۔۔بے شک (محمد ﷺ) نبیوں میں سب سے آخری ہیں اور انہیں سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا بلکہ تمام جن و انس کی طرف۔ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت صرف عرب کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ بعض نصاریٰ کا گمان ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ ﷺ کے بعد ذکر ہوا ہے تو ہم کہیں گے کہ جی ہاں! لیکن وہ محمد علیہ السلام کے تابع ہوں گے کیونکہ آپ کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے تو اب آپ کی طرف وحی اور نصب احکام کا سلسلہ جاری نہیں ہو گا بلکہ آپ نبی کریم ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔"

امام ابن نجیم (م 1563ء) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا لم يعرف أن محمدا ﷺ اٰخر الأنبياء فليس بمسلم، لأنه من الضروريات[8]

---

[7] شرح العقائد النسفیہ: ص ۱۳۶۔۱۳۹

[8] الأشباہ والنظائر: ص ۱۹۰

"جب ایک شخص یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔"

فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہے:

اذا لم یعرف الرجل أن محمدا صلی اللہ علیه واله وسلم آخر الانبیاء علیهم و علی نبینا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمة[9]

"جب وہ یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہو گا۔ اسی طرح یتیمہ میں ہے۔"

الغرض یہ صرف چند حوالہ جات ہیں، امت مسلمہ میں یہ بات بالکل واضح رہی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں نیز آپ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے وہ کذاب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح جو شخص اس کذاب کو نبی قبول کرتا ہے وہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔ پوری امت کی طرح شیخ ابن عربی اور صوفیائے اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

کتاب کا محرک: مباحث نبوت پر شیخ کے جدید ناقدین

شیخ ابن عربی رحمہ اللہ پر اسلامی تاریخ میں متعدد اہل علم نے تنقیدی کتب تحریر کیں جن میں متعدد وجوہات کی بنا پر آپ کی ذات کو وجہ نزاع ٹھہرایا گیا۔ البتہ اس دور میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب اور جناب ڈاکٹر حافظ زبیر صاحب نے شیخ کے تصور نبوت کو لے کر ان پر عقیدہ ختم نبوت کے انکار کا حکم لگایا ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب کے نزدیک تصوف در حقیقت اسلام کے متوازی ایک مختلف اور نیا دین ہے اور مسلم اہل علم اور اولیاء جو تصوف سے وابستہ رہے وہ توحید،

---

[9] الفتاویٰ الھندیۃ: ج ۲: ص ۲۸۵

ختم نبوت، کتاب اللہ اور آخرت سے متعلق اسلامی عقائد کے منکر تھے۔ ان کی رائے میں تصوف ایک عالمگیر ضلالت ہے۔ غامدی صاحب کی اس رائے کا مطالعہ ان کی کتاب 'برھان' کے مضمون 'اسلام اور تصوف' سے کیا جا سکتا ہے۔ غامدی صاحب نے جن علماء اور اہل تصوف کو اسلام کے مقابلے میں تصوف کا نیا دین رائج کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (م874ء)

۲۔ حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (م998ء)

۳۔ حضرت ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ (م1074ء)

۴۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (م1077ء)

۵۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م1111ء)

۶۔ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م1166ء)

۷۔ حضرت محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (م1234ء)

۸۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م1240ء)

۹۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (م1273ء)

۱۰۔ حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م1624ء)

۱۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م1762ء)

غامدی صاحب تصوف پر اپنے مضمون کی ابتداء کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ۱۔ "ہمارے خانقاہی نظام کی بنیاد جس دین پر رکھی گئی ہے، اُس کے لیے ہمارے ہاں 'تصوف' کی اصطلاح رائج ہے۔ یہ اُس دین کے اصول و مبادی سے بالکل مختلف ایک متوازی دین ہے جس کی دعوت قرآن مجید نے بنی آدم کو دی ہے۔"

توحید سے متعلق حضرت امام غزالی، حضرت شیخ اکبر ابن عربی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ

اور دیگر بزرگوں کے چند حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

۲۔ ”توحید کے باب میں یہی نقطہ نظر اپنشدوں کے شارح شری شنکر اچاریہ، شری رام نوج اچاریہ، حکیم فلوطین اور اسپنوزا کا ہے۔ مغرب کے حکما میں سے لائبنز، فختے، ہیگل، شوپن ہاور اور بریڈلے بھی اِسی سے متاثر ہیں۔ اِن میں سے شری شنکر، فلوطین اور اسپنوزا وجودی اور رام نوج اچاریہ شہودی ہیں۔ گیتا میں شری کرشن نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ اپنشد، برہم سوتر، گیتا اور فصوص الحکم کو اِس دین میں وہی حیثیت حاصل ہے جو نبیوں کے دین میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کو حاصل ہے۔ اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت، یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالم گیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔“

غامدی صاحب نے ان اولیاء، علماء اور بزرگوں کو نعوذ باللہ ختم نبوت کا منکر بھی قرار دیا:

۳۔ ”قرآن کی رو سے نبوت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ اب نہ کسی کے لیے وحی و الہام اور مشاہدۂ غیب کا کوئی امکان ہے اور نہ اِس بنا پر کوئی عصمت و حفاظت اب کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔۔۔ اہل تصوف کے دین میں یہ سب چیزیں اب بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ اُن کے نزدیک وحی اب بھی آتی ہے، فرشتے اب بھی اترتے ہیں، عالم غیب کا مشاہدہ اب بھی ہوتا ہے اور اُن کے اکابر اللہ کی ہدایت اب بھی وہیں سے پاتے ہیں جہاں سے جبریل امین اُسے پاتے اور جہاں سے یہ کبھی اللہ کے نبیوں نے پائی تھی۔“

مذکورہ بالا امت کے علماء اور اولیاء کے بارے میں مزید لکھا کہ انہوں نے شریعت اسلامیہ کا انکار کرتے ہوئے اسلامی شریعت کے خلاف ایک نئی شریعت بنا ڈالی:

۴۔ ”چنانچہ اِس تصور کے تحت اورادواشغال اور چلوں اور مراقبوں کی ایک پوری شریعت ہے جو خدا کی شریعت سے آگے اور قرآن و سنت سے باہر، بلکہ اُن کے مقاصد کے بالکل خلاف اِن اہل تصوف نے طریقت کے نام سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے“

علمائے تصوف کی کتب سے بعض عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر (جیسا کہ کتاب میں ثابت کیا جائے گا) حوالہ جات پیش کر کے صوفیاء کے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

۵۔ ”وہ (علمائے تصوف) بالصراحت کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی صرف یہی ہیں کہ منصب تشریع اب کسی شخص کو حاصل نہ ہو گا۔ نبوت کا مقام اور اس کے کمالات اسی طرح باقی ہیں اور یہ اب بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔“[10]

ان حوالہ جات سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ صوفیاء کا تصور نبوت در حقیقت اسلام کے تصور نبوت سے الگ اور متوازی چیز کا نام ہے نیز یہ اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ اس مضمون کے علاوہ جاوید احمد غامدی صاحب نے اپنے بعض ویڈیو پروگرامز میں اسی مضمون 'اسلام اور تصوف' کا درس دیتے ہوئے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کو جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی سے ملانے کی کوشش کی۔ غامدی صاحب کے ان دروس میں خصوصی طور پر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کو نشانہ بنایا گیا اور ان ویڈیوز کو قادیانیوں نے پھیلایا کیونکہ غامدی صاحب قادیانیوں کی تکفیر کے قائل نہیں۔ ان ویڈیوز میں ان کا کہنا ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اصلاً اسی طرز پر نبوت کا دعوی کیا تھا جس طرز پر شیخ ابن عربی اور اہل تصوف نبوت جاری ہونے کے قائل ہیں نیز اگر شیخ کی عبارات کی تاویل کی جا سکتی ہے تو مرزا قادیانی کو بھی اس تاویل کا فائدہ دے کر مسلمان سمجھا جانا چاہیے۔

---

[10] برھان: 'اسلام اور تصوف'، ص ۱۸۱ تا ۲۱۰

اگرچہ غامدی صاحب کا مضمون 'اسلام اور تصوف' سن ۱۹۹۳ء میں لکھا گیا مگر ان پرانے مباحث کو سوشل میڈیا پر اس لیے زندہ کیا گیا کہ حال ہی میں ترکی کے شہرہ آفاق ڈرامہ 'ارطغرل' میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے کردار کو دکھایا گیا جس کے سبب ہر نوجوان اور بچے میں شیخ ابن عربی کو جاننے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ شیخ پر تنقید کی اسی دوڑ میں ایک سلفی عالم ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب بھی شامل ہو گئے اور 'ابن عربی کا تصور ختم نبوت' کے عنوان سے انہوں نے ۸۰ صفحات پر مشتمل ایک مضمون تحریر کیا۔ اس مضمون میں حافظ زبیر صاحب اپنے کتابچے کے سبب تالیف کو 'شان نزول' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کتابچے کا شان نزول یہ ہے کہ حال ہی میں غامدی صاحب کے حوالے سے ان کے کافی کچھ فالوورز نے سوشل میڈیا پر ایک بحث کھڑی کی تھی کہ غلام احمد قادیانی کا تصور نبوت شیخ ابن عربی اور اس جیسے متصوفین سے مستفاد ہے۔۔۔اس مقالے میں اس کا جائزہ لیا ہے کہ کیا غلام احمد قادیانی اور شیخ ابن عربی کے تصور ختم نبوت میں کچھ مشترک بنیادیں موجود ہیں؟ اور کیا غلام احمد قادیانی نے واقعی میں اپنا تصور نبوت شیخ ابن عربی اور دیگر متصوفین سے اخذ کیا ہے؟اور کیا شیخ ابن عربی بھی محض تشریعی نبوت کے خاتمے کے قائل تھے؟ اور کیا شیخ ابن عربی مطلق نبوت کے جاری رہنے کے قائل تھے؟اور کیا شیخ ابن عربی نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا؟تو ان سب سوالات کو اس کتابچے میں ایڈریس کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''[11]

اس مضمون میں حافظ زبیر صاحب نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تعلیمات کو کفر، شرک و بدعت کہا نیز انہیں مدعی نبوت اور ختم نبوت کا منکر قرار دیا۔یہاں تک کہ شدت جذبات کی رو میں بہہ کر حضرت ابن عربی قدس سرہ العزیز کا دفاع کرنے والے اکابر اولیاء و

[11] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص۸۔۹

علمائے امت پر بھی یہی حکم لگا دیا۔ چنانچہ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن وحدت الوجود کی سٹینڈرڈ تعبیر[12] وہی ہے جو شیخ ابن عربی نے پیش کی ہے اور وہ کفر و شرک ہے[13]۔۔۔ دونوں نے یعنی مرزا اور ابن عربی نے ختم نبوت میں کفریہ تصورات اپنے اپنے انداز میں داخل کیے ہیں۔"[14]

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ شیخ ابن عربی کا کفر اس قدر واضح ہے کہ اس کی تاویل کرنے والے بھی انہی کے حکم میں ہیں:

"پہلا گروہ تو کفر کے دفاع میں لگا ہے لہذا جو ابن عربی کی کفریہ اور شرکیہ عبارات کی تاویل کرتے ہیں تو یہ ابن عربی کے حکم میں ہیں۔"[15]

پھر خود ہی اس دعوے میں تخصیص کرتے ہوئے ایک اور مقام پر حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ اگر شیخ

---

[12] ضمناً عرض ہے کہ وحدت الوجود کی جس تعبیر کو حافظ زبیر صاحب سٹینڈرڈ کہہ کر کفر و شرک قرار دیتے ہیں، وحدت الوجود کی یہ تعبیر شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کر کے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی۔ شیخ ابن عربی کی کتب میں "وحدت الوجود" کی اصطلاح تک موجود نہیں چہ جائیکہ انہوں نے کسی مقام پر اس کی وہ تعبیر بیان کی ہو جسے "سٹینڈرڈ تعبیر" قرار دیا گیا۔ یہ گفتگو ہماری اس کتاب کا موضوع نہیں البتہ صرف یہ نوٹ کرانا مقصود ہے کہ ناقدین اس معاملے میں بھی غلط العام تصورات ہی کو سٹینڈرڈ فرض کرتے ہیں۔ وحدت الوجود کی یہ نام نہاد سٹینڈرڈ تعبیر شیخ کے ناقدین نے ان کی بعض جزوی عبارات کو معنی پہنا کر اخذ کی ہے، بالکل اسی طرح جیسے مسئلہ ختم نبوت پر شیخ ابن عربی کے ناقدین کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اس کتاب میں جس کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

[13] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۰۔۱۱

[14] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۷۹

[15] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۲

ابن عربی کی تاویل ممکن ہے تو ایسی تاویلات پھر مرزا قادیانی کی بھی ممکن ہیں:

> "باقی تاویل کے ساتھ آپ دفاع کر سکتے ہیں، ہمیں اس سے انکار نہیں، لیکن ایسی تاویلات پھر غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی بھی ممکن ہیں، یہ غامدی صاحب کا بنیادی مقدمہ ہے اور اپنے اس دعوے میں وہ حق بجانب ہیں اور اس کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"[16]

یعنی غامدی صاحب کی طرح حافظ صاحب کا بھی یہ خیال ہے کہ شیخ ابن عربی کی ان عبارات کے کوئی معقول و علمی معانی ممکن نہیں، لامحالہ کسی نامعقول تاویل ہی سے کام لینا ہو گا اور ایسی تاویل پھر مرزا قادیانی کے حق میں بھی ممکن ہیں۔ زبیر صاحب نے غامدی صاحب کے بنیادی مقدمے کو حق قرار دیتے ہوئے ان اہل تصوف کو گمراہ اور بالخصوص ابن عربی علیہ الرحمۃ اور ان کا دفاع کرنے والوں کے خیالات پر کفر و بدعت کا فتویٰ جاری کیا جو افسوس ناک ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ زبیر صاحب نے اپنی اس کتاب کا انتساب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف کیا ہے جو خود شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی نہ صرف ولایت کے قائل ہیں بلکہ ان کی عبارات کی تاویل بھی کرتے ہیں۔ گویا حافظ صاحب کے فتوے کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی ابن عربی رحمہ اللہ کے حکم میں شامل ہو گئے۔

جناب جاوید احمد غامدی اور جناب حافظ زبیر صاحبان کی جانب سے حضرت محی الدین قدس سرہ العزیز کو ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہوئے مرزا قادیانی کی عبارات کے لیے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی عبارات جیسی تاویلات کا امکان ماننا نیز غامدی صاحب کا مرزا قادیانی اور اس کو نبی ماننے والوں کی تکفیر نہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے لیے گنجائش پیدا کرنا، یہ وہ بنیادی سبب ہے جس نے اس بات پر شدت سے آمادہ کیا کہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے قلم اٹھایا جائے۔ مباحث کتاب سے

---

[16] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۵

واضح ہو گا کہ یہ شیخ پر بہتان ہے کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا یا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کوئی عقیدہ بیان کیا۔ آپ کی تصانیف میں پوری امت مسلمہ کی طرح عقیدہ ختم نبوت پر ایمان کی تلقین ہے اور مدعی نبوت کو کذاب و کافر ہی کہا گیا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ امت مسلمہ کے اکابر اولیاء و علماء میں سے ہیں، اگر ان کی عبارات اور نظام فکر سے بے اعتنائی کے سبب علماء نے ان کے لیے سخت کلمات استعمال کیے ہیں تو دوسری طرف امت مسلمہ کے جلیل القدر علماء اور اولیاء کا ایک جم غفیر ایسا بھی ہے جو آپ کی قطبیت اور ولایت کا قائل اور آپ کا دفاع کرنے والا ہے۔

شیخ کے خلاف جاری اس حالیہ پروپیگنڈے کے نتیجے میں عام آدمی تو کجا اچھے خاصے پڑھے لکھے اور اہل علم بھی شیخ کی بعض عبارات پر نالاں دکھائی دیتے ہیں اور ان سے عجیب و غریب معانی اخذ کرنے پر مصر ہیں۔ اگرچہ شیخ اکبر قدس سرہ کے افکار پر کئی جہات سے تنقید ہوتی آرہی ہے تاہم فی الوقت شیخ کے نظریہ نبوت اور عقیدہ ختم نبوت کے متعلقات پر بحث ہو رہی ہے لہذا ہم کوشش کریں گے کہ اس تحریر کو اسی موضوع تک محدود رکھیں تا کہ بات بہت زیادہ پھیل نہ جائے۔

قابل بحث سوالات کا تعین

زیر نظر کتاب میں درج ذیل سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے گی:

۱۔ کیا حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تمام علمائے امت کے نزدیک غیر متعبر ہیں یا اہل علم اور اولیاء کا ایک بڑا طبقہ آپ کی قطبیت اور ولایت کا بھی قائل ہے؟

۲۔ حقیقت و خاصیت نبوت کیا ہے؟

۳۔ شیخ کا تصور نبوت کیا ہے؟

۴۔ شیخ اور دیگر علمائے اہل سنت کے تصور نبوت میں کیا تعلق ہے؟

۵۔ کیا شیخ عقیدہ ختم نبوت کے منکر اور مدعی نبوت ہیں؟

۶۔ شیخ نے اپنی بحث کے لئے عام علمائے عقیدہ سے ہٹ کر مختلف اصطلاحات کا استعمال کیوں کیا؟
۷۔ شیخ کے نزدیک کشف والہام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
۸۔ کیا شیخ ابن عربی باطنیت کے پروردہ ہیں؟
۹۔ کیا شیخ ابن عربی کی عبارات میں مرزا قادیانی کے دعووں کی بنیاد موجود ہے؟
۱۰۔ عقیدہ ختم نبوت سے متعلق ناقدین کی پیش کردہ شیخ کی عبارات کے درست معانی کیا ہیں؟
۱۱۔ شیخ کے نظام فکر میں ختم نبوت کے بعد اولیاء کی حیثیت ومقام کیا ہے؟
۱۲۔ کیا شیخ ولایت کو نبوت و رسالت سے برتر سمجھتے ہیں؟ کیا شیخ ابن عربی خود کو تمام انبیاء و رسل سے بھی افضل کہتے ہیں؟ شیخ کا تصور ولایت اور اس کی مکمل تفصیلات اس کتاب کا موضوع نہیں، البتہ کتاب میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے تصور ولایت پر ضروری بحث کے ساتھ اس سوال کا جواب بھی واضح ہو جائے گا۔ شیخ کی ایک دیرینہ نزاعی عبارت جسے بنیاد بنا کر ماضی میں افضلیت انبیاء کے تناظر میں شیخ ابن عربی کی تضلیل و تکفیر کی گئی ہے، حافظ زبیر صاحب نے اس عبارت کے چند حصوں سے عقیدہ ختم نبوت کے منافی مفہوم اخذ کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ ایسے میں یہ ممکن نہ تھا کہ اس عبارت کو کلیتاً چھوڑ دیا جائے کہ اس صورت میں عقیدہ ختم نبوت سے متعلق شیخ اکبر کے بارے میں ناقدین کا ایک استدلال جواب سے رہ جاتا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہ تھا کہ اس کے جزوی حصوں کو موضوع سخن بنایا جاتا۔ اس لئے افضلیت انبیاء کے موضوع سے متعلق اس پوری عبارت پر بحث نیز اس سے متعلق مقامات سعادت کی ترتیب کی بحث کو بھی کتاب میں شامل کرنا پڑا۔ امید ہے یہ ابحاث بھی فائدے سے خالی نہ ہوں گی۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ ناقدین کے اعتراضات اس کی بات کی غمازی کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخ کی عبارات کو شیخ کے مجموعی نظام فکر کے اندر رہ کر سمجھنے کے بجائے دو الگ نظام ہائے فکر کو خلط ملط کر دیا ہے۔

کتاب کی ضرورت واہمیت

اس کتاب کی ضرورت متعدد وجوہات کی بنا پر محسوس کی گئی:

۱۔ شیخ علیہ الرحمۃ پر جو کتب ورسائل موجود ہیں ان میں سے زیادہ تر کا موضوع آپ کا تصور توحید ہے جبکہ آپ کے تصور نبوت اور عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت پر کوئی تفصیلی کتاب دستیاب نہیں ہے۔ دوسری طرف ہمارے بعض معاصرین ایک عرصے سے آپ پر انکار ختم نبوت کے الزامات لگاتے چلے آرہے ہیں۔ ایسے میں ضروری محسوس ہوتا ہے کہ شیخ پر لگائے جانے والے ان الزامات کا جائزہ لینے والی ایک کتاب تحریر کی جائے۔

۲۔ شیخ کے دفاع میں عام طور پر ایسی تحریریں لکھی جاتی ہیں جن کا مقصد آپ کی بعض عبارات کی وضاحت یا تاویل کر کے ان کے معنی کی وضاحت کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اس انداز تالیف کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ قاری شیخ کا نظام فکر سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں آپاتا اور نتیجے میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ شیخ نے واقعتاً ضلالت پر مبنی ایسے افکار بیان کیے ہونگے جن کی تاویلات کی جارہی ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر شیخ کے نظام فکر کی روشنی میں ان عبارات کا مطالعہ کیا جائے جنہیں ناقدین نزاعی و کفریہ بنا کر پیش کرتے ہیں تو معلوم ہو جائے کہ شیخ قرآن و سنت اور اہل سنت کے عقائد کے دائرے ہی میں رہ کر بحث کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں یہی طریقہ بحث اختیار کیا گیا ہے کہ شیخ کی بعض معین عبارات کو حل کرنے سے قبل ان کے نظام فکر کو خود شیخ کی تحریروں سے سمجھانے کی کوشش کی جائے اور اس کے بعد ناقدین کی طرف سے پیش کی جانے والی معین عبارات کو شیخ کے اصول ومبادی کی روشنی میں پڑھا جائے۔

۳۔ اردو زبان میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے افکار کی تفہیم پر لکھی جانے والی اکثر کتب اس قدر دقیق ہیں کہ وہ عام فہم نہ ہونے کے سبب اکثر قارئین کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ یہ کتاب شیخ کے بعض افکار کو شیخ کی عبارات کی روشنی میں آسان فہم انداز میں سمجھانے کی ایک کاوش ہے۔ امید ہے یہ کتاب ختم نبوت کے انکار کے حوالے سے شیخ پر لگائے جانے والے الزامات کو دور کرنے میں مدد

دے گی جو ایک عرصے سے ان پر لگائے جا رہے ہیں۔

۴۔ ختم نبوت کے موضوع پر بیسویں صدی میں علمائے امت نے بلاشبہ گراں قدر علمی کام مرتب کر دیا ہے جو کئی درجن جلدوں پر محیط ہے۔ البتہ مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے سلسلے میں شیخ ابن عربی کا نام اچھالنے کی جو کوشش قادیانی حلقوں کے علاوہ غامدی صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات نیز حافظ زبیر صاحب نے کی، اس کا تفصیلی جواب آنا ابھی باقی ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے یہ کتاب عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر ایک اضافے کی حیثیت رکھتی ہے جس کا مقصد شیخ ابن عربی پر لگائے گئے جھوٹے الزام کا پردہ فاش کرنا ہے تا کہ پھر کوئی قادیانی اور قادیانی نواز شیخ ابن عربی کا نام ایک جھوٹے مدعی نبوت کے ساتھ ملا کر نہ لے سکے۔

۵۔ غامدی صاحب نے تصوف کو متوازی دین ثابت کرنے کے لئے صوفیاء کے تصور نبوت کو خلاف اسلام دکھانے کی کوشش کی ہے۔ شیخ ابن عربی کے تصور نبوت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کتاب دراصل مباحث نبوت پر صوفیاء کے مقدمے کی تفصیل بیان کر کے غامدی صاحب کے اس دعوے کی غلطی واضح کر دے گی جو انہوں نے اہل اسلام کی تکفیر و تضلیل کے لئے وضع کیا تھا اور جس معاملے میں حافظ صاحب نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ چنانچہ اس کتاب کی حیثیت محض ایک شخص کے خیالات کے دفاع کی نہیں بلکہ اس کا مقصد تصوف کی اس عظیم الشان روایت کی نمائندگی کی کوشش کرنا ہے جو اسلام کے صدر اول سے لے کر آج تک چلی آرہی ہے اور جس پر شیخ کے ناقدین نے اپنی کج فہمی کے باعث انکار ختم نبوت اور متوازی دین ہونے کا الزام لگا دیا۔ شیخ ابن عربی اسی روایت کے علمی وارث و امین ہیں اور آپ کے بعد اس سلسلے سے وابستہ علماء و مشائخ آپ کے نظام فکر ہی کے اندر رہتے ہوئے گفتگو کرتے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے مباحث تصوف میں شیخ ابن عربی کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے ایک فقہی روایت کے اندر کسی بڑے فقیہ و شارح کی ہوتی ہے، مثلاً جیسے فقہ حنفی کے اندر شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ ہیں۔ اگر کوئی شخص امام سرخسی اور ان کے ساتھ بعض دیگر ائمہ احناف کے فقہی مباحث کو متوازی

دین کہنا شروع کر دے یا ان کی بعض عبارات یا اجتہادات کو پکڑ کر یہ کہنا شروع کر دے کہ یہ لوگ شریعت ایجاد کرنے والے ہیں، تو دراصل وہ پوری فقہ حنفی کو خارج از اسلام قرار دیتا ہے کیونکہ بعد کے حنفی فقہاء ان مباحث کے نظام کو برتتے آئے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اسلام کی مختلف علمی روایات باہم جڑی ہوئی ہیں، لہذا فقہ کے کسی ایک مکتب فکر یا تصوف کو متوازی دین قرار دینے کا صاف مطلب ہے کہ پوری امت مسلمہ ہی ضلالت و گمراہی کا شکار رہی ہے۔

طریقہ بحث

یہ کتاب نبوت کے جن مباحث سے بحث کرتی ہے، دینی علوم سے واقف حضرات کے لئے بالعموم اور واقفین مباحث تصوف کے لئے بالخصوص وہ واضح امور ہیں اور انہیں بات سمجھانے کے لئے اشارات کافی ہوتے ہیں۔ البتہ دیکھا یہ جارہا ہے کہ ایک طرف علم عقیدہ کی طرف رجحان میں کمی اور دوسری طرف ناقدین کے پھیلائے گئے مغالطوں کے سبب عام لوگ تو کجا پڑھے لکھے حضرات بھی حقیقت نبوت کی بحث میں غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ ناقدین کے شور و غل نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی ہے گویا صرف مخاطبت الٰہیہ ہی انبیاء سے متعلق نبوت کی "خاصیت" ہے۔ باب نمبر 9 میں ہم دیکھیں گے کہ اس غلط فہمی کو پھیلانے کا سہرا ابھی کسی حد تک غامدی صاحب کو جاتا ہے اور حافظ صاحب نے بھی اس میں کچھ حصہ ڈالا۔ چنانچہ ایسے ماحول میں اس امر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مباحث نبوت کی ان جہات کو بھی بیان کیا جائے جن کا تعلق حقیقت نبوت کی بحث سے ہے۔ اس ضمن میں شیخ ابن عربی کی تقسیمات کا طریقہ چونکہ دیگر علماء سے مختلف ہے، لہذا دونوں کو بیک وقت سامنے رکھتے ہوئے قاری کو بات سمجھانے کی ضرورت ہے جو ہمارے لئے بذات خود ایک چیلنج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب میں بحث کو دینی علوم کے عام قاری کی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے بیان کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ بحث کو آہستہ آہستہ کم پیچیدگی سے زیادہ جامعیت کی طرف بڑھایا جائے۔

ہم شیخ کی چند مخصوص عبارات میں الجھنے اور صرف ان کے معنی بتانے کے طریقہ کار کو مفید و کافی نہیں سمجھتے، جب تک یہ طے نہ ہو جائے کہ انہیں کس مجموعی فکری نظام میں رکھ کر دیکھا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ شیخ کے نظریاتی ڈھانچے کے بنیادی تصورات ابھر کر سامنے آجائیں تو وہ عبارات جنہیں نزاعی بنا کر اچھالا جارہا ہے خود بخود اپنا مافی الضمیر بیان کرنے لگتی ہیں اور کوئی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس اعتبار سے کتاب کا بنیادی مقصد شیخ کی چند ایسی عبارات کو حل کرنا نہیں ہے جنہیں سمجھنے میں ناقدین نے ٹھوکر کھائی، بلکہ اس کا مقصد مباحث نبوت میں شیخ ابن عربی کے وقیع علمی مباحث کا تعارف کرانا ہے۔ چونکہ شیخ کے فکری نظام سے لوگوں کو مناسبت نہیں رہی لہذا اس کی وضاحت کچھ تفصیل کی متقاضی ہے۔ کتاب میں اس بات کا اہتمام کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ان کی بات سمجھانے کے لئے عام فہم انداز اختیار کیا جائے۔ شیخ کے دقیق علمی مباحث کو عام فہم بنانے کے لیے آپ کے تصورات کو مختلف اشکال (Diagrams) کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جائے گی، شیخ فتوحات مکیہ میں خود بھی اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ کتاب کے موضوع کی مناسبت سے شیخ کی فکر کے انہی پہلوؤں کا انتخاب کیا گیا ہے جو براہ راست ختم نبوت یا افضلیت انبیاء سے متعلق بعض موضوعات سے ہیں۔ یوں تو شیخ ابن عربی کی فکر سے ناواقفیت کی بنا پر ان کے ناقدین ان پر متعدد نوعیت کے الزامات لگاتے چلے آئے ہیں تاہم اس کتاب میں سب کا جواب دینا ممکن نہیں اور یہ ہمارا موضوع بھی نہیں۔

یہ تحریر ان اہل علم کے لئے ہے جو علم کلام یعنی عقیدے سے متعلق علمی موضوعات کا شغف رکھتے اور اہل سنت والجماعت کے شرعی مفاہیم کو نصوص کی درست تعبیر سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں ہماری کوشش یہ ہے کہ شیخ کی فکر کے مختلف تصورات کو علمائے عقیدہ یعنی متکلمین کے مباحث کی ترتیب پر باری باری کھولا جائے۔ خود شیخ کا انداز تحریر اس طرز پر نہیں، ہر مقام پر متعلقہ موضوع کے بارے میں ان کی جو بھی عبارت ہوتی ہے اس کے سیاق و سباق میں دیگر موضوعات پیوست ہوتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں اس مشکل کا سامنا تھا کہ اگر ابتدائی ابواب میں طویل عبارات پیش

کر دی جائیں تو عام قاری کے لئے متعلقہ اصطلاحات کو سمجھے بغیر ان عبارات کو سمجھنا مشکل ہو گا۔ لہذا ترتیب مباحث کی رعایت کرتے ہوئے ہر باب میں شیخ کی گفتگو کا اسی قدر حصہ پیش کیا گیا ہے جو اس باب سے متعلق ہے تا کہ قاری ان کی فکر کی مکمل تصویر سمجھ سکے۔ کتاب میں جوں جوں بحث آگے بڑھے گی، پیش کردہ عبارات کی طوالت بھی بڑھتی جائے گی۔ اسی وجہ سے شیخ کی بعض عبارات مختلف ابواب میں موضوع کی مناسبت سے ایک سے زیادہ مرتبہ ذکر ہوئی ہیں۔

کتاب میں مباحث نبوت پر شیخ ابن عربی کے انداز بحث کو سمجھانے کے لئے شیخ کا موازنہ جابجا دیگر علمائے اہل سنت کے طریقہ بحث اور اصطلاحات کے ساتھ کیا جائے گا۔ ان علمائے اہل سنت کو اکثر مقامات پر متکلمین نیز علمائے عقیدہ وغیرہ لکھا گیا ہے اور بعض مقامات پر شیخ ابن عربی کی اصطلاح کی رعایت کرتے ہوئے انہیں علمائے رسوم بھی کہا گیا ہے جس سے ہماری مراد مباحث نبوت پر صوفی علمی روایت کے سوا دیگر علماء ہوں گے، اگرچہ یہ بات درست ہے کہ بہت سے علماء علم رسوم اور علم تصوف دونوں کے ماہرین شمار کئے جاسکتے ہیں۔

شیخ ابن عربی کی طویل اور جامع کتاب "الفتوحات المکیۃ" ہے جس میں آپ کی فکر کے مختلف پہلو تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ آپ کی ان کتب میں شامل ہے جنہیں آپ نے زندگی کے آخری حصے میں مکمل کیا اور اس کتاب کے آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے دو نسخہ جات موجود ہیں۔ چنانچہ آپ کی فکر کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ شیخ کا نظام فکر بیان کرنے کے لئے اسی کتاب کو بنیاد بنایا گیا ہے جبکہ دیگر کتب و رسائل کو اس کی تفصیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ شیخ ابن عربی کی کتب کے بارے میں بعض اہل علم اور ماہرین کی یہ رائے بھی موجود ہے کہ ان کی کتب کے نسخہ جات میں اضافے ہوئے۔ تاہم ماہرین شیخ ہی کی ایک جماعت اس رائے کو قبول نہیں کرتی۔ ان ماہرین کی یہ بحث ہماری اس کتاب کا موضوع نہیں، اس کتاب کا مقدمہ یہ ہے کہ شیخ ابن عربی کی طرف جو اہم کتب منسوب ہیں ان میں ایسا کوئی مواد موجود نہیں جسے ختم نبوت کا

انکار کہا جاسکے۔

باب نمبر ا میں شیخ کے تعارف نیز باب 2 میں مباحث نبوت پر چند ضروری مباحث کی وضاحت کے بعد باب نمبر 3 تا 8 میں اس موضوع پر شیخ ابن عربی کی فکر کے اصول و مبادی اور مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد باب نمبر 9 تا 12 میں ناقدین کے اعتراضات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے خاتمے میں مباحث نبوت کے ضمن میں شیخ ابن عربی کے وقیع علمی اضافوں کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔

کتاب کے مباحث سے استفادے نیز مباحث نبوت پر شیخ ابن عربی کا موقف سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کتاب کا مطالعہ ترتیب وار ابواب کی صورت میں کیا جائے کیونکہ ہر باب میں کی جانے والی بحث اگلے ابواب کے ساتھ متصل ہے۔ کتاب کے کسی درمیانی باب کو پڑھنے کی کوشش کرنا مفید نہیں ہوگا۔ اسی طرح صرف معین عبارات والے ابواب کا مطالعہ بھی ناقدین کے اعتراضات کا جواب سمجھنے کے لئے کفایت نہیں کرے گا کیونکہ اس باب میں انہی اصولی مباحث کا صرف اطلاق کیا گیا ہے جنہیں پچھلے ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے شیخ کی صریح اور صاف عبارات کی روشنی میں یہ جاننا لازم ہے کہ ان کی بحث کی نوعیت اور ان کے عقائد کیا ہیں، پھر نزاعی و مشکل سمجھی جانے والی عبارات خود بخود حل و آسان ہو جاتی ہیں۔

ہم نے یہ کتاب افہام و تفہیم کی نیت سے تحریر کی ہے اور اس بات کا حتی الامکان اہتمام کیا ہے کہ شیخ ابن عربی کے ناقدین نے جو دلخراش انداز بیان شیخ کے لئے اختیار کیا، ہم وہ انداز ان ناقدین کے لئے اختیار نہ کریں۔ ہمارا گمان ہے کہ ناقدین نے شیخ پر جو تنقید کی وہ اسلام کے ساتھ خلوص کے جذبے کے تحت کی اور ہمیں امید ہے کہ جب انہیں شیخ ابن عربی کی درست و مکمل رائے معلوم ہو جائے گی تو وہ اپنی رائے سے رجوع کرنے میں تاخیر نہیں کریں گے۔

ہم ان تمام احباب کے مشکور ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں مدد فراہم کی۔ مولانا صہیب صاحب جنہوں نے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے املاء کی غلطیوں کی اصطلاح فرمائی اور مولانا

مشرف بیگ صاحب جنہوں نے عرق ریزی اور باریک بینی کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر کے عربی عبارات کے تراجم کو سنوارا۔ اسی طرح ہم ان تمام حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کتاب کی طباعت کے لئے نام صیغہ راز میں رکھنے کی شرط پر مالی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالی ان تمام احباب کو اجر عطا اور ان کے رزق میں برکت عطا فرمائے جنہوں نے کتاب کی تیاری میں کسی بھی طرح مدد کی۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو ڈاکٹر زاہد صدیق مغل صاحب کی والدہ محترمہ اور آپ کے بشمول ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی صاحب کے جملہ اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔

اس کتاب کا مسودہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ کی تاریخ وصال کے دن پر مکمل ہوا۔

واللہ المستعان

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّـهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (القرآن)

باب:۱

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ علمائے امت کی نظر میں

قبیلہ طے کے تین لوگ مشہور ہیں۔ حاتم طائی، حضرت داؤد طائی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہا اللہ۔ قدوۃ الانام، مفتی طریقت و شریعت، محی ملت و دین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی حاتمی طائی اندلسی علیہ الرحمۃ کی ولادت بروز پیر ۱۷ رمضان سن ۵۶۰ھ کو اندلس کے شہر مرسیہ میں ہوئی۔[1] آپ کا نام محمد، لقب محی الدین ابو بکر اور آپ 'ابن العربی' کے نام سے مشہور ہیں۔ اکثر اہل علم آپ کو 'ابن عربی' کہتے ہیں تاکہ آپ اور قاضی ابو بکر بن العربی جن کا وصال ۵۴۳ھ میں ہوا ان میں فرق کیا جا سکے۔ لفظ 'العربی' آپ کے والد کے نسب میں ہے اسی لیے آپ کو 'ابن العربی' کہا جاتا ہے۔ محققین کے نزدیک ان دونوں کو 'ابن العربی' ہی کہا جاتا ہے ۔[2] ابتدائی زمانہ مرسیہ میں گزارنے کے بعد آپ اشبیلیہ منتقل ہو گئے ۔ مغرب کے علماء سے استفادہ کرنے کے بعد آپ نے مشرق کا سفر فرمایا۔ حج کی ادائیگی کے بعد موصل اور قاہرہ سے ہوتے ہوئے روم تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے شاگرد شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی کی والدہ سے شادی کی، پھر دمشق منتقل ہو گئے۔ دمشق سے آپ عازم مکہ ہوئے اور وہاں مجاورت اختیار کی۔ آپ نے اپنے اسفار کے دوران اپنے زمانے کے اکابر علماء و صوفیاء سے علوم ظاہر

---

[1] الدر الثمین فی مناقب الشیخ محی الدین: ص ۱۳

[2] الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی ترجمۃ حیاتہ من کلامہ: ص ۵

و باطن کا اکتساب کیا۔ آخر میں آپ مستقل طور پر دمشق میں مقیم رہے جہاں آپ نے خود کو تصنیف و تالیف کے لیے وقف فرما دیا۔ آپ کا وصال ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ھ (۱۲۴۰ء) میں ہوا۔[3] آپ کو شہید نہیں کیا گیا تھا آپ کے تراجم لکھنے والے اہل علم کا اتفاق ہے کہ آپ کا وصال اپنے بستر پر ہی ہوا۔[4] دمشق میں آج بھی آپ کا مزار شریف مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت محی الدین علیہ الرحمۃ ایک غیر معروف، نااہل، علم و ذکاوت سے خالی کوئی گمنام شخصیت نہیں بلکہ تاریخ اسلامی میں مسلم فلاسفہ اور اہل تصوف میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے والد حضرت علی بن محمد ائمہ فقہ و حدیث میں سے ہیں اور آپ کا شمار اصحاب زہد و ورع میں ہوتا ہے۔ آپ کے دادا حضرت محمد بن احمد رحمہ اللہ اندلس کے قاضی تھے۔ اس پاکیزہ ماحول میں ابن عربی علیہ الرحمۃ نے تربیت پائی۔ آپ اپنی ابتدائی عمر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ بخار کے سبب بیمار تھے تو خواب میں دیکھا کہ شر کی قوتیں آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اچانک ایک قوی خوبصورت شخص جس کا چہرہ چمک رہا ہے ان شریر چیزوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور ان کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو؟ وہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں سورۃ یسین ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ میرے والد میرے سرہانے بیٹھ کر سورہ یسین کی تلاوت فرما رہے تھے۔

آپ کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے جن میں حضرت ابو بکر بن اخلف لخمی، حضرت ابو الحسن شریح، قاضی عبد اللہ بازلی، حضرت محدث عبد الحق بن عبد الرحمن اشبیلی، حضرت زاہد بن رستم اصفہانی، حضرت برہان نصر بن ابی فتوح حصری، حضرت سالم بن رزق اللہ افریقی، حضرت محمد احمد بن محمد بن سبیل، حضرت محمد بن اسماعیل قزوینی، حافظ کبیر ابن عساکر، حضرت ابو القاسم خلف بن بشکوال، حضرت محمد بن یوسف خفاف اور حضرت ابو زید سہیلی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں۔

---

[3] الدر الثمین: ص ۱۴

[4] الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی ترجمۃ حیاتہ من کلامہ: ص ۶

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نابغۂ روز گار اور اپنے عہد کی وہ عظیم روحانی ہستی ہیں جن کا فیض ان کے وصال کے بعد آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو کشف، الہام، مشاہدہ، مراقبہ اوراستنباط کی زبردست قوتوں کے ساتھ علوم آلیہ وعالیہ میں بھی انتہائی درک وکمال عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے جن میں الفتوحات المکیۃ، فصوص الحکم اور رسائل انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کی سب سے زیادہ جامع اور طویل کتاب "الفتوحات المکیۃ "ہے جس میں آپ نے اپنے الہامات، تجربات، مشاہدات، استنباط اور قیاس و اجتہاد کی روشنی میں بہت سے مسائل تصوف اور دینیات پر بحث کی ہے۔ اس کتاب میں درج تصوف کے دقیق ترین مسائل پر آپ کے ذاتی مشاہدات کا بیان اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ناقل نہیں بلکہ خود ان منازل سے گزر کر دوسرے طالبین سلوک کے لیے راستوں کو روشن کرنے والے ہیں۔ یہ کتاب نو مجلدات میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کو آپ کی طرف سے لکھا جانے والا خط انتہائی قابل ذکر ہے۔ امام رازی ایک دن اپنے احباب اور خواص اصحاب کے ساتھ تشریف فرماتھے کہ اچانک رونے لگے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو فرمایا: میں ایک مسئلہ کا تیس سال سے اعتقاد رکھتا تھا کچھ دیر قبل ہی مجھ پر واضح ہوا کہ معاملہ اس کے بر خلاف ہے، اس لیے میں رونے لگا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ جو بات مجھ پر واضح ہوئی ہے کہیں یہ بھی پہلے کی طرح غلط نہ ہو۔[5] جب یہ واقعہ شیخ اکبر تک پہنچا تو آپ نے امام رازی علیہ الرحمۃ کی ہدایت کے لیے خط لکھا اور اس کا آغاز اس طرح فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ اذا احب احدکم اخاہ فلیعلمہ ایاہ، وانا احبک[6]

---

[5] الدر الثمین: ص ۱۶

[6] رسائل ابن عربی، الرسالۃ الی الامام الرازی: ص ۱۸۴

''رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو تو اسے بتا دے۔ اور میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔''

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ غالباً وہ واحد شخصیت ہیں جن کے بارے میں متعدد متقدمین و متاخرین کے مابین اختلاف رہا ہے۔ کوئی انہیں صدیقیت کی رتبے پر فائز قرار دیتا ہے جبکہ کوئی انہیں الحاد و زندقہ کی پستیوں میں گرا ہوا سمجھتا ہے۔ بعض حضرات نے آپ کے بارے میں یہاں تک کہا کہ جو ابن عربی کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب کہ دیگر آپ کے قطب وقت ہونے کا ایقان رکھتے ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے آپ کے انداز بحث کو نہ سمجھتے ہوئے بعض عبارات کی بنیاد پر آپ کی تکفیر کی اور آپ کی کتب و فکر کے رد میں رسائل تصنیف کئے۔ جہاں آپ کی تکفیر کرنے والوں میں بعض اکابرین شامل ہیں اسی طرح آپ کے مدافعین، چاہنے والوں اور حدی خوانوں میں اکثر صوفیاء اور اکابر علماء امت بھی نظر آتے ہیں۔ شیخ کے ناقدین ان کی تکفیر و تضلیل کرنے والوں کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جس کا مقصود یہ گمراہ کن تاثر دینا ہے گویا کسی دور میں پوری امت ہی شیخ ابن عربی کی تکفیر کی قائل تھی۔ اس لیے ہم اس مقام پر صرف آپ کا دفاع کرنے اور آپ کی تعریف و ثنا کرنے والے علماء ہی کا ذکر کریں گے تاکہ اس تاثر کی غلطی زائل ہو سکے۔ یہاں جن علماء کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے ناموں کی ہم نے ترقیم کر دی ہے تاکہ ان کا شمار آسان ہو سکے۔ اس ضمن میں ہماری کوشش ہو گی کہ اختصار کے ساتھ صرف ایسے علماء و اولیاء کا ذکر کیا جائے جو شرق و غرب میں قبولیت عامہ و شہرت رکھتے ہیں۔ رہی شیخ کے چاہنے والے علماء کی کل تعداد، تو وہ ہر دور میں شمار سے باہر رہی ہے اور وقت کے ساتھ اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے معتقد علماء اور اولیائے امت

شیخ ابن عربی کا وصال تیرھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد ہر صدی کے علماء و

اولیاء آپ کے معتقد رہے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد کن کن علمائے امت نے آپ کا دفاع کیا، یا تعریف کی اور یا آپ کے مرتبہ علم کے پیش نظر آپ کی تکفیر و تضلیل سے اجتناب کیا۔

(۱) امام ذہبی (م 1348ء) رحمہ اللہ اگرچہ آپ کے ناقد ہیں تاہم آپ کے بارے میں تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں :

ولابن العربي توسع في الكلام، وذكاءٌ، وقوةٌ حافظةٌ، وتدقيقٌ في التصوف، وتواليف جمةٌ في العرفان. ولولا شطحاتٌ في كلامه وشعره لكان كلمة إجماع، ولعل ذلك وقع منه في حال سكره وغيبته، فنرجو له الخير [7]

"ابن عربی کے ہاں کلام میں وسعت، ذکاوت، قوت حافظہ اور تصوف میں گہرائی پائی جاتی ہے۔ان کی کتب عرفان کا خزینہ ہیں۔اگر ان کے کلام اور شعر میں شطحات نہ ہوتیں تو آپ ایک غیر اختلافی شخصیت ہوتے۔ ممکن ہے کہ یہ عمل ان سے حالت سکر اور حالت غیبوبت میں واقع ہوا ہو۔ہم ان کے لئے خیر کی امید رکھتے ہیں۔"

(۲) علم حدیث کے امام حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی (م 1449ء) رحمہ اللہ شیخ اکبر رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد أطراه الكمال بن الزملكاني فقال: هو البحر الزاخر في المعارف الإلهية وإنما ذكرت كلامه وكلام غيره من أهل الطريق لأنهم أعرف بحقائق المقامات من غيرهم لدخولهم فيها وتحققهم بها ذوقاً مخبرين عن عين اليقين.
وقال ابن أبي المنصور: كان من أكبر علماء الطريق جمع بين سائر العلوم

---

[7] تاریخ الاسلام: ج ۱۴: ص ۲۷۸

المكتسبة ومأموله من العلوم الوهبية وكان غلب عليه التوحيد علماً وخلقاً وحالاً [8]

"(۳) کمال بن زملکانی نے آپ کی تعریف میں فرمایا: ابن عربی معارف الٰہیہ کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر ہیں، میں نے ان کا اور دیگر اہل طریقت کا کلام ذکر کیا ہے کیونکہ وہ دیگر کے مقابلے میں حقائق مقامات کو زیادہ جاننے والے ہیں اس لئے کہ وہ ان حقائق کے رتبوں تک پہنچے ہوئے ہیں اور کی حقیقت چکھ چکے ہیں (پس وہ) ایسی بات کی خبر دیتے ہیں جس کا انہیں عین الیقین حاصل ہو چکا۔ (۴) ابن ابو المنصور فرماتے ہیں: ابن عربی اکابر علمائے طریقت میں سے تھے جنہوں نے تمام اکتسابی اور وہبی علوم کی بہتات کو سمیٹ لیا، ان کے علم، اخلاق اور حال پر توحید کا غلبہ تھا۔"

(۵) امام جلال الدین سیوطی (م1505ء) علیہ الرحمۃ شیخ اکبر رحمہ اللہ کے دفاع میں فرماتے ہیں:

قلت :ما نقل و نسب الى المشايخ رضى الله عنهم مما يخالف العلم الظاهر، فله محامل:

الاول :انا لا نسلم نسبته اليهم حتى يصح عنهم

الثانى:بعد الصحة يلتمس له تاويل يوافق،فان لم يوجد له تاويل قيل:لعل له تاويلا عند اهل العلم الباطن العارفين بالله تعالىٰ-

الثالث:صدور ذلک عنهم فی حال السکر و الغيبة و السکران سکرا مباحا غير مؤاخذ لأنه غير مكلف فی ذلک الحال-فسوء الظن بهم بعد هذه

[8] لسان المیزان: ج۵: ص۳۱۴۔۳۱۵

المخارج من عدم التوفيق-[9]

''میں یہ کہتا ہوں کہ مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف جو ایسی باتیں منسوب ہیں جو شرعی علم کے ظاہر کے خلاف ہیں تو ان کی متعدد توجیہات ہیں:

پہلی: ہم ان باتوں کی نسبت ان کی طرف اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے جب تک وہ صحیح (سند سے) ثابت نہ ہو جائیں۔

دوسری: جب ان کی نسبت ثابت ہو جائے تو اس کی ایسی تاویل تلاش کی جائے گی جو (شریعت کے ظاہر) کے موافق ہو۔ اگر اس کی کوئی تاویل نہ مل سکے تو کہا جائے گا کہ ہو سکتا ہے اس کی کوئی تاویل علم باطن اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے پاس موجود ہو۔

تیسری: ممکن ہے کہ اس کا صدور ان سے حالت سکر اور حالت غیبوبت میں ہوا ہو۔ امر مباح سے سکر (میں مبتلا ہونے والے کا) مواخذہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس حالت میں وہ غیر مکلف ہوتا ہے۔ ان امکانات کے بعد بھی ان سے بدگمانی رکھنا توفیق نہ ملنے کا شاخسانہ ہے۔''

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بقاعی کی کتاب تنبیه الغبی علی تکفیر ابن عربی کے رد میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس کا نام تنبیه الغبی بتبرئة ابن عربی رکھا۔ اس رسالہ میں آپ نے ابن عربی کا خوب دفاع کیا ہے اور ان کے حدی خوانوں کے اسماء کے ذکر کے ساتھ شیخ ابن عربی کی کرامات کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ اس رسالے میں ارشاد فرماتے ہیں:

قد اختلف الناس قدیما و حدیثا فی ابن عربی:

---

[9] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص ۵

۱-ففرقة تعتقد ولايته،و هي المصيبة -و من هذه الفرقة الشيخ تاج الدين بن عطاء الله من ائمة المالكية و الشيخ عفيف الدين اليافعى من أئمة الشافعية -فهما بالغا فى الثناء وو صفاه بالمعرفة-

۲-و فرقة تعتقد ضلاله و منهم طائفة كبيرة من الفقهاء -

۳-و فرقة شكت فى أمره و منهم الحافظ الذهبي فى الميزان

۴-و عن الشيخ عز الدين بن عبد السلام: الحط عليه ووصفه بأنه القطب و الجمع بينهما: ما اشار اليه تاج الدين بن عطاء الله فى لطائف المنن:ان الشيخ عز الدين بن عبد السلام كان فى اول امره على طريقة الفقهاء من المسارعةالى انكار الصوفية فلما حج الشيخ أبو الحسن الشاذلى و رجع جاء الى الشيخ عز الدين قبل أن يدخل بيته و أقرأه السلام من النبى صلى الله عليه واله وسلم فخضع الشيخ عز الدين لذلک و لزم مجلس الشاذلى من حينئذ و صار يبالغ فى الثناء على الصوفية لما فهم طريقتهم على وجههاو صار يحضر معهم مجالس السماع، وقد سئل شيخنا شيخ الاسلام بقية المجتهدين شرف الدين المناوى عن ابن عربى فأجاب بما حاصله:ان السكوت عنه اسلم و هذا هو اللائق بكل ورع يخشى على نفسه و القول الفصل عندى فى ابن عربى طريقة لا يرضاها فرقتا اهل العصر لا من يعتقده و لا من يحط عليه و هي: اعتقاد ولايته و تحريم النظر فى كتبه[10]

”خلاصہ: متقدمین اور متاخرین میں ابن عربی کے حوالہ سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک گروہ جو ابن عربی کی ولایت کا قائل ہے اور یہ درست ہے۔اس گروہ میں فقہ مالکیہ

---

[10] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص۱-۲

کے اماموں میں سے (۶) شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ (م 1309ء) اور شوافع کے ائمہ میں سے (۷) شیخ عفیف الدین یافعی (م 1366ء) شامل ہیں۔ ان دونوں حضرات نے ابن عربی کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور انہیں حق کی معرفت والا قرار دیا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو ان کے گمراہ ہونے کا قائل ہے۔ اس گروہ میں فقہاء کا ایک بڑا گروہ شامل ہے۔

تیسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے ان کے معاملے میں شک سے کام لیا ہے۔ ان میں حافظ ذہبی ہیں۔

جہاں تک (۸) عز الدین بن عبد السلام (م 1262ء) کا تعلق ہے تو ان سے دو آراء منقول ہیں۔

۱۔ وہ ابن عربی کا رد کرنے والوں میں سے ہیں۔

۲۔ وہ ابن عربی کو قطب سمجھتے ہیں۔

ان دونوں باتوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے جس کی طرف شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں اشارہ فرمایا ہے کہ شیخ عز الدین بن عبد السلام پہلے صوفیاء کے رد میں جلدی کرنے میں فقہاء کے طریقہ پر تھے۔ جب (۹) امام ابو الحسن شاذلی (م 1258ء) رحمۃ اللہ حج سے واپس تشریف لائے تو شیخ عز الدین کے پاس اپنے گھر جانے سے قبل گئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا سلام پیش کیا۔ شیخ عز الدین اس وجہ سے نرم پڑ گئے اور امام ابو الحسن شاذلی کا ساتھ تھام لیا۔ صوفیاء کے طریقہ کو سمجھنے کے بعد انہوں نے صوفیاء کی بہت زیادہ تعریف شروع کر دی اور ان کے ساتھ مجالس سماع میں شرکت شروع کر دی۔

ہمارے شیخ، (۱۰) شیخ الاسلام، بقیۃ المجتہدین شرف الدین مناوی (م 1466ء) سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جو ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے

بارے میں سکوت اختیار کرنے میں زیادہ سلامتی ہے اور یہی ہر متقی اور اپنے نفس کے بارے میں ڈرنے والے شخص کے لئے بہتر ہے۔ حتمی بات میرے نزدیک یہ ہے -- جس سے اس زمانے کے گروہ (اگرچہ) راضی نہیں ہوں گے، نہ ان کے معتقدین اور نہ ہی ان کا رد کرنے والے -- اور وہ یہ ہے کہ ان کی ولایت کا اعتقاد رکھنا اور ان کی کتب پڑھنے کو حرام سمجھنا۔"

حافظ زبیر صاحب نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت ذکر کرتے ہوئے امام سیوطی نے جہاں جہاں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے معتقد علماء کا نام ذکر کیا تھا ان اسماء کو حذف کر دیا۔[11] اس کی وجہ بظاہر یہ محسوس ہوتی ہے کہ لوگوں کو فقہ مالکیہ کے اماموں میں سے شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اور شوافع کے ائمہ میں سے شیخ عفیف الدین یافعی رحمہا اللہ کے نام معلوم نہ ہو جائیں جو شیخ کے معتقدین میں سے تھے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی اس تحریر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خود ابن عربی کی ولایت اور قطبیت کے قائل تھے۔ البتہ بعض علماء کی یہ رائے تھی کہ شیخ کی کتب دقیق ہونے کے سبب عام آدمی کے لئے مضر ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی ان تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عزالدین نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ علامہ جلال الدین بھی شیخ عارف صفی الدین ابی منصور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و قد أثنى عليه جماعة منهم :قال الشيخ العارف صفی الدين بن ابی منصور فی رسالته: رايت بدمشق الشيخ الامام الوحيد، العالم العامل: محی الدين بن عربی و كان من اكبر علماء الطريق، جمع بين سائر العلوم الكسبية و ما

[11] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۴۵۔۴۶

قرء من العلوم الوهبية[12]

"ابن عربی کی تعریف ایک جماعت نے کی ہے ان میں ہیں: شیخ عارف صفی الدین بن ابی منصوراپنے رسالہ میں فرماتے ہیں میں نے دمشق میں یکتائے روز گار امام، عالم، عامل، دین کو زندہ کرنے والے شیخ ابن عربی کو دیکھا۔ آپ علمائے طریقت میں سے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور آپ نے تمام علوم کسبی اور وہبی کو جمع کر لیا تھا۔"

(۱۱)عارف کبیر علامہ حافظ امام شیخ عبد الغفار القوصی (م 1308ء): آپ نے اپنی کتاب ''الوحید فی سلوک اھل التوحید'' میں شیخ ابن عربی کی کئی ایک کرامات کا ذکر کیا ہے۔[13] عز الدین بن عبد السلام کے خادم نے آپ سے عرض کی:

أنت وعدتنی ان ترینی ''القطب'' فقال له: ذلک هو ''القطب'' و أشار الی ابن عربی و هو جالس و الحلقة علیه[14]

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے قطب دکھائیں گے۔ آپ نے فرمایا: قطب وہ ہیں اور ابن عربی کی طرف اشارہ کیا جبکہ وہ تشریف فرما تھے اور ان کے گرد حلقہ لگا ہوا تھا۔"

(۱۲)امام یافعی ''الارشاد'' میں فرماتے ہیں، جیسا کہ علامہ سیوطی نے نقل کیا:

اجتمع الشیخان الامامان العارفان المحققان الربانیان: الشیخ شهاب الدین السهروردی و الشیخ محی الدین بن عربی ـرضی الله عنهماـ فأطرق کل

---

[12] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص ۳

[13] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص ۳

[14] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص ۴

واحد منهما ساعةثم افترقا من غير كلام فقيل لابن عربى: ما تقول فى الشيخ شهاب الدين؟قال:مملوء سنة من قرنه الى قدمه،فقيل للسهروردى ما تقول فى الشيخ محى الدين؟فقال بحر الحقائق[15]

"دو شیخ، ربانی امام، عارف، (۱۳) محقق شیخ شہاب الدین سہروردی (م 1234ء) اور شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہما ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان دونوں نے کچھ دیر کے لئے سر جھکایا اور پھر بات کئے بغیر جدا ہو گئے۔ ابن عربی سے کہا گیا کہ شیخ شہاب الدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ سر تا پا سنت میں غرق ہیں۔ پھر شیخ شہاب الدین سے پوچھا گیا کہ آپ شیخ محی الدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: وہ حقائق کا سمندر ہیں۔"

علامہ سیوطی مزید کہتے ہیں:

وقد مدحه طائفة، وعظمه طائفة من شيوخ الطريقة وعلماء الحقيقة --- كالشيخ الحريرى و الشيخ نجم الدين الاصبهاني و الشيخ تاج الدين ابن عطاء الله و غيرهم ممن يكثر عددهم و يعلو مجدهم و طعن فيه طائفة لا سيما من الفقهاء[16]

"ابن عربی کی تعریف ایک جماعت نے کی اور شیوخ طریقت و علمائے حقیقت کے ایک گروہ نے ان کی تعظیم کی۔۔۔ جیسے (۱۴) شیخ حریری اور (۱۵) شیخ نجم الدین اصبہانی اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ۔ ان کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں بڑے اہل علم ان کے

[15] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص۵
[16] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص۵

مداح ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے ان پر طعن بھی کیا ہے جن میں خاص طور پر فقہاء شامل ہیں۔"

ان کے علاوہ امام سیوطی نے ان علماء کا بھی ذکر فرمایا ہے جو شیخ کے محبین میں سے ہیں: (۱۶) علامہ قاضی القضاۃ شرف الدین البارزی، (۱۷) الحافظ محب الدین بن النجار، (۱۸) قاضی القضاۃ العلامہ سراج الدین الھندی الحنفی، (۱۹) الشیخ ولی الدین محمد بن احمد الملوی الشافعی، (۲۰) الشیخ بدر الدین احمد بن الشیخ شرف الدین محمد بن فخر الدین بن الصاحب بن حنا اور (۲۱) الشیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن یعقوب المعروف بہ شیخ الوضوء[17]۔
انہی شیخ الوضو کا ذکر امام ابن حجر عسقلانی نے "انباء الغمر" میں کیا ہے اور ان کے بارے میں تعریفی کلمات لکھتے ہوئے آپ کہتے ہیں:

قیل له شیخ الوضوء لأنه کان یطوف علی المطاهر فیعلم العامة الوضوء و کان یعاب بالنظر فی کلام ابن عربی---و ان التاج السبکي یثنی علیه و سلک مع ذلک طریق التصوف[18]
"انہیں شیخ الوضو کہا جاتا ہے کیونکہ آپ طہارت خانوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو وضو کرنا سکھاتے تھے۔ ابن عربی کے کلام میں غور و فکر کی وجہ سے ان پر تنقید ہوتی تھی۔۔۔ تاج الدین سبکی ان کی تعریف کرتے تھے اور انہوں نے اس کے علاوہ تصوف میں سلوک کی منازل بھی طے کیں۔"

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے شیخ الوضوء کی تعریف کی ہے

---

[17] تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص۵۔۷

[18] انباء الغمر بابناء العمر: ج۱: ص۱۳۳

اور ابن عربی سے تعلق کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی۔اسی طرح سے امام تاج الدین سبکی نے بھی ان کی ثناء کی ہے۔

علامہ سیوطی شیخ ابن عربی کے مداحین میں ان علماء کا بھی ذکر کرتے ہیں:(۲۲)ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ التوزری المغربی، (۲۳)الشیخ نجم الدین الباھی، (۲۴)شمس الدین محمد بن احمد الصوفی المعروف بہ لبن نجم،(۲۵)الشیخ اسماعیل بن ابراھیم الجبرتی ثم الزبیدی اور (۲۶)العلامۃ مجد الدین الشیرازی فیروز آبادی صاحب القاموس[19]۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی(م1414ء) قاموس لغت اور اسلامی علوم کے جلیل القدر عالم ہیں، ان کے بارے میں امام ابن حجر فرماتے ہیں:

صار الشیخ مجد الدین یدخل فی شرح البخاری من کلام ابن العربی فی الفتوحات[20]

"شیخ مجد الدین بخاری کی شرح میں ابن عربی رحمہ اللہ کے کلام کو فتوحات سے شامل کرنے لگے۔"

علامہ سیوطی کے بیان کردہ مزید علماء کے نام یہ ہیں:(۲۷)علاء الدین ابو الحسن بن سلام الدمشقی الشافعی،(۲۸) قاضی القضاۃ شمس الدین البساطی المالکی،(۲۹)الشیخ تقی الدین ابو بکر بن ابی الوفاء القدسی الشافعی،(۳۰)الشیخ یوسف الامام الصفدی،(۳۱)الشیخ زین الدین الخافی[21]۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (۳۲)" القطب السرمین " کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابن عربی کے صاحبزادے کے احوال میں ذکر کیا:

---

[19]تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص۷۔۸

[20]انباء الغمر بابناء العمر:ج۱:ص۴۱۸

[21]تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص۸

كان والده من كبار المشايخ العارفين[22]

"ان کے والد معرفت رکھنے والے کبار مشائخ میں سے تھے۔"

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (۳۳) امام یبلغا بن عبد اللہ السالمی الظاہری کے بارے میں فرماتے ہیں:

و كان يبالغ فی حب ابن عربی و غيره من اهل طريقته[23]

"آپ ابن عربی اور دوسرے اہل طریقت سے محبت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔"

امام ابن حجر عسقلانی شیخ (۳۴) عبد العزیز بن ابی الفارس کے بارے میں فرماتے ہیں:

فنقل عن الرضی الشاطبی ان عبد العزيز هذا كان من أتباع ابن عربی[24]

"رضی شاطبی سے یہ منقول ہے کہ عبد العزیز ابن عربی کے پیروکار میں سے تھے۔"

امام سخاوی (۳۵) احمد بن احمد بن محمد بن عیسی الشہاب البرنسی المغربی الفاسی المالکی کے بارے میں فرماتے ہیں:

و الغالب عليه التصو ف و الميل فيما يقال الى ابن عربی ونحوه[25]

---

[22] لسان المیزان: ج ۲: ص ۴۵۱

[23] انباء الغمر بابناء العمر: ج ۱: ص ۳۵۴

[24] الدرر الکامنۃ: ج ۱: ص ۳۱۴

[25] الضوء اللامع: ج ۱: ص ۱۴۱

"ان پر تصوف غالب تھا اور کہا جاتا ہے کہ ان کا رجحان ابن عربی وغیرہ کی طرف تھا۔"

ان کے علاوہ بھی امام ابن حجر اور امام سخاوی علیہما الرحمۃ نے کئی ایک اکابرین کا ذکر کیا ہے جو ابن عربی کے معتقد اور خوشہ چیں گزرے ہیں۔ چونکہ امام سخاوی شیخ ابن عربی کے ناقدین میں سے تھے، اس لئے انہوں نے درج بالا امام کا ذکر کرنے کا ایسا اسلوب اختیار کیا تاہم انہوں نے ان کے مذکورہ معتقدین کی تکفیر و تضلیل نہیں کی۔

(۳۶) امام عبد الوھاب بن احمد الشعرانی (م1565ء): آپ نے شیخ اکبر کی تصانیف کا خلاصہ بھی کیا ہے اور ان کی تائید میں بھی بہت لکھا ہے۔ اس بارے میں ان کی کتاب "الیواقیت والجواھر" بہت مشہور ہے۔ آپ شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ نے ابن عربی کے بارے میں فرمایا:

لم يبلغنا عن احد من القوم انه بلغ فی علم الشريعة و الحقيقة ما بلغ الشيخ محی الدين ابدا و كان يعتقده غاية الاعتقاد و ينكر على من أنكر عليه و يقول لم يزل الناس منكبين على الاعتقاد فی الشيخ[26]

"ہماری معلومات کے مطابق کبھی بھی کوئی علم شریعت اور حقیقت میں شیخ محی الدین کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا۔ (امام شعرانی فیروز آبادی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ) وہ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور جو ابن عربی کا رد کرتا اس کا رد کرتے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہر دور میں لوگوں کا جھکاؤ شیخ کے ساتھ عقیدت کی طرف رکا۔"

شیخ مجد الدین نے ابن عربی کے دفاع میں "الاغتباط بمعالجۃ الخیاط" کے نام سے ان کے مخالفین کے

[26] الیواقیت والجواھر: الجزء الاول: ص ۱۰

رد میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔[27] آپ فرماتے ہیں:

و هو من كبار الصديقين[28]

"آپ بڑے صدیقین میں سے ہیں۔"

كان شيخنا مجتهد زمانه و عالم عصر اوانه[29]

ہمارے شیخ اپنے زمانہ کے مجتہد اور اپنے زمانہ کے عالم تھے۔"

واعلم ان الاعتراض على اكابر الدين و علمائه لا يصدر الا عن ضعف العقل و قلة الحياء فالحياء ثمرة الايمان و ثمرة الايمان العقل، وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ﴿النور: ٤٠﴾[30]

"جان لو کہ اکابر دین اور دین کے علماء پر اعتراض اسی وقت صادر ہوتا ہے جب (معترض کی) عقل میں کمزوری ہو اور (اس میں) حیاء کی کمی ہو۔ حیا ایمان کا پھل ہے اور ایمان کا پھل عقل ہے: "تو جس کے لئے اللہ نے نور مقرر نہیں کیا تو اس کے لئے نور نہیں ہے"

امام شعرانی مزید فرماتے ہیں:

و كان الشيخ سراج الدين المخزومى شيخ الاسلام بالشام يقول :اياكم و الانكار على شيء من كلام الشيخ محى الدين فان لحوم الاولياء مسمومة

---

[27] الضوء اللامع: ج ۱: ص ۱۴۱

[28] الاغتباط بمعالجة الخياط: ص ۳۵۱

[29] الاغتباط بمعالجة الخياط: ص ۳۵۵

[30] الاغتباط بمعالجة الخياط: ص ۳۵۸

وهلاك اديان مبغضهم معلومة و من ابغضهم تنصر و مات على ذلک و من أطلق لسانه فيهم بالسب ابتلاه الله بموت القلب[31]

"شام کے شیخ الاسلام ،(۳۷) شیخ سراج الدین مخزومی فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں چاہیے کہ تم شیخ محی الدین کی باتوں پر اعتراض کرنے سے بچو۔ بے شک اولیاء کے گوشت زہر آلود ہوتے ہیں۔[32] ان سے بغض رکھنے والوں کے دین کا ہلاک ہو جانا معلوم ہے۔ جو ان سے بغض رکھے گا وہ نصرانی ہو کر مرے گا۔ جس نے ان پر اپنی زبان سب و شتم دراز کی اللہ تعالیٰ اسے دل کی موت میں مبتلا فرمادے گا۔"

آپ نے ان کی ابن عربی کے دفاع میں ایک تصنیف کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام "کشف الغطاء عن اسرار کلام الشیخ محی الدین" ہے۔ امام شعرانی شیخ مخزومی سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ (۳۸) شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی (م 1402ء) اور (۳۹) شیخ تقی الدین السبکی (م 1355ء) نے ابن عربی کی تکفیر سے رجوع کر لیا تھا۔[33] امام شعرانی فرماتے ہیں:

و ممن اثنى عليه أيضا الشيخ كمال الدين الزملكانى رحمه الله تعالىٰ و كان من اجل علماء الشام و كذلک الشيخ قطب الدين الحموى و قيل له لما رجع من الشام الى بلاده كيف وجدت الشيخ محى الدين فقال: وجدته فى العلم و الزهد و المعارف بحرا زاخرا لا ساحل له[34]

"جن لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے ان میں شیخ کمال الدین زملکانی رحمہ اللہ بھی ہیں جو

---

[31] الیواقیت والجواھر: الجزء الاول: ص ۱۱
[32] اولیاء کی غیبت کرنے کی برائی کی طرف اشارہ ہے
[33] الیواقیت والجواھر: الجزء الاول: ص ۱۳۔۱۵
[34] الیواقیت والجواھر: الجزء الاول: ص ۱۱

شام کے اجل علماء میں سے ہیں۔ اسی طرح (۴۰) شیخ قطب الدین حموی نے بھی ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جب وہ شام سے اپنے ملک پہنچے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے شیخ محی الدین کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا: میں نے ان کو علم، زہد و معارف کا ایسا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر پایا جس کا کوئی ساحل نہ ہو۔"

آپ مزید فرماتے ہیں:

و ممن اثنی علیه أیضا الشیخ قطب الدین الشیرازی و کان یقول :ان الشیخ محی الدین کان کاملا فی العلوم الشرعیة و الحقیقیة[35]

"اور جن لوگوں نے ابن عربی کی تعریف کی ہے ان میں (۴۱) قطب الدین شیرازی بھی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: بے شک شیخ محی الدین علوم شرعیہ و حقیقیہ میں کامل تھے۔"

آپ نے (۴۲) امام نووی (م 1277ء) علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتے تھے، اس مسئلہ میں توقف فرماتے تھے اور لوگوں کو اولیاء کی غیبت سے منع کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے جن علماء کو آپ کے ثناء خوانوں میں شمار کیا ہے ان کے نام یہ ہیں: (۴۳) الشیخ کمال الدین الکاشی، (۴۴) الشیخ الامام فخر الدین الرازی، (۴۵) امام ابن سعد یافعی، (۴۶) شیخ المشایخ محمد المغربی الشاذلی ، (۴۷) قاضی القضاۃ الشیخ شمس الدین الخونجی الشافعی۔[36]

امام سخاوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں (۴۸) امام علی بن احمد بن علی بن احمد الہندی مکی حنفی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے شیخ ابن عربی کے دفاع میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام

---

[35] الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص ۱۱۔ ۱۲

[36] الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص ۱۲۔ ۱۳

امحاض النصیحة الصحیحة عن أمراض باطل النصیحة النطیحة ہے۔[37]

اسی طرح آپ نے (۴۹) امام سراج عمر بن موسی الحمصی لقاھری الشافعی کی ایک کتاب کا ذکر بھی کیاہے جس کانام کشف الغطاء بالنور الوھبی عن اسرار جواھر ابن العربی ہے۔[38] یہ ان علماء کے نام ہیں جن کا ذکر امام شعرانی تک مختلف علماء نے کیا۔[39]

شیخ ابن عربی کی مشہور زمانہ کتاب فصوص الحکم کی تفہیم و مطالعے کا ایک طویل سلسلہ امت میں جاری رہاہے اور متعدد حضرات نے اس کی شروحات لکھیں جن میں سے چند اہم شخصیات کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

(۵۰) شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونوی (م1274ء): آپ شیخ اکبر کی زوجہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے فصوص کی شرح بھی تحریر فرمائی جس کا نام "الفکوک فی مستندات حکم الفصوص" ہے۔

(۵۱) شیخ مؤید الدین الجندی (م1293ء)

(۵۲) امام شیخ داود بن محمود القیصری (م1350ء): آپ سلسلہ اکبریہ کی ایک اہم نمائندہ شخصیت سمجھے جاتے ہیں، آپ نے بھی "مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم" کے نام سے فصوص کی شرح تحریر کی۔

(۵۳) شیخ صائن الدین علی بن محمد الة (م1431ء)

(۵۴) امام العلماء شیخ عبد الرحمن الجامی (م1580ء) جن کی کتب درس نظامی میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

---

[37] القول المنبئ: ص۵۳

[38] القول المنبئ: ص۵۳

[39] امام ابن حجر عسقلانی کا وصال 1449ء، امام جلال الدین سیوطی کا 1505ء جبکہ امام شعرانی کا 1565ء میں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات نے جن علماء کے نام ذکر کئے وہ سب سولہویں صدی عیسوی تک گذر چکے تھے۔

(۵۵) شیخ محب اللہ الہ آبادی (م1648ء)، آپ ہندوستان میں ابن عربی ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے شیخ ابن عربی کی فکر پر متعدد کتب تحریر فرمائیں جن میں فصوص الحکم کی فارسی شرح بھی شامل ہے۔

(۵۶) شیخ مصطفیٰ بالی زادہ آفندی (م1669ء)

(۵۷) مولانا اسماعیل حقی برسوی (م1725ء)

(۵۸) شیخ امام عبد الغنی النابلسی (م1731ء)، آپ نے جواہر النصوص کے نام سے فصوص الحکم کی شرح بھی لکھی ہے۔ اپنی شرح میں آپ ابن عربی کے لئے بحر المعارف الالھیۃ، ترجمان العلوم الربانیۃ، الشیخ الاکبر، القطب الافخر، محی الدین جیسے القابات تحریر فرماتے ہیں۔[40] آپ نے شیخ اکبر پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں ایک کتاب بنام الرد المتین علی منتقص العارف محی الدین بھی تصنیف فرمائی۔[41] آپ نے شیخ کے دفاع میں ایک اور کتاب السر المختبی فی ضریح ابن عربی بھی لکھی۔

(۵۹) مولانا سید مبارک علی صاحب جن کا تعلق لکھنؤ سے ہے، آپ نے اردو زبان میں فصوص الحکم کا ترجمہ اور اس کی شرح فرمائی جس کا نام خزائن اسرار الکلم ہے۔ آپ نے اس پر ایک تفصیلی مقدمہ مفید العالم کے نام سے بھی تحریر فرمایا۔ یہ کتاب 1883ء کے لگ بھگ شائع ہوئی جس پر ہندوستان میں معقولات کے امام مولانا فضل حق خیر آبادی کے بیٹے (۶۰) مولانا محمد عبد الحق خیر آبادی (م1899ء) نے تقریظ لکھی ہے۔

(۶۱) مولانا اشرف علی تھانوی صاحب (م1943ء) جن کا شمار اکابرین علمائے دیوبند میں ہوتا ہے۔ آپ بھی شیخ ابن عربی کے مدافعین و محبین میں سے ہیں۔ آپ نے "خصوص الکلم فی حل

---

[40] جواہر النصوص: ج۱: ص۳۵

[41] رد المحتار: ج۶: ص۳۷۹

فصوص الحکم " کے نام سے فصوص الحکم کی بعض مشکل عبارات کی شرح لکھی نیز اس کے علاوہ شیخ ابن عربی کے نظریات پر التنبیه الطربی فی تنزیه ابن العربی کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔ یہ دونوں کتب "ارمغان ابن عربی" میں جمع کر دی گئی ہیں۔

(۶۲) مولانا عبد القدیر صدیقی صاحب (م 1962ء)، جنہوں نے فصوص الحکم کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس کی جامع تشریح لکھی۔

(۶۳) بابا ذہین شاہ تاجی صاحب (م 1978ء) نے بھی اردو زبان میں فصوص الحکم کا ترجمہ کیا اور اس کی مختصر شرح بھی فرمائی۔

(۶۴) پیر محمد چشتی صاحب (م 2016ء) نے اردو زبان میں التوضیح الاھم فی شرح فصوص الحکم کے نام سے فصوص الحکم کے مباحث کی وضاحت پر ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی۔

(۶۵) عصر حاضر میں شیخ ابن عربی پر کام کرنے والے ایک بڑے محقق شیخ محمود الغراب جنہوں نے فصوص الحکم کی شرح کے علاوہ شیخ ابن عربی کی فکر اور ان کے دفاع میں کتب تحریر فرمائیں جن میں شرح کلمات الصوفیۃ الرد علی ابن تیمیہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے شیخ ابن عربی پر الفقه عند الشیخ الاکبر اور الحب و المحبة الالهیة بھی تحریر فرمائیں۔

ان کے علاوہ متعدد دیگر اہل علم نے بھی شیخ ابن عربی پر کتب و رسالہ جات تحریر فرمائے ہیں اور آپ کی حمایت اپنی کتب میں کی ہے۔ ان میں سے چند اہم و معروف شخصیات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

(۶۶) سید علی بن میمون المغربی (م 1512ء) نے شیخ ابن عربی کے بارے میں "مناقب ابن عربی" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔[42]

(۶۷) ترکی سے تعلق رکھنے والے محقق و قاضی ابن کمال الدین پاشا (م 1534ء) نے اپنے ایک

[42] کشف الظنون: ج ۲: ص ۱۸۳۵

فتویٰ میں ارشاد فرمایا:

وله مصنفات كثيرة :منها فصوص حكمية و فتوحات مكية بعض مسائلها مفهوم النص و المعنى و موافق للأمر الالهي والشرع النبوى (على صاحبه الصلاة و السلام) وبعضهاخفى عن ادراک أهل الظاهر دون أهل الكشف و الباطن و من لم يطلع على المعنى المرام يجب عليه السكوت فى هذا المقام و لقوله تعالىٰ:و لا تقف ما ليس لک به علم ان السمع و البصر و الفؤاد كل اولئک كان عنه مسؤولا(الاسراء١٧:٣٦)[43]

"آپ کی بہت ساری کتابیں ہیں۔ان میں سے فصوص اور فتوحات بھی ہیں۔ان میں ذکر بعض مسائل اپنے متن اور معنی کے اعتبار سے سمجھ میں آتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت اور اللہ کے حکم کے موافق ہیں۔جبکہ بعض مسائل ایسے ہیں جو اہل ظاہر کے ادراک سے چھپے ہوئے ہیں، سوائے اہل کشف اور اہل باطن کے۔جو اس کے معنی مطلوبہ کو نہ پہنچ سکے اس پر واجب ہے کہ وہ اس مقام میں سکوت اختیار رکھے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اور تو اس بات کے درپے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کی باز پرس ہو گی۔"

(٦٨)امام ابن حجر ہیثمی الشافعی(م1566ء) آپ کے محبین میں سے ہیں، آپ سے جب شیخ اکبر اور ابن الفارض کی کتب کے مطالعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

حكمها انها جائزة مطالعة كتبها بل مستحبة فكم اشتملت تلك الكتب

---

[43] ردالمختار:ج٦:ص٣٨٠

علی فائدة لا توجد فی غیرھا[44]

"ان کی کتب کے مطالعہ کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی کتب کا مطالعہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ان کی کتب کئی ایک ایسے فوائد پر مشتمل ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں پائے جاتے۔"

آپ نے ابن عربی کے حوالے سے ایک کتاب "شذرة من ذھب من ترجمة سید طی العرب" بھی تحریر فرمائی ہے۔

(۶۹) حضرت محدث کبیر امام عبد الرؤف مناوی شافعی(م 1622ء) نے مناقب الشیخ محی الدین قدس سرہ کے نام سے ایک کتاب آپ علیہ الرحمۃ کے دفاع اور مناقب میں لکھی ہے۔ آپ اس کتاب میں فرماتے ہیں:

کان شیخنا شیخ الاسلام فقیه عصره الشمس الرملی یوصی من یمیل الیه من تلامذته بتعظیم ابن عربی و اعتقاده و ینقل ذالک عن ابیه[45]

"ہمارے شیخ، شیخ الاسلام اپنے زمانہ کے فقیہ شمس رملی اپنے تلامذہ کو جو ان کی طرف مائل ہوتے تھے یہ وصیت فرماتے تھے کہ وہ ابن عربی کی تعظیم کریں اور ان سے خوش عقیدگی رکھیں۔یہی بات اپنے والد سے بھی روایت کرتے تھے۔"

(۷۰) شیخ عبد الجلیل الہ آبادی (م 1634ء) بھی شیخ احمد سرہندی کی تنقید سے اختلاف کرتے ہیں اور انہوں نے اس پر "روح و نفس" نام سے تحریر لکھی۔

(۷۱) ہندوستان سے تعلق رکھنے والے بزرگ عالم حضرت خواجہ باقی باللہ کے بیٹے (۷۲) خواجہ

---

[44] الفتاویٰ الحدیثیہ: ص۳۸۹

[45] مناقب الشیخ محی الدین: ص۲۷۶

خرد(م1663ء)جو شیخ احمد سرہندی کی شیخ ابن عربی پر تنقید سے متفق نہیں۔ آپ نے اس ضمن میں تعلیقات علی الفصوص اور تعلیقات علی الفتوحات کے نام سے دو رسائل بھی تحریر فرمائے۔
(۷۳)علامہ حصکفی(م1677ء)نے بھی آپ کی مدح فرمائی۔[46]شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد
(۷۴)شاہ عبد الرحیم(م1719ء)شیخ ابن عربی کی تعلیمات کے پروردہ تھے۔شاہ ولی اللہ ان کے بارے میں کہتے ہیں:

"حضرت والد ماجد شیخ محی الدین بن عربی کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو فصوص کو بر سر منبر بیان کرکے اس کے تمام مسائل کے لئے آیات و احادیث سے دلائل پیش کروں اور اس انداز سے کروں کہ کسی کو شک باقی نہ رہے۔"[47]

خود(۷۵)شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(م1762ء)بھی اپنی کتب میں جابجا شیخ ابن عربی کے اقوال کی تشریح کرتے ہیں نیز مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ ابن عربی پر شیخ احمد سرھندی کی تنقید کو درست نہ مانتے ہوئے خلاصہ گفتگو میں کہتے ہیں:

"شیخ مجدد (الف ثانی) کے کلام کا محل یہ ہے کہ انہوں نے شیخ ابن عربی اور ان کے پیروکاروں کے کچھ مقالات پائے تو ان کو اپنے وجدان کے خلاف پر محمول کیا اور یہ علمی لغزشیں ہیں کشفی کمزوریاں نہیں ہیں۔ اس طرح کی لغزشوں سے علماء پاک نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے مقامات کی بلندی پر ان سے کچھ فرق پڑتا ہے"[48]

---

[46] الدر المختار:ج۶:ص۳۷۸

[47] انفاس العارفین: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ:ج۳:ص۲۷۵

[48] التفہیمات الالھیۃ: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ: جلد۸(۲):ص۱۵۹

(۷٦) علامہ السید ابن عابدین الشامی (م 1836ء) دیگر فقہاء و صوفیاء کے کلمات ان کی مدح میں نقل کرتے ہوئے خود ان کے لئے فرماتے ہیں:

هو محمد بن علی بن محمد الحاتمی الطائی الاندلسی العارف الکبیر ابن عربی[49]

"وہ محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی عارف کبیر ابن عربی ہیں۔"

(۷۷) امام عمر بن طہ بن شہاب دمشقی شافعی (م 1887ء) دمشق کے معروف فقیہ اور متکلم تھے۔ آپ نے 'الفتح المبین فی رد اعتراض المعترض علی الشیخ محی الدین' کے نام سے اپنی کتاب میں امام سعد الدین تفتازانی علیہا الرحمۃ کی کتاب 'الرد علی اباطیل الفصوص' کا جواب لکھا ہے۔ اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں:

ان نجاح الدولة العثمانية ايدها الله دائر مع حسن الادب و الوقوف مع رجال الله عند الحد و الاحسان الى قبورهم الشريفة باظهار احترامهم و طلب رضاهم على الخصوص مزار هذا العارف الذى انشاه المرحوم السلطان الغازى سليم خان[50]

"بلاشبہ دولت عثمانیہ - اللہ تعالی اس کا حامی و ناصر ہو - کی فلاح و بہبود حسن ادب، اللہ والوں کے احترام و رضاجوئی سے ان کے ساتھ برتاؤ میں حدود کی پاسداری، اور ان کی قبروں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے سے منتھی ہے، خاص طور سے، اس اللہ والے (یعنی

---

[49] رد المحتار: ج٦: ص٣٧٨

[50] الفتح المبین فی رد اعتراض المعترض علی الشیخ محی الدین: ص١٣٩

شیخ ابن عربی) کا مزار جسے سلطان غازی سلیم خان نے بنوایا۔"

(۷۸) شیخ جمال الدین آفندی (م 1917ء): آپ نے ابن عربی کے دفاع میں اسحاق الحکیم الطبیب کے رد میں "رسالۃ اشراقیۃ فی دفع ظلمات الاسحاقیۃ" تصنیف فرمائی۔[51]

(۷۹) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی (م 1921ء)، جو برصغیر میں بریلوی مکتبہ فکر کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، فتاوی رضویہ میں جابجا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے محبت و عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کے اقوال پیش فرماتے ہیں۔ آپ شیخ اکبر کا ذکر مبارک اپنے فتاویٰ میں حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ[52]، حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ،[53] بحر الحقائق الممدوح رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت لسان القوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عین المکاشفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،[54] امام الطریقہ بحر الحقیقہ سیدنا شیخ اکبر[55] اور امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ[56] جیسے القابات کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ایک سوال میں جب آپ سے شیخ اکبر کی نسبت بعض ابیات سے متعلق استفتاء کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"یہ کلمات الحاد ہیں اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت

---

[51] کشف الظنون: ج ۱: ص ۴۸۶

[52] فتاویٰ رضویہ: ج ۹: ص ۶۲ ۷

[53] فتاویٰ رضویہ: ج ۱۵: ص ۶۸۰

[54] فتاویٰ رضویہ: ج: ۲۱: ص ۵۴۷۔۵۴۸۔۵۴۹

[55] فتاویٰ رضویہ: ج ۵: ص ۵۵۵

[56] فتاویٰ رضویہ: ج ۵: ص ۵۵۵

جو وہ ملعون حکایت نقل کی ہے محض کذب وافتراء وساختہ ابلیس لعین ہے، توحید ایمان ہے، اور وحدۃ وجود حق اور زعم اتحاد الحاد"[57]

اس کے علاوہ شیخ اکبر کی کتب کے بارے میں آپ کی رائے جاننے کے لیے فتاویٰ رضویہ ج ۷ میں شامل رسالہ 'انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار' کا مطالعہ فرمائیں۔
(۸۰) اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (م 1937ء) بھی شیخ اکبر سے شدید محبت رکھنے والے اور ان کی فکر کی تشریح کرنے والے تھے۔ آپ کی تصنیفات اور ملفوظات میں متعدد مقامات پر شیخ اکبر کی تالیفات کے حوالہ جات نظر آتے ہیں۔ آپ کی خدمت اقدس میں ہندوستان سے اکابر اولیاء و علماء حاضر ہوتے اور فصوص الحکم کا درس لیا کرتے تھے۔ جو حضرات شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے فلسفے کی گہرائی کا مزا چکھنا چاہتے ہوں انہیں آپ کی کتاب "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔
شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے معتقدین میں (۸۱) شاعر مشرق علامہ محمد اقبال (م 1938ء) بھی شامل ہیں جنہیں غامدی صاحب نے اہل تصوف میں سے ہونے کے سبب گمراہ قرار دیا۔[58] علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں جو آپ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی طرف ارسال کیا اور شیخ اکبر علیہ الرحمہ کے فلسفہ حقیقت زمان کے متعلق سوال کیا۔ علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

"اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا۔ اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں۔ گو مجھے اندیشہ ہے

---

[57] فتاویٰ رضویہ: ج ۱۵: ص ۲۸۲

[58] جاوید احمد غامدی صاحب کا ویڈیو بیان اس لنک پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:
https://www.youtube.com/watch?v=hnpqem2KSE4&fbclid=IwAR34-7VfG7j1u4AO_dI7t6OxDVq-whSPv-sWRtOxbvSG04eLWSZRzLbz-4Qm

کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہو گی۔ بہر حال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لیے کھٹکھٹایا جائے۔ میں نے گذشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے۔ اور اس سفر میں حضرت محی الدین بن عربی رحمہ اللہ پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔ نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں۔ جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہو گا اگر ان سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

ا۔ اول یہ کہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ نے تعلیم حقیقت زمان کے متعلق کیا کہا ہے اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

۲۔ یہ تعلیم شیخ اکبر کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں۔ اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں۔ ''[59]

(۸۲) شیخ عثمان یحیٰ (م 1997ء) جو حلب (شام) میں مدفون ہیں۔ آپ نے فتوحات مکیہ کے تمام نسخہ جات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک جامع و مستند ترین نسخہ تیار کرنے کے کام کا بیڑا اٹھایا مگر یہ کام مکمل کرنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت فرما گئے۔ آپ کا یہ نامکمل کام 14 جلدوں میں چھپا ہوا ہے اور آپ 40 جلدوں پر یہ کام مکمل کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے مولفات ابن عربی: تاریخھا و تصنیفھا کے نام سے شیخ کی تمام کتب و رسائل پر بھی اپنی تحقیق پیش فرمائی ہے۔

---

[59] ملفوظات مہریہ: ص ۶۲۔ ۶۳

(۸۳) علامہ صائم چشتی صاحب (م2000ء) نے شیخ اکبر کی کتاب فتوحات مکیہ کی متعدد جلدوں نیز آپ کی تفسیر کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جن کے کچھ اجزاء شائع بھی ہو چکے ہیں۔

(۸۴) علی شود کیفتش (م2020ء) جنہوں نے 17 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور شیخ کے تصور نبوت اور ولایت پر فرانسیسی زبان میں ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا ترجمہ عربی زبان میں "الولایۃ و النبوۃ عند شیخ محی الدین ابن العربی" کے نام سے ڈاکٹر احمد طیب نے کیا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ اس موضوع پر پہلی کتاب تھی۔ آپ نے "بحر بلا ساحل: ابن عربی" کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔

(۸۵) ولیم چیٹک (اسلامی نام: شمس الدین) جو موجودہ دور میں واقفین شیخ ابن عربی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور آپ شیخ کی فکر پر انگریزی زبان میں متعدد کتب و مقالہ جات تحریر کر چکے ہیں جن میں The sufi path of knowledge، The self-disclosure of God اور Ibn Arabi: The heir to Prophets نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کی کتب کا مطالعہ شیخ کی فکر سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے اہمیت کا حامل ہے، بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو انگریزی زبان جانتے ہوں۔

(۸۶) دور حاضر میں استاذ عبد الباقی مفتاح بھی شیخ ابن عربی کے ماہرین میں سے ہیں جنہوں نے علوم شیخ سے متعلق متعدد کتب تحریر کیں جن میں شیخ کی بعض کتب کی شروحات کے علاوہ آپ کی فکر کو سمجھانے والی کتب مثلاً بحوث حول کتب و مفاھیم ابن العربی شامل ہیں۔

(۸۷) عصر حاضر میں جامعہ لبنان میں تصوف کے موضوع پر خاتون پروفیسر ڈاکٹر حکیم سعاد الحکیم بھی ہیں جنہوں نے المعجم الصوفی اور نظریۃ الحب عند ابن عربی کے نام سے کتب تحریر فرمائیں۔

ان تفصیلات کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نہ شیخ ابن عربی اسلامی تاریخ میں کوئی اجنبی شخصیت ہیں اور نہ معاملہ ایسا ہے کہ ان کی علمی حیثیت و مقام کا اسلامی تاریخ میں اقرار نہ کیا گیا ہو۔ ہر دور کے بڑے بڑے اہل علم تسلسل کے ساتھ ان کی علمیت و ولایت کا قرار کرتے چلے آئے ہیں، اگرچہ بعض

علماء ان کے شدید ناقد رہے ہیں۔ چنانچہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرنا گویا شیخ ابن عربی اسلامی تاریخ میں ایک غیر معتبر شخصیت تھے، اس کی کوئی علمی حیثیت نہیں۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ اور علماء غیر مقلدین

شیخ اکبر علیہ الرحمہ کے محبین میں اہل حدیث و غیر مقلدین مکتب فکر کے علماء بھی شامل ہیں۔ حافظ زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ "یہ بات درست ہے کہ اب اس وقت مقلد علماء کی بڑی جماعت شیخ ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتی"[60] جس سے وہ ایک طرف یہ غلط تاثر دیتے ہیں گویا یہ صرف "اس وقت" کا معاملہ ہے جبکہ پہلے ایسا نہ تھا اور دوسرا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ بھی علمائے مقلدین کے ہاں پایا جاتا ہے، رہے علمائے غیر مقلدین وہ گویا سب کے سب شیخ ابن عربی کی تکفیر کرتے رہے ہیں۔ حافظ صاحب کا پیدا کردہ یہ دوسرا تاثر بھی تاریخی طور پر غلط ہے، یہاں ہم شیخ ابن عربی کے حوالے سے ان حضرات کا ذکر کئے دیتے ہیں جن کا شمار مقلدین میں نہیں ہوتا نیز خود حافظ صاحب کے مکتب فکر کے ہاں بھی ان کی علمی حیثیت ثابت شدہ ہے۔

(۸۸) **مولانا صدیق حسن خان صاحب (م1890ء):** ان کا شمار ہندوستان کے اکابر غیر مقلد علماء میں ہوتا ہے اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے بہت معتقد اور خوشہ چین تھے۔ اپنی کتاب 'حجج الکرامۃ فی اثار القیامۃ' میں مولانا صدیق حسن خان نے حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی بعد از نزول حیثیت کے بیان میں اکابر علمائے اسلام کے ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی کتاب 'عنقاء مغرب' کا حوالہ دیا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر نزول مسیح علیہ السلام و امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں آپ نے فتوحات مکیہ کی عبارت ذکر فرمائی ہے[61] جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ انہیں مقبولان امت میں شمار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا

---

[60] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص۷۷

[61] اثار القیامۃ فی حجج الکرامۃ: ص۴۲۶-۴۳۲

صدیق حسن خان اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں فقہ ظاہری کے امام ابن حزم کے ذکر میں آپ شیخ ابن عربی کو 'شیخ اکبر' کے لقب سے یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لہذا شیخ اکبر در باب ثالث و عشرین و مائتین از فتوحات مکیہ گفتہ غاية الوصلة ان يكون الشى عين ما ظهر،ولا يعرف انه هو كما رأيت النبى ﷺ فى المنام و قد عانق ابا محمد بن حزم المحدث فغاب الواحد فى الاخر فلم نر الا واحدا وهو رسول الله ﷺ فهذه غاية الوصلة وهوالمعبر عنه بالاتحاد انتهي بلفظه و لنعم ما قيل نظم

توهم واشينا بليل مزارنا   فهم ليسعى بيننا بالتباعد
فعانقته حتى اتحدنا تعانقا   فلما اتانا ما رأى غير واحد

و يقرب من ذلک ما قيل بالفارسية شعر

جذبۂ وصل بحدی ست میان من وتو
کہ رقیب آمد وپرسید نشان من وتو

رزقنا الله تعالیٰ من هذا الاتحاد و نصيبا فى الدنيا و الاخرة[62]

"اس لیے شیخ اکبر باب ۲۲۳ میں فتوحات میں فرماتے ہیں:"نہات درجہ کا وصل ہے کہ ایک چیز بعینہ وہی چیز ہو جائے جو ظاہر ہو اور یہ نہ جانے کہ وہ وہ ہے۔ جیسا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ابو محمد بن حزم محدث سے معانقہ کیا۔ پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا ہمیں صرف ایک ہی ذات نظر آئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ یہ انتہائی درجہ کا وصل ہے جس کی تعبیر 'اتحاد' سے کی

[62] اتحاد النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین: ص ۳۲۱

جاتی ہے۔"

فتوحات کا کلام ختم ہوا۔ یہ نظم کتنی ہی اچھی کہی گئی ہے:

ہمارے بد گو (رقیب) نے رات کو ہمارے پاس ہمارے محبوب کے آنے کا گمان کیا تو اس نے ہمارے درمیان جدائی ڈالنے کا ارادہ کیا۔ پس میں نے اپنے معشوق کو گلے سے لگا لیا یہاں تک کہ وہ اور میں ایک ہو گئے۔ پھر جب وہ (رقیب) آیا تو اس نے بجز مجھ ایک کے کسی کو نہ دیکھا۔

اسی سے یہ فارسی شعر قریب المعنی ہے:

جذبۂ وصل میرے اور تیرے درمیان اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ جب رقیب آیا تو وہ وہ میرا اور تیرا نشان ہی پوچھتا رہا۔ رقیب آیا مگر اسے میر اور تیر انشان نہیں ملا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس اتحاد سے دنیا و آخرت میں حصہ عطا فرمائے۔"

حافظ زبیر صاحب نے اپنی کتاب میں اسی 'اتحاد' کو مرزا قادیانی کے تصور نبوت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ زبیر صاحب لکھتے ہیں:

"ایک اور مقام پر غلام احمد قادیانی نے اپنے تصور نبوت پر شیخ ابن عربی کے اس اقتباس سے استدلال کیا ہے کہ شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ انہوں نے امام ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے میں خواب دیکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے معانقہ کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وجود میں گم ہو گئے ہیں اور دونوں ایک ہو گئے۔[63]

اس کے برعکس مولانا صدیق حسن خان صاحب فتوحات مکیہ سے یہ اقتباس علامہ ابن حزم کے تذکرہ میں اتحاف النبلاء میں ان کے فضائل میں ذکر کر چکے ہیں۔ اسی حوالہ کو اہل حدیث عالم

---

[63] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۷۵

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں اتحاف النبلاء سے مرزا قادیانی کے دفاع میں خواجہ غلام دستگیر قصوری کارد اور براہین احمدیہ از قادیانی کاریویو لکھتے ہوئے نقل کر چکے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں فتوحات مکیہ کا یہ اقتباس غلط استدلال کے ساتھ اشاعۃ السنۃ ہی سے نقل کیا ہے جس کی مزید تفصیل آئندہ ابواب میں ذکر کی جائے گی۔ حافظ زبیر صاحب جس عبارت کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی عبارت سے اپنے تصور نبوت پر استدلال کیا، انہیں غور کرنا چاہئے کہ مولانا صدیق حسن خان بھوپالی صاحب اسی اتحاد کا ذکر کر کے عربی و فارسی کے مصرعے لکھنے کے بعد دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب کریم ہمیں بھی ایسا 'اتحاد' دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ اگر نعوذ باللہ یہ دعویٰ نبوت یا انکار ختم نبوت کی بنیاد ہے تو کیا مولانا صدیق حسن خان صاحب اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کے بارے میں بھی حافظ زبیر صاحب دعویٰ نبوت کی بنیادیں فراہم کرنے والوں کا فتوی جاری کریں گے ؟ ہم ایسی باتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(۸۹) **مولانا سید نذیر حسین دہلوی صاحب** (م1912ء): ان کا شمار ہندوستان کے مکتبہ اہل حدیث و غیر مقلدین کے اکابرین میں ہوتا ہے اور اہل حدیث مکتبہ فکر میں انہیں 'شیخ الکل' اور 'محدث جلیل' کے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ بھی شیخ اکبر کے معتقدین میں سے ہیں اور اپنی تحریر میں شیخ ابن عربی کو محی الدین، شیخ اکبر اور کبریت احمر لکھتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب 'معیار الحق فی تنقید تنویر الحق' میں لکھتے ہیں:

"**وصیت شیخ محی الدین ابن العربی کی**

پس قول مؤلف تنویر حق کا کہ آیت فاسئلوا اھل الذکر خاص ہے اور تقلید ایک مجتہد کی واجب ہوئی ہے بالاجماع رد ہو گیا ساتھ قول قاضی صاحب قدس سرہ کے ---اب آگے تھوڑی سی وصیت شیخ اکبر کبریت احمر کہ جن کو مولانا نظام الدین وغیرہ خاتم ولایت احمدیہ کہتے ہیں آخر فتوحات مکیہ سے نقل کی جاتی ہے۔:

"وصیته و الذی اوصیک به۔۔۔اور وہ وصیت جو میں تجھے کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تو عالم ہے تو تجھ پر حرام ہے کہ تو بر خلاف اس دلیل ہے جو تجھے اللہ نے دی ہے عمل کرے اور حرام ہے تجھ پر تقلید غیر کی اس حالت میں کہ تجھے حصول دلیل پر قوت ہے۔ اگر یہ درجہ ہو اور تو مقلد ہو تو اس سے بچیو کہ ایک خاص مذہب کا التزام کرے بلکہ عمل کر جس طرح پر تجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے وہ یہ کہ اگر تو نہیں جانتا ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لے اور اہل ذکر قرآن و حدیث کو جاننے والے علماء ہیں۔ سو تو اپنی ضرورت میں رفع جرح کی خواہش کر جب تک قوت ہے اور رخصت کو پوچھ جہاں تک تو پاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دین میں تجھ پر تنگی نہیں کی گئی اور اگر تجھے معنی کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے تیرے فلانے مسئلہ میں تو اس پر عمل کر اگر تو کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اس کو مت لے اور دوسرے سے پوچھ لے۔"ہو چکی وہ عبارت جس کو ابن عربی نے کہ جو شیخ اکبر کر کے مشہور ہیں فتوحات مکیہ میں کہا ہے۔"[64]

اس حوالہ میں یہ بات واضح ہے کہ سید نذیر حسین دہلوی صاحب شیخ اکبر کے معتقدین میں سے ہیں اور آپ کی کتاب کا حوالہ اپنی تحریر میں اپنے لیے شرف سمجھتے ہوئے نہ صرف نقل کرتے ہیں بلکہ آپ کی وصیت سے اپنے پیروکاروں کو نصیحت بھی کرتے ہیں۔

(۹۰) **مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب** (م 1948ء): ان کا تعارف اہل حدیث مکتبہ فکر میں 'شیخ الاسلام' کی حیثیت سے کروایا جاتا ہے۔ آپ نے رد قادیانیت پر مرزا قادیانی کی زندگی میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور مباحثہ لاہور میں پیر سید مہر علی شاہ صاحب کی سیادت کو مرزا قادیانی کے مقابل قبول کرتے ہوئے آپ کے ہمراہ لاہور بھی حاضر ہوئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری سے جب شیخ ابن عربی کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے واشگاف الفاظ میں اپنے عقیدے کا اظہار کیا۔

---

[64] معیار الحق فی تنقید تنویر الحق: ص۱۸۹

مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب سے کیا جانے والا سوال اور آپ کا جواب آپ کے مشہور فتاویٰ 'فتاویٰ ثنائیہ' سے پیش کیا جاتا ہے:

"شیخ ابن العربی کی بابت سوال

(۱) اکثر علماء اور خصوص گروہ صوفیاء کرام شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر (جن کی مشہور تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ وغیرہ ہیں) کو مقدس بزرگ مانتے ہیں۔ اور بعض علماء شیخ مذکور کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے کفر و الحاد کی طرف منسوب کر کے دائرہ اسلام سے خارج فرماتے ہیں اور برے برے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ خصوصاً آپ پر اور اہل علم پر ان کی تصانیف سے شیخ موصوف کے خیالات اور ان کی تحقیقات پوشیدہ نہ ہوں گی۔ اور فصوص شیخ مذکور کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے اور مسلمانوں کو کیا ظن رکھا جائے۔ امید ہے کہ اشد ضرورت کی وجہ سے بہر جلد جواب سے تشفی فرمائیں گے۔

محمد سلیمان، سوداگر جڑچرلہ علاقہ نظام

جواب: مسئلہ تکفیر شیخ ابن العربی بہت نازک ہے۔ مولانا نواب صاحب بھوپال مرحوم 'تکثار' میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ کی تکفیر کی۔ آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی تو میں نے رجوع کیا۔[65] نواب صاحب مرحوم شیخ ممدوح

[65] علامہ شوکانی 'البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع' (ج ۲: ص ۳۷) میں فرماتے ہیں: و قد اوضحت فی تلک الرسالة حال کل واحد من هولاء و اوردت نصوص کتبهم و بینت اقوال العلماء فی شانهم و کان تحریرهذا الجواب فی عنفوان الشباب و انا الان اتوقف فی حال هولاء و اتبرأ من کل ما کان من اقوالهم و افعالهم مخالفا لهذه الشریعة البیضاء الواضحة التی لیلها کنهارها و لم یتعبدنی الله بتکفیر من صار فی ظاهر امره من اهل الاسلام

کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اور مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلوی شیخ ممدوح کو "شیخ اکبر" لکھتے ہیں۔

(معیار الحق:ص۱۲۸)

حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ موصوف کو مقربان خداوندی سے لکھتے ہیں۔بڑی وجہ آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔سو دراصل اس کی تفسیر پر مدار ہے۔جیسی اس کی تفسیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر کبھی کبھی اہل حدیث میں کیا گیا ہے۔دوسری وجہ خفگی کی ایمان فرعون ہے مگر شیخ کا قول سند مندرجہ 'فتوحات' اس خفگی کا ازالہ کرتا ہے۔شیخ موصوف نے فتوحات میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر ابدی جہنمی لکھا ہے۔اور اسی مقام پر اس کے خلاف ملتا ہے تو وہ متروک ہے یا مؤول۔اس لیے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ ممدوح قابل عزت لوگوں میں ہیں۔رحمہ اللہ۔

۲۶ محرم ۴۰---ھ"[66]

چنانچہ ان حوالہ جات سے علمائے غیر مقلدین کا مجموعی موقف بھی مبرہن ہو کر سامنے آگیا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری شیخ اکبر کے توحید سے متعلق نقطہ نظر کی تاویل بھی کرتے ہیں اور اپنے اکابر کا حوالہ پیش کرتے ہوئے انہیں 'رحمہ اللہ' بھی لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حافظ زبیر صاحب کا یہ دعوی بھی غلط ہے کہ صرف علمائے مقلدین شیخ ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ علمائے مقلدین ہوں یا غیر مقلدین، کسی ایک فقہ کے ہوں یا دوسری تیسری اور چوتھی کے، کسی ایک سلسلہ تصوف سے تعلق رکھنے والے ہوں یا کسی دوسرے سے، الغرض شیخ کے مدافعین، محبین اور معتقدین ہر صف میں موجود رہے ہیں۔

---

[66] فتاویٰ ثنائیہ: ج۱: ص۳۳۴

حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہما اللہ

حافظ زبیر صاحب نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تکفیر پر جو کتاب ''ابن عربی کا تصور ختم نبوت'' مرتب کی، اس کا انتساب وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں: ''شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے نام کہ جنہوں نے کمال حکمت سے ابن عربی کے کفریہ تصورات کا رد کر کے اس امت کو گمراہی کے رستے پر چلنے سے روکنے میں اپنا کردار ادا کیا ''۔اس انتساب میں حافظ زبیر صاحب نے مضمون کے ابتدائی صفحات میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ شیخ اکبر قدس سرہ کے تصورات کو کفریہ قرار دیتے ہیں تاکہ یہ تاثر دے سکیں کہ اہل تصوف ہی سے متاخرین صوفیاء کے امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ پیش نظر تحریر کا مقصد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تصورات کا باہمی تقابل نہیں ہے تاہم حافظ زبیر صاحب سے یہ سوال ضرور پوچھا جانا چاہیے کہ کیا ایک سلفی عالم ہونے کے باوجود وہ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے مکتوبات ورسائل میں درج نظریات کو توحید سمجھتے ہیں؟

حافظ محمد زبیر صاحب نے ایک سرخی 'شیخ مجدد الف ثانی کی ابن عربی کے تصور توحید اور ختم نبوت پر نقد کی تفصیل' کے عنوان سے لگائی ہے مگر اس میں کوئی ایک بھی حوالہ مکتوبات یا حضرت مجدد رحمہ اللہ کے رسائل سے اس بارے میں پیش نہیں کیا گیا کہ وہ حضرت ابن عربی قدس سرہ کو ختم نبوت کا منکر تو کجا ان کے اس نظریئے کو غلط کہتے ہوں۔ یاد رہے کہ نظریات کے اختلاف کے باوجود (۹۱) امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ اکبر کی ولایت کے قائل تھے۔ حضرت کے مکتوبات میں سے بالخصوص دفتر دوم کے مکتوب اول میں وحدت الوجود کی بحث کی گئی ہے جس میں آپ نے ابن عربی کو اختلاف کے باوجود متاخرین صوفیاء کا امام اور مقتدی تحریر

فرمایا ہے۔[67] متعدد مقامات پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ شیخ اکبر رحمہ اللہ کے لیے آپ کا مخصوص لقب 'محی الدین' یعنی دین کو زندہ کرنے والا لکھتے ہیں۔ جس کی مثالیں زبیر صاحب کے اپنے مضمون میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ دفتر اول میں اپنے مرشد کریم رحمہ اللہ کی طرف مکتوب نمبر ۲ میں فرماتے ہیں:

"ابتدائے عالم صحو وبقا از اواخر ماہ ربیع الاخر است و تاحال بہ بقائے خاص در ہر یک مدتے مشرف میسازند ابتدا از تجلی حضرت شیخ محی الدین است قدس سرہ صحو می آرند باز بسکر می برند و در نزول و عروج علوم غریبہ و معارف عجیبہ افاضہ می فرمایند و باحسان و شہود خاص در ہر مرتبہ کہ مناسب بقائے آں مقام است مشرف می سازند۔"[68]

"عالم صحو وبقاء کی ابتداء ماہ ربیع الاخر کے اخیر سے ہے اور اب تک خاص بقا کے ساتھ ہر ایک مدت میں مشرف فرماتے ہیں۔ ابتدا حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی سے ہے کبھی صحو میں لاتے ہیں کبھی سکر میں لے جاتے ہیں اور اس نزول و عروج میں عمدہ عمدہ علوم اور عجیب عجیب معارف کا فیضان فرماتے ہیں اور ہر مرتبہ خاص احسان اور شہود کے ساتھ جو اس مقام کے بقاء کے مناسب ہے مشرف فرماتے ہیں۔"[69]

نبوت وولایت سے متعلق ایک تفصیلی مکتوب ۲۶۰ میں آپ شیخ کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

"شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب

---

[67] مکتوبات امام ربانی: ج ۲: ص ۲۳

[68] مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب ۲: ص ۸

[69] مکتوبات امام ربانی: ج ۱: ص ۱۰۴

مدار نہیں ہے بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے۔ ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔"[70]

ایک مقام پر مجدد الف ثانی رحمہ اللہ شیخ کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔"[71]

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ان چند حوالہ جات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ شیخ کو مقبولان خداوندی میں سے مانتے ہیں اور آپ کی تضلیل کرنے کو درست نہیں سمجھتے۔ جہاں تک آپ کے شیخ سے بعض اختلاف کا تعلق ہے، وہ مقامات اور نقطہ نظر کا اختلاف ہے۔ اس سے یہ تاثر پیدا کرنا کہ آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تکفیر کرتے یا آپ کو ختم نبوت کا منکر قرار دیتے تھے کسی طور پر درست نہیں۔ یہ بات بھی یاد رہنی چاہئے کہ برصغیر ہی میں علماء وصوفیاء کرام کی بڑی اکثریت نے شیخ ابن عربی پر آپ کی تنقید سے اختلاف کیا۔
ہم نے شیخ ابن عربی کے معتقد علماء واولیاء کی آراء وکتب کو یہاں جمع کرنے کی ایک ناقص کوشش کی ہے۔ یہ ان علماء کی فہرست کا شاید عشر عشیر ہے جو ہر دور میں شیخ ابن عربی کے معتقد رہے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتب پوری مسلم دنیا میں نہ صرف شائع کی جاتی ہیں بلکہ جامعات اور درس گاہوں میں اکابر اہل علم انہیں اپنا موضوع تحقیق بھی بناتے ہیں۔ اگر معاذ اللہ شیخ اکبر رحمہ اللہ کی کتب میں مرزا قادیانی کی کتب کی طرح کفر ہوتا تو یقیناً آپ کی کتب اس تسلسل و تواتر کے ساتھ گذشتہ آٹھ سو برس سے مسلمان محققین کے لئے قابل توجہ نہ ہوتیں۔ ایسی باتیں کرنے

---

[70] مکتوبات امام ربانی: ج ۲: ص ۵۱۳

[71] مکتوبات امام ربانی: ج ۱: ص ۵۳۶۔۵۳۷

والوں کا مفروضہ یہ ہے کہ یہ امت اس تسلسل و تواتر کے ساتھ مرزا قادیانی کے کفر سے بھی زیادہ واضح کفر کو پہچاننے میں غلطی کرتی چلی آئی ہے۔ اگر ناقدین کا یہ مفروضہ درست مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ کہنا ہوگا کہ مرزا قادیانی کے معاملے میں بھی پھر علماء سے ایسی غلطی ہوئی ہو۔ اس گمراہ کن مفروضے کی کوئی نقلی و عقلی دلیل موجود نہیں۔ لیکن حافظ زبیر صاحب شیخ ابن عربی کی مخالفت میں اس امت کے اجماعی فہم سے اس قدر بدظن ہیں کہ یہاں تک لکھ گئے:

''شیخ ابن عربی کو یہ مقام حاصل کرنے میں پانچ سو سال لگ گئے کہ وہ متفق علیہ مردود سے مختلف فیہ مردود بن گئے۔ تو غامدی صاحب کے حلقے کے لئے علمی جواب یہی ہے کہ آپ شانت رہئے، اس امت میں اس قدر عقیدت، غلو، حماقت اور اسٹوپڈٹی موجود ہے کہ پانچ سو سال بعد غلام احمد قادیانی کا کفر بھی مختلف فیہ ہو چکا ہو گا۔''[72]

شیخ ابن عربی پر تنقید کرتے ہوئے نجانے کیوں کر ناقدین کے ہاتھ سے خرد و دانش اور عدل و انصاف کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ حافظ صاحب اسی روش میں مزید کہتے ہیں:

''بعض فقہاء نے تو اس (ابن عربی) کی تکفیر پر اجماع بھی نقل کیا ہے لیکن لوگوں کا چونکہ مطالعہ نہیں ہے لہذا وہ لاعلم ہیں بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ لاعلم رہنا چاہتے ہیں کیونکہ اس بات کا جان لینا کہ ابن عربی کی اتنے فقہاء نے تکفیر کی ہے کہ جتنی شاید ہی امت میں کسی کی کی ہو، ایسا علم ہے کہ جس سے ان کے ذہن پر ایسا دباؤ پڑتا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے لہذا وہ کبھی چٹکلوں، کبھی لطیفوں اور کبھی جگتوں سے اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کا نام علم رکھ چھوڑا ہے۔''[73]

---

[72] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص۷۷

[73] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص۷۶۔۷۷

اس باب میں بیان کردہ مختصر تفصیلات سے یہ واضح ہو گیا کہ شیخ ابن عربی کی تکفیر پر نام نہاد اجماع کے دعوے میں کتنی سچائی ہو سکتی ہے نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیخ کے بارے میں غیر سنجیدہ و غیر علمی رویہ کس کا ہے۔

اس بحث سے چند نتائج ہمارے سامنے نکھر کر آتے ہیں:

۱۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ ایک عام یا گمراہ صوفی نہیں جیسا کہ عصر حاضر میں لوگوں کے ذہن میں آپ کے بارے میں جاوید احمد غامدی صاحب کے چند صفحات کے مضمون اور ویڈیو بیانات نے پیدا کرنے کی کوشش کی۔

۲۔ حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ ایک بلند پایہ متکلم، اصولی اور صاحب کشف صوفی ہیں۔ آپ کا شمار امت مسلمہ کے بیدار مغز افراد میں ہوتا ہے جن سے اہل علم نے ہر دور میں استفادہ کیا۔

۳۔ آپ کا کلام پیچیدہ اور ذوق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے سمجھنے میں اہل علم سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں اور اسی لئے کئی اکابر آپ کے بارے میں اختلاف کے باوجود سکوت کے قائل ہیں۔ لہذا جن لوگوں نے آپ کی کتب پڑھنے کی زحمت نہیں کی اگر وہ حضرت کی فکر پر بحث کریں اور تکفیر و تضلیل کے فتوے جاری کریں تو یہ افسوس ناک بات ہے۔

۴۔ اگرچہ بعض اہل علم آپ کی تکفیر کے قائل رہے ہیں تاہم ہر دور میں اکابر احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ اولیاء و علمائے امت کا ایک جم غفیر آپ کی علمیت اور ولایت کو مسلم بلکہ ایک بلند پایہ محقق اور اعلی درجے کا بزرگ و مصلح مانتا رہا ہے۔

مَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّـهِ (القرآن)

باب ۲:

مباحث نبوت کا پس منظر

شیخ ابن عربی کے تصور نبوت پر گفتگو سے قبل اس عمومی بحث کو مد نظر رکھنا ضروری ہے جسے اسلامی علوم میں "مباحث نبوت" یا "دلائل النبوات" کا عنوان دیا جاتا ہے۔ یہاں اس بحث کے تمام پہلوؤں کو بیان کرنا کا مقصود نہیں بلکہ صرف ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے جو شیخ کی بحث سمجھنے کے لئے علمی پس منظر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز اس ضمن میں اس طریقہ بحث کو بھی اجاگر کیا جائے گا جو اہل سنت کے علمائے عقیدہ و کلام کے ہاں رائج ہے۔

مباحث نبوت کے بنیادی سوالات

مباحث نبوت میں علمائے عقیدہ و کلام عموماً چار سوالات کے ساتھ بحث کرتے ہوئے اہل سنت کا موقف بیان کرنے اور اس کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

1) **حقیقت نبوت:** یعنی نبی و غیر نبی میں فرق و تمیز قائم کرنے والے امور کیا ہیں، دوسرے لفظوں میں خصوصیات نبوت کیا ہیں اور کیا نہیں۔ وہ کونسے امور ہیں جو اگر کسی کے بارے میں ثابت مانے جائیں یا ان کا انکار کیا جائے تو یہ کسی کو نبی ماننے یا نہ ماننے کے مترادف ہوتا ہے۔ جب تک یہ متعین نہ ہو جائے کہ خصائص نبوت کیا ہیں، تب تک یہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ ختم نبوت سے کیا مراد ہے کیونکہ ختم نبوت کا مطلب ان خصائص کا ختم ہو جانا ہے جسے نبوت کہتے ہیں۔ ہمارے معاصر اصحاب تنقید اس سوال سے اعراض کرتے ہیں یا ایسا

جواب مقرر کرتے ہیں جو علم و تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔

2) **امکان نبوت:** دوسرا سوال اس امر کے دلائل دینا ہے کہ آیا نبوت کا ہونا امور واجبہ میں سے ہے، ممکنات میں سے یا ناممکنات میں سے؟

3) **ضرورت نبوت:** اس سے اگلا سوال یہ آتا ہے کہ کیا انسانوں کو نبی کی ضرورت ہے؟ اگر ہاں تو اس کی نوعیت کیا ہے؟

4) **اثبات نبوت:** اگرچہ یہ مان لیا جائے کہ نبی کی بعثت اور وحی کا نزول ممکن ہے نیز انسان کو اس کی ضرورت بھی ہے لیکن پھر بھی یہ سوال کھڑا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے نبی ہونے کا علم کیسے ہو؟

یہ تمام سوالات ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں اور اس بحث میں متکلمین بالعموم تین گروہوں کے ساتھ بحث کرتے دکھائی دیتے ہیں: (1) دھریے اور مسلم فلاسفہ جو امکان نبوت پر سوال اٹھاتے تھے، (2) شیعہ گروہ جو نبوت کے ساتھ معصوم اماموں کے سلسلے کے قائل تھے اور (3) معتزلہ جو وجوب نبوت کا دعوی کرتے اور غیر نبی کے لئے کرامت کے عدم جواز کی بات کرتے تھے۔[1] شیخ ابن عربی نے مباحث نبوت پر اپنے انداز میں جو بحث کی ہے اس کا مقصد اپنے سے ماقبل چلی آنے والی روایت میں دراصل انہی مباحث کے بارے میں صوفیاء کے موقف کی بھرپور ترجمانی کرنا تھی۔ شیخ ابن عربی سے قبل صوفیاء کے موقف کی ایسی بھرپور اور مکمل ترجمانی کسی نے نہیں کی تھی، اسی لئے تمام صوفی حلقوں میں انہیں "شیخ اکبر" مانا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں ان تمام مباحث پر شیخ کے موقف کی تفصیلات پیش کرنا مقصود نہیں کیونکہ کتاب کا بنیادی موضوع عقیدہ ختم نبوت ہے۔ شیخ کے بارے میں بحث کا محور "حقیقت نبوت" ہو گا، اگرچہ بعض دیگر باتیں ضمناً زیر بحث آئیں گی۔ اس کتاب کا محور یہ دیکھنا ہے کہ کیا شیخ اکبر کے تصور نبوت میں کوئی ایسی بات موجود ہے جسے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کہا جاسکے؟

[1] بعض علمائے ماتریدیہ بھی وجوب نبوت کے قائل ہیں لیکن وہ کرامت کے جواز کے بھی قائل ہیں۔

"حقیقت نبوت" پر بحث کی نوعیت

اس مخصوص بحث کے سلسلے میں ہم درج ذیل تین امور کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تاکہ اگلے ابواب میں آنے والی بحث کے حوالے سے یہ بات سمجھ آسکے کہ مباحث نبوت کے باب میں شیخ کی بحث عام متکلمین کے ہاں معروف طریقہ بحث سے کچھ مختلف کیوں ہے نیز اس کا جواز کیسے جنم لیتا ہے؟ اسی سے یہ بات سمجھ آئے گی کہ اس کتاب میں اس بحث کو تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت کیوں پڑی۔

- پہلی بات یہ ہے کہ دین کے تمام بنیادی تصورات مثلاً رب، نبی، رسول، وحی وغیرہ جنہیں کتاب و سنت سے ماخوذ درست مفاہیم کہا جاتا ہے وہ صرف الفاظ نہیں بلکہ معانی و مفہوم سے عبارت ہیں۔
- دوسری بات یہ کہ اہل سنت کے ہاں ان تصورات کے جن مفاہیم شرعیہ (نہ کہ محض الفاظ) کو عام طور پر قرآن و سنت کے معیاری مفاہیم قرار دیا جاتا ہے وہ کسی ایک آیت یا حدیث سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ تمام نصوص کو سامنے رکھ کر انہیں منظم و مربوط صورت دی گئی، یا یوں کہیں کہ یہ مفاہیم نصوص کی ایک خاص تعبیر و اجتہاد کے نتیجے میں مقرر ہوئے ہیں۔ اس تعبیر دین کو ایک لمحے کے لئے الگ رکھ کر صرف قرآن و حدیث پیش کرکے گفتگو شروع کردی جائے تو بلا کی دھماچوکڑی مچ جائے۔
- تیسری یہ کہ ان معیاری مفاہیم تک پہنچنے کے لئے ایک ایسی تعبیر یا زاویہ نگاہ ہے جو وقت کے ساتھ اہل سنت کے متکلمین و اصولیین کے ہاں عام طور پر رواج پا گیا ہے۔ چنانچہ جب بھی ان الفاظ کو استعمال کیا جاتا ہے، ذہن سب سے پہلے ان کے انہی معانی کی طرف منتقل ہوتا ہے جو ایک خاص تعبیر سے پھوٹتے ہیں۔ البتہ علمائے عقیدہ کے نزدیک عام طور پر مشہور اصطلاحات کے سوا اگر کسی دوسری تعبیر و اصطلاح سے بھی وہی مفاہیم پیدا ہوں جنہیں پہلی تعبیر کی رو سے قرآن و سنت کی درست تعبیر قرار دیا جارہا ہے تو پھر اس میں کفر و بدعت کی

کوئی بات نہیں رہ جاتی، سوائے اس سے کہ آپ "الف" نتیجے تک اپنے زاویہ نگاہ سے جبکہ دوسرا شخص اپنے طریقے سے پہنچنا چاہتا ہے اور ہر کسی کے پاس اپنے طریقہ تعبیر کو بہتر کہنے کے دلائل موجود ہوتے ہیں۔ یہ کم و بیش اصول فقہ کے مختلف مناہج کے قبیل کی چیز ہے۔ ہمارے ہاں اصول فقہ کی روایت پر شغف زیادہ ہونے کے باعث اسکے باہمی اختلافات پر تحمل کا رویہ پایا جاتا ہے جبکہ علم کلام سے اغماض کے باعث ان جہات سے توجہ ہٹ گئی ہے اور نتیجتاً فتوی بازی کا بازار گرم ہوتا ہے۔ آیئے مباحث نبوت کے ضمن میں ان مقدمات کی وضاحت کیئے لیتے ہیں۔

نبی ورسول کا مفہوم: لغوی معانی اور شرعی اصطلاحات کا فرق

پہلی بات یہ کہ لفظ رب ہو یا نبی یا پھر وحی، علمائے عقیدہ کے ہاں یہ شرعی اصطلاحات ہیں۔ فرض کریں کوئی شخص کسی کے ساتھ مضاربہ معاہدہ کرتا ہے جس میں لکھا ہے کہ "الف" رب المال جبکہ ب "مضارب" ہے۔ جب "ب" اس معاہدے پر دستخط کر چکے تو الف فرد ب سے تقاضا کرنے لگے کہ تم نے مجھے سجدہ بھی کرنا ہے کیونکہ رب کو سجدہ کیا جاتا ہے اور تم یہ مان چکے ہو کہ میں رب ہوں۔ ظاہر ہے یہ غلط استدلال ہے، کیونکہ کسی کو "رب" کہہ لینے سے وہ ان معنی میں رب نہیں ہو جاتا جو اس کے شرعی مقدر معنی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ب کو مشرک کہنے لگے کہ تم نے الف کو "رب" کہہ لیا ہے تو یہ پرلے درجے کی ظاہریت پسندی ہوگی۔ یہاں مثال کے طور پر قرآن مجید میں وارد لفظ "رب" پر چند حوالوں کی روشنی میں غور کیا جاسکتا ہے۔ سورۃ یوسف میں ذکر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے دو قیدیوں نے اپنے خواب بیان کیے۔ ان میں سے ایک قیدی نے کہا کہ میں نے خواب میں خود کو انگور کی شراب نچوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔اس کے خواب کی تعبیر قرآن مجید کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے یوں بیان فرمائی:يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ﴿یوسف: 41﴾ ("اے قید

خانے کے میرے ساتھیو، تم میں سے ایک شراب پلائے گا اپنے رب یعنی مالک کو")۔ اس آیت مقدسہ میں بادشاہ کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے لفظ "رب" استعمال فرمایا اور بتایا کہ اس کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اسے عنقریب آزاد کر دیا جائے گا اور وہ اپنے بادشاہ و مربی کی خدمت کرے گا۔ اسی سورت میں ایک اور مقام پر لفظ "رسول" غیر رسول اور لفظ رب غیر اللہ کے لیے مذکور ہے، ارشاد ہوتا ہے: فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ ﴿یوسف: ۵۰﴾ ("جب قاصد آیا ان کے پاس تو آپ نے فرمایا کہ اپنے رب یعنی مالک کے پاس لوٹ جاؤ")۔ کیا کوئی ذی عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ رب کریم نے قرآن مجید میں غیر اللہ کو رب قرار دے کر شرک کی تعلیم دی ہے؟

اسی طرح لفظ "نبی" کی مثال ہے۔ لغوی اعتبار سے اگر لفظ 'نبی' کا اشتقاق 'نبأ' سے ہے تو نبی کو نبی کہنے کا سبب یہ کہلائے گا کہ وہ من جانب اللہ خبر پا کر بندوں تک پہنچاتا ہے۔ اگر یہ 'نبوۃ' سے مشتق ہے تو نبوۃ ارتفاع یعنی بلندی کو کہتے ہیں اور اس اعتبار سے اللہ کے نبی کو علو شان کے سبب نبی کہا جاتا ہے۔ اور اگر لفظ نبی بمعنی طریق سے ماخوذ ہے تو چونکہ نبی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے اسی لیے اسے نبی کہا جاتا ہے۔[2] علمائے اہل سنت نے شریعت کی جن اصطلاحات کی وضاحت کی ہے ان کے مطابق نبی اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اللہ رب کریم اپنے بندوں میں سے منتخب فرما کر کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمادے، یعنی اللہ رب کریم اسے یہ امر دیں کہ میری طرف سے یہ بات لوگوں تک پہنچا دو یا یہ کہ میں نے تمہیں مبعوث کیا ہے نیز جن تک وہ پیغام پہنچایا جائے وہ اس بات کے پابند ہیں کہ نبی کی بات پر ایمان لائیں۔ اللہ کی طرف سے مبعوث شدہ شخصیت صاحب شریعت بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی، اول الذکر صورت میں اسے رسول کہتے ہیں جبکہ موخر الذکر صورت میں صرف نبی۔ اس اعتبار سے ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول

---

[2] شرح المقاصد: ج۵: ص۷

نہیں ہوتا۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ مقام نبوت کسی خاص قسم کی کسبی استعداد کے نتیجے میں حاصل نہیں ہوتا بلکہ رب کریم اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں سے جس شخص کا چاہتا ہے اختصاص فرماتا ہے، یعنی نبوت محض اللہ کی رحمت اور عطا ہوتی ہے۔[3] اسی طرح ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔[4] آیئے دیکھتے ہیں کہ شیخ ابن عربی کے متاخرین، معاصرین و متقدمین نے نبی کی اصطلاحی تعریف کیا اور کس طرح مقرر کی ہے۔

علم کلام و اصول فقہ کے مشہور عالم محقق کمال ابن الہام (م 1457ء) کی کتاب المسایرۃ کی شرح المسامرۃ میں نبی و رسول کا معنی یوں ادا کیا گیا ہے:

(النبی انسان بعثه الله لتبلیغ ما اوحی الیه وکذا الرسول فلا فرق) بینهما بل هما بمعنی (وقد یخص الرسول بمن له شریعة وکتاب) انزل علیه اوامر بالعمل به (او) له (نسخ لبعض شریعة متقدمة)[5]

---

[3] (۱) شرح المقاصد (للتفتازانی): ج۵: ص۸، (۲) شرح المواقف (للجرجانی): ج۴: ص ۲۴۱۔۲۴۲ نیز (۳) غایۃ المرام فی علم الکلام (للآمدی): ص ۲۷۴

[4] عصمت علمائے عقیدہ کے ہاں ایک مخصوص اصطلاح ہے نہ کہ محض کوئی عام لفظ، اس کے تحت تین امور پر بحث کی جاتی ہے: (۱) وہ امور جن کا ہونا یا جن کا صدور نبی کے لئے واجب ہے، (۲) وہ امور جن کا نہ ہونا یا نہ کرنا نبی کے لئے لازم ہے (با الفاظ دیگر جن کا ہونا یا صدور نبی کے لئے محال ہے) اور (۳) وہ امور جن کا ہونا یا صدور نبی کے لئے جائز ہے۔ ان تین اقسام کے امور کا تعلق چار پہلوؤں سے ہے: (۱) عقائد، (۲) تبلیغ، (۳) احکام و فتوی اور (۴) افعال و سیرت۔ چنانچہ کسی شخص کی عبارت میں محض لفظ عصمت لکھا ہوا دیکھ کر یہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ آیا کسی کو ان معنی میں معصوم کہا جا رہا ہے یا نہیں جو انبیاء کی صفت ہے۔ یہ ایک تفصیلی بحث ہے جس کے لئے ان کتب کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے: (۱) اصول الدین (للبغدادی): ص۱۶۸، (۲) اصول الدین (للبزدوی): ص ۱۷۲، (۳) الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الدین: ص۳۵۶، (۴) تفسیر کبیر: ج ۳: ص ۴۵۵، (۵) شرح المقاصد: ج۵: ص۴۹، (۶) المسایرۃ فی علم الکلام: ص ۱۲۵، (۷) عمدۃ المرید شرح جوھرۃ التوحید ج۱: ص ۹۶۴

[5] المسامرۃ فی شرح المسایرۃ: ج ۲: ص ۸۳ (قوسین کے الفاظ علامہ ابن الہام کے ہیں اور باقی شارح کے)

"(نبی وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ اس وحی کی تبلیغ کے لیے مبعوث کرتا ہے جو اس پر کی جاتی ہے، اور اسی طرح رسول ہوتا ہے، پس کوئی فرق نہیں) نبی اور رسول میں بلکہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں، (اور کبھی رسول کو خاص کر دیا جاتا ہے اس طور پر کہ ان کے لئے شریعت و کتاب ہوتی ہے) جو ان پر نازل کی گئی ہو یا اس پر عمل کا حکم دیا گیا ہو (یا) ان کے لئے (منسوخ کی گئی ہو کوئی سابقہ شریعت)"

علامہ تفتازانی (م1390ء) کی کتاب شرح المقاصد میں نبی کی تعریف یوں درج ہے:

النبی انسان بعثه الله لتبلیغ ما اوحی الیه[6]

"نبی وہ انسان ہے جسے اللہ اس وحی کی تبلیغ کے لیے مبعوث کرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) اس پر کی گئی ہے"

علامہ ابولبرکات النسفی (م1310ء) کہتے ہیں:

والفرق بينهما أن الرسول من جمع إلى المعجزة الكتاب المنزل عليه والنبي من لم ينزل عليه كتاب وإنما أمر أن يدعو إلى شريعة من قبله وقيل الرسول واضع شرع والنبي حافظ شرع غيره[7]

"اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جو معجزے کے ساتھ کتاب کو جمع کرتا ہے جبکہ نبی پر کتاب نازل نہیں ہوتی اور اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے نبی کی شریعت کی طرف دعوت دے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول وہ ہے جو خود اپنی شریعت

---

[6] شرح المقاصد: ج۵: ص۵

[7] تفسیر النسفی: ج۲: ص۴۴۷

وضع کرے اور نبی کسی دوسرے نبی کی شریعت کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔"

یعنی رسول وہ شخصیت ہوتی ہے جن کے لئے الگ شریعت وکتاب نازل کی جاتی ہے جس میں اوامر و نواہی ہوتے ہیں اور یا پھر کسی پرانی شریعت کے احکامات منسوخ کئے جاتے ہیں۔ قاضی بیضاوی (م 1286ء) رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الرسول من بعثه الله بشريعة مجددة يدعو الناس إليها، والنبي يعمه ومن بعثه لتقرير شرع سابق كأنبياء بني إسرائيل الذين كانوا بين موسى وعيسى عليهم السلام، ولذلك شبه النبي صلّى الله عليه وسلّم علماء أمته بهم[8]

"رسول وہ ہوتا ہے جسے اللہ نے نئی شریعت کے ساتھ بھیجا ہو جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے، اور نبی میں رسول بھی شامل ہے اور وہ بھی جسے سابق شریعت قائم کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے، جیسے بنی اسرائیل کے وہ انبیاء جو حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیانی دور میں تھے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے تشبیہ دی"

یعنی جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء شریعت کی حفاظت کرنے والے ہوتے تھے، اس امت کے علماء بھی یہی کام کرتے ہیں اور اس مناسبت سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیا۔ انبیاء وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالی تبلیغ احکام کے لئے لوگوں کی طرف مبعوث کرتے ہیں، علامہ آمدی (م 1233ء) لفظ نبوت کی تحقیق کرتے ہوئے اسے یوں بیان کرتے ہیں:

[8] تفسیر بیضاوی: ج ۴: ص ۷۵

وحاصلها يرجع الی قول الله لمن اصطفاه من عباده ارسلتک وبعثتک، فبلغ عنی[9]

"اور اس (نبوت کے مفہوم) کا خلاصہ خدا کا اپنے بندوں میں سے چنیدہ بندے کو یہ کہنا ہے کہ میں نے تجھے بھیجا اور مبعوث کیا، پس میری طرف سے (میرا حکم) پہنچاؤ"

امام رازی (م1210ء) امکان نبوت پر بحث کرتے ہوئے اس کا مفہوم یوں ادا کرتے ہیں:

لا يمتنع فی العقول ان يرسل الله تعالی شخصا معينا الی غيره من الخلائق ليبين لهم الاحكام من الحلال و الحرام[10]

"عقلا یہ محال نہیں کہ اللہ تعالی کسی معین شخص کو مخلوقات میں سے دوسروں کی طرف اس لئے بھیجے کہ وہ ان پر (اللہ کے مقرر کردہ) حلال وحرام کے احکام واضح کرے"

میمون النسفی (م1114ء) اثبات رسالت کے ضمن میں اسے یوں کہتے ہیں:

لما ثبت ان للعالم صانعا عالما حكيما فمن حكمته ان لا يعطل عبيده عن الاوامر والنواهی، لانه لو عطلهم لا يكون حجة عليهم يوم القيامة --- بعث الله تعالی اليهم فی كل عصر و زمان رسولا من وقت آدم الی نبيناﷺ[11]

"جب یہ ثابت ہو گیا کہ عالم کا کوئی بنانے والا ہے جو عالم وحکیم ہے، تو اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اپنے بندوں کو اوامر ونواہی سے معطل (یعنی آزاد) نہ چھوڑے، کیونکہ اگر

---

[9] ابکار الافکار فی اصول الدین: ج۴: ص۱۲

[10] الاشارۃ فی اصول الکلام: ص۲۷۳

[11] بحر الکلام: ص۲۰۱

وہ انہیں کھلا چھوڑ دے تو روز قیامت ان پر حجت قائم نہ ہو گی۔۔۔(پس) اللہ تعالی نے ان کی طرف ہر دور و زمانے میں رسول بھیجا، آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی ﷺ تک"

اسی طرح امام بزدوی (م 1100ء) بھی رسول اور نبی کے مابین اسی چیز کو مشترک کہتے ہیں کہ دونوں پر تبلیغ کا فریضہ عائد کیا جاتا ہے[12] اور یہی بات علم عقیدہ کے ماہر امام عبد القاهر البغدادی (م 1037ء) بھی کہتے ہیں۔[13] ان علمائے عقیدہ کی بیان کردہ نبی و رسول کی ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی و رسول دونوں صاحب وحی اور تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ رسول صاحب شریعت و کتاب ہوتا ہے جبکہ نبی پر الگ سے اپنی حیثیت میں شریعت و کتاب نازل نہیں ہوتی بلکہ وہ کسی رسول پر نازل شدہ شریعت کی تبلیغ پر مامور ہوتا ہے۔[14] اس اعتبار سے ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ نبی اور رسول کے مابین فرق کرنے کی بنیاد نصوص ہیں، مثلا ایک مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّـهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّـهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّـهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿الحج: 52﴾

"اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر (سب کے ساتھ یہ واقعہ گزرا کہ) جب اس نے (لوگوں پر کلامِ الٰہی) پڑھا (تو) شیطان نے اس پڑھے

---

[12] اصول الدین: ص۲۲۹

[13] اصول الدین: ص۱۵۴

[14] متکلمین نے انبیاء کی صفات و شرائط میں دیگر امور پر بھی بحث کی ہے جیسے آزاد ہونا، مرد ہونا۔ البتہ اس کتاب کے موضوع کی مناسبت سے ہم ان تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔

ہوئے کلام میں (اپنی طرف سے باطل شبہات اور فاسد خیالات کو) ملا دیا، سو شیطان جو (وسوسے سننے والوں کے ذہنوں میں) ڈالتا ہے اللہ انہیں زائل فرما دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں رسول اور نبی کا ذکر الگ ہوا ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ اس آیت میں یہ بھی درج ہے کہ رسول اور نبی دونوں کی بعثت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ درج بالا تعریفات میں نبی و رسول دونوں کی تعریف میں بعثت و تبلیغ کا تصور شامل مانا گیا ہے۔ غور کیا جانا چاہئے کہ نبی و رسول کی خصوصیت صرف یہ نہیں بتائی جارہی کہ ان پر وحی ہوتی ہے بلکہ بصورت وحی جو شریعت ان پر نازل کی جاتی ہے وہ اللہ کی طرف سے اس کی تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کے لئے امکان و جواز کشف کے دلائل کے ضمن میں امام غزالی (م 1111ء) ان دونوں کا فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

النبی عبارة عن شخص کوشف له بحقائق الامور و شغل باصلاح الخلق، فلا یستحیل ان یکون فی الوجود شخص مکاشف بالحقائق ولا یشتغل باصلاح الخلق، وھذا لا یسمی نبینا بل ولیا[15]

"نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے لئے معاملات کے حقائق ظاہر کئے جائیں اور وہ مخلوق کی اصلاح میں مشغول ہو، تو یہ محال نہیں کہ کوئی ایسا (شخص) بھی موجود ہو جس پر حقائق تو منکشف ہوں لیکن وہ اصلاح خلق میں مشغول نہ ہو۔ اس (دوسرے) شخص کو نبی نہیں بلکہ ولی کہا جاتا ہے"

معلوم ہوا کہ اہل سنت کے علمائے عقیدہ کے نزدیک صرف اللہ کا خطاب بذریعہ وحی ہونا، یہ نبی و

---

[15] احیاء العلوم: ص ۹۰۲

غیر نبی میں وجہ تمیز نہیں ہے۔ علمائے اہل سنت کے ہاں یہ بات اتنی واضح ہے کہ وہ اس معاملے میں اختلافی رائے رکھنے والوں کا رد بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اہل علم جن کی رائے میں حضرت مریم علیہا السلام انبیاء میں سے تھیں، ان کا رد کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر (م 1373ء) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ أَيْ مُؤْمِنَةٌ بِهِ مُصَدِّقَةٌ لَهُ، وَهَذَا أَعْلَى مَقَامَاتِهَا، فَدَلَّ عَلَى أَنَّهَا لَيْسَتْ بِنَبِيَّةٍ كَمَا زَعَمَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُهُ مِمَّنْ ذَهَبَ إِلَى نُبُوَّةِ سَارَّةَ أُمِّ إِسْحَاقَ، وَنُبُوَّةِ أُمِّ مُوسَى، وَنُبُوَّةِ أُمِّ عِيسَى، اسْتِدْلَالًا مِنْهُمْ بِخِطَابِ الْمَلَائِكَةِ لِسَارَّةَ وَمَرْيَمَ، وَبِقَوْلِهِ وَأَوْحَيْنا إِلى أُمِّ مُوسى أَنْ أَرْضِعِيهِ [الْقِصَصِ: 7][16]

"اللہ کا یہ فرمان کہ ان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی والدہ صدیقہ ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ان پر ایمان لانے والی اور ان کی تصدیق کرنے والی ہیں اور یہ ان کے مقامات میں سے سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ آپ (یعنی حضرت مریم علیہا السلام) نبی نہیں ہیں جیسا کہ ابن حزم اور دیگر کا گمان ہے جو حضرت اسحاق، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والدات کی نبوت کی رائے رکھتے ہیں اس بات سے استدلال کرتے ہوئے کہ فرشتوں نے حضرت سارہ و حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب کیا اور قرآن مجید کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہوئے: 'اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ انہیں دودھ پلائیے۔"

اسی طرح امام فخر الدین رازی (م 1210ء) فرماتے ہیں کہ باوجود اس سے کہ حضرت مریم علیہا السلام پر جبرائیل نازل ہوئے، آپ نبی نہیں تھیں:

---

[16] تفسیر ابن کثیر: ج۳: ص ۱۴۳

اعْلَمْ أَنَّ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ مَا كَانَتْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرى [يُوسُفَ: 109] وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ كَانَ إِرْسَالُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهَا إِمَّا أَنْ يَكُونَ كَرَامَةً لَهَا، وَهُوَ مَذْهَبُ مَنْ يُجَوِّزُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ، أَوْ إِرْهَاصًا لِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَذَلِكَ جَائِزٌ عِنْدَنَا[17]

"یہ جان لو کہ حضرت مریم علیہا السلام انبیاء میں سے نہیں تھیں کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:" اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم نے آپ سے پہلے بھی (مختلف) بستی والوں میں سے مَردوں ہی کو (رسول بنا کر) بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے"۔ اگر ایسا ہی ہے کہ وہ نبی نہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا جانا ان کی کرامت ہے، یہ ان کا مذہب ہے جو کرامات اولیاء کو جائز سمجھتے ہیں۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاص (نبی سے قبل از اعلان نبوت خارق عادت کا ظہور) ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔"[18]

---

[17] تفسیر کبیر: ج۸: ص۲۱۷

[18] کیا کوئی عورت نبی ہوئی یا نہیں، اس مسئلے پر علماء کا اختلاف ہوا ہے۔ اکثریت علماء کا موقف ہے کہ نبی مردوں میں سے ہوئے ہیں البتہ بعض اہل علم عورت کے نبی ہونے کے قائل رہے ہیں جن میں علامہ ابن حزم (م 1056ء) اور امام قرطبی (م 1273ء) بھی شامل ہیں۔ اس اختلاف کی بنیاد بھی اس مقدمے کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ خاصیت نبوت صرف نزول وحی نہیں بلکہ دیگر صفات بھی ہیں۔ جن اہل علم کی رائے میں خاتون کا نبی ہونا ثابت ہے وہ حضرت مریم سے متعلق اس قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں: وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّـهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿نساء: ۴۲-۴۳﴾ ان آیات کی رو سے حضرت مریم پر فرشتے کے ذریعے اللہ کا پیغام بھی پہنچایا گیا اور انہیں سجدہ و رکوع جیسے امر تعبدی ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا۔ امام قرطبی کا استدلال یہ ہے کہ جس طرح انبیاء پر

امام برھان الدین اللقانی (م 1631ء) عقیدے کی مشہور کتاب جوھرۃ التوحید (جس میں تمام عقائد (۱۴۴) اشعار میں بیان کئے گئے ہیں) کی شرح میں کہتے ہیں:

قد توهم كثير من الناس ان النبوة مجرد الوحی، وهو توهم باطل لحصوله لمن ليس بنبی كمريم علی الصحيح[19]

"بہت سے لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ نبوت صرف (نزول) وحی سے عبارت ہے اور یہ ایک

وحی تشریع نازل کی جاتی تھی جو تکلیف سے عبارت ہوتی ہے، حضرت مریم پر بھی تکلیفی احکامات نازل کئے گئے (فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ بَلَّغَتْهَا الْوَحْيَ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالتَّكْلِيفِ وَالْإِخْبَارِ وَالْبِشَارَةِ كَمَا بَلَّغَتْ سَائِرَ الْأَنْبِيَاءِ: تفسیر قرطبی ج۴: ص۸۳)۔ اس سے معلوم ہوا کہ استدلال کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہیں اس لئے نبی مانا جائے کہ ان کے لئے نزول وحی ثابت ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ اس وحی میں ان خصائص کا ذکر ہے جو انبیاء کی وحی کے ساتھ خاص ہیں۔ یہ بات خود امام قرطبی کے ہاں اس طرح مزید مؤکد ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق حضرت موسی کی والدہ پر بھی وحی کی گئی مگر امام قرطبی وہاں لفظ وحی سے مراد الہام لیتے ہیں (ج ۱۱: ص ۱۹۵) جس سے معلوم ہوا کہ محض نزول وحی ان کے نزدیک خاصیت نبوت نہیں ۔ جن علماء کے نزدیک کوئی عورت نبی نہیں ہوئی ان کا استدلال یہ قرآنی آیت ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا ﴿یوسف:۱۰۹/ النحل:۴۳﴾ یعنی ہم نے نہیں بھیجا آپ ﷺ سے قبل کوئی رسول مگر مرد نیز قرآن میں حضرت مریم کے لئے صدیقۃ کے الفاظ آئے ہیں نہ کہ نبیۃ کے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ نبی نہ تھیں۔ ان کے نزدیک حضرت مریم پر نازل ہونے والی وحی میں جن احکامات کا ذکر ہوا ہے، اس بیان کا مقصد پہلے سے موجود احکامات شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کرنا تھا۔ جو حضرات عورت کے نبی ہونے کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں لفظ رسول کہا گیا ہے، یعنی سب رسول مرد تھے نہ کہ سب نبی، پس اس سے عورت کے نبی ہونے کی نفی لازم نہیں آتی۔ یہاں اس بحث میں جانا مقصود نہیں کہ کس گروہ کے دلائل زیادہ مضبوط ہیں، اصل بات یہ ہے کہ دونوں کے ہاں نبی کی خصوصیت نزول وحی کے ساتھ دیگر صفات ہیں۔ عورت کے نبی ہونے پر علامہ ابن حزم کی رائے یہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے: الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ج۴: ص۹۷

[19] عمدۃ المرید شرح جوھرۃ التوحید: ج۱: ص۹۰۰

باطل وہم ہے کیونکہ صحیح رائے کے مطابق وحی کا حصول اسے بھی ہوا جو نبی نہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام۔"

یہاں تک یہ بات معلوم ہوئی کہ علمائے عقیدہ جسے اصطلاحاً نبوت کہتے ہیں وہ محض وحی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ بعثت و تشریع جیسی صفات مل کر اس کا اصطلاحی مفہوم پیدا کرتی ہیں۔ انبیائے کرام اپنے دعویٰ نبوت کی سچائی میں معجزات بطور تحدی (چیلنج) پیش کیا کرتے تھے اور جن سے یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ وہ خدا کی نمائندگی کے دعوے میں سچے ہیں نیز اپنے رب کے جس پیغام کو وہ بندوں تک پہنچا رہے ہیں اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا ان پر لازم ہے۔ اسی وجہ سے خصائص نبوت میں سب سے بنیادی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالی جس شخصیت کو تبلیغ کے لئے مبعوث کرتے ہیں اس پر ایمان لانا نیز اس کے حکم کی اتباع کرنا واجب اور باعث نجات ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرنا لوازم ایمان میں ہے نیز کفر کا مطلب یہی ہے کہ نبی پر نازل ہونے والی بات کی تکذیب کی جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا ﴿نساء: 47﴾

"اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی، ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا (محمد ﷺ پر)"

آمِنُوا بِاللَّـهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ ﴿نساء: 136﴾

"ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اپنے رسول پر"

فَآمِنُوا بِاللَّـهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ﴿التغابن: 8﴾

"ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے"

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّـهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّـهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ --- ﴿اعراف: 158﴾

"آپ (ﷺ) فرما دیجئے اے لوگو، بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، وہ اللہ جس کے لئے آسمان وزمین کی بادشاہی ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے، وہی زندہ کرتا اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔۔۔"

مَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّـهِ ۚ ﴿نساء: 64﴾

"نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے"

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿نساء: 170﴾

"اے لوگو، بے شک آگیا ہے تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے، پس ایمان لاؤ، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، اور اگر تم انکار کرو تو بے شک جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے"

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّـهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّـهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا- أُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ ﴿نساء: 150-151﴾

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے بعض رسولوں پر اور ہم انکار کرتے ہیں بعض رسولوں کا اور وہ چاہتے ہیں کہ کفر و ایمان کے

درمیان کوئی راہ اختیار کرلیں، یہ لوگ پکے کافر ہیں"

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّـهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿احزاب: 36﴾

"نہ کسی مؤمن مرد کو اور نہ مؤمن عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ فرمادے تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملے میں، اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا"

اس مضمون پر قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی پر ایمان لانا نیز اس کی اتباع کرنا واجب اور اس کا انکار کرنا کفر ہوتا ہے۔ اسی لئے امام غزالی نے کفر اور ایمان کی تعریف یوں مقرر فرمائی:

الکفر: هو تكذيب الرسولﷺ فی شیء مما جاء به- والایمان: تصديقه فی جميع ما جاء به[20]

"کفر کا مطلب رسول اللہ ﷺ کو کسی بھی چیز میں جھٹلانا ہے جو وہ اپنے ساتھ لائے اور ایمان کا مطلب آپ ﷺ کی ہر اس بات میں تصدیق کرنا ہے جو وہ لے کر آئے۔"

معلوم ہوا کہ نبی کی خصوصیت صرف یہ نہیں ہوتی کہ اللہ اس کے ساتھ بذریعہ وحی خطاب کرتے ہیں، بلکہ اس کی خصوصیت لزوم ایمان اور واجب الاتباع ہونا اور اس کی پیش کردہ بات کا انکار کفر ہونا ہے۔ نبی کی اس خصوصیت کو علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں "تکلیف" کہا جاتا ہے، یعنی نبی انسانوں کو حکم الٰہی کا مکلف (پابند) بناتا ہے اور وہ اخروی نجات کے لئے مدار ہوتا ہے۔ تکلیف کی

---

[20] فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ: ص ۲۵

یہ بحث علمائے عقیدہ کی کتب کے اندر اس گروہ کی تردید کے ضمن میں زیر بحث آتی ہے جو بعثت انبیاء کی ضرورت کا انکار اس بنا پر کرتے تھے کہ بذریعہ نبی انسان کو مکلف بنانا غیر ضروری فعل ہے۔[21] اصول تفسیر کے امام علامہ زرکشی رحمہ اللہ (م 1392ء) اس پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے نبوت ورسالت کی تعریف یوں مقرر کرتے ہیں:

النبوة عبارة عن الوحی إلی الشخص علی لسان الملك بتكليف خاص---
لأنها عبارة عن الوحی إلی الشخص علی لسان الملك بتكليف عام[22]

"نبوت اس وحی سے عبارت ہے جو ایک انسان کے لئے فرشتے کی زبان پر، تکلیف (شرعی) خاص کے ساتھ ہوتی ہے ---(رسالت) اس وحی سے عبارت ہے جو ایک انسان کے لئے فرشتے کی زبان پر، تکلیف (شرعی) عام کے ساتھ ہوتی ہے۔"

کیونکہ نبی اور رسول میں فرق کرنے کے معاملے میں اہل علم کے مابین کچھ اختلاف ہوا ہے،[23] اسی

---

[21] ملاحظہ کیجئے: (۱) تمہید الاوائل و تلخیص الدلائل: ص ۱۲۶، (۲) اصول الدین (للبغدادی): ص ۱۵۴، (۳) اصول الدین (للبزدوی): ص۹۵، (۴) الاقتصاد فی الاعتقاد: ص۴۶۶، (۵) التمہید فی اصول الدین: ص ۶۸، (۶) المطالب العالیۃ من العلم الالٰہی: ج۸: ص۷، (۷) شرح المقاصد: ج۵: ص۸

[22] البرھان فی علوم القرآن: ص۱۲۱

[23] نبی و رسول کے فرق پر جو اختلاف ہوا، اس ضمن میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے کا خلاصہ یہاں مفید ہے۔ آپ کے نزدیک نبی و رسول کا فرق اگرچہ کچھ الگ تقسیم پر مبنی ہے تاہم وہ بھی اس مقدمے کو اجاگر کرتا ہے کہ نبوت محض انزال وحی سے عبارت نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ نبی اور رسول دونوں اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں، یعنی دونوں مرسل ہوتے ہیں تاہم نبی وہ شخصیت ہوتی ہے جو ایمان والوں کے مابین اللہ کے احکامات کی تبلیغ فرماتے ہیں جبکہ رسول کی بعثت کفار کی طرف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ رسول کی تکذیب کی جاتی ہے۔ آپ کے نزدیک رسول و نبی کے مابین وجہ تمیز صاحب شریعت ہونا یا نہ ہونا نہیں، رسول کے لئے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ کسی پچھلی شریعت پر عمل پیرا ہو اور اسی کی دعوت دے نیز کفار کو اسی کی طرف دعوت دے۔ اسی طرح نبی بھی کسی

لئے امام برھان الدین اللقانی نبی ورسول کی تعریف کے بیان میں تکلیف کو سب کے نزدیک اتفاقی بنیاد کے طور پر مد نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

النبوة شرعا: فهی ایحاء الله تعالی لانسان ذکر بحکم تکلیفی سواء امر بتبلیغه ام لا کان له شرع مجدد ام لا، کان له نسخ لشرع من قبله او بعضه ام لا، وکذا الرسالة الا فی اشتراط التبلیغ فانه لا بد منه فی مفهومها[24]

"شرعا نبوت سے مراد اللہ تعالی کا کسی مرد انسان پر کسی حکم تکلیفی کو وحی کرنا ہے خواہ وہ تبلیغ کرے یا نہ کرے، اس کے لئے شریعت ہو یا نہ ہو، اس کے لئے پچھلی شریعت کلی طور پر یا جزوی طور پر منسوخ ہو یا نہ ہو۔ اور رسالت بھی یہی ہے، البتہ اس میں تبلیغ کی شرط شامل ہے کیونکہ یہ لازمی طور پر اس کے مفہوم ہی میں شامل ہے"

درج بالا تعریف میں جو بات کہی گئی وہ نہایت اہم ہے کہ نبی ہو یا رسول دونوں تکلیف کو لازم کرتے ہیں، یعنی تکلیف ان دونوں کا بنیادی عنصر ہے اگرچہ نبی اپنی ذات میں صاحب شریعت نہ بھی ہو۔ درج بالا تعریف دراصل علمائے عقیدہ کی تمام بحثوں کے مابین اختلافات کو مد نظر رکھتے

پچھلی شریعت پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، تاہم وہ فریضہ تبلیغ اہل ایمان کے مابین سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالی ان پر بذریعہ وحی شریعت کے مخصوص احکام وحی فرماتے ہیں۔ نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ بھی اس بنیادی اصول پر دیگر علماء سے متفق ہیں کہ نبی ورسول ہر دو کے لئے بعثت و تشریع کے خصائص شامل ہیں۔ گویا شیخ ابن تیمیہ اور دیگر علمائے عقیدہ کے مابین اختلاف اصول کا نہیں بلکہ اس کے اطلاق کا ہے۔ دونوں کے مابین یہ بات مشترک ہے کہ نبی ورسول دونوں کی بعثت ہوتی ہے مگر فرق کی جہت میں اختلاف ہے۔ متکلمین کے نزدیک فرق کی جہت صاحب شریعت ہونا یا نہ ہونا ہے جبکہ شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک یہ فرق مخاطبین کی نوعیت سے متعلق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کے متعلقہ حوالہ جات باب نمبر ۹ اور ۱۱ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

[24] عمدة المرید شرح جوھرة التوحید: ج ۱: ص ۹۰۰

ہوئے کی گئی ہے۔[25] اس کے بر عکس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م 1762ء) رحمہ اللہ ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے نبی کی تعریف مقرر کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

"نبی وہ شخص ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی مخلوق کے لئے شریعت کے احکام پہنچانے والا بنا کر اور ان پر اس کی نبوت کے اقرار اور اس کی اطاعت کو لازم قرار دے کر مبعوث کرتا ہے۔"[26]

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ امام برہان الدین اللقانی کی تعریف ہو یا شاہ ولی اللہ کی مقرر کردہ تعریف، دونوں کے مابین "تکلیف" مشترک صفت ہے۔ چنانچہ اہل علم کے مابین رسول اور نبی کا فرق بیان کرنے کے جو بھی اختلافات رہے ہوں، اس بارے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اصطلاحاً نبوت وحی الٰہی کی بنیاد پر مکلف ٹھہرانے سے عبارت ہے۔
اگر لفظ نبی سے یہ تمام شرعی تصورات یعنی تکلیف، تشریع و تبلیغ منہا کر کے کسی کو لغوی طور پر نبی یا رسول کہہ دیا جائے تو ایسا کہنے سے وہ شرعاً نبی نہیں ہو جاتا۔ عقیدے میں استعمال ہونے والے الفاظ لغوی نہیں بلکہ شرعی اصطلاحات ہیں۔ اس بات کو حدیث کی ان دو مثالوں سے بھی سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

---

[25] اس تعریف میں "تبلیغ کرے یا نہ کرے" کے الفاظ اس لئے آئے ہیں کیونکہ بعض اہل علم کے نزدیک ہر نبی پر تبلیغ لازم نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض ایسے انبیاء بھی ہیں جن پر ان کی ذاتی حیثیت میں انفرادی احکامات بھی نازل ہوا کرتے تھے جن کی تبلیغ کا انہیں حکم نہیں ہوتا تھا۔ یہ رائے ان اہل علم کی بھی ہے جو خاتون کے نبی ہونے کے قائل ہیں۔ اس رائے کے حاملین کا کہنا ہے کہ جس شخصیت کو تبلیغ شرع کا حکم ہو وہ رسول ہوتا ہے اور جسے تبلیغ کا حکم نہ ہو وہ نبی ہوتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک رسول و نبی کا فرق صاحب شریعت ہونا یا نہ ہونا نہیں بلکہ تبلیغ کرنا اور نہ کرنا ہے۔ اس اعتبار سے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خواتین نبی تو گزری ہیں مگر رسول نہیں۔ چنانچہ امام برہان الدین نے ان کی رائے کو بھی اپنی تعریف میں مد نظر رکھا ہے۔

[26] التفہیمات الالھیۃ، رسائل امام شاہ ولی اللہ: ج۸ (۲): ص ۳۰

جب ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کذاب کے سفیر کی حیثیت سے اس کا خط لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت سے متعلق خط کو پڑھنے کے بعد فرمایا: فَمَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا یعنی تم دونوں اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ گویا کہ دعویٰ نبوت کرنے والے کی تصدیق یا تردید کی بابت سوال کیا گیا۔ انہوں نے جواب میں کہا: نَقُولُ كَمَا قَالَ یعنی جو مسیلمہ نے کہا ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: وَاللهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا[27] یعنی "اللہ کی قسم اگر سفیروں کو قتل نہ کیا جاتا ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن قلم کر دیتا۔" اس حدیث میں 'رسل' کا لفظ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن نواحہ اور ابن اثال کے لیے استعمال فرمایا جنہیں اپنا پیامبر بنا کر مسیلمہ کذاب نے بھیجا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ حضرت حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ نماز فجر میں ایک مسجد کے قریب سے گزرے۔ بوقت نماز جماعت میں شامل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ بنو حنیفہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مسلیمہ کذاب کے کلام کو نماز میں پڑھ رہے ہیں۔ ان کی نشاندہی پر انہیں گرفتار کیا گیا۔ ان میں سے ابن نواحہ کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا اور فرمایا:

> سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ[28]
>
> "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تو سفیر نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا آج تو سفیر نہیں ہے"

---

[27] مسند امام احمد بن حنبل: ج ۲۵: ص ۳۶۶: رقم الحدیث ۱۵۹۸۹

[28] سنن ابی داؤد: ص ۴۴۲: رقم الحدیث ۲۷۶۲

ان مثالوں میں لفظ رسول یا رسل لغوی اعتبار سے پیامبر یا سفیر کے معنی میں آیا ہے اور یقیناً لفظ رسول کے اس لغوی استعمال پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہر فن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جنہیں اس فن کے ماہرین اپنی باہمی گفتگو کے دوران مخصوص مفاہیم کی منتقلی کے لئے وضع کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات اور ان کے مفاہیم کو اسی تناظر میں دیکھنا ضروری ہوتا ہے جیسے علم حدیث میں حدیث کی ایک قسم 'منکر' بھی ہے۔ اب کوئی محض یہ اصطلاح سن کر کسی محدث کو 'منکر حدیث کہے' تو اسے نادانی ہی کہا جا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ حقائق کا تعلق الفاظ کے ساتھ جڑے تصورات یعنی ان سے مراد لئے جانے والے مفاہیم سے ہوتا ہے۔ مزید دقیق انداز میں کہا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ الفاظ کے ساتھ جو مفاہیم وابستہ ہوتے ہیں ان کا انحصار اس پر ہے کہ آپ اس پر کیا احکامات لاگو کرتے ہیں۔ فرض، واجب، سنت، مستحب یہ سب احکامات ہیں جو بطور نماز ادا کئے جانے والے یکساں قسم کی حرکات و سکنات پر بولے جاتے ہیں اور ان احکامات کے تبدیل ہونے سے عین انہی حرکات و سکنات کا مفہوم و حکم بدل جاتا ہے۔ یعنی ایک ہی نوع کی دو رکعت نماز کبھی فرض ہوتی ہے تو کبھی واجب، کبھی سنت تو کبھی نفل۔ اسی طرح لفظ رب کے ساتھ اگر وہ احکامات لازم نہ کئے جائیں جو شرعاً رب کے مفہوم میں شامل ہیں تو کسی کے لئے لفظ رب بول کر بھی شرک لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اگر لفظ نبی یا رسول ادا کر کے وہ تصورات یا احکامات مراد نہ لئے جائیں جو لفظ نبی یا رسول سے شرعاً مراد ہوتے ہیں تو کسی کو رسول کہہ دینے سے وہ شرعاً رسول نہیں ہو جاتا۔ اس کے برعکس اگر ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ بول کر احکامات وہی مراد لئے جائیں جو پہلے لفظ کے ساتھ شرعاً مراد تھے، تو بھی محض لفظ بدل دینے سے نفس حقیقت میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو گی۔ مثلاً کوئی شخص کسی کو ولی یا مجتہد کہہ کر اس کے لئے وہ تمام احکامات ثابت کرے جو لفظ نبی میں شرعاً مراد ہوتے ہیں تو محض لفظ بدل دینے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی اور یہی کہا جائے گا کہ اس شخص کے لئے شرعاً نبوت ہی کا دعوی کیا گیا ہے، اگرچہ لفظ ولی یا مجتہد بولا جا رہا ہے۔

تناظر او جھل ہو جائے تو بحث طویل ہو جاتی ہے

دوسری بات یہ سمجھئے کہ اہل سنت کے نزدیک نبی یا وحی جیسے الفاظ سے عام طور پر جو شرعی مفاہیم مراد لئے جاتے ہے اور جن کے بعد یہ الفاظ گویا عقیدے کی اصطلاحات بن گئے ہیں، یہ اصطلاحات بہت محنت کے بعد ان نپے تلے الفاظ میں ڈھلی ہیں اور اس محنت کے بعد انہیں عقیدے کی متعدد کتب میں بیان کر دیا گیا ہے (جیسے عقیدہ طحاویہ، عقائد نسفیہ یا عقیدہ واسطیہ وغیرہ)۔ مدارس میں عقیدہ سکھانے کے لئے انہی کتب کو پڑھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن و سنت کے بجائے اپنے اسلاف سے عقیدہ لیا جارہا ہے تو یہ سطحی بات ہو گی کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ ان کتب میں درج ایک ایک لفظ سینکڑوں ذہنوں کی قرآن و سنت پر محنت کا عکاس ہے۔ اب اگر کوئی اہل سنت کے اس تعبیری تناظر سے ہٹ کر قرآن و سنت سے عقائد پیش کرنے لگے تو اس کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے اسے ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔

عقیدے کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایمان اقرار باللسان (زبان سے اقرار کرنے) اور تصدیق بالقلب (دل سے تصدیق کرنے) کا نام ہے۔ ایمان کا یہ مفہوم بڑی محنت سے وضع ہوا ہے جس کے پس منظر میں خوارج، معتزلہ اور مرجئہ جیسے گروہوں کے ساتھ اہل سنت کی طویل بحثیں ہیں۔ فرض کریں ایک شخص فرضیت حج کے تناظر میں نازل ہونے والی قرآن کی آیت وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ یعنی "جو کفر کرے تو (وہ جان لے کہ) اللہ عالمین سے غنی ہے" ﴿آل عمران: 97﴾ یا اس مفہوم کی احادیث کہ "وہ مومن نہیں جو فلاں کام کرے" انہیں پیش کر کے کہنا شروع کر دے کہ اہل سنت قرآن و حدیث کی واضح باتوں کو نہیں مانتے، دیکھو اللہ کی کتاب اور اس کا رسول ﷺ تو کہہ رہے ہیں کہ فلاں عمل کرنے والا شخص کفر کرتا ہے نیز ایسا شخص مومن نہیں لیکن یہ لوگ کہتے ہیں وہ بھی مومن ہوتا ہے۔ اس شخص کو بات سمجھانے کے لئے آپ کو جو محنت کرنا پڑے گی وہ کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کیونکہ ایسے شخص کو چند منٹوں

میں پوری اسلامی تاریخ کا نچوڑ "سمجھانا" ممکن نہیں۔ پس یہ دوسری بات ہوئی کہ ان شرعی اصطلاحات کے معانی ایک علمی روایت پر مبنی تعبیر نصوص کے مرہون منت ہیں، اگر وہ تعبیر کسی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہو جائے تو بسا اوقات معمولی بات سمجھانے کے لئے بھی طویل گفتگو کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ یہی وہ وجہ ہے کہ اس کتاب میں شیخ ابن عربی کی بحث سمجھانے کے لئے طوالت اختیار کرنا پڑی۔

وحی کا مفہوم: حقیقت نبوت پر علمائے عقیدہ کا طریقہ بحث

تیسری بات یہ کہ اس محنت شاقہ کے نتیجے میں لفظ نبی یا وحی کے جو اصطلاحی مفاہیم مقرر ہوئے ہیں وہ چند مخصوص تصورات کے بیان کے لئے اختیار کردہ ایک تعبیری کاوش ہے جس کا مقصد تصورات کو لگے بندھے الفاظ میں بیان کرنا ہوتا ہے۔ یہ اصطلاحات ان معنی میں دین نہیں کہ ان کے سوا کسی دوسری قریب المعنی اصطلاح کے ذریعے ان اصطلاحی مفاہیم کو بیان کرنا ممنوع ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہوں۔ کسی بظاہر نئی اصطلاح کی شرعی صحت کو جانچنے کے لئے ہم اسے ان اصطلاحات کے معانی پر پیش کریں گے جنہیں ہم معیاری مفاہیم سمجھتے ہیں، وہ نیا مفہوم یا اصطلاح اگر ان مفاہیم پر پورا اترے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ قرآن و سنت کے اس معیار کو پہنچ چکا جو اصلاً مطلوب تھا، اس کے بعد اگر کوئی لفظی یا اصطلاحی نزاع ہے تو اس کی بنیاد پر کسی کو قطعاً کافر، بدعتی یا گمراہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ نزاع اجتہادی اختلاف کے باب کی چیز بن جاتا ہے۔

حقیقت نبوت کی بحث کے ساتھ اس تیسرے مقدمے کے تعلق کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید میں لفظ "وحی" کا مطالعہ سود مند ہو گا جس سے اسلامی تاریخ میں اہل سنت کے ہاں حقیقت نبوت پر ہونے والی بحث کی نوعیت سمجھنے میں مدد ملے گی۔ قرآن مجید میں لفظ وحی انبیاء اور غیر انبیاء دونوں کے لئے متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ آیئے چند اہم آیات کا مطالعہ کرتے ہیں:

- اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ کسی بشر سے تین طریقوں سے کلام کرتا ہے: یا وحی کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے کلام کرنا اور یا اس کی طرف کوئی فرشتہ پیغام رساں بنا کر بھیجا جاتا ہے جو اسے اللہ کا پیغام پہنچا دیتا ہے: مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّـهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ﴿شوری: ۵۱﴾
- آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ ہم نے آپ پر اسی طرح وحی نازل کی ہے جیسے آپ سے قبل دیگر انبیاء پر نازل کی: إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ﴿نساء: ۱۶۳﴾
- اللہ تعالی نے حضرت موسی کی والدہ کی طرف بھی وحی کی: إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿طه: ۳۸﴾ "جب ہم نے تیری ماں کو وحی کی جو وحی کرنا تھا"
- حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرف بھی وحی کی گئی اور ان کے دلوں میں ایمان لانے کا خیال وحی کیا گیا: وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ﴿المائدة: ۱۱۱﴾ "اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، وہ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں"۔
- زمین قیامت کے دن اپنی خبریں خود سنائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین کی طرف وحی فرماتا ہے: بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿الزلزلة: ۵﴾ "اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے وحی کی"
- اللہ آسمانوں پر بھی ان کے امور وحی فرماتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ﴿فصلت: ۱۲﴾ "اور ہر آسمان میں اسی کے کام کی وحی کی"

- اللہ رب کریم شہد کی مکھی کی طرف بھی وحی فرماتے ہیں اور اسے حکم بھی دیا جاتا ہے: وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿النحل: ٦٨﴾ "اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں"
- قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف وحی کرتے ہوئے انہیں اللہ کی تسبیح کرنے کا کہا: فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿ مریم: ١١﴾ "پھر زکریا علیہ السلام حجرہ (عبادت) سے نکل کر اپنے لوگوں کے پاس آئے تو ان کی طرف وحی کی کہ تم صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کرو"
- اسی طرح قرآن میں بیان ہوا کہ شیاطین بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں: وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ ﴿الانعام: ١٢١﴾
- قرآن مجید میں حضرت مریم کے بارے میں آتا ہے کہ ان پر فرشتہ ظاہر ہوا جس نے انہیں کہا کہ اللہ نے ایک مقصد کے لئے آپ کا انتخاب کر لیا ہے نیز انہیں کہا کہ آپ رکوع و سجود کے ساتھ اللہ کی ہو کر فرائض بندگی ادا کریں: قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ- يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿نساء: 42-43﴾

یہ آیات وہ مواد (data) یعنی نظائر فراہم کرتی ہیں جنہیں مد نظر رکھتے ہوئے علمائے لغت اور علوم قرآن کے ماہرین نے قرآن مجید میں لفظ وحی کے مختلف استعمالات و معانی کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ائمہ لغت، ماہرین علوم القرآن، شارحین حدیث اور مفسرین قرآن نے لفظ وحی پر کس طرح بحث کی ہے نیز اس کا نبوت کے درج بالا مفہوم کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔

عربی لغت کے ماہر امام راغب اصفہانی (م 1108ء) لفظ وحی کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی اصل الإشارۃ السّریعۃ یعنی جلدی سے اشارہ کرنا ہے۔ عربی زبان میں رمز یہ یعنی اشاری کلام کو وَحْيٌ کہتے ہیں۔ بعض اوقات یہ اشارہ آواز سے اور کبھی جسم کے اعضاء یا کتابت سے بھی ہوتا ہے۔ امام اصفہانی کے مطابق قرآن مجید میں حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف آیت مقدسہ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرابِ فَأَوْحی إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا میں "اوحی" سے مراد اسی قسم کا اشارہ ہے جس کے ذریعے حضرت زکریا نے اپنی قوم کو اللہ کی تسبیح کی تلقین کی۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیت وَإِنَّ الشَّياطِينَ لَيُوحُونَ إِلى أَوْلِيائِهِمْ میں وحی سے مراد وسوسہ ہے جس کی طرف قرآن مجید میں مِنْ شَرِّ الْوَسْواسِ الْخَنَّاسِ کے کلمات سے بھی اشارہ کیا گیا۔ آپ انبیاء اور اولیا کی طرف وحی کے بارے میں فرماتے ہیں: ويقال للكلمة الإلهيّة التي تلقى إلى أنبيائه وأوليائه: وحي یعنی اللہ کے کلمات جو انبیاء اور اولیاء پر القاء کئے جاتے ہیں انہیں وحی کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن مجید میں آیت وَما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْياً کے تحت وحی کی درج ذیل صورتیں بیان کرتے ہیں:

- پہلی صورت یہ ہے کہ فرشتے کا مشاہدہ ہو اور اس کے کلام کو سنے، جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نبی ﷺ کو ایک مخصوص صورت میں پیش ہو کر اللہ کی وحی پہنچانا۔
- دوسری صورت یہ ہے کہ بغیر مشاہدے کے اللہ کے کلام کو سنا جائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا۔
- تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ نبی کے قلب میں کوئی بات ڈال دے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "روح القدس نے میرے دل میں القا کیا"۔
- چوتھی صورت الہام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف

وحی کی: وَأَوْحَيْنا إِلى أُمِّ مُوسى أَنْ أَرْضِعِيهِ۔

- پانچویں صورت تسخیر کے معنی میں ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَأَوْحى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ یعنی اللہ نے شہد کی مکھی کو مسخر کیا۔
- چھٹی صورت خواب کی صورت مبشرات کا ظاہر ہونا ہے۔

ان صورتوں کو بیان کرنے کے بعد آپ کہتے ہیں کہ الہام، تسخیر اور خواب کے معنی پر قرآنی آیت کا حصہ إِلَّا وَحْياً دلالت کرتا ہے جبکہ کلام کو سننے کے معنی پر کلمات أَوْ مِنْ وَراءِ حِجابٍ سے استدلال ہوتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کا شخصی صورت میں احکامات کو پہنچانا وحی کی وہ صورت ہے جسے قرآن نے أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس بحث کا خلاصہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: فهذا الوحي هو عامّ في جميع أنواعه یعنی لفظ وحی ان تمام اقسام پر مشتمل ہے۔[29]

امام راغب کی اس بحث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں لفظ وحی مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جس میں انبیاء کے علاوہ دیگر مخلوقات کی طرف ہونے والی وحی بھی شامل ہے۔ عربی لغت کے ایک اور ماہر امام مجد الدین فیروز آبادی (م1414ء) لفظ وحی کے معنی یوں بیان کرتے ہیں:

الوَحْيُ الإِشارةُ، والكِتابَةُ، والمَكْتُوبُ، والرِّسالَةُ، والإِلْهامُ، والكَلامُ الخَفِيُّ، وكُلُّ ما أَلْقَيْتَهُ إلى غَيْرِكَ[30]

"وحی کا مطلب ہے اشارہ، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، الہام، خفیہ کلام اور ہر ایسی بات جسے تم کسی دوسرے کی طرف القا کرو۔"

---

[29] المفردات فی غریب القرآن: ص ۸۰۸

[30] القاموس المحیط: ص ۱۳۴۸

اس سے بھی یہ بات مؤکد ہوئی کہ لفظ وحی نبوت و رسالت کے علاوہ اشارے، الہام، لکھی ہوئی شے، خفیہ کلام، کسی بات کے القا کر دیئے جانے وغیرہ کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح امام ابن منظور الافریقی (م 1311ء) اس کے معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الوَحْيُ الإِشارة والكتابة والرِّسالة والإِلْهام والكلام الخَفِيُّ وكلُّ ما أَلقيته إِلى غيرك يقال وَحَيْتُ إِليه الكلامَ وأَوْحَيْتُ ووَحَى وَحْياً وأَوْحَى أَيضاً أَي كتب[31]

"وحی کا مطلب ہے اشارہ، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، الہام، خفیہ کلام اور ہر ایسی بات جسے تم کسی دوسرے کی طرف القا کرو۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اس کی طرف کلام وحی کیا۔ اور میں نے اس کی طرف وحی کی، اس نے وحی کی یعنی اس نے لکھا۔"

ان ائمہ لغت کے حوالہ جات سے یہ معلوم ہوا کہ لفظ وحی کو غیر انبیاء کے لئے اشارہ، الہام، تسخیر، قول و خواب وغیرہ کے معانی میں استعمال کرنا قطعاً گمراہی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی اس لفظ کے قرآنی استعمالات ہی ہیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہر وہ شے جس کی طرف وحی ہو، وہ نبی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے عقیدہ نے نبی کی تعریف کرتے ہوئے صرف وحی کو خاصیت نبی قرار نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ تکلیف، تشریع و تبلیغ جیسی صفات کا ذکر کرنا ضروری سمجھا جیسا کہ اوپر دیئے گئے حوالہ جات سے واضح ہوا۔ امام فخر الدین رازی یہی بات سمجھاتے ہوئے کہ وحی کا تعلق صرف انبیاء کے ساتھ نہیں کہتے ہیں:

اعْلَمْ أَنَّ الْوَحْيَ قَدْ وَرَدَ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْياً [الشُّورَى: 51] وَفِي حَقِّ الْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا قَالَ تَعَالَى: وَإِذْ أَوْحَيْتُ

---

[31] لسان العرب: ج۹: ص ۲۴۳

إِلَى الْحَوارِيِّينَ [الْمَائِدَةِ: 111] وَبِمَعْنَى الْإِلْهَامِ فِي حَقِّ الْبَشَرِ قَالَ تَعَالَى: وَأَوْحَيْنا إِلى أُمِّ مُوسى [الْقَصَصِ: 7] وَفِي حَقِّ سَائِرِ الْحَيَوَانَاتِ كَمَا فِي قَوْلِهِ: وَأَوْحى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هَذِهِ الْأَقْسَامِ مَعْنًى خَاصٌّ [32]

"جان لو بے شک وحی انبیاء کے حق میں وارد ہوئی جیسا کہ اللہ کا قول ہے: ("کسی بشر کی شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے سوائے وحی کے ") اور اولیاء کے لئے بھی جیسے اللہ نے فرمایا("اور وحی کی میں نے حواریوں کی طرف ") اور الہام کے معنی میں انسان کے لئے بھی جیسے اللہ نے فرمایا("ہم نے وحی کی موسی علیہ السلام کی والدہ کی طرف ") اور تمام حیوانات کے حق میں بھی جیسے اس کے قول میں ہے ("اور شہد کی مکھی کی طرف وحی کی اس کے رب نے ")۔ ان تمام اقسام میں سے ہر ایک قسم کے لیے خاص معنی ہیں"

وحی کے یہ مختلف و خاص معانی کیا کیا ہیں، ان کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا۔ ان سب معانی کی تفصیلات میں جانا ہمارا موضوع نہیں، یہاں یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ علمائے اہل سنت عقائد کی تشریح کی خاطر درج بالا آیات میں لفظ وحی کے استعمالات کو عام طور پر دو اقسام میں تقسیم کر دیتے ہیں:

(1) وہ وحی جس کا تعلق انبیاء کے ساتھ ہے اور جس میں تشریع، تبلیغ و تکلیف جیسی صفات کا مفہوم شامل ہوتا ہے، یہ لفظ وحی کا اصطلاحی مفہوم قرار پاتا ہے اور اسے "خاص وحی "کہا جا سکتا ہے

(2) لفظ وحی کے دیگر استعمالات کو وحی کے اصطلاحی معنی سے خلط ملط ہونے سے بچانے کے لئے دیگر الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جیسے الہام اور قول وغیرہ۔ اسے گویا "عام وحی "کہا جا سکتا ہے۔

امام مقاتل بن سلیمان (م 767ء) اپنی کتاب "الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم" میں لفظ وحی کے

---

[32] تفسیر کبیر: ج ۲۰: ص ۲۳۶

استعمالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے:[33]

1۔ وہ وحی جو جبرائیل علیہ السلام اللہ کے نبیوں پر نازل فرماتے ہیں، جیسے قران مجید

2۔ وحی بمعنی الہام، جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کے حوارین کی طرف وحی کیا جانا

3۔ وحی بمعنی تحریری اشارہ، جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کا اشارہ کرنا

4۔ وحی بمعنی امر، جیسے اللہ کا آسمان کی طرف وحی کرنا

5۔ وحی بمعنی قول، جیسے زمین کی طرف اللہ کی وحی یعنی قول فرمانا

اس تقسیم سے بھی یہ معلوم ہوا کہ لفظ وحی قرآن مجید کے اندر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ البتہ یہ بات نوٹ کی جانی چاہئے کہ امام مقاتل نے صرف اول الذکر ایک قسم کی وحی کو انبیاء کے ساتھ خاص کرتے ہوئے اسے وحی کہا ہے جبکہ دیگر چار کے لئے وہ متبادل الفاظ (الہام، اشارہ، امر و قول) لائے ہیں۔ اسی طرح علوم القرآن میں علم الوجوہ کے ماہر امام دامغانی (م 478ھ) بھی قرآن مجید میں لفظ وحی کے استعمال کو (1) رسالت، (2) الہام فی القلب، (3) تحریری اشارے، (4) امر اور (5) قول کے پانچ معانی میں تقسیم کرتے ہیں۔[34] دیکھا جاسکتا ہے کہ ان کے ہاں بھی صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص اصطلاحی وحی کو وحی کہا گیا ہے جبکہ دیگر چار کو وہ اس سے الگ کر دیتے ہیں۔ شارح صحیح بخاری حافظ بدر الدین عینی (م1450ء) لفظ وحی کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

الْوَحي أَيْضا الْإِشَارَة وَالْكِتَابَة والرسالة والإلهام وَالْكَلَام الْخَفي وكل مَا أَلقيته إِلَى غَيْرك يُقَال وحيت إِلَيْهِ الْكَلَام وأوحيت --- وَفِي اصْطِلَاح الشَّرِيعَة هُوَ كَلَام الله الْمنزل على نَبِي من أنبيائه وَالرَّسُول[35]

---

[33] الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم: ص ٦٠

[34] الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز: ص ۴٦٩

[35] عمدۃ القاری: ج ١: ص ١۴

"وحی کا مطلب ہے اشارہ، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، الہام، خفیہ کلام اور ہر ایسی بات جسے تم کسی دوسرے کی طرف القا کرو۔۔۔ جبکہ شریعت کی اصطلاح میں (وحی) وہ کلام اللہ ہے جو انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔"

آپ قرآنی آیت إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ ﴿النساء: ١٦٣﴾ کی شرح میں لکھتے ہیں:

هُوَ كَونه وَحي رِسَالَة لَا وَحي إلهام لِأَن الْوَحْي يَنْقَسِم على وُجُوه وَالْمعْنَى أَوْحَينَا إِلَيْك وَحي رِسَالَة كَمَا أَوْحَينَا إِلَى الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام وَحي رِسَالَة لَا وَحي إلهام[36]

"یہ 'وحی رسالت' ہے نہ کہ 'وحی الہام' کیونکہ مختلف اعتبار سے وحی کی اقسام و معنی ہیں، تو معنی یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کی طرف وحی رسالت کی، جیسے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی رسالت کی گئی نہ کہ وحی الہام"

یہی بات شارح بخاری علامہ ابن بطال (م1055ء) لکھتے ہیں:

معنى هذه الآية أن الله تعالى أوحى إلى محمد، عليه الصلاة والسلام، كما أوحى إلى سائر الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام، قبله وحى رسَالةٍ، لا وحى إلهام، لأن الوحى ينقسم على وجوه [37]

"اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بے شک اللہ تعالی نے وحی کی محمد ﷺ کی طرف جیسے

---

[36] عمدۃ القاری: ج ا: ص ١٦

[37] شرح صحیح بخاری لابن بطال: ص ٣١

آپ ﷺ سے قبل دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی رسالت کی گئی نہ کہ وحی الہام کیونکہ مختلف اعتبار سے وحی کی مختلف اقسام ہیں"

اسی طرح شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی (م1449ء) کہتے ہیں:

الْوَحْيُ لُغَةً الْإِعْلَامُ فِي خَفَاءٍ وَالْوَحْيُ أَيْضًا الْكِتَابَةُ وَالْمَكْتُوبُ وَالْبَعْثُ وَالْإِلْهَامُ وَالْأَمْرُ وَالْإِيمَاءُ وَالْإِشَارَةُ--وَشَرْعًا الْإِعْلَامُ بِالشَّرْعِ[38]

"وحی لغت میں خفیہ طور پر خبر دینے کو کہتے ہیں۔ وحی لکھنے اور لکھی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ وحی بعثت، الہام، امر، اشارہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔۔۔ شرعی اصطلاح میں وحی (اللہ کی طرف سے) شرع کا علم دینے کو کہا جاتا ہے"

یعنی انبیاء پر نازل ہونے والی وحی کا اصطلاحی مفہوم اس لفظ کے دیگر مفاہیم سے کچھ زیادہ و الگ ہے۔ مفسرین قرآن اسی تقسیم کا لحاظ رکھتے ہوئے قرانی آیات میں درج لفظ وحی کے معنی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً علم عقیدہ کے ایک بہت بڑے امام و مفسر قرآن امام ابو منصور ماتریدی (م 944ء) آیت وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قوله تعالى - (وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى) ونحوه، أنه وحي إلهام وقذف لا وحي إرسال[39]

"اللہ کا قول ("ہم نے وحی کی موسی علیہ السلام کی والدہ کی طرف") اور اسی کی مثل، یہ وحی الہام اور (دل میں کچھ) ڈال دینے کے معنی میں ہے اور یہ وحی رسالت نہیں۔"

---

[38] فتح الباری شرح صحیح بخاری: جلد ۱: ص ۱۱

[39] تاویلات اہل السنۃ: ج ۳: ص ۶۴۹

الغرض انبیاء کی طرف کی جانے والی وحی کو "وحی" جبکہ غیر انبیاء کی طرف کی جانے والی وحی کو الہام وغیرہ پر محمول کرنے کی مزید مثالیں دیگر مفسرین کرام کے ہاں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔[40] علمائے اہل سنت کی طرف سے لفظ وحی کو ایک "خاص اصطلاحی معنی" میں محدود کرنا نیز دیگر استعمالات کی تشریح کے لئے الگ الفاظ استعمال کرنے کا مقصد ہرگز بھی یہ کہنا نہیں ہوتا کہ ان دیگر معانی والی وحی دراصل وحی ہے ہی نہیں بلکہ یہ تقسیم عقیدے کی وضاحت کے لئے اختیار کی گئی تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ چنانچہ جب وہ وحی کے ایک مخصوص معنی کو شریعت کی اصطلاح کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نصوص میں یہ لفظ کسی دوسرے معنی میں آیا ہی نہیں کیونکہ متعدد آیات میں لفظ وحی ان کے اصطلاحی معنی کے سوا دیگر معانی میں آیا ہے۔ ان کا مقصود وہ خاص تصور بیان کرنا ہوتا ہے جس کے ساتھ شریعت نے مخصوص احکامات جوڑے ہیں اور اسے وہ عقیدے کی اصطلاح کہتے ہیں۔ ان اصطلاحی معنی کا مقرر کیا جانا ایک اجتہادی و تعبیری کاوش تھی جو بلاشبہ اہمیت کی حامل ہے۔

اس بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے درج ذیل آیات پر غور کیجئے جہاں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے نیز انہیں تسبیح کا یہ شعور اللہ تعالی کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے:

يُسَبِّحُ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴿الجمعه: 1﴾

"اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا"

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ

---

[40] مثلاً دیکھئے تفسیر کبیر: ج ۸: ص ۲۱۷، ج ۱۱: ص ۲۶۶، ج ۱۸: ص ۴۲۸ نیز تفسیر قرطبی: ج ۱۱: ص ۵۲ نیز تفسیر بیضاوی: ج ۴: ص ۲۷۱ نیز تفسیر ابن کثیر: ج ۳: ص ۲۰۱

بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ﴿الإسراء: ٤٤﴾

’’ ساتوں آسمان اور زمین اور وہ سارے موجودات جو ان میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور (جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح (کی کیفیت) کو سمجھتے نہیں ‘‘

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿الإنبياء: 79﴾

’’اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے‘‘

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿ص: 18﴾

’’ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکنے کے وقت‘‘

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ﴿رعد: 13﴾

’’اور رعد اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے‘‘

ان آیات میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ہر شے اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے، اگرچہ ہم ان کی تسبیح سمجھ نہ پائیں۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ ہر شے کو یہ شعور تسبیح وہ خود عطا کرتے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّـهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ﴿النور: 41﴾

’’کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پر پھیلائے ہوئے پرندے، سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح‘‘

ایک مقام پر ذکر ہوا کہ اللہ نے ہر شے کو تخلیق فرمایا اور اسے ہدایت دی۔ اللہ رب کریم فرماتا ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿طه: ٥٠﴾

”کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی“

قران مجید کے مطابق اللہ رب کریم ہر نفس پر تقویٰ و فجور کا الہام فرماتے ہیں۔ سورۃ الشمس میں ارشاد فرمایا:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿الشمس: ٨﴾

”پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کر دی“

ان آیات میں ہر شے کی طرف "ہدایت" نیز انسان پر "الہام کئے جانے" جیسے الفاظ صراحتاً موجود ہیں اور ان کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اس کائنات کی ہر شے اللہ کے ساتھ رابطے میں ہے۔ چنانچہ درج بالا سوال اب کچھ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اللہ کی طرف سے الہام و وحی کے ذریعے نزول اخبار و علم کا معاملہ صرف انسانوں تک خاص نہیں ہے بلکہ یہ تمام مخلوقات پر پھیلا ہوا ہے۔ تو یہ سوال مزید اہم ہو جاتا ہے کہ انبیاء کے ساتھ متصف وحی کی خصوصیت کیا ہے؟

غور کیجئے کہ لفظ وحی قرآن میں انبیاء کے علاوہ دیگر مخلوقات کے لئے بھی استعمال ہوا ہے لیکن علمائے عقیدہ دیگر سب مخلوقات کی طرف کی جانے والی وحی کو صرف انبیاء پر کی جانے والی وحی سے الگ کر رہے ہیں۔ آخر انبیاء کی وحی میں ایسا کونسا مفہوم شامل ہے جو دیگر اقسام وحی میں شامل نہیں؟ اس کا جواب ہے: تشریع، تکلیف و تبلیغ۔ جی ہاں، وہی خصائص جو دراصل خصائص نبوت ہیں۔ اوپر حوالہ جات سے یہ بات واضح کی گئی کہ علمائے عقیدہ کا کہنا ہے کہ نبی وہ شخصیت ہوتی ہے

جس پر اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی یا پیغام دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے نیز اس کی تصدیق کرنا اور اس کی اتباع کرنا لازم ہوتی ہے۔ یوں نبوت سے ان کی مراد ایک "خاص قسم کا خطاب الٰہی" یعنی وحی قرار پاتا ہے اور ان کے نظام فکر میں دیگر تمام مخلوقات کی طرف جاری اللہ کا خطاب، نزول اخبار اور وحی حقیقت نبوت سے باہر نکل جاتے ہیں۔ یہ تفریق ان کے نظام فکر اور اصطلاح میں نبی اور غیر نبی میں خط امتیاز کھینچ دیتی ہے۔ اس اصطلاحی امتیاز کو بر قرار رکھنے کے لئے ہر اس نزول وحی کو وہ حقیقت نبوت والے اصطلاحی معنی کے بجائے دیگر معنی میں مراد لیتے ہیں جو اس اصطلاح کے مطابق انبیاء کے بجائے غیر انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ علمائے عقیدہ اگرچہ اولیاء کے لئے اللہ کی طرف سے کسی بات کے القاء کر دیئے جانے کے قائل ہیں لیکن اصطلاحی فرق کو بر قرار رکھنے کے لئے ان پر القاء شدہ بات کو الہام و کشف وغیرہ کہتے ہیں نہ کہ وحی۔ اس صورت حال کو شکل نمبر 1 میں دکھایا گیا ہے۔ جو یہ بتا رہی ہے کہ علمائے عقیدہ کی اصطلاحات میں وحی انبیاء کے ساتھ خاص ٹھہرتی ہے۔ یعنی جس وحی پر تکلیف، تشریع، بعثت و عصمت جیسے احکامات لاگو ہوتے ہیں، اسے وہ اصطلاحاً "وحی" کہتے ہیں جبکہ دیگر مخلوقات کی طرف ہونے والی وحی کو الہام، امر، تسخیر یا قول وغیرہ کہتے ہیں جن میں وہ احکامات یا مفہومات شامل نہیں جو انبیاء کی وحی کے ساتھ خاص ہیں۔ اس تقسیم کے بعد ایک خاص مفہوم والے خطاب الٰہی (یعنی خاص وحی) سے فیض یاب ہونے والی شخصیت ہی "مقام نبوت" پر فائز ہوتی ہے جبکہ دیگر مخلوقات نبوت کے اس مفہوم سے خارج ہو جاتی ہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف بھی وحی فرماتا ہے۔ چونکہ ان کی اصطلاح میں نبوت کا دائرہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی اصطلاح میں وہ لفظ وحی کو "ایک خاص قسم کی وحی" میں محدود کر دیتے ہیں، لہٰذا الہام وصول کرنے والی غیر نبی شخصیت کو وہ "ولی" اور اس کے درجے کو "مقام ولایت" کہتے ہیں۔ یوں "مقام نبوت" اور "مقام ولایت" دو الگ خانوں کے طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں نیز "مقام نبوت" دیگر تمام مقامات سے ممیز ہو جاتا ہے۔

<u>شکل 1: وحی کے معنیٰ کی دوگانہ تقسیم: علمائے رسوم یا عقیدہ کا طریقہ بحث</u>
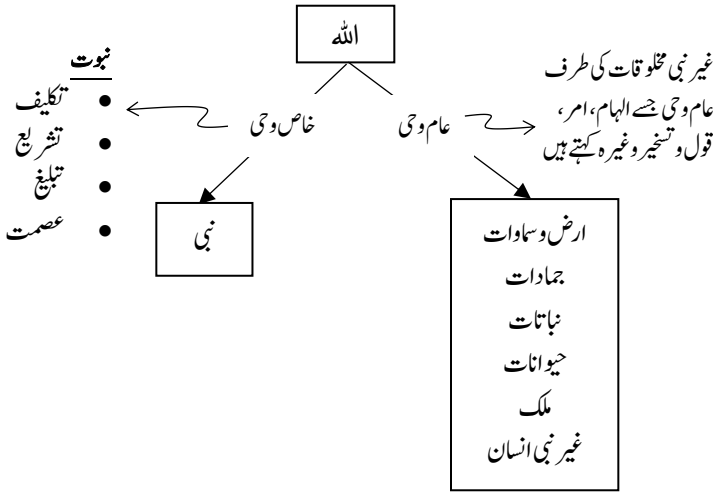
علمائے عقیدہ کی اصطلاحات کو شکل نمبر 2 میں دکھایا گیا ہے۔ یہ شکل ظاہر کر رہی ہے کہ سب سے عمومی دائرہ "مخلوقات" کا دائرہ ہے جس کے اندر ایک خاص مقام یا دائرہ "نبوت" کا ہے جو ان لوگوں سے متعلق ہے جن کے ساتھ ایک خاص مفہوم والا خطاب الٰہی ہوتا ہے۔ یوں بڑے دائرے کا سفید حصہ الہام و کشف وغیرہ کا دائرہ ٹھہرتا ہے۔

اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ جن حقائق و مقامات اور ان کے فرق کو بیان کرنا اصلاً مقصود ہوتا ہے وہ ان اصطلاحی الفاظ "نبی" اور "ولی" سے ادا ہو جاتے ہیں اور سننے والے کو کوئی التباس نہیں ہوتا۔ بیان حقیقت و فروق کے لئے جب یہ اصطلاحات اختیار کر لی جاتی ہیں تو اس کے بعد ہر وہ آیت اور حدیث جو ان اصطلاحی مفاہیم کے بظاہر خلاف معلوم ہو رہی ہو، اس کی ایسی تشریح کی جاتی ہے کہ اصطلاحی معنی خلط ملط نہ ہو جائیں۔ اس کی مثالیں اوپر بیان کردہ ان آیات اور احادیث کی صورت میں بیان ہو چکیں جن میں لفظ "رسول" اور "وحی" غیر انبیاء کے لئے بھی لایا گیا ہے۔

شکل نمبر 2: نبوت و غیر نبوت میں علمائے عقیدہ کا طریقہ تقسیم
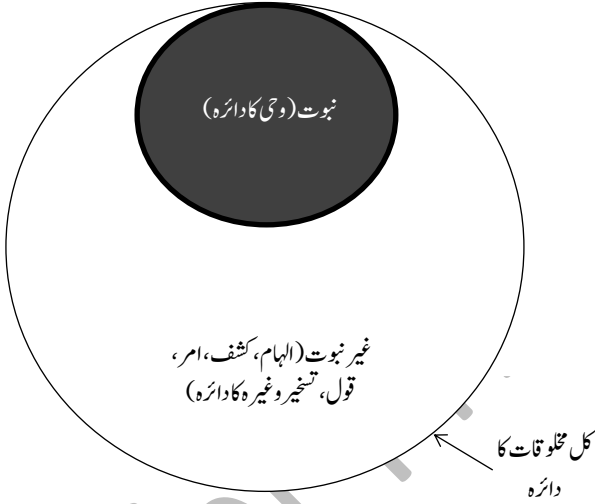
اس کی دوسری مثال کے لئے دو احادیث پر غور کرتے ہیں۔ ختم نبوت سے متعلق حضرت امام مسلم علیہ الرحمۃ ایک حدیث روایت فرماتے ہیں:

يَا أَيّهَا النَّاس إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَات النُّبُوَّة إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَة يَرَاهَا الْمُسْلِم[41]

"اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں ہے سوائے صالح خواب کے جسے ایک مسلمان دیکھتا ہے۔"

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

---

41 صحیح مسلم: ص ۱۸۲: رقم الحدیث ۲۰۷

الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنْ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنْ النُّبُوَّةِ[42]

”نیک انسان کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔“

ان احادیث کے الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد مبشرات ورؤیا صالحہ کے باب سے جو باقی بچا ہے وہ بھی حقیقت "نبوت" ہی کا جزو ہے۔ جب نبوت کے درج بالا اصطلاحی معنی کے ساتھ ان احادیث پر غور کیا جائے تو ان کے ظاہری معنی علمائے عقیدہ کی اصطلاح کے مطابق ختم نبوت کے اصطلاحی معنی سے ٹکراتے محسوس ہوتے ہیں کیونکہ احادیث کی رو سے نبوت ختم ہو جانے کے بعد بھی نبوت کے اجزاء باقی ہیں۔ چنانچہ علمائے عقیدہ احادیث کے ان الفاظ کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس کے بعد یہ ان کے بیان کردہ اصطلاحی معنی کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں اور نصوص کا ظاہری ٹکراؤ جاتا رہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اسی سوال کے پیش نظر فرماتے ہیں:

وَظَاهِرُ الِاسْتِثْنَاءِ مَعَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ أَنَّ الرُّؤْيَا جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ أَنَّ الرُّؤْيَا نُبُوَّةٌ وَلَيْسَ كَذَلِكَ لِمَا تَقَدَّمَ أَنَّ الْمُرَادَ تَشْبِيهُ أَمْرِ الرُّؤْيَا بِالنُّبُوَّةِ أَوْ لِأَنَّ جُزْءَ الشَّيْءِ لَا يَسْتَلْزِمُ ثُبُوتَ وَصْفِهِ لَهُ كَمَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَافِعًا صَوْتَهُ لَا يُسَمَّى مُؤَذِّنًا وَلَا يُقَالُ إِنَّهُ أَذَّنَ وَإِنْ كَانَتْ جُزْءًا مِنَ الْأَذَانِ[43]

اور حدیث "نبوت میں سے کچھ باقی نہیں سوائے مبشرات کے" (کے مفہوم میں) ظاہری استثناء کے ساتھ جب حدیث "بے شک خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے" (کو پڑھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) رؤیا نبوت ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اس

---

[42] صحیح البخاری: ص۱۲۶۹: رقم الحدیث ۶۹۸۳

[43] فتح الباری: ج ۱۲: ص ۳۷۵

لئے کہ اس سے مراد خواب کے معاملہ کو نبوت سے تشبیہ دینا ہے یا اس لیے کہ کسی شے کا جزو ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس کے وصف کو اس کے لیے ثابت کرے، جیسا کہ جو شخص أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا الله بلند آواز سے کہے تو وہ اس عمل سے مؤذن نہیں بن جاتا اور نہ ہی یہ کہا جائے گا کہ اس نے اذان دی ہے اگرچہ یہ کلمہ شہادت اذان کا جزو ہے۔“

علامہ حجر عسقلانی یہ وضاحت اس لئے فرمارہے ہیں تاکہ نبوت اور وحی کے اصطلاحی مفہوم میں خلط مبحث نہ ہو۔ اسی طرح علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هَل يُقَال لصَاحب الرُّؤْيَا الصَّالِحَة: لَهُ شَيْء من النُّبُوَّة؟ قلت: جُزْء النُّبُوَّة لَيْسَ بنبوة إِذْ جُزْء الشَّيْء غَيره أَو لَا هُوَ وَلَا غَيره فَلَا نبوة لَهُ[44]

"کیا صالح رؤیا کے حامل شخص کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اسے نبوت کا کوئی حصہ ملا؟ جواب یہ ہے کہ نبوت کا جزو نبوت نہیں ہوتا کیونکہ کسی چیز کا جزو یا تو اس کا غیر ہوتا ہے یا پھر نہ اس کا غیر ہوتا ہے اور نہ اس کا عین۔ پس وہ (یعنی سچا خواب دیکھنے والا) معنی نبوت کا حامل نہیں۔"

ہم نے دیکھا کہ اہل سنت کے علماء مباحث نبوت سے متعلق درج بالا بحث کو کس نہج پر بیان کرتے اور اس کے تحت متعلقہ نصوص کو کس طرح ہم آہنگ کرتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان سب نصوص کو انہی اصطلاحات اور تعبیری نکتہ نگاہ کے مطابق دیکھنا لازم ہے؟ اگر کوئی مجتہد ان اصطلاحات کے پس پشت ان مفاہیم تک پہنچنے کے لئے کوئی دوسرا طرز استدلال یا اصطلاحات اختیار کرے جن کے مفاہیم نصوص کے ساتھ ہم آہنگ اور اہل سنت کے موقف کے خلاف نہ ہوں تو کیا اسے کفر، بدعت و گمراہی قرار دیا جاسکتا ہے؟

---

[44] عمدۃ القاری: ج ۲۴: ص ۱۳۴

یہ ہے وہ بنیادی قابل بحث سوال جس سے ناقدین شیخ ابن عربی کلیتاً صرف نظر کرتے ہوئے ان پر فتوی لگاتے ہیں۔ اس سوال سے صرف نظر کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاصرین میں سے شیخ کے ناقدین کی اکثریت اس سوال کی نوعیت و اہمیت سے بے خبر ہیں۔ چنانچہ حافظ زبیر صاحب نے شیخ پر ختم نبوت کے انکار کا فتوی لگاتے ہوئے یہ نہیں بتایا کہ آخر نبوت سے ان کی مراد کیا ہے، ان کے برعکس غامدی صاحب نے اپنی تحریروں میں حقیقت نبوت پر جو گفتگو کی ہے وہ اصولاً غلط اور منہج اہل سنت سے باہر ہے۔ جب تک یہ واضح نہ کیا جائے کہ نبوت اور خصائص نبوت سے مراد کیا ہے نیز شیخ اس سے کیا مراد لیتے ہیں، اس وقت تک شیخ کی عبارات کے ظاہر کو دیکھ کر ان پر انکار ختم نبوت کا فتوی لگانا ویسی ہی ظاہر پرستی اور سطحیت ہے جیسے مضاربہ معاہدے میں ایک فریق کو "رب" قرار دیئے جانے کو شرک کہنا۔

کتاب کے مباحث سے یہ بات واضح ہو گی کہ عقیدہ ختم نبوت کے باب میں شیخ ابن عربی وہی بات کرتے ہیں جو اہل سنت کے علمائے عقیدہ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ البتہ مباحث نبوت پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ کے سامنے کئی اہم مباحث و سوالات تھے جنہیں وہ موضوع بنانا چاہتے تھے۔ ان موضوعات میں سے ایک اہم موضوع درج بالا تمام نصوص کو ایک منضبط ہم آہنگ نظام فکر میں مربوط کرکے مباحث نبوت سے متعلق حقائق و مقامات کو واضح کرنا تھا، اسی کے پیش نظر وہ ذرا مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے پیش نظر یہ واضح کرنا بھی تھا کہ صوفی روایت سے وابستہ صالحین، جنہیں عام طور پر اولیاء کہا جاتا ہے، بھی انبیاء کی وراثت پانے والوں میں سے ہیں۔ شیخ ابن عربی کی فکر ان سب سوالات کو مخاطب بناتی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ جن مسائل کو علمائے عقیدہ اپنی اصطلاحات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں شیخ بھی قریب قریب انہی مسائل سے تعرض کرتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ختم نبوت کے باب میں اہل سنت کے نزدیک معتبر سمجھے جانے والے عقیدے کے مفاہیم کا لحاظ رکھتے ہوئے ان تمام مسائل کا مکمل جواب دیتے ہیں بلکہ ہر نص کو اپنے ظاہری معنی پر برقرار رکھتے ہوئے مباحث نبوت کو عام

متکلمین کے مقابلے میں زیادہ وسیع تر اور ہم آہنگ فکری نظام فکر میں پیش فرماتے ہیں۔ مباحث نبوت سے متعلق شیخ کی بحث کا یہ وہ پہلو جسے عام طور پر بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح اصول فقہ میں حکم شرعی تک پہنچنے کے مختلف طرق اہل سنت کے ہاں مروج رہے ہیں اور انہیں برداشت کیا جاتا ہے، علم کلام (یعنی عقیدے) میں عین اسی چیز کو ناممکن وناجائز کہنے کی کوئی دلیل نہیں سوائے اس سے کہ وہ ہمارے طریقہ استدلال کے خلاف ہیں۔ یہ مقدمہ اس لئے بیان کر دیا گیا کیونکہ صوفیاء کے نظامہائے فکر سے بالعموم واقفیت نہ ہونے کے سبب ان کے مباحث سے توحش پایا جاتا ہے اور مفاہیم کی مناسبت اور ان پر غور کرنے کے بجائے اصطلاحات کے توحش ہی کو ان نظریات کے غلط ہونے کے لئے کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔

جو لوگ مرزا قادیانی کے فتنے کے بعد سامنے آنے والے حالات کو مد نظر رکھ کر شیخ پر سطحی نوعیت کے اعتراضات کرتے ہیں انہیں یہ بھی سمجھ رکھنا چاہئے کہ مباحث نبوت کے ضمن میں شیخ ابن عربی کی گفتگو کی ضرورت واہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ شیخ ابن عربی چودھویں صدی ہجری میں نہیں گزرے بلکہ وہ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے دوران یہ علمی مباحث کر رہے تھے۔ چنانچہ شیخ کی گفتگو سمجھنے کے لئے اس موضوع پر شیخ سے ماقبل ماہرین واہل علم کی گفتگو کا پس منظر معلوم ہونا ضروری ہے۔ شیخ سے قبل اس موضوع پر چار گروہ اپنے الگ الگ انداز میں بحث کرتے آرہے تھے: (1) مسلم فلاسفہ، (2) متکلمین اہل سنت، (3) صوفیاء اور (4) اہل تشیع۔ شیخ نے ان کی آپسی مباحث کے مابین ایک موقف اختیار کیا ہے۔

اس کتاب کی حیثیت شیخ کی عبارات کی وضاحت یا تاویل کرنے والی تحریر کی نہیں بلکہ مباحث نبوت میں شیخ ابن عربی کے وقیع نظریات کے تعارف کی ہے جس میں ناقدین کی باتوں کا جواب بھی آجائے گا۔ چنانچہ کتاب کا ایک بنیادی مقصد شیخ کی کتب اور فکر کا تعارف کرانا ہے نہ کہ ان کی بعض جزوی عبارات کے معنی سمجھانا۔

شیخ ابن عربی کا انداز تحریر اور چند ضروری تنبیہات

شیخ کے مباحث کی طرف متوجہ ہونے سے قبل اس بات کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے کہ کسی صاحب علم شخصیت کے مطالعے کا اصول یہ ہے کہ اس کی عبارات کو اس کے نظام فکر پر پیش کرکے دیکھا جائے کہ اس کا داخلی نظم کیا ہے اور اس کے بعد اس کے درست یا غلط ہونے کا کوئی حکم جاری کیا جائے۔ اس بارے میں مفروضہ یہ ہوتا ہے کہ ہر مصنف کے کلام کا بعض حصہ اس کے بعض حصے کی تشریح کرتا ہے نیز وہ داخلی طور پر زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ گفتگو کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ متضاد۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی کتب کا مطالعہ بھی اس اصول سے ماوراء ہو کر نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی کسی ایک یا دو عبارتوں کو ایسا مفہوم پہنانا جس کے بعد اسی موضوع پر ان کی متعدد دیگر عبارات متضاد مفہوم دے کر لاینحل ہو جائیں، یہ بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ قاری نے مفہوم اخذ کرنے میں غلطی کھائی ہے۔ شیخ کے ناقدین کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ وہ ان کی بعض جزوی عبارات کو ان کی فکر کا کل سمجھ کر ایسے معانی اخذ کرلیتے ہیں جس کے بعد شیخ کی کتب میں درج اکثر و بیشتر گفتگو لایعنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر ان ناقدین کے سامنے شیخ کی دیگر ایسی عبارات رکھ دی جائیں جو قطعی طور پر ان کے اخذ کردہ مزعومہ معانی کے خلاف جاتی ہیں تو یہ کسی طور ان عبارات کو حل نہیں کرسکیں گے جس کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات کی نظر شیخ کی مجموعی فکر پر نہیں ہوتی۔ اس رویے کی کوئی علمی حیثیت نہیں۔

شیخ ابن عربی کے انداز تحریر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ متکلمین یعنی علمائے عقیدہ کے موضوعات کی ترتیب کے مطابق عقیدے کے مسائل پر الگ ابواب باندھ کر گفتگو نہیں کرتے بلکہ اپنے بنیادی موضوع معرفت الٰہی کی منازل اور سیر الی اللہ کی تفصیلات سے تعلق رکھنے والے ابواب کے اندر ان موضوعات پر سیاق و سباق کے تناظر میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان موضوعات پر ان کے مباحث متعدد مقامات پر پھیلے ہوتے ہیں اور علم کلام و عقیدے کے طالب علم کو ان موضوعات پر شیخ ابن عربی کی رائے معلوم کرنے کے لئے متعدد مقامات پر بکھری ہوئی

اس بحث کو جمع کر کے علمائے عقیدہ کی ترتیب میں لانا پڑتا ہے۔ یہ کتاب اسی نوعیت کی ایک کاوش ہے کہ مباحث نبوت کی چند اہم بحثوں پر شیخ ابن عربی کی گفتگو کو علمائے رسوم کی ترتیب موضوعات کے مطابق پیش کیا جائے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس کتاب کے بعد ان موضوعات پر شیخ کا موقف سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

شیخ کے انداز تصنیف کی اسی خصوصیت کا یہ نتیجہ ہے کہ اکثر مصنفین کی طرح ان کا کلام بتدریج "کم جامع سے زیادہ جامع" کی طرف سفر نہیں کرتا، یعنی ان کی کتب اس طرز پر نہیں لکھی گئیں کہ سب سے پہلے فکر کے ابتدائی مقدمات واضح ہوں، پھر اس سے اگلی بات آئے اور پھر نتائج بحث آئیں، بلکہ ان کی کتاب کے ہر صفحے پر جو بات آتی ہے مجموعی فکر کے مکمل اور بالغ النظر فہم ہونے کے مفروضے پر لکھی ہوتی ہے۔ ایسے میں قاری کو مجموعی بات سمجھنے کے لئے یا متعلقہ تمام مقامات کا احاطہ کرنا پڑتا ہے یا پھر کتاب سے کسی ایسے مقام کو تلاش کرنا ہوتا ہے جہاں بات زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان ہوگئی ہو۔ ظاہر ہے اس دوسری صورت کے لئے ممکنہ طور پر تمام متعلقہ مقامات کو دیکھنا پڑتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بسا اوقات صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصوف کی روایت میں اپنے سے ماقبل مصنفین کی بحث کو مفروضے کے طور پر معلوم سمجھتے ہوئے کوئی بات کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ ہماری روایت کا آدمی اس کے معنی جانتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کی کتاب کا مطالعہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے تسلی اور غور سے پڑھا جائے اور بہتر یہ ہے کہ کسی ماہر کی راہنمائی بھی حاصل کی جائے۔

شیخ کے انداز تحریر کو سمجھنے میں ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ وہ ایک لفظ کو دو یا تین معانی میں اور دو الفاظ کو ایک معنی میں استعمال کر لیتے ہیں، البتہ بعض مقامات پر ان الفاظ کو استعمال کرتے ہوئے فرق واضح کرنے والے الفاظ بھی لے آتے ہیں۔ مباحث نبوت سے متعلق اہم الفاظ کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً لفظ "نبوت" شیخ کی فکر میں تین طرح استعمال ہوتا ہے:

1۔ متکلمین و علمائے عقیدہ کے تصور نبوت والے معنی میں جہاں لفظ نبی "غیر نبی" یا ولی سے ممیز و

مختلف معنی کا حامل ہوتا ہے

2۔ شیخ کی اپنی تقسیم یعنی نبوت عامہ و خاصہ میں سے کسی ایک معنی میں۔ یہ دوسرا استعمال عموماً دو میں سے کسی ایک طرز پر ہوتا ہے :

الف) نبوت عامہ نبوت خاصہ سے زیادہ عام تصور کے طور پر (جب دونوں کے مابین تعلق واضح کرنا ہو)

ب) نبوت عامہ نبوت خاصہ کے متضاد کے طور پر (جب دونوں کا فرق واضح کرنا ہو)۔ ان دونوں کے تعلق اور فرق کے مقامات پر شیخ لفظ نبوت کے ساتھ اکثر "لا تشریع لھا" جیسی ترکیب استعمال کر لیتے ہیں تا کہ ان کا قاری سمجھ جائے کہ نبوت عامہ کی بات ہو رہی ہے نہ کہ اس نبوت کی جو عام متکلمین مراد لیتے ہیں

چنانچہ متکلمین کی اصطلاحات میں امور کو تقسیم کر کے سمجھنے کے عادی ذہن کو شیخ کو پڑھنے کی ابتدائی کوشش میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ وہ کب کہاں کیا مراد لے رہے ہیں؟ لیکن چند اہم مقامات کا احاطہ کر چکنے کے بعد بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ کس مقام پر کیا بات ہو رہی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بسا اوقات چند سطر کی ایک ہی عبارت میں لفظ نبوت مختلف معانی میں استعمال ہو جاتا ہے۔ شیخ کی عبارت میں یہ پیچیدگی اس لئے ہے کہ وہ علمائے عقیدہ کی عام تقسیمات کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی تقسیمات بیان کر رہے ہوتے ہیں اور انہیں دونوں کو بیک وقت بحث کا موضوع بنانا پڑتا ہے۔ چنانچہ کبھی وہ اپنی اصطلاحات سے پیدا ہونے والی ممکنہ غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے علمائے رسوم کی اصطلاحی معنی والی نبوت اور ولایت کہہ کر گفتگو کرتے ہیں تو کہیں اپنی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ شیخ کی فکر سے واقف نہ ہوں اور صرف اپنے تنقیدی مطلب کے لئے ان کی کتابوں سے چند عبارات جمع کرنے کا ذوق رکھتے ہوں وہ کبھی ان کے تصور نبوت اور ولایت کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے نظام فکر سے ناواقفیت کی بنا پر ان پر تنقید کرنے والے حضرات کے سامنے اگر شیخ کی چند مختلف المعانی عبارات رکھ دی جائیں تو وہ ان

میں کوئی ہم آہنگ بات نہ سمجھا سکیں۔

لفظ نبوت کی طرح لفظ ولایت بھی شیخ کی گفتگو میں اسی طرح متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، کبھی علمائے عقیدہ کے تصور نبوت سے زیادہ عام لفظ کے طور پر اور یہ نبی کو بھی شامل ہوتا ہے، کبھی صرف انبیاء میں جاری ہونے والی ولایت کے معنی میں اور کبھی نبوت سے الگ علمائے عقیدہ کے تصور ولایت والے معنی میں۔ یہی حال لفظ "وحی" اور "الہام" کا ہے۔ چنانچہ شیخ کی گفتگو سمجھنے میں اصل چیلنج شیخ کی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی گفتگو کو مربوط انداز میں جمع کرنا ہے۔

علم کلام سے بالعموم اور مباحث تصوف سے بالخصوص عدم دلچسپی پیدا ہو جانے کے سبب یہ محنت نفوس پر شاق گزرتی ہے۔ ایسے میں ناقدین شیخ کے لئے یہ آسان انتخاب پرکشش بن جاتا ہے کہ اپنے سے ماقبل محققین کی آراء کو بنیاد بنا کر شیخ کے بارے میں رائے بنالی جائے۔ ظاہر ہے اس طریقہ علم کا نتیجہ انہی غلطیوں کا اعادہ کرنا ہوتا ہے جو شیخ ابن عربی کے حوالے سے پچھلے لوگ کر گزرے ہیں۔ آج کے ننانوے فیصد عام لوگ تو کجا پڑھے لکھے لوگ بھی اسی بنیاد پر شیخ ابن عربی کی تکفیر کے فتوے کی تقلید کرتے ہیں کہ "بڑے بڑے علماء نے کی ہے تو ٹھیک ہی کی ہو گی"، جبکہ انہیں شیخ ابن عربی کا علم ہوتا ہے نہ شیخ ابن تیمیہ (م1328ء) جیسے ناقدین کی تنقیدی بنیادوں کا۔ ماضی میں بھی اہل علم کی کثیر تعداد پوری تحقیق کئے بغیر شیخ ابن تیمیہ کی بھاری بھرکم علمی شخصیت کے وزن تلے دب کر ان کی تحقیق پر اعتماد کرتی آرہی ہے۔ یوں شیخ کی تکفیر کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے اور فہرست بھی وقت کے ساتھ لمبی ہورہی ہے۔ آج کے ہمارے معاصر اہل علم بھی گذرے لوگوں کی فہرست میں شامل ہو کر اس فہرست کو لمبا کرنے والے ہیں، اگرچہ یہ صرف اپنے سے پہلے والوں کی غلطیوں ہی کو دھرا رہے ہوں۔

آیئے اب شیخ اکبر کے بحر بیکراں علم کے موتی چنتے ہیں!

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (القرآن)

باب ۳:
شیخ اکبر کا تصور کائنات و نبوت

چند بنیادی اصولوں کی وضاحت کے بعد اب ہم شیخ کے نظریات سمجھنے کی حالت میں آ گئے ہیں۔ چونکہ شیخ کا تصور نبوت ان کے تصور کائنات کے ساتھ متصل اور اس سے ماخوذ ہے، لہذا ان کے تصور نبوت پر گفتگو سے قبل ان کے تصور تخلیق کائنات پر مختصراً روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

شیخ ابن عربی کا نظریہ نبوت اس سوال کا جواب ہے کہ خدا اور کائنات میں تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اسلامی علم کلام میں یہ ہمیشہ کلیدی سوال رہا ہے اور اس میں مختلف نکتہ ہائے نظر موجود ہیں۔ ایک نظریہ وہ ہے جسے "نظریہ فیض (emanationism) "کہتے ہیں جس کے نمائندگان فارابی اور ابن سینا جیسے مسلم فلاسفہ ہیں۔ دوسرا نظریہ جوہری (atomist) تصور کائنات پر مبنی ہے جسے نظریہ تخلیق (creationism) بھی کہتے ہیں اور اسکی نمائندگی اشاعرہ کرتے ہیں (ایک اعتبار سے ماتریدیہ بھی، کیونکہ اس نکتہ نظر کے نتائج کے بارے میں یہ حضرات وہی نکتہ نظر رکھتے ہیں جو اشاعرہ کا ہے)[1]۔ تیسرا نکتہ نظر علامہ ابن رشد اور اور علامہ ابن تیمیہ کا ہے، علامہ ابن تیمیہ نے اشاعرہ کے خلاف اپنا کلامی نظام کھڑا کرنے کے لئے علامہ ابن رشد کے نظریات کو استعمال کیا اور اسے اپنے انداز میں بیان کرنے کے لئے نظریہ جوھر (atomist)

---

[1] ان خیالات کی تفہیم کے لئے ملاحظہ کیجئے:

Fakhry (2000). *Islamic Philosophy, Theology and Mysticism: A Short Introduction*. Chap 3 and 4
Leaman (2002). *An Introduction to Classical Islamic Philosophy*. Chap 1

کے بجائے اصحاب الھیولی کے نظریات سے استفادہ کیا۔ ان حضرات کے نظریئے کو "قدم نوعی" (eternal creation) کہتے ہیں۔ ان سب تفاصیل میں جانا یہاں مقصود ہے نہ ہی ممکن۔
خدا اور کائنات کے تعلق سے متعلق شیخ ابن عربی کے نکتہ نگاہ کو سمجھنے کے لئے اشاعرہ کا نظریہ تخلیق اور نو فلاطونی مسلم فلاسفہ کا نظریہ فیض مد نظر ہونا ضروری ہے، یہاں اختصار کے ساتھ ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نظریہ فیض اور نظریہ تخلیق

مسلم فلاسفہ کے مطابق خدا اور کائنات کے مابین آگ اور روشنی کا تعلق ہے، جیسے آگ علت اور روشنی اس کا اثر ہے، یہی مناسبت خدا کو کائنات کے ساتھ ہے کہ خدا کائنات کی علت اور کائنات اس کا نتیجہ ہے۔ جس طرح آگ اور روشنی بیک وقت پائے جاتے ہیں، اسی طرح خدا اور کائنات بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کے خیال میں خدا اور کائنات دونوں ازل سے موجود ہیں اور خدا نے کائنات کو پیدا نہیں کیا بلکہ کائنات کا خدا سے ظہور ہوا، یعنی emanation ہوئی ہے۔ جیسے آگ روشنی کو پیدا نہیں کرتی بلکہ روشنی لازمی طور پر اس سے وقوع پذیر ہوتی ہے، اسی طرح کائنات کا ظہور ہونا خدا کی طبع کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس کائنات میں موجود ہر شے کی اثر پذیری (potential) ان معنی میں مستقل ہے کہ جب بھی علت پائی جائے گی لازما اس کا اثر بھی پایا جائے گا۔ خدا اور کائنات کے مابین اس تعلق کے نتیجے میں خدا حقیقی ارادے سے محروم ہو جاتا ہے، وہ اپنی طبع کا پابند خدا ہوتا ہے جس کی ذات سے چند آفاقی اصولوں پر مبنی کائنات ظہور میں آتی ہے اور خدا ان اصولوں کا پابند ٹھہرتا ہے۔ خدا اس ظہور پذیر کائنات سے باہر اور ماوراء کہیں ہوتا ہے جسے اس کائنات کے ہر ہر جزو کا علم نہیں ہوتا، وہ کائنات سے صرف آفاقی اصولوں کی سطح پر واقف ہوتا ہے۔ ظاہر ہے خدا اور کائنات کا یہ نظریاتی ربط اس با ارادہ، طاقتور اور سب کچھ جاننے والی ہستی کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں رکھتا جو نصوص میں مذکور ہے اور جن کے مطابق خدا کی

مرضی کے بغیر کائنات میں ایک پتا بھی حرکت نہیں کرتا نیز جو ہمہ وقت کائنات کا نظام چلا رہا ہے اور بندوں کی دعائیں سن رہا اور ان پر اپنی عنایات کی بارش برسا رہا ہے۔

اشاعرہ اس نظریہ فیض کا پوری قوت کے ساتھ رد کر کے نظریہ تخلیق پیش کرتے ہیں، امام غزالی کی مشہور زمانہ کتاب تہافت الفلاسفة کا موضوع مسلم فلاسفہ کے انہی الٰہیاتی مباحث کو رد کرنا ہے۔ اشاعرہ کا کہنا ہے کہ کائنات جواہر کا مجموعہ ہے اور خود جوھر کے اندر ایسی کوئی صلاحیت (potential) موجود نہیں کہ وہ اپنا وجود برقرار رکھ سکے یا کسی دوسرے جوھر پر اثر انداز ہو سکے (یعنی اس کی علت بن سکے)۔ جوھر کا وقت کے کسی ایک لمحے سے دوسرے لمحے میں منتقل ہونا، یہ بھی جوھر کے بس سے باہر ہے۔ گویا جوہر نہ تو وقت کے کسی ایک لمحے میں موجود ہو سکنے اور نہ ہی ایک لمحے سے دوسرے میں منتقل ہو کر بقا حاصل کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایجاد و بقا کا یہ راز دراصل خدا کی مسلسل تخلیق کا نتیجہ ہے، یعنی اللہ تعالی ہر لمحہ و لحظہ اس کائنات کو پیدا فرماتے ہیں۔ اگر خدا اپنے فضل سے جاری عمل خلق کو بند کر دے تو کائنات ایک لمحے میں تباہ ہو جائے۔ اس نظریہ خلق میں کسی شے میں ایسی کوئی صلاحیت و خصوصیت نہیں جو اسے کسی دوسرے وجود کے ساتھ متعلق کر دے، ہر شے اپنے وجود اور صلاحیت کی ظہور پذیری کے لئے خدا کے اذن اور تخلیق کی محتاج ہے۔ اشاعرہ کا ماننا ہے کہ خدا نے کائنات کو عدم سے وجود بخشا، یعنی ایک ایسی حالت (stage) بھی تھی جب یہ کائنات و مافیہا موجود نہیں تھے، پھر اللہ نے اپنے ارادے سے اسے عدم سے وجود بخشا۔ اس تصور کائنات کو creation from ex-nihilo یعنی عدم سے تخلیق کا نظریہ کہتے ہیں۔ یہ تصور کائنات خدا کی اس طاقتور ذات کی بھرپور نمائندگی کرتا تھا جس کی صفات قرآن و سنت میں مذکور ہیں، لہذا اہل سنت کے علمائے رسوم کی عظیم اکثریت (یعنی اشاعرہ و ماتریدیہ) نے اسے قبول کیا۔ امام ابو الیسر بزدوی کائنات کے بارے میں مختلف گروہوں کے عقائد کا خلاصہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قال عامة اهل القبلة وعامة اهل الاديان: ان العالم محدث احدثه الله تعالى، لا عن اصل - وقالت الدهرية الذين ينكرون الصانع جل جلاله: ان العالم قديم- وقال عامة الفلاسفة: ان الصانع قديم والهيولى قديم ايضا- والهيولى عندهم اصل العالم وطينته، منه خلق الله تعالى العالم- وقال بعض الفلاسفة: الصانع قديم والاسطقسات قديمة ايضا، وعندهم الاسطقسات: الحرارة والبرودة واليبوسة والرطوبة [2]

"اہل قبلہ اور ادیان پر ایمان لانے والوں کی اکثریت نے یہی کہا ہے کہ عالم محدث (یعنی مخلوق) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی اصل کے (out of nothing) پیدا کیا ہے۔ دہریہ، جو (کائنات) بنانے والی ذات باری کے منکر ہیں، انہوں نے کہا کہ عالم قدیم ہے۔ فلاسفہ کی عمومی رائے یہ ہے کہ کائنات بنانے والی ذات اور ھیولی دونوں قدیم ہیں، اور ھیولی سے ان کی مراد کائنات کی وہ اصل اور بنیاد ہے جس سے صانع نے کائنات پیدا کی۔ بعض فلاسفہ نے یہ کہا کہ کائنات بنانے والا بھی قدیم ہے اور چار عناصر بھی قدیم ہیں، ان کے نزدیک چار عناصر یہ ہیں: گرمی، ٹھنڈک، خشکی، تری۔"

یہ ہے وہ تناظر جسے شیخ ابن عربی کا نظریہ کائنات مفروضے کے طور پر فرض کرتا ہے اور وہ اسی کے اندر نصوص کی روشنی میں صوفی ذوق کے مطابق چند اہم اضافے فرماتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شیخ ابن عربی اسلامی علم کی تاریخ میں کوئی اچھوتے بندے نہیں تھے جنہوں نے گویا اچانک کفار کی صفوں سے اٹھ کر اس لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا کہ اسلام کے تصور توحید اور ختم

---

[2] اصول الدین: ص۷۲، اس موضوع پر مزید حوالہ جات کے لئے ملاحظہ کیجئے:
(۱) تمہید الاوائل و تلخیص الدلائل: ص۲۲، (۲) الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الدین: ص۱۷، (۳) شرح البابرتی للعقیدہ الطحاویۃ: ص۹۰، (۴) تحفۃ المرید علی جوھرۃ التوحید: ص۸۶

نبوت کو تار تار کرڈالیں اور ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں جن سے مسلمان کبھی واقف ہی نہیں تھے۔ اس بحث کا مقصد یہ تصور سامنے لانا تھا کہ شیخ اسلام کی علمی تاریخ میں اہل سنت کے مجموعی نظام فکر کے اصولوں ہی میں رہ کر بحث کرنے والے ایک آدمی تھے۔ عصر حاضر میں شیخ کی بعض عبارات کو لے کر جو شور برپا کر دیا گیا ہے اور اس سے شیخ کے بارے میں جو منفی تاثر پیدا ہو چکا تھا کہ مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کی بنیاد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی بعض عبارات وعقائد ہیں تو اسے زائل کرنے کے لئے یہ تمہید بہت ضروری تھی۔

تصور کائنات اور اسمائے الٰہیہ کی تجلیات

کتاب کا موضوع چونکہ شیخ کا تصور نبوت ہے لہذا شیخ ابن عربی کے نظریہ کائنات کی موضوع سے متعلق صرف ضروری تفصیلات کو یہاں چند نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:

1۔ شیخ کے مطابق جب حق سبحانہ نے اپنے لا محدود اسمائے حسنیٰ کے اعتبار سے چاہا کہ وہ ان کے ذریعے اپنی صفات کو ظاہر کرے تو اس نے کائنات ومافیہا کو وجود بخشا اور ان مخلوقات میں سب سے زیادہ جامع مخلوق کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔ شیخ کے مطابق پوری کائنات عالم کبیر جبکہ حضرت آدم علیہ السلام عالم صغیر ہیں جو اس پوری کائنات کا خلاصہ ہیں۔ اگرچہ یہ تمام عالم اللہ کے اسماء کا مظہر ہے تاہم اس عالم میں یہ استعداد نہیں کہ اسے خلیفہ بنایا جا سکے۔ صرف انسان کی تخلیق کے ذریعے تمام اسمائے الٰہیہ کا جامع انداز میں بدرجہ اتم ظہور ہوا اور اسی لئے اسے خلعت خلافت عطا کی گئی۔ شیخ کے نزدیک حق سبحانہ کے اسماء کا ظہور و سریان تمام موجودات میں ہے۔ اگر ان اسمائے الٰہیہ اور موجودات کا تعلق قائم نہ رہے تو عالم کا وجود فنا ہو جائے۔[3] ہر شے کی طرف متوجہ خدا کے اسماء وصفات کو شیخ کلمات الٰہیہ کے مفہوم میں بھی استعمال کرتے ہیں اور یہی کلمات ہر شے کے لئے بمنزلہ غذا ہیں۔

---

[3] فصوص الحکم: 'فص حکمة الهیة فی کلمة ادمیة'، ج ۱: ص ۳۵ تا ۱۰۶

2۔ اس نظریئے کی رو سے کائنات خدا کی مختلف صفات کی تجلیات کا مظہر و عکاس ہے۔ سب سے بنیادی سطح پر ہر موجود میں خدا کی صفت خلق کی تجلی ہے، اگر خدا اپنی صفت خلق کی تجلی اس کائنات پر ڈالنا بند کر دے تو ہر موجود معدوم ہو جائے۔ ہر موجود شے میں خدا کی مختلف صفات کی تجلی اپنی استعداد کے مطابق اسے قبول کرنے کی صلاحیت ہے، اس کی یہی صلاحیت اس کے موجود ہونے کا راز ہے۔ پتھر، درخت، جانور، انسان، جن و فرشتہ الغرض ہر ہر مخلوق خدا کی مختلف صفات کی تجلیات قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور ان کی یہی صلاحیت انہیں ایک دوسرے سے ممیز اور درجات میں کامل تر بناتی ہیں۔ بات سمجھنے کے لیے یہ مثال سمجھیں کہ ایک پتھر خدا کی صفات "محی اور ممیت" کی تجلی کا ویسا مظہر نہیں جیسے کہ درخت، جانور یا انسان ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اس معاملے میں دوسرے سے فروتر ہے۔ نوٹ کیجئے کہ یہ بعینہ اشاعرہ کی مسلسل تخلیق والی بحث ہے، البتہ شیخ اس کی تعبیر کے لئے "اسمائے الٰہیہ" اور اس کی "تجلیات" کے اضافے فرماتے ہیں۔ شیخ کے نظام فکر میں اشعری خیالات کو یوں کہا جائے گا کہ اشعری نظام فکر کی رو سے تخلیق کائنات خدا کی صفات علم، ارادہ و قدرت کی تجلیات سے عبارت ہے مگر شیخ اس عمل میں اللہ کے تمام اسماء کو شامل بحث کر لیتے ہیں۔ ایک اشعری متکلم کے لئے یہ ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ وہ کائنات میں جاری خدا کی کارفرمائی سے متعلق تمام صفات کو "صفات فعلیہ" کہتے ہیں۔

3۔ کائنات میں موجود ہر شے کے اندر اللہ کی صفات سے کسب فیض کی صلاحیت ازل سے علم الٰہی میں مقدر تھی۔ علم الٰہی میں ازل سے مقدر شدہ ان موجودات کو وہ "اعیان ثابتہ" کہتے ہیں، جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر شے نے صفت الٰہیہ کا مظہر بن کر جس حال میں موجود ہونا تھا، وہ ازل سے اللہ کے علم میں مقدر شدہ تھی (یعنی اللہ کے علم میں ہر ہر موجود شے اپنی اکتسابی صلاحیت کے ساتھ ازل سے ثابت شدہ تھی)۔ لیکن اس حالت ازلی میں یہ اعیان ثابتہ منصہ وجود پر فائز نہیں تھے بلکہ ان کا موجود ہو کر ظاہر ہونا صفات الٰہیہ کی تجلیات کے بعد کا معاملہ ہے۔ یہ اشاعرہ کے نظام فکر کے ساتھ ان کی دوسری مناسبت ہے۔

4۔ یہ بات اوپر ذکر کی گئی کہ اس کائنات میں ماسوائے انسان ایسی کوئی مخلوق نہیں جو اللہ کے تمام اسماء کا مظہر بننے کی استعداد رکھتی ہو۔ مثلا اللہ تعالی عادل ہے، رحیم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، قہار ہے، جبار ہے وغیرہ وغیرہ۔ صرف انسان ہی میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ کی تمام صفات کا اپنی استعداد کے مطابق مظہر بن سکے، بلکہ ان کے نظام فکر کی رو سے یوں کہنا بہتر ہو گا کہ انسان اللہ کی وہ خاص مخلوق ہے جس پر اللہ نے اپنی شان کے مطابق اپنی تمام اسماء وصفات کی تجلیات ڈالیں۔ قرآن مجید میں اسی حوالے سے ارشاد ہوا: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴿بقرة: ۱ ۳﴾ "اور اللہ نے آدم کو تمام اسماء سکھادیئے"۔ اسی لئے شیخ ابن عربی کائنات کو "انسان کبیر" اور انسان کو "انسان صغیر" کہتے ہیں کہ وہ تمام عالم کا خلاصہ ہے۔ خود انسانوں میں بھی صفات الٰہیہ سے اکتساب کرنے کی یہ صلاحیت متفاوت ہوتی ہے۔ اس معاملے میں انبیاء کرام سب سے اونچے درجے پر فائز ہیں اور سب انبیاء میں نبی آخر الزمان ﷺ سب سے اونچے مقام پر فائز ہیں۔ اپنی کتاب فصوص الحکم میں فص حکمة الهية فی کلمة آدمية میں اسی بات پر شیخ نے تفصیلی بحث کی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں فص حکمة فردية فی کلمة محمديه ﷺ میں شیخ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام نوع انسانی میں کامل ترین وجود ہیں اور اپنے رب کے وجود پر سب سے بڑی دلیل ہیں کیونکہ اللہ رب کریم نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا فرمائے جو حضرت آدم علیہ السلام کے تمام اسماء کا علم ہے۔ یوں سمجھئے کہ اگر موجودات کی تمام انواع کو ایک اہرام (pyramid) کی صورت رکھا جائے تو شیخ کے نظام فکر کے اندر اس اہرام میں رسول اکرم ﷺ سب سے اوپر موجود ہیں۔ خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ موجودات کی یہ بعینہ وہی ترتیب ہے جو اہل سنت کے مباحث میں معیاری تسلیم کی گئی ہے، اگرچہ شیخ اسے بیان کرنے کے لئے اپنا الگ زاویہ نگاہ رکھتے ہیں۔

یہ ہے شیخ کے نظریہ کائنات کی وہ ضروری تفصیلات جو ان کے نظریہ نبوت کو سمجھنے میں کام آنے والی ہے۔ اب جبکہ اسلامی تاریخ کے اندر شیخ کی مناسبت کا پہلو سامنے آچکا، تو ہم تصور نبوت پر ان

کی گفتگو پر خود ان کی اپنی شرائط و اصطلاحات میں غور کرنے کی حالت میں آ گئے ہیں۔ شیخ کے تصور نبوت کے دو پہلو ہیں: نبوت عامہ اور نبوت خاصہ۔ ذیل میں اسی ترتیب سے ان پر اور چند دیگر متعلقہ ابحاث پر روشنی ڈالی جائے گی۔

نبوت عامہ یا ولایت عامہ

جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا کہ تمام موجودات کے ذریعے حق سبحانہ کے اسماء کا ظہور ہوا ہے یعنی ہر موجود کا اسمائے الٰہیہ سے اپنی استعداد کے مطابق ربط قائم ہے، اگر یہ ربط قائم نہ رہے تو عالم کا وجود فنا ہو جائے۔ اسی تعلق کو شیخ "نبوت" یا" نبوت عامہ" یا"ولایت عامہ" کہتے ہیں۔ یعنی ہر ہر شے پر اس کی استعداد کے مطابق اللہ کے مختلف اسماء کی تجلیات مسلسل برس رہی ہیں اور اسی کے سبب اس کا موجود ہونا ممکن ہو پاتا ہے۔ اسے یوں سمجھئے جیسے ہر شے میں ایک انٹینا (antenna) یا ریسیور (receiver) لگا ہوا ہے جس کے ذریعے وہ اللہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور اس کے ذریعے سگنل وصول کر رہا ہے۔ خدا اور کائنات کا یہ تعلق مسلسل ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ نعوذ باللہ خدا کائنات پیدا کر کے کہیں الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گیا ہے اور اب یہ کائنات ایک مشین کی طرح معین اصولوں پر از خود چل رہی ہے۔ قرآن مجید میں اسے یَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿الرحمن: ۲۹﴾ ''سب اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ وہ ہر آن نئی شان میں ہوتا ہے'' اور وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿الذاریات: ۴۷﴾ ''اور آسمانی کائنات کو ہم نے بڑی قوت کے ذریعہ سے بنایا اور یقیناً ہم (اس کائنات کو) وسعت اور پھیلاؤ دیتے جارہے ہیں'' کہا گیا ہے۔ لہٰذا صفات الٰہی کی تجلیات مسلسل جاری ہیں۔ نبوت عامہ کے اس مفہوم کو شیخ اکبر عربی زبان کے لفظ "نبا" کے مادے سے اخذ کرتے ہیں جس کا مطلب "خبر" ہے۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اس کائنات میں ہر شے اللہ تعالیٰ سے مسلسل "نبا" وصول کرنے کے عمل میں مصروف ہے، "نباء" وصول کرنے کا یہی عمل اسے "نبوت عامہ" کے

مقام پر فائز کر رہا ہے۔ نبوت یا نبوت عامہ در حقیقت موجودات کا خدا سے "نبا" وصول کرنے کا تعلق و مقام ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فمن علمه الله منطق الحيوانات و تسبيح النبات و الجماد و علم صلاة كل واحد من المخلوقات و تسبيحه علم ان النبوة سارية فى كل موجود يعلم ذلک اهل الكشف و الوجود، لكنه لا ينطلق من ذلک اسم نبى و لا رسول على واحد منهم الا على الملائكة خاصة الرسل منهم و هم المسمون ملائكة۔[4]

"جس کو اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی زبان، نباتات و جمادات کی تسبیح کا علم سکھایا اور اسے ہر مخلوق کی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم دیا وہ یہ جانتا ہے کہ نبوت ہر موجود شے میں جاری و ساری ہے اور اہل کشف و وجود اس (حقیقت کو) جانتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی شے پر بھی (لفظ) نبی اور رسول کے نام کا اطلاق نہیں کیا جاتا، سوائے فرشتوں کے اور خاص طور پر وہ جو ان میں سے پیغام رساں ہیں اور انہیں (اسی لئے) ملائکہ[5] کہتے ہیں۔"

یعنی جس عمومی معنی میں شیخ نبوت عامہ کی تعریف کرتے ہیں اس اعتبار سے یہ اس کائنات کی ہر شے میں جاری و ساری ہے۔ غور کیجئے کہ شیخ ہر اس شے کو نبی کہنے کے قائل نہیں جو نبوت عامہ کے تحت اخبار و انباء موصول کر رہی ہو۔ شیخ فرماتے ہیں کہ نبوت عامہ کا ظہور ہر شے میں ہے، اسی انباء الٰہی کا یہ نتیجہ ہے کہ کائنات کی ہر مخلوق اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اسی لیے اللہ رب کریم قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

---

[4] الفتوحات المكیہ: ج۳: ص ۳۸۲

[5] لفظ ملائکہ کا مادہ "لئک" ہے جس کا مطلب پیغام یا سندیس ہوتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿النور: ٤١﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی دعا اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ﴿الإسراء: ٤٤﴾

''ساتوں آسمان اور زمین اور وہ سارے موجودات جو ان میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور (جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو اگرچہ تم ان کی تسبیح (کی کیفیت) کو سمجھتے نہیں''

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو بھی شعور عطا فرمایا ہے نیز وہ اس کے ذریعے آپس میں ہم کلام ہوتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سکھائیں نیز چیونٹیوں نے جب آپس میں گفتگو کی تو وہ ان کی بات سمجھ گئے اور مسکرا دیئے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ - وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ - حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا

أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ- فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا ﴿النمل: 16-19﴾

"اور سلیمان (علیہ السلام)، داؤد (علیہ السلام) کے جانشین ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی (بھی) سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیز عطا کی گئی ہیں، بیشک یہ (اللہ کا) واضح فضل ہے۔ اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ان کے لشکر جنّوں اور انسانوں اور پرندوں (کی تمام جنسوں) میں سے جمع کئے گئے تھے، پس وہ نظم و ضبط کے پابند ہیں یہاں تک کہ جب وہ (لشکر) چیونٹیوں کے میدان پر پہنچے تو ایک چیونٹی کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنی رہائش گاہوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان (علیہ السلام) اور ان کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہو۔ تو وہ (یعنی سلیمان علیہ السلام) اس (چیونٹی) کی بات پر ہنستے ہوئے مسکرا دیئے"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے جو تسبیح کرتی ہے وہ محض زبان حال کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اللہ نے ہر مخلوق کے لئے اس کی شان کے مطابق شعور تسبیح اور اس کے اظہار کا طریقہ مقرر کیا ہے، اگرچہ ہم اسے نہ سمجھتے ہوں نیز یہ شعور اس پر اللہ ہی کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے۔ ان آیات سے شیخ کا یہ استدلال کرنا کوئی اچھنبے کی بات نہیں، شیخ سے قبل اور بعد ہر دور میں اہل سنت کے معتبر مفسرین کے ہاں ایسے تفسیری اقوال موجود ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتے ہیں، اگرچہ یہ مفسرین ان آیات کو نبوت عامہ کے اس عمومی مفہوم کے تحت بیان نہ کرتے ہوں۔ شیخ ابن عربی سے تقریباً تین سو سال قبل اہل سنت کے ایک بڑے حنفی متکلم و مفسر امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقوله: (يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ). يحتمل تسبيح من ذكر وجهين: أحدهما: تسبيح خلقة وصنعة؛ إذ في خلقة كل أحد دلالة وحدانيته

وتعاليه عن الأشباه وتنزيهه، والشهادة له بالربوبية، والتفرد بالألوهية له.
والثاني: يجعل اللهُ – تعالى – في هذه الخلائق من الطيور والدوابّ وغيرها معنى يسبحون له بذلك، يفهمون هم ذلك من أنفسهم، ويعرفون أنه تسبيح؛ وإن لم يفهم غيرهم من الخلائق، نحو ما ذكر من تسبيح الجبال والطير في قصة سليمان في قوله: (يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ)، وقال في آية أخرى: (يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ).[6]

''اور اللہ کا فرمان: ("جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح بیان کرتا ہے") جن کا ذکر ہوا ان کی تسبیح میں دو امکانات ہیں: پہلا یہ کہ وہ تسبیح خلقت و بناوٹ کے اعتبار سے ہے کیونکہ ہر چیز کی تخلیق میں اللہ کی وحدانیت اور اس کے کسی بھی شے کی مثل نہ ہونے اور منزہ ہونے کی دلیل ہے اور اس کے رب ہونے اور یکتا معبود ہونے پر بھی گواہی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے پرندوں، چوپایوں اور دیگر مخلوقات میں ایسا وصف رکھ دیا ہے جس سے وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس تسبیح کو وہ اپنی ذات میں سمجھتے بھی ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ اللہ کی تسبیح ہے اگرچہ اللہ کی مخلوقات میں سے کوئی دوسرا اس تسبیح کو نہ سمجھتا ہو جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا ذکر اللہ کے اس فرمان میں: (اے پہاڑو تم ان کے ساتھ مل کر خوش الحانی سے تسبیح پڑھا کرو اور اے پرندو (تم بھی))، اور اللہ نے فرمایا ایک اور آیت میں: (بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا تھا جو ان کے ساتھ صبح و شام تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی جو ان کے ساتھ جمع رہتے تھے، ہر ایک ان کا اطاعت گزار تھا)"

[6] تاویلات اہل السنۃ: ج۷: ص۵۷۸

شیخ ابن عربی کی پیدائش سے تقریباً چار دہائی قبل رحلت فرمانے والے ایک شافعی مفسر امام بغوی رحمہ اللہ قرآن مجید میں مذکور پتھروں کی خشیت الٰہی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَإِنْ قِيلَ: الْحَجَرُ جَمَادٌ لَا يَفْهَمُ، فَكَيْفَ (يَخْشَى)؟ قِيلَ: اللهُ يُفْهِمُهُ وَيُلْهِمُهُ فَيَخْشَى بِإِلْهَامِهِ[7]

"اگر یہ کہا جائے کہ پتھر جمادات میں سے ہے اور وہ فہم نہیں رکھتا، تو وہ کیسے اللہ سے ڈرتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے فہم عطا کرتا ہے اور اس پر الہام فرماتا ہے، تو وہ اس کے الہام کے سبب خشیت اختیار کرتا ہے۔"

شیخ ابن عربی کے ہم عصر متکلم، فقیہ و مفسر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ قرآن مجید کی روشنی میں چیونٹی، مکڑی اور شہد کی مکھی کی کاری گری کی مثالوں سے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِنَّا نُشَاهِدُ أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَلْهَمَ الطُّيُورَ وَسَائِرَ الْحَشَرَاتِ أَعْمَالًا لَطِيفَةً يَعْجَزُ عَنْهَا أَكْثَرُ الْعُقَلَاءِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَلِمَ لَا يَجُوزُ أَنْ يُلْهِمَهَا مَعْرِفَتَهُ وَدُعَاءَهُ وَتَسْبِيحَهُ --- وَالْمَقْصُودُ أَنَّ الْأَكْيَاسَ مِنَ الْعُقَلَاءِ يَعْجِزُونَ عَنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْحِيَلِ فَإِذَا جَازَ ذَلِكَ فَلِمَ لَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ إِنَّهَا مُلْهَمَةٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالَى بِمَعْرِفَتِهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ عَارِفَةٍ بِسَائِرِ الْأُمُورِ الَّتِي يَعْرِفُهَا النَّاسُ؟ وللهِ دَرُّ شِهَابِ الْإِسْلَامِ السَّمْعَانِيِّ حَيْثُ قَالَ: جَلَّ جَنَابُ الْجَلَالِ عَنْ أَنْ يُوزَنَ بِمِيزَانِ الِاعْتِزَالِ[8]

" بعض علماء کا کہنا ہے کہ ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے

---

[7] معالم التنزیل فی تفسیر القرآن: ج ۱: ص ۱۱۱

[8] تفسیر کبیر: ج ۲۴: ص ۴۰۲۔۴۰۳

پرندوں اور تمام حشرات کی طرف ایسے لطیف اعمال الہام فرمائے ہیں جن سے اکثر عقل والے عاجز ہیں۔ اور جبکہ (معاملہ) اسی طرح ہے تو یہ کیوں جائز نہیں کہ اللہ تعالی ان پر اپنی معرفت، دعا اور تسبیح کا بھی الہام فرمائے۔۔۔اس پورے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ذوی العقول میں سے دانا لوگ اس طرح کے کاموں اور حیلوں کے سامنے بے بس ہیں۔ جب یہ سب جائز ہے تو یہ کیوں جائز نہیں کہ ان تمام موجودات کو بھی اللہ کی طرف سے ان کی معرفت اور ثنا و توصیف کا الہام ہو، اگرچہ وہ موجودات باقی امور کا شعور نہ رکھتے ہوں جن کا احساس انسان رکھتے ہیں۔ اور شہاب الاسلام سمعانی نے کیا ہی خوب اور عجیب بات کہی کہ اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اسے معتزلیوں کے (عقل کے) ترازو میں تولا جا سکے"

شیخ ابن عربی سے کچھ بعد انتقال فرمانے والے مفسر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لا يبعد أن يلهم الله تعالى الطير دعاء وتسبيحاً كما ألهمها علوماً دقيقة في أسباب تعيشها لا تكاد تهتدي إليها العقلاء[9]

"یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالی پرندوں پر اپنی دعا اور تسبیح الہام فرمائے جیسا کہ اس نے ان پرندوں پر ان کے اسباب زیست میں دقیق علوم الہام فرمائے، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ عقل والوں کی اس بات تک رسائی نہ ہو۔"

اسی طرح شیخ سے ڈیڑھ سو سال بعد رحلت فرمانے والے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: {وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ} أَيْ: فِي حَالِ طَيَرَانِهَا تُسَبِّحُ رَبَّهَا وَتَعْبُدُهُ بِتَسْبِيحٍ

---

[9] تفسیر بیضاوی: ج۴: ص ۱۱۰

أَلْهَمَهَا وَأَرْشَدَهَا إِلَيْهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ مَا هِيَ فَاعِلَةٌ؛ وَلِهَذَا قَالَ: {كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ} أَيْ: كُلٌّ قَدْ أَرْشَدَهُ إِلَى طَرِيقَتِهِ وَمَسْلَكِهِ فِي عِبَادَةِ اللهِ[10]

"اور اللہ تعالی کا فرمان: ("اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے") یعنی اپنی اڑان کی حالت میں وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تسبیح کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں جو اللہ نے ان پر الہام فرمائی اور اس کی ہدایت دی۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ پرندے کیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا: ("ہر ایک نے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا") یعنی ہر شے کو اللہ نے اپنی عبادت کے طریقے اور مسلک کی ہدایت عطا فرمائی۔"

ائمہ تفسیر کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی مخلوقات کو شعور تسبیح و بندگی الہام فرماتے ہیں اور مخلوقات اپنی استعداد کے مطابق اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ شیخ ابن عربی کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے بصورت، الہام و اخبار رہنمائی کا یہ سلسلہ ہمہ دم اس کائنات میں ہر موجود کی استعداد کے مطابق جاری رہتا ہے اور کبھی بند نہیں ہوتا اور اس کا جاری رہنا ہی موجودات کی بقا کا راز ہے نیز یہ آخرت میں بھی جاری رہے گا۔ شیخ ان انباء کے لیے وحی اور اللہ کے کلمات کے الفاظ بھی استعمال فرماتے ہیں۔ اسی نبوت عامہ (یعنی بذریعہ وحی رابطے) کے اجزاء پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ ان امور کی وضاحت کرنے کے لئے شیخ یہ سوال قائم کرتے ہیں کم اجزاء النبوۃ؟ (نبوت کے کتنے اجزاء ہیں؟)۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اجزاء النبوة على قدر آى الكتب المنزلة والصحف والاخبار الالهية من العدد الموضوع فى العالم من آدم الى آخر نبى يموت مما وصل الينا و مما لم

---

[10] تفسیر ابن کثیر: ج ۶: ص ۷۲

يصل، على ان القرآن يجمع ذلک كله، فان النبی ﷺ يقول فيمن حفظ القرآن ادرجت النبوة بين جنبيه، فهی وان كانت مجموعة فی القرآن فهی مفصلة معينة فی آی الكتب المنزلة مفسرة فی الصحف متميزة فی الاخبار الالهية الخارجة عن قبيل الصحف والكتب، ويجمع النبوة كلها ام الكتاب ومفتاحها بسم الله الرحمن الرحيم- فالنبوة سارية الي يوم القيامة فی الخلق وان كان التشريع قد انقطع، فالتشريع جزء من اجزاء النبوة فانه يستحيل ان ينقطع خبر الله و اخباره من العالم اذ لو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذى به فی بقاء وجوده (قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا: الكهف: 119) (وَلَوْ أَنَّمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَٰمٌ وَٱلْبَحْرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ: لقمان 27)، وقد اخبر الله انه ما من شیء يريد ايجاده الا يقول له (إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ : النحل 40)- فهذه الكلمات لا تنقطع، وهي الغذاء العام لجميع الموجودات فهذاجزء واحد من اجزاء النبوة لاينفد، فاين انت من باقی الاجزاء التی لها؟[11]

"اس کائنات میں آدم علیہ السلام سے آخری نبی تک، جو فوت ہوں خواہ ہمیں ان کی خبر پہنچی ہو خواہ نہ پہنچی ہو، جس قدر آسمانی کتابوں کی آیات ہیں و جس قدر صحیفے، پس جس قدر اخبار الٰہیہ ہیں اسی قدر نبوت کے اجزاء ہیں۔ البتہ قرآن مجید ان سب اجزاء کا جامع ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حافظ قرآن سے متعلق فرمایا: "نبوت اس کے پہلووں میں سمٹ گئی"۔ اگرچہ نبوت (کے اجزاء) قرآن میں سمٹ آئے لیکن تمام آسمانی کتب و

[11] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص ۱۳۵

صحف کی آیات میں یہ اجزاء تفصیل و تفسیر سے آئے ہیں۔ نیز اخبار الٰہیہ میں یہ اجزاء الگ سے آئے ہیں جو آسمانی کتب و صحف سے الگ ہیں۔ (اس بات کو ایک الگ پہلو سے دیکھئے کہ) ساری کی ساری نبوت ام الکتاب (سورہ فاتحہ) میں سمٹ آئی اور سورہ فاتحہ کی کنجی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ پس نبوت (عامہ) اس کائنات میں قیامت تک جاری و ساری ہے اگرچہ تشریع کا سلسلہ رک گیا۔ (یہ) اس لئے (ہے) کہ تشریع نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کائنات سے اللہ کی خبر اور اللہ سے عالم کی طرف اخبار رک جائیں کیونکہ اگر یہ رک جائیں تو اس کائنات کے بقا کے لئے درکار غذا رک جائے گی۔ اللہ کا فرمان ہے: ("فرما دیجئے: اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہوتے تو وہ میرے رب کے کلمات رکنے سے قبل سوکھ جاتے اگرچہ ہم اس کی مثل اور (سمندر) لے آتے") دوسرے مقام پر فرمایا: ("اور اگر زمین میں موجود (سب) درخت قلم ہوتے اور سمندر کو ہفت آب بڑھاتے چلے جاتے تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوتے۔ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے") اور اللہ نے فرمایا کہ جب وہ کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔ پس یہ کلمات ختم نہیں ہوتے اور یہی ہر مخلوق کی غذا ہیں۔ اب یہ نبوت کا (صرف) ایک جزو ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا، تو باقی اجزاء کا کیا کہنا!"

اس عبارت میں شیخ دو قسم کے اجزائے نبوت کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ پہلی قسم کے اجزائے نبوت وہ ہیں جو انبیاء پر نازل ہونے والی نصوص و صحف کی آیتوں کی صورت میں ہیں۔ ان کی اصطلاح میں یہ اجزاء "تشریعی نبوت یا نبوت خاصہ" سے متعلق ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد ختم ہو چکے کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس کی تفصیل اسی باب میں آگے آرہی ہے جن سے واضح ہو جائے گا کہ تشریع بھی نبوت عامہ کی ایک خاص قسم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر تشریعی و تکلیفی احکامات نازل فرماتا ہے جس کا سلسلہ آپ ﷺ کے

بعد ختم ہو چکا۔

2۔ اجزائے نبوت کی دوسری قسم نبوت عامہ سے متعلق ہے جو دنیا و آخرت میں ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ یہ نبوت اللہ تعالی کے اسماء کا موجودات کے ساتھ اخبار و انباء کا وہ تعلق ہے جو کلمہ کن کے ساتھ قائم ہے اور یہ ہمہ دم جاری رہتا ہے۔ مثلا اللہ تعالی جب کسی شے پر کلمہ "کن" کی تجلی ڈالتے ہیں تو وہ ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کلمہ کن سے تخلیق کے عمل کا آغاز ہو جانا یا اسے حد کمال تک لے جانا اس طور پر ہے کہ ہمہ وقت اس کلمہ کن کا تعلق اس موجود کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اگر کسی لمحہ کلمہ کن کا تعلق اس موجود سے منقطع ہو جائے وہ موجود فنا ہو جائے گا۔ یہ کلمات کبھی منقطع نہیں ہوتے، اس عالم موجودات میں جب تک ان کلمات کا تعلق موجودات کے ساتھ قائم رہے گا انباء و اخبار الٰہیہ کا سلسلہ تمام مخلوقات میں جاری رہے گا۔ عالم ارواح میں أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى ﴿الأعراف: ۱۷۲﴾ (''کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں'') اسی تعلق کا ذکر ہے، یعنی ارواح کی طرف اخبار کا نزول ہوا۔ اسی طرح کلمہ کن سے تمام انسان دوبارہ پیدا کیے جائیں گے اور میدان حشر برپا ہو گا، زمین اللہ کی وحی سے اپنی اخبار بیان کرے گی، حشر، میزان، جنت، دوزخ یہ سب اللہ کے کلمات ہی سے قائم ہوں گے۔ اسی لیے شیخ فرماتے ہیں کہ نبوت عامہ کا سلسلہ آخرت میں بھی قائم رہے گا۔ اللہ رب کریم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن زمین اپنے اخبار بیان کرے گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ اس پر وحی فرمائیں گے: يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿الزلزلة: ۴-۵﴾ "اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے وحی کی"۔ ایک مقام پر اللہ رب کریم جہنم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس دن ہم دوزخ سے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟ ارشاد ہوتا ہے: يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴿ق: ۳۰﴾ ("جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور ہے؟")۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں بھی

مخلوقات کے ساتھ کلمات الٰہیہ کا تعلق اخبار و انباء کے ساتھ قائم رہے گا۔اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قیامت میں ملائکہ اور انسانوں سے ہم کلام ہونے کا ذکر بھی کئی نصوص میں آیا ہے۔
درج بالا اقتباس میں درج دوسری قسم کے اجزائے نبوت کو نبوت عامہ کہتے ہوئے اس کی وضاحت شیخ یوں بھی کرتے ہیں:

فاما النبوة العامة فاجزاؤها لاتنحصر ولا يضبطهاعدد فانها غيرمؤقتة لهاالاستمرار دائما دنيا و آخرة [12]

"نبوت عامہ کے اجزاء کی نہ حد ہے اور نہ شمار کیونکہ وہ وقت کی قید سے ماوراہیں، یہ (نبوت عامہ) دنیاو آخرت میں تسلسل سے جاری رہے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کے نظریئے کی روسے اس کائنات کا ہر ہر ذرہ ان معنی میں نبوت عامہ سے متصف ہے کہ اس پر خدا کی کسی نہ کسی صفت کی تجلی پڑنے کا عمل جاری ہے۔بات سمجھانے کے لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے نظام فکر کی روسے درج بالا معنی میں ایک ذرے سے لے کر پتھر، درخت، انسان، جن و فرشتہ، الغرض ہر ہر موجود ہر لمحہ نبوت عامہ کے تعلق سے جڑا ہوا ہے۔ جسے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ "نبوت عامہ" کہتے ہیں، یہ ان کے نظام فکر کے اندر صرف عام مفہوم والی "عقیدے کی اصطلاح" نہیں ہے بلکہ یہ ان کے نظام کی ایک وجودیاتی (ontological) حقیقت بھی ہے۔ شیخ کی عبارت سے واضح ہے کہ نبوت عامہ کے تحت اخبار الٰہیہ کی ترسیل کا یہ سلسلہ روز قیامت بھی جاری رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کے نظریئے کے مطابق نبوت عامہ کے اجزاء تمام موجودات میں پھیلے ہوئے ہیں، ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق ان اجزاء سے مستفیض ہو رہا ہے۔

---

[12] الفتوحات المکیہ:ج۳:ص۱۳۶

نبوت عامہ کے تحت مخلوقات کی طرف جاری ان انباء کو شیخ وحی اور الہام بھی کہہ دیا کرتے ہیں جیسے قرآن مجید میں یہ لفظ ان معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ " آغاز وحی کی نوعیت کیا ہے؟" کے سوال کے جواب میں پہلے وہ اس وحی کا ذکر وضاحت سے کرتے ہیں جو تشریعی نبوت یا انبیاء کے ساتھ خاص ہے، اس کے بعد نبوت عامہ سے متعلق وحی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان كان سؤاله عن بدء الوحی من حيث الوحی او عن بدء الوحی فی حق كل صنف ممن يوحی اليه كالملائكة وغير البشر من الجنس الحيوانی مثل قوله (وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ: النحل 68) وغير الجنس الحيوانی مثل عرض الامانة على السموات والارض والجبال فانه كان بوحی و مثل قوله (أَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا: حم سجده 12) و مثل قوله (وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا: الشمس 7) وهي نفس كل مكلف وما ثم الا مكلف لقوله (فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا: شمس 8) فدخل الملک بالتقوى فی هذه الايةاذ لا نصيب له فی الفجور، وكذالک سائر نفوس ما عدا الانس والجان الهموا الفجور والتقوى (كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا: بنی اسرائيل 20) فاذا اراد بدء الوحی فی كل صنف صنف و شخص شخص فهو الالهام فانه لايخلو عنه موجود وهو الوحي[13]

"اگر اس (سائل) کا سوال اس وحی کی ابتدا کے بارے میں ہے جو مطلق وحی ہے یا اس وحی کی ابتداء کے بارے میں ہے جو ہر صنف کی طرف ان کی صنف کے اعتبار سے کی جاتی ہے جیسے فرشتے اور انسان کے علاوہ دیگر جاندار جیسے اللہ کا فرمان: (" اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی") اور غیر حیوانی جنس جیسے اللہ کی امانت کا آسمانوں، زمین

[13] الفتوحات المکیہ: ج ۳: ص ۸۸۔۸۹

اور پہاڑوں پر پیش کیا جانا تو وہ وحی کے ساتھ تھا جیسے اللہ نے فرمایا ("اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے") اور جیسے اللہ نے فرمایا: ("اور انسانی جان کی قَسم اور اسے ہمہ پہلو توازن و درستگی دینے والے کی قَسم") اور یہ نفس (جس کی قسم کھائی گئی) ہر مکلف ہی کا نفس ہے اور یہاں (کائنات میں) ہر چیز مکلف ہی ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا: ("پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی") اس آیت میں فرشتہ تقویٰ کے ساتھ داخل ہے کیونکہ فجور میں اس کا حصہ نہیں ہے۔ اسی طرح جن وانس کے علاوہ باقی نفوس بھی (کہ ان میں تقوی ہی تقوی ہے) جبکہ جن وانس کو تقوی وفجور دونوں القا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ("ہم (دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب) دونوں کو تیرے پروردگار کی دین سے عطا کرتے ہیں، اور تیرے پروردگار کی دین میں کوئی رکاوٹ نہیں")، پس اگر (سائل کی) مراد ہر صنف اور شخص میں الگ الگ وحی کی ابتداء سے متعلق ہے تو وہ الہام ہے اور اس الہام سے (کائنات میں) کوئی موجود خالی و محروم نہیں ہے اور یہ (بھی) وحی ہے۔"

اسی نبوت کے تحت جاری وحی کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فهذه النبوة سارية فى الحيوان مثل قوله تعالى (وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ: النحل 68) وكلهم بهذه المثابه- فمن علمه الله منطق الحيوانات وتسبيح النبات والجماد و علم صلاة كل واحد من المخلوقات و تسبيحه علم ان النبوة سارية فى كل موجود يعلم ذالک اهل الكشف و الوجود، لكنه لا ينطلق من ذلک اسم نبى ولا رسول على واحد منهم[14]

[14] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص ۳۸۲

"یہ نبوت حیوان میں بھی جاری و ساری ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ("اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی") اور سب حیوان اسی طرز پر ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی زبان، نباتات و جمادات کی تسبیح کا علم سکھایا اور اسے ہر مخلوق کی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم دیا وہ یہ جانتا ہے کہ نبوت ہر موجود شے میں جاری و ساری ہے اور اہل کشف و وجود اس (حقیقت کو) جانتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی شے پر بھی (لفظ) نبی اور رسول کے نام کا اطلاق نہیں کیا جاتا، سوائے فرشتوں کے اور خاص طور پر وہ جو ان میں سے پیغام رساں ہیں اور انہیں (اسی لئے) ملائکہ کہتے ہیں۔"

اسی بات کو شیخ یوں بھی کہتے ہیں:

لما كان الامر هكذا، جاز بل وقع وصح ان يخاطب الحق جميع الموجودات ويوحى اليها من سماء وارض وجبال و شجر و غير ذلک من الموجودات[15]

"جبکہ امر اسی طرح سے ہے، تو یہ جائز ہے بلکہ یہ امر واقع اور ثابت ہے کہ حق سبحانہ آسمان، زمین، پہاڑ اور درختوں وغیرہ تمام موجودات سے خطاب فرماتے اور ان کی طرف وحی کرتے ہیں۔"

شیخ کے مطابق ہر وجود کو قرآنی بیان وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا کے تحت اس کی فطرت کے اعتبار سے بذریعہ وحی پابند کیا گیا ہے۔ کائنات کے ہر وجود کی طرف جاری اس وحی کے سبب ہر شے طوعاً و کرھاً اللہ کے ارادے کی پابند ہو جاتی ہے۔ یہ وحی ہر شے پر غیر کسبی طور پر مسلسل ہو رہی ہے، اسی معنی میں یہ وحی ایسے تسخیر و غلبے سے عبارت ہے جس کے بعد غور و فکر کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرنے یا نہ کرنے میں کسی اختیار کی گنجائش نہیں ہوتی، یہ

---

15 الفتوحات المکیہ: ج۶: ص۱۴۶

وحی اس وجود کے لئے لازمی (binding) حیثیت رکھتی ہے جیسے پرندے کا ہوا میں اڑنا، مچھلی کا پانی میں تیرنا یا بچے کا ماں دودھ پینا۔ چنانچہ "ماالوحی "(وحی کیا ہے) سوال کے ضمن میں وحی کی اس کیفیت کی تشریح کرتے ہوئے شیخ اسے یوں بیان کرتے ہیں:

والمفطور عليه كل شئ مما لا كسب له فيه من الوحي أيضا كالمولود يتلقى ثدي أمه ذلك من أثر الوحي الإلهي إليه كما قال ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون --- وقال تعالى وأوحى ربك إلى النحل أن اتخذي من الجبال بيوتا ومن الشجر ومما يعرشون فلولا ما فهمت من الله وحيه لما صدر منها ما صدر ولهذا لا يتصور المخالف إذا كان الكلام وحيا فإن سلطانه أقوى من أن يقاوم --- أن الوحي أقوى سلطانا في نفس الموحى إليه من طبعه الذي هو عين نفسه[16]

"اور ہر چیز کے اندر وہ پہلو جس میں اس کا کسب نہ ہو وہ بھی وحی (ذاتی) میں سے ہے جیسے نومولود بچہ اپنی ماں کی چھاتی کو منہ میں لیتا ہے، یہ اللہ کی وحی کا اثر ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا "ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں اگرچہ تم دیکھتے نہیں"۔۔۔ اور اللہ نے کہا "تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ وہ بنایا کرے پہاڑوں میں اپنے چھتے اور درختوں کی شاخوں میں اور ان کے چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں"۔ اگر اللہ کی طرف سے جو وحی اس (شہد کی مکھی) پر ہوئی وہ نہ سمجھی ہوتی تو اس سے اس چیز کا صدور نہ ہوتا جو (عام طور سے) ہوتا ہے (یعنی شہد بنانے کا)۔ یہی وجہ ہے کہ جب کلام (اس) وحی کی صورت میں ہو تو اس کے خلاف (عمل) کرنا ناقابل تصور ہے کیونکہ اس کی قوت تسخیر کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ بے شک جس کی طرف یہ وحی کی جاتی ہے یہ

---

[16] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۱۱۷۔۱۱۸

وحی اس پر اس کی جبلت سے، جو عین اس کی ذات ہے، زیادہ غالب ہوتی ہے۔"

یہ وحی انسان و جن کے ہر ہر جزو پر الگ حیثیت میں بھی جاری ہے اور اسی سبب ان کا ہر جزو اللہ کی معرفت رکھتا ہے، اگرچہ مجموعی حیثیت میں انسان یا جن اللہ کی تسبیح سے غافل ہو سکتے ہیں کیونکہ انس و جن کو بحیثیت ذات اختیار دیا گیا ہے:

كل ما سوى مجموع الإنسان مفطور على العلم بالله إلا مجموع الإنسان والجان فإنه من حيث تفصيله مفطور على العلم بالله كسائر ما سواهما من المخلوقات من ملك ونبات وحيوان وجماد فما من شئ فيه من شعر وجلد ولحم وعصب ودم وروح ونفس وظفر وناب إلا وهو عالم بالله تعالى بالفطرة بالوحي الذي تجلى له فيه وهو من حيث مجموعيته وما لجمعيته من الحكم جاهل بالله حتى ينظر ويفكر ويرجع إلى نفسه فيعلم أن له صانعا صنعه وخالقا خلقه فلو أسمعه الله نطق جلده أو يده أو لسانه أو رجله لسمعه ناطقا بمعرفته بربه مسبحا لجلاله ومقدسا يوم تشهد عليهم ألسنتهم وأيديهم وأرجلهم بما كانوا يعملون وقالوا لجلودهم لم شهدتم علينا فالإنسان من حيث تفصيله عالم بالله ومن حيث جملته جاهل بالله حتى يتعلم أي يعلم بما في تفصيله فهو العالم الجاهل[17]

"بحیثیت مجموعی انسان کے سوا ہر شے میں اللہ کی معرفت گندھی ہوئی ہے بجز انسان اور جن کیونکہ اس (انسان یا جن) کے ہر ہر جزو و عضو میں ویسے ہی اللہ کی معرفت گندھی ہوئی ہے جیسے ان کے سوا دیگر مخلوقات جیسے فرشتے، نباتات جانور میں (گندھی) ہوتی

[17] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۱۱۸

ہے۔ پس اس (انسان یا جن) میں جو بال، جلد، گوشت، پٹھا، خون، روح، نفس، ناخن اور چکلی کے دانت ہیں ان میں فطری طور سے اللہ کا علم موجود ہے اس وحی کے ذریعے جو ان میں جلوہ گر ہوئی جبکہ وہ (انسان یا جن) مجموعی لحاظ سے اللہ کی معرفت سے خالی ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ غور و فکر کرے اور جان لے کہ اس کا کوئی صانع و خالق ہے۔ پس اگر اللہ اسے اس کی جلد، ہاتھ، پیر یا زبان کی گویائی سنائے تو وہ سنتا کہ یہ سب اللہ تعالی کی معرفت کے بول بول رہے ہیں اور اس کی تسبیح و پاکی بیان کر رہے ہیں (جیسا کہ اللہ نے فرمایا:) "جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھے" (اور فرمایا:) "پھر وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟"۔ پس انسان اپنے ہر ہر جزو کے لحاظ سے اللہ کی معرفت رکھے ہوئے ہے، پر مجموعی لحاظ سے اس وقت تک اللہ کی معرفت سے عاری ہے جب تک سیکھ نہ لے، یعنی کہ اس کے ہر ہر جزو میں جو شے (یعنی اللہ کی معرفت) سرایت کی ہوئی ہے وہ اسے جان لے۔ پس انسان ایک لحاظ سے معرفت رکھنے والا ہے اور ایک لحاظ سے معرفت سے عاری ہے۔"

ان اقتباسات سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ شیخ کے نظام فکر میں نزول وحی و الہام نبوت عامہ کے تحت ایک ایسا عمومی معاملہ ہے جس سے کائنات کا کوئی ذرہ خالی نہیں، ہر وجود کی طرف اس کی استعداد کے مطابق نزول وحی کا معاملہ جاری ہے اور یہی معاملہ اسے اپنے رب کی تسبیح کا شعور بخشتا ہے۔ شیخ ولایت عامہ یا ولایت کی اصطلاح کو کئی مقامات پر نبوت عامہ کے مترادف کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

فالولاية نبوة عامة[18]

---

[18] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۳۷

"ولایت نبوت عامہ (کا نام) ہے۔"

فصوص الحکم میں آپ فرماتے ہیں:

و اعلم ان الولاية هي الفلک المحيط العام، و لهذا لم تنقطع و له الانباء العام[19]

"اور جان لو کہ ولایت ایک فلک محیط ہے جو (سب سے زیادہ) عام ہے۔ اسی لیے اس کا انقطاع نہیں ہوا ہے اور اس فلک کے لیے انباء عام ہے۔"

"انباء عام" سے مراد اسی وحی و اخبار کے نزول کا معاملہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شیخ کے ہاں اس انباء عام میں وہ خصائص شامل نہیں ہوتے جو انبیاء کی طرف کی جانے والی وحی کے خصائص ہیں (یعنی تشریع، سزا و جزا) جیسا کہ آگے ذکر ہو گا۔ یہاں ضمناً یہ بات نوٹ کر لینی چاہیئے کہ نبوت عامہ کے مختلف مراتب کو بیان کرنے کے لیے شیخ مختلف مقامات پر نبوة باطنة، نبوة عموم، نبوة الأخبار، نبوة عامة، الوراثة النبوية، نبوة مطلقة، نبوة سارية، نبوة الوارث، نبوة الولي، نبوة قمرية جیسی اصطلاحات بھی استعمال فرماتے ہیں۔

نبوت عامہ کا ایک سرا مخلوق سے جڑا ہے اور دوسرا خالق سے۔ اب تک مخلوق کی جانب سے بات ہوئی، شیخ اسے خالق کی جانب سے بھی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ ابن عربی نبوت عامہ کا تعلق اللہ کے اسم "سمیع" سے وابستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

النبوة نعت الهی يثبتها فی جناب العالی الاسم السميع، ويثبت حكمها صفة الامر الذی فی الدعاء المامور به، واجابة الحق عباده فيما يسالونه فيه،

---

[19] فصوص الحکم: ج ۲: ص ۷۵

فانها ایضا من الله فی حق العبد سؤال الھی بصفة افعل ولا تفعل، ونقول نحن: سمعنا و اطعنا، ویقول ھو سبحانه: سمعت واجبت، فانه قال: (أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ: البقرة 186) وصیغة الامر من العبد فی الطلب: اغفرلنا، وارحمنا، واعف عنا، وارزقنا وشبه ذلک- وصیغة النھی من العبد فی الدعا: لا تزغ قلوبنا، لاتجعلنا فتنة للقوم الظلمین، لاتخزنا یوم القیامة، لاتخزنی یوم یبعثون- ولیست النبوة بمعقول زائد علی ھذا الذی ذکرنا[20]

"نبوت اللہ کی ایک صفت ہے جس کا ثبوت اللہ کی بارگاہ میں اسم 'سمیع' سے ہے۔ اور یہ اسم نبوت کا حکم ثابت کرتا ہے اس صفت امر میں جو اس دعا میں ہوتی ہے جس کا حکم دیا گیا ہے، اور حق سبحانہ کی اپنے بندوں کی دعا سننے میں جب وہ اس سے سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے بندے کے اعتبار سے ایک ایسا مطلوب الٰہی ہے جس کی صفت یہ ہے کہ "تم ایسا کرو" اور "تم ایسا نہ کرو"۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: "ہم نے سنا اور اطاعت کی"، جبکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے: "میں نے تمہاری دعا سنی اور اسے قبول کر لیا۔" بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے"۔ اور جب (بندہ) اپنے رب سے طلب کرتا ہے تو اس کا صیغہ امر یوں ہوتا ہے: "اے اللہ ہماری مغفرت فرما دے اور ہم پر رحم فرما، ہمیں معاف کر دے اور ہمیں رزق دے"۔ بندے کی طرف سے صیغہ نہی دعا میں یوں ہوتا ہے: "اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں کجی نہ ڈالنا، ہمیں ظالموں کے لیے آزمائش نہ بنانا، ہمیں قیامت کے دن رسو نہ کرنا، مجھے آخرت میں رسوا مت کرنا۔ نبوت اس سے

---

20 الفتوحات المکیہ: ج۳: ص ۳۸۰

زیادہ (آسان الفاظ میں) نہیں سمجھی جا سکتی جس کا ہم نے ذکر کر دیا۔"

یعنی نبوت اس امر سے بھی عبارت ہے کہ بندہ اپنے رب کو پکارتا ہے اور اللہ تعالی اس کی پکار کو سنتا نیز اس کا جواب دیتا ہے۔ اللہ کا جو خطاب پوری کائنات میں جاری ہے، اس خطاب الٰہی کی صورت انسانوں سے متعلق بھی ہوتی ہے اور اس کو بھی نبوت کہتے ہیں:

ان النبوة خطاب الله تعالى او كلام الله تعالى، كيفما شئت قلت، لمن شاء من عباده فى هاتين الحالتين من يقظة و منام، وهذا الخطاب الالهى المسمى نبوة على ثلاثة انواع: --- وليست النبوة بامر زائد على الاخبار الالهى بهذه الاقسام والقرآن خبر الله وهو النبوة كلها لانه الجامع لجميع ما اراد الله ان يخبر به عباده[21]

"بے شک نبوت اللہ کے اس خطاب یا کلام، جیسا کہنا چاہو کہہ لو، سے عبارت ہے جو وہ اپنے بندوں میں سے جس کے ساتھ چاہتا ہے حالت بیداری یا سونے کی حالت میں کرتا ہے۔ اس خطاب الٰہی کو نبوت کہتے ہیں جو تین اقسام پر ہوتا ہے۔۔۔ نبوت ان اقسام پر (دی جانے والی) اخبار الٰہی سے زائد کوئی چیز نہیں، اور قرآن اللہ کی خبر ہے جو کامل نبوت ہے کیونکہ اس میں وہ سب سمٹ گیا جو اللہ تعالی اپنے بندوں کو بتانا چاہتا ہے۔"

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبوت یا نبوت عامہ شیخ کے نظام فکر میں ایک وسیع تر دائرے کا نام ہے جو خدا اور مخلوق کے مابین تعلق کی مختلف صورتوں سے عبارت ہے۔ یہ صرف اس خاص خطاب الٰہی سے عبارت نہیں ہے جسے علمائے عقیدہ اپنی اصطلاح میں محض انسانوں میں بھیجے گئے انبیاء میں بند کرتے ہیں۔ شکل نمبر 3 میں تفہیم کے لئے شیخ کے تصور نبوت یا نبوت عامہ کی

[21] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص۷

وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو یہ ظاہر کر رہی ہے کہ نبوت عامہ خدا اور مخلوقات کے وجودی تعلق سے عبارت ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا یہی تعلق موجودات کی بقا کا ضامن ہے، جس لمحہ یہ تعلق منقطع ہو گا وہ موجود فنا ہو جائے گا نیز اللہ کے کلمات کبھی منقطع نہیں ہوتے یہ سلسلہ دنیا و آخرت دونوں میں جاری رہے گا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ نصوص قرانی کی رو سے پوری کائنات کے ساتھ اللہ تعالی کا جو رابطہ ہے، شیخ اس رابطے کو "نبوت یا نبوت عامہ" اور اس رابطے کی صورت کو "وحی" کہتے ہیں جو اس کائنات میں ہر شے کی طرف جاری ہے۔ ان اصطلاحات کی بنیاد وہ وجودیاتی حقائق ہیں جو نصوص میں جابجا بیان ہوئے ہیں اور جن کا ذکر ہو چکا۔

شکل 3: نبوت عامہ بطور خدا اور مخلوقات کا وجودی تعلق

اللہ

نبوت عامہ

وحی وحی وحی وحی وحی وحی

ارض و سماوات | جمادات | نباتات | حیوانات | جن و ملک | انسان
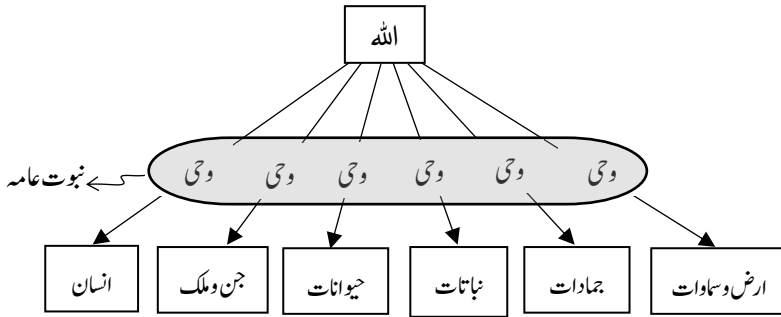
نبوت عامہ دراصل اللہ تعالی کے ساتھ مخلوقات کے مقامات قرب سے عبارت ہے، متکلمین و فلاسفہ کی زبان میں کہا جائے تو نبوت عامہ خدا اور کائنات کے تعلق (God world relationship) کا نام ہے جس کی رو سے کائنات اللہ تعالی کی صفات فعلیہ کا مظہر ہے۔ جس مخلوق پر اللہ کے اسماء و صفات کی تجلیات جس قدر پڑتی ہیں وہ اسی قدر خدا کے ساتھ رابطے میں ہے اور اسی قدر شعور بندگی سے معمور ہے اور اسی قدر اللہ کے قریب ہے۔ متکلمین یا علمائے عقیدہ کی

اصطلاحات میں امور کو سمجھنے کے عادی ذہن کے لئے یہاں فطری طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبوت ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے تو پھر شیخ اکبر کے نزدیک اس نبوت کی امتیازی حیثیت کیا ہے جس کی حامل شخصیت کو اصطلاحی معنی میں نبی کہا جاتا ہے؟ اب ہم اس تصور نبوت کے بارے میں شیخ کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہیں۔

نبوت خاصہ یا نبوت تشریع

اگرچہ نبوت عامہ کے تحت ہر شے کی طرف نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے البتہ تمام مخلوقات میں سے انسان کا رتبہ ان معنی میں جدا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے باارادہ ہستی اور مکلف بنایا ہے۔ تکلیف کی یہ حقیقت ایک امتیازی نوعیت کے الوہی بندوبست کی متقاضی ہے، اس بندوبست کو شیخ نبوت خاصہ کہتے ہیں۔ اس بندوبست کے تحت جب اللہ تعالی انسانوں میں سے کسی خاص انسان کو اس منصب پر فائز کرتے ہیں کہ اسے بندوں کی ہدایت کے لیے مختص کر دیا جائے اور وہ مرسل یا مبعوث من اللہ ہو، نیز اس کی اتباع واجب ہو اور وہ مدار نجات ٹھہرے، تو یہ مقام شیخ کے نظام فکر میں "نبوت خاصہ" یا "تشریعی" نبوت ہوتا ہے جو دراصل نبوت عامہ کی ایک خاص صورت ہے۔ عام طور پر علمائے عقیدہ جسے نبوت یا رسالت کہتے ہیں شیخ اسے نبوت خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اصطلاح کے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ نبوت یا نبوت عامہ ان کی فکر میں تمام مخلوقات کو شامل ہے، لہذا انبیاء میں جاری نبوت کو اس پہلی قسم کی نبوت سے ممیز کرنے کے لئے وہ نبوت خاصہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ نبوت خاصہ سے متصف یہ شخص جسے "نبی" کہا جاتا ہے، نبا یا خبر وصول کرنے کے ایسے خاص درجے پر فائز ہوتا ہے جو دیگر مخلوقات کو حاصل نہیں ہوتا۔ سابقہ اوراق میں اجزائے نبوت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ نے جس پہلی قسم کے اجزائے نبوت کا ذکر کیا ہے وہ اسی نبوت خاصہ سے متعلق وحی کا بیان ہے۔ شیخ کے نزدیک اس مقام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس پر فائز شخصیت پر جن اخبار و انباء کا نزول ہوتا ہے اس میں تشریع و تکلیف کا عنصر شامل

ہوتا ہے۔ چنانچہ نبوت (یاولایت) عامہ و نبوت خاصہ کے فرق کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

فالولاية نبوة عامة و النبوة التی بها التشريع نبوة خاصة [22]

'ولایت نبوت عامہ ہے اور وہ نبوت جس کے ساتھ تشریع ہو وہ نبوت خاصہ۔"

نبوت خاصہ سے متصف اس صاحب شریعت شخصیت کو اگر دوسروں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا جائے تو اسے رسول کہتے ہیں:

ان النبی هو الذی یاتیه الملک بالوحی من عندالله، یتضمن ذلك الوحی شریعة یتعبده بها فی نفسه، فان بعث بها الی غیره کان رسولا[23]

"بے شک نبی وہ ہے جس کے پاس فرشتہ اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے، اس وحی میں ایسی شریعت ہوتی ہے جس کا خود انہیں مکلف بنادیا گیا ہو۔ اگر نبی کو کسی دوسرے کی طرف مبعوث کیا جائے تو وہ رسول ہے۔"

ایک اور مقام پر نبی اور رسول کا فرق واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الفرق بین النبی والرسول ان النبی اذا القی الیه الروح ما ذکرناه اقتصر بذلک الحکم علی نفسه خاصة ویحرم علیه ان یتبع غیره فهذا هو النبی، فاذا قیل له: (بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ) اما لطائفة مخصوصة کسائر الانبیاء واما عامة للناس ولم یکن ذلک الا لمحمدﷺ لم یکن لغیره قبله، فسمی لهذا الوجه

---

[22] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۷

[23] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۲۹

رسولا والذی جاء به رسالة[24]

"نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی پر جب روح (امین) اس کا القاء فرماتے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، تو وہ حکم صرف ان کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور ان کے لیے حرام ہوتا ہے کہ اس کے ماسوا کسی دوسرے (نبی) کی پیروی کریں، یہ نبی کی شان ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ("جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کریں") خواہ ایک مخصوص قوم کو جیسا کہ (حضرت محمد ﷺ کے علاوہ) سب انبیاء کرام علیہم السلام خواہ تمام نوع انسانی کو اور یہ (دوسرا) مقام صرف محمد ﷺ کو حاصل ہے اور آپ ﷺ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس ذات کو رسول کہا جاتا ہے اور جو کچھ وہ ساتھ لے کر آئے اسے رسالت (کہتے ہیں)۔"

پچھلے باب میں یہ وضاحت کی گئی کہ علمائے عقیدہ کے نزدیک نبی کی بنیادی صفت "تکلیف" لازم کرنا ہے، یعنی نبی وہ صاحب وحی شخصیت ہوتی ہے جس کی بات پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے اور اسی لئے وہ مدار نجات ہوتا ہے۔ یعنی نبی چاہے خود صاحب شریعت ہو یا کسی دوسرے رسول کی شریعت کے تابع ہونے کی حیثیت میں اس کی شریعت کا کوئی حکم بیان کرے، ہر دو صورت میں اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل واجب ہوتا ہے۔ شیخ ابن عربی نبی کی اس خصوصیت کو بالکل صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر "نبی اور محدث (وہ غیر نبی جس پر اللہ کی طرف سے بصورت الہام کوئی بات نازل ہو) میں کیا فرق ہے" کی وضاحت میں کہتے ہیں:

السؤال: ما الفرق بين النبيين والمحدثين؟ الجواب: التكليف- فان النبوة لا بد فيها من علم التكليف، ولا تكليف فى حديث المحدثين جملة وراسا[25]

---

[24] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۳۸۹

[25] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۱۱۸

"سوال: انبیاء اور محدثین (ملہمین) میں کیا فرق ہے؟ جواب: تکلیف کا۔ نبوت لازماً علم تکلیف کا نام ہے جبکہ محدثین کی اخبار میں تکلیف کا کوئی پہلو شامل نہیں ہوتا۔"

مطلب یہ کہ محدثین یا ملھمین کی بات قبول کرنا ضروریات دین کے باب سے نہیں کہ اگر اس کا انکار کیا گیا تو کفر یا گمراہی لازم آجائے۔ اس کے برعکس نبی پر نازل ہونے والی وحی کو ماننا لازم ہوتا ہے۔ القائے وحی کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے انبیاء پر نازل ہونے والی وحی کا ذکر کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں:

فیسمی ذلک العبد لھذا النزول رسولا و نبیا یجب علی من بعث الیھم الایمان به و بما جاء به من عند ربه[26]

"تو اس بندے کو اس نزول وحی کے سبب رسول و نبی کہا جاتا ہے، لہذا جس کی طرف انہیں مبعوث کیا جاتا ہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ اس پر اور جو وہ اپنے رب کی طرف سے لایا ہے اس پر ایمان لائے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک بھی علمائے عقیدہ کی طرح نبوت خاصہ یا تشریع (جسے علمائے عقیدہ صرف نبوت کہتے ہیں) اس تشریع سے عبارت ہے جسے "تشریع تکلیفی" کہا جاتا ہے۔
شیخ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے معصوم ہوتے ہیں:

ان الانبیاء لھم العصمة من الشیطان ظاھرا و باطنا وھم محفوظون من الله فی جمیع حرکاتھم، وذلک لانھم قد نصبھم الله للناس ولھم المناجاة الالھیة- فالانبیاء المرسلون معصومون من المباح ان یفعلوه من اجل نفوسھم لانھم

---

[26] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۱۵۶

يشرعون بافعالهم واقوالهم، فاذا فعلوا مباحا ياتونه للتشريع ليقتدى بهم [27]

"بے شک ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے انبیاء کے لئے شیطان سے عصمت ہوتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے اپنی تمام حرکات میں محفوظ ہوتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کیونکہ اللہ انہیں لوگوں (کی ہدایت) کے لئے مقرر کرتا ہے اور ان کے لئے مناجات الٰہیہ ہوتی ہیں۔ پس انبیاء مرسلون اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ اپنے نفس کی وجہ سے مباح امور سرانجام دیں کیونکہ اپنے افعال و اقوال کے ذریعے وہ حکم شرعی وضع فرماتے ہیں۔ پس اگر وہ مباح کام بھی کریں تو وہ بھی تشریع کے لئے ہوتا ہے تاکہ ان کی پیروی کی جائے۔"

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّـهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: احزاب 21) وبهذه الاية ثبتت عصمة رسول الله ﷺ، فانه لو لم يكن معصوما ما صح التاسى به، فنحن نتاسى برسول الله ﷺ فى جميع حركاته و سكناته وافعاله و احواله و اقواله ما لم ينه عن شئ من ذلک على التعيين فى كتاب او سنته [28]

"("بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے") اور اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کی عصمت ثابت ہوئی، اگر بالفرض آپ ﷺ معصوم نہ ہوتے تو (ہر کام میں) ان کی پیروی درست نہ ہوتی۔ پس ہم پیروی کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ان تمام حرکات و سکنات اور افعال و احوال و اقوال میں جب تک رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی چیز سے متعین طور پر منع نہ فرما دیں، اللہ کی کتاب یا اپنی

[27] الفتوحات المکیہ: ج۲: ص۲۰۴

[28] الفتوحات المکیہ: ج۸: ص۲۵۰

سنت میں۔"

شیخ کے نزدیک نبوت کا یہ خاص مقام جو نزول شرع اور تکلیف سے عبارت ہے، ایک غیر کسبی حقیقت ہے۔ اس کی وضاحت وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ان النبوة غير مكتسبه[29]

"بے شک نبوت غیر اکتسابی ہوتی ہے۔"

نیز یوں بھی بیان کرتے ہیں:

اما الرسالة ونبوة الشرائع العامة اعنى المتعدية الى الامم والخاصة بكل نبى، فاختصاص الهى فى الانبياء والرسل لاينال بالاكتساب ولا بالتعمل[30]

"جہاں تک رسالت اور عام شریعت والی نبوت، میری مراد وہ شریعت ہے جو قوموں کے لئے ہو، اور ہر نبی کے ساتھ خاص شریعت (والی نبوت) کا تعلق ہے، انبیاء اور رسولوں کے ساتھ اللہ کا خاص (یعنی اختصاصی) معاملہ ہے جو ریاضت و محنت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔"

اس عبارت میں شیخ ابن عربی نے یہ واضح کر دیا ہے کہ علمائے عقیدہ جسے نبوت کہتے ہیں، اس کی ہر قسم غیر اکتسابی ہے۔ نبوت خاصہ کی اس اختصاصی حیثیت کو شعر میں یوں بیان کرتے ہیں:[31]

وان الاختصاص بها منوط　　　　كما دلت عليه الاشعرية

[29] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۶۰

[30] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۳۰

[31] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۳۸۶

وما من شرطها عمل و علم　　　ولا من شرطها نفس زكية

"رسالت اختصاص پر معلق ہے جیسا کہ اشعری کہتے ہیں۔ اس کی شرط نہ عمل ہے نہ علم، اور نہ اس کی شرط پاکیزہ نفس ہونا ہے۔"

شیخ ابن عربی کے مشہور شارح شیخ داؤد قیصری فصوص الحکم کی شرح میں لکھتے ہیں:

فالنبي هو المبعوث إلى الخلق ليكون هاديا لهم ومرشدا إلى كما لهم المقدر لهم في الحضرة العلمية باقتضاء استعدادات أعيانهم الثابتة إياه- وهو قد يكون مشرعا كالمرسلين وقد لا يكون كأنبياء بنى إسرائيل- والنبوة البعثة وهي اختصاص إلهي[32]

"نبی کو مخلوق کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے لئے (اللہ کے) مرتبہ علم میں مقرر شدہ کمال کی طرف انہی کے اعیان ثابتہ کی استعداد کے تقاضوں کے مطابق رشد و ہدایت دینے والا ہو۔ اور نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسول اور کبھی نہیں ہوتا جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء۔ نبوت بعثت اور اللہ تعالی کا خصوصی معاملہ ہے۔"

شریعتوں سے متعلق اس وحی کو شیخ وحی ذاتی کے برعکس "وحی عرضی" کہتے ہیں۔ اول الذکر وحی ہر ناقص و کامل پر مسلسل جاری رہتی نیز غیر ارادی طور پر سب پر لازم ہوتی ہے جبکہ وحی عرضی "انسان بحیثیت مجموعی" کے اختیار سے متعلق تکلیف شرعی سے عبارت ہے، نہ یہ ہمیشہ نازل ہوتی ہے اور نہ سب کی طرف۔ چنانچہ ایک مقام پر وحی ذاتی و عرضی کا فرق یوں واضح کرتے ہیں:

فإن الوحي الذاتي الذي تقتضيه ذواتهم هو أنهم يسبحون بحمد الله لا

---

32 خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ج۱: ص۱۲۳

يحتاجون في ذلك إلى تكليف بل هو لهم مثل النفس للمتنفس وذلك لكل عين على الانفراد والوحي العرضي هو لعين المجموع وهو الذي يجب تارة ولا يجب تارة ويكون لعين دون عين وهو على نوعين نوع يكون بدليل أنه من الله وهو شرع الأنبياء[33]

"بے شک وحی ذاتی جو ان کی ذات کی پکار ہے یا تقاضا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس میں انہیں کسی حکم (شرعی) کے پابند ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کے لئے ایسے ہی ہے جیسے سانس لینے والے کے لئے سانس۔ اور یہ وحی ہر ہر ذات کے لئے الگ الگ ہوتا ہے جبکہ وحی عرضی مجموعی (ذات) کے لئے ہوتی ہے۔ پس وہ کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی نہیں، کسی ذات کے لئے ہوتی ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ یہ دو اقسام کی ہے، ایک وہ قسم ہے جس کے اللہ کی طرف سے ہونے کی باقاعدہ دلیل و برھان ہوتی ہے اور وہ انبیاء کی شریعت ہے۔"[34]

اس معنی میں انبیاء سے متعلق وحی عرضی ایک خاص وحی ہے۔ ان عبارات اور پچھلے باب کی گفتگو سے واضح ہوا کہ متکلمین اور علمائے عقیدہ جس حقیقت کو "نبوت" کہتے ہیں شیخ اسے نبوت خاصہ یا نبوت تشریع سے تعبیر کرتے ہیں نیز شیخ کے نزدیک یہ ایک غیر کسبی مقام ہے جو اللہ تعالی اپنے فضل سے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔ شکل نمبر 4 میں شیخ کے تصور نبوت خاصہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ شیخ کی فکر کے مطابق نبوت خاصہ دراصل نبوت عامہ یا ولایت عامہ ہی کا جزو یا اس کے مقامات میں سے ایک مقام ہے، ان معنی میں کہ نبوت خاصہ اگرچہ ایک خاص شخص پر خاص نوع

---

[33] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص ۱۷۵

[34] دوسری صورت قانون سازی بذریعہ اجتہاد یا کائناتی امور و حکمت کا اللہ کی طرف سے قلوب میں القاء کیا جانا ہے جسے شیخ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کی نوعیت پر کچھ بحث باب 6 میں آئے گی۔

ہی کی سہی مگر نزول "نبا" ہی سے عبارت ہے۔

شکل 4: نبوت خاصہ یا نبوت تشریع کا مفہوم
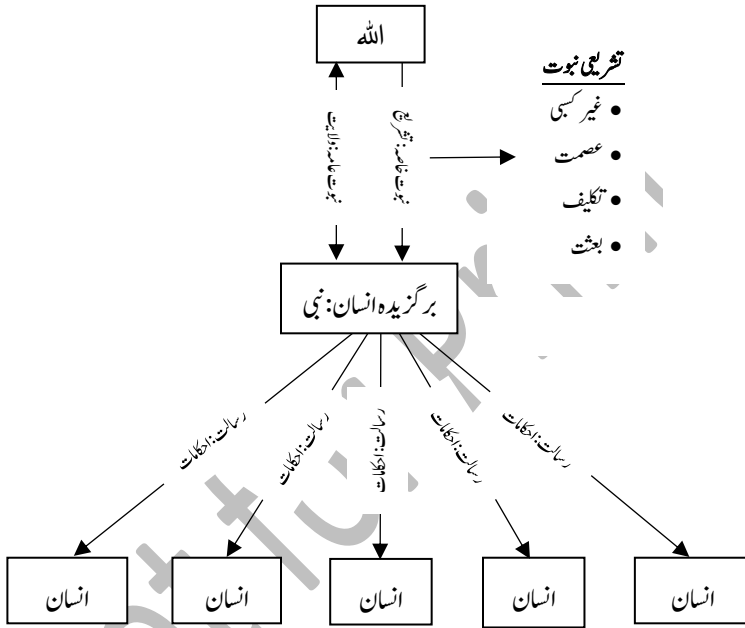
لیکن اس اعتبار سے یہ نبوت عامہ سے مختلف چیز قرار پاتی ہے کہ اس کے تحت موصول ہونے والی نبا کی کچھ امتیازی خصوصیات ہیں جو دیگر مخلوقات کے لئے ثابت نہیں۔ چنانچہ نبوت خاصہ کو ان دو اعتبارات کے لحاظ سے نبوت عامہ کے جزو کے طور پر بھی بیان کیا جاسکتا ہے اور ایک الگ مفہوم کے طور پر بھی۔ شیخ کے کلام میں لفظ نبوت عامہ جب نبوت خاصہ کے مقابلے میں آتا ہے تو ان دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ان دونوں معانی کے اعتبار سے یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبی نبوت عامہ سے متعلق نبوت خاصہ کے ایسے بلند مقامات پر فائز ہوتا ہے جو کسی غیر نبی کو حاصل

نہیں ہوتے اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبی نبوت عامہ اور خاصہ دونوں سے متصف ہوتا ہے۔
اس بحث کے بعد یہ سمجھنا ممکن ہو جاتا ہے کہ علمائے عقیدہ کے مقابلے میں شیخ لفظ وحی کے معنی کی تقسیم مختلف طریقے سے کرتے ہیں جسے شکل نمبر 5 میں دکھایا گیا ہے۔ اس کا موازنہ شکل نمبر 1 کے ساتھ کرکے دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ علمائے عقیدہ یا متکلمین ہی کی بات کہنے کا ذرا مختلف انداز ہے، حقیقتاً دونوں میں فرق نہیں۔

<u>شکل نمبر 5: لفظ وحی کے معنی کی تقسیم: شیخ ابن عربی کا طریقہ</u>
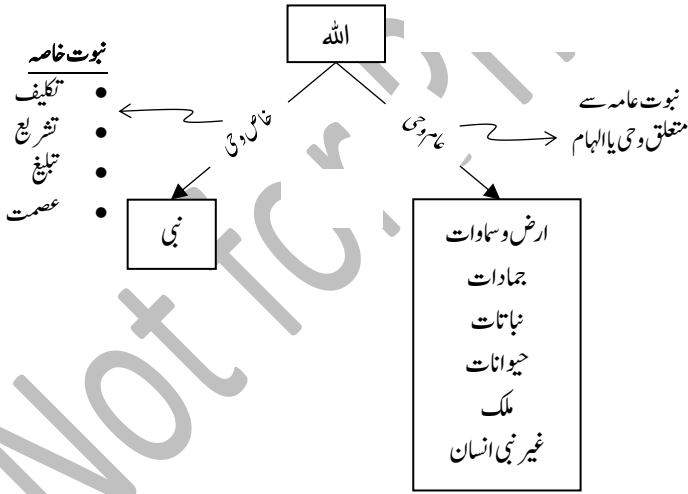
علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں "عام وحی" نبوت کے مفہوم سے کلیتاً خارج ہے اور وہ نبوت کو خاص وحی میں محدود کرتے ہیں۔ اس کے برعکس شیخ عام وحی سے متعلق نبوت کو نبوت عامہ اور خاص وحی سے متعلق نبوت کو نبوت خاصہ کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبوت کی حقیقت کسی شے کا اللہ کے ساتھ رابطے میں ہونا ہے اور اس کائنات کی کوئی بھی شے اس حال سے خالی نہیں۔ شکل

نمبر 6 میں نبوت عامہ و خاصہ کے مابین عموم و خصوص کے لحاظ سے تعلق دکھایا گیا ہے۔ نبوت عامہ یا ولایت عامہ کا دائرہ چونکہ پوری کائنات کو محیط ہے جبکہ نبوت خاصہ یا نبوت تشریع اس وسیع تر دائرے کا وہ حصہ ہے جو انبیاء کے ساتھ خاص ہے، لہذا نبوت خاصہ کے دائرے کو نبوت عامہ کے دائرے کے اندر اس کے ایک جزو کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ نبوت یا ولایت عامہ کے دائرے کا جو حصہ نبوت خاصہ سے باہر ہے وہ کسبی اور غیر کسبی دونوں نوعیت کا ہے۔

شکل 6: نبوت عامہ و خاصہ کا تعلق
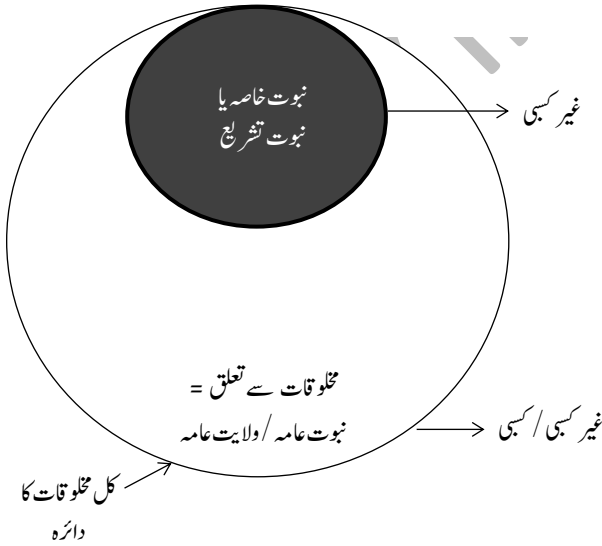
اس شکل کا موازنہ شکل نمبر 2 کے ساتھ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ متکلمین جس شخصیت کو نبی اور اس سے متصف جس حقیقت کو نبوت کہتے ہیں، اس میں اور غیر نبی میں "حقیقی و بنیادی فرق" صرف نباء وصول کرنے کا نہیں بلکہ اس "نبا" کا تشریع تکلیفی سے متعلق ہونے کا ہے۔ اگر ہر وہ شے یا شخص جس پر وحی کا نزول ہوا سے علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں نبی سمجھا جائے تو پھر حضرت

موسی علیہ السلام کی والدہ تو کجا شہد کی مکھی بھی شرعی معنی میں نبی ٹھہرے گی جو ظاہر ہے ایک غلط خیال ہے۔ نبوت عامہ اور خاصہ کے تصورات کے ذریعے شیخ انہی عمومی تصورات کو ٹھیک مقامات پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبوت کو "نبوت عامہ" کے درج بالا عمومی مفہوم میں استعمال کر کے جب شیخ ختم نبوت کے بعد نبوت باقی رہنے کی بات کرتے ہیں تو عموماً ان کے نظام فکر سے عدم واقفیت کی بنا پر سائل و معترض کے ذہن میں ممکنہ طور پر چند شبہات و سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں؟ اگر نہیں تو عقیدہ ختم نبوت کے کیا معنی ہیں؟ ذہن میں اٹھنے والے ان سوالات کی وضاحت شیخ اپنی کتاب میں جا بجا کرتے ہیں۔ کیونکہ عام قاری آپ کی اصطلاحات اور فکر سے ناواقف و انجان ہوتا ہے اس لیے وہ انہیں عقیدہ ختم نبوت کا منکر کہنا شروع کر دیتا ہے۔ آیئے سب سے پہلے شیخ کی عبارات کی روشنی میں نبوت خاصہ کے ضمن میں عقیدہ ختم نبوت سے متعلق ان کی رائے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

إنَّ الرسالةَ و النُّبوَّةَ قد انقطعتْ، فلا رسولَ بعدي و لا نبيَّ ﴿حديث﴾

باب ۴:
شیخ اکبر رحمہ اللہ اور عقیدہ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت شیخ ابن عربی کے موضوعات میں ایک اہم موضوع ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ امت مسلمہ کے ان اکابر اولیاء میں سے ہیں جنہیں قطب اعظم اور اولیاء کا امام مانا جاتا ہے۔ آپ کی کتب سے علماء و اولیاء دونوں ہی استفادہ کرتے ہیں۔ جاوید احمد غامدی اور حافظ محمد زبیر صاحبان نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کو نہ صرف عقیدۂ ختم نبوت کا منکر قرار دے دیا بلکہ یہ غلط تاثر بھی عام کرنے کی کوشش کی کہ مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کی بنیاد بھی شیخ اکبر علیہ الرحمہ کی بعض عبارات ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ قبل اس سے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اور مرزا قادیانی کے عقائد کے مابین زمین و آسمان کے مثل فرق کو واضح کیا جائے، اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ شیخ عقیدہ ختم نبوت پر دیگر مسلمانوں کی طرح مکمل ایمان رکھتے ہیں اور آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر اب کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ اس باب میں اولاً شیخ اکبر کی عبارات سے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے اور اس کے بعد شیخ کے معتبر ترین شارحین کی عبارات سے ان کے اس عقیدے کی تصدیق کی جاتی ہے۔ شیخ کی کتب میں عقیدہ ختم نبوت کا بیان علمائے عقیدہ اور خود ان کی اپنی اصطلاحات ہر دو کے لحاظ سے بیان ہوا ہے۔ اس باب میں ہر دو قسم کی عبارات کی روشنی میں ان کے عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کی جائے گی۔

ختم نبوت پر شیخ ابن عربی کی تصریحات

پچھلے باب میں اس بات کی وضاحت گزری کہ علمائے اہل سنت جس تصور کو "نبوت" کہتے ہیں شیخ ابن عربی کو اپنے نظام فکر میں وہ تصور مراد لینے کے لئے نبوت کے ساتھ "تشریع" یا "خاصہ" کا لاحقہ لگا کر وضاحت کرنا پڑتی ہے نیز یہ ایک خصوصی امتیازی مقام ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس نبوت خاصہ یا نبوت تشریع کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا ہے۔ چنانچہ شیخ کہتے ہیں کہ اختصاص الٰہی کے تحت عطا کردہ مقام نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے:

فالنبوة اختصاص من الله يختص بها من يشاء من عباده- وقد اغلق ذلك الباب وختم برسول الله محمدﷺ- والولاية مكتسبة الى يوم القيامة، فمن تعمل فى تحصيليها حصل له- والتعمل فى تحصيلها اختصاص من الله يختص برحمته من يشاء، قال تعالى (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّـهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ: قصص 56)، قال تعالى (نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا: شورى 52)- فبنور النبوة تكتسب الولاية[1]

"نبوت اللہ کا خصوصی و امتیازی معاملہ ہے، اپنے بندوں میں سے جس کے ساتھ چاہتا ہے فرماتا ہے۔ اس (اختصاصی نبوت) کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ساتھ یہ سلسلہ رک گیا۔ البتہ ولایت قیامت تک حاصل کی جا سکتی ہے، جو کوئی اس کے حصول کی محنت کرے گا وہ اسے پالے گا۔ اس ولایت کو حاصل کرنے کے لیے محنت و عمل کرنے (کی توفیق ہونا) یہ اللہ کا خاص معاملہ ہے، وہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ("بیشک ایسا نہیں کہ آپ جسے چاہیں ہدایت دے دیں بلکہ اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے") اور اللہ

---

[1] الفتوحات المکیہ: ج۵: ص۲۱

تعالیٰ نے فرمایا: ("ہم اِس (نور) کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت سے نوازتے ہیں")۔ پس نور نبوت ہی سے ولایت حاصل کی جاسکتی ہے۔"

عقیدہ ختم نبوت سے متعلق شیخ ابن عربی کے عقیدے کے حوالے سے یہ عبارت اس قدر واضح ہے کہ اگر شیخ نے اس ایک عبارت کے علاوہ اپنی کتب میں اس بارے میں کوئی مزید وضاحت نہ بھی لکھی ہوتی تو یہ ایک عبارت ہی ناقدین کے تمام الزامات کو مسترد کرنے کے لئے کافی تھی۔ غور کیجئے کہ اس عبارت میں شیخ لفظ نبوت اور ولایت کو متکلمین اہل سنت کی اصطلاحات کے مطابق لائے ہیں جیسا کہ باب نمبر 2 میں واضح کیا گیا تھا کہ شیخ ان اصطلاحات کو دونوں طرح استعمال کرتے ہیں۔ اس عبارت میں ذکر ہوا کہ ولایت کسبی امر ہے۔ یہاں یہ بات نوٹ کیجئے کہ علمائے عقیدہ جسے نبوت اور شیخ نبوت خاصہ یا نبوت تشریع کہتے ہیں، شیخ کے نزدیک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اس مقام پر کسی کے فائز ہونے کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں:

وثبتت رسالة محمدﷺ بقوله تعالیٰ: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ الله ﴿الفتح: ٢٩﴾ و ثبت انه اٰخر الانبياء بقوله: وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴿الأحزاب: ٤٠﴾[2]

"محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اللہ تعالیٰ کے فرمان: ("محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں") سے ثابت ہوتی ہے، اور اللہ کے فرمان: ("اور آپ خاتم النبیین ہیں") سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں"۔

یہی عقیدہ فصوص الحکم میں بیان ہوا ہے جس میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ کے تحت اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور ان انبیاء کرام علیہم السلام پر اللہ کے فیوض کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا آغاز حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے جبکہ اختتام خاتم النبیین محمد رسول اللہ

---

[2] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص ٦٠

ﷺ پر ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ذکر مبارک کی ابتدا آپ آخری فص میں ان کلمات سے فرماتے ہیں:

انما کانت حکمته فردية لانه اکمل موجود فی هذا النوع الانسانی، و لهذا بدئ به الامر و ختم، فکان نبیا و آدم بین الماء و الطین ثم کان بنشاته العنصرية خاتم النبيين[3]

"آپ ﷺ کی حکمت بے نظیر و یکتا اور کلی[4] کی حیثیت رکھی ہوئی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اس نوع انسانی میں سب سے زیادہ کامل ترین ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ ہی سے امر (نبوت) کی ابتدا ہوئی اور آپ ﷺ ہی پر امر اختتام ہوا۔ چنانچہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان میں تھے، پھر آپ ﷺ اپنے خلقت عنصریہ کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہوئے۔"

عقیدۂ ختم نبوت ہی کی وضاحت میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

وختم الامم بامة محمد ﷺ وجعلهم خير امة اخرجت للناس و ختم بمحمد ﷺ جميع الرسل عليهم السلام و ختم بشرعه جميع الشرائع فلا رسول بعده يشرع و لا شريعة بعد شريعته تنزل من عند الله[5]

"تمام امتیں محمد ﷺ کی امت کے ساتھ ختم ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو

---

[3] فصوص الحکم: ج۲: ص۴۱۹

[4] بعض نسخوں میں اسے "حکمۃ کلیۃ" بھی کہا گیا ہے، اسی کی رعایت کرتے ہوئے ترجمہ کیا گیا ہے۔

[5] الفتوحات المکیہ: ج۷: ص۱۱۱

انسانوں کے لئے برپا کی گئی سب سے بہترین امت بنا دیا، تمام رسولوں علیہم السلام کا سلسلہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کی شریعت سے تمام شریعتیں ختم ہو گئیں۔ پس آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں ہو گا جو تشریع کرے اور نہ ہی آپ ﷺ کی شریعت کے بعد کوئی شریعت اللہ کی طرف سے نازل کی جائے گی۔"

اس عبارت میں شیخ ابن عربی اپنی اصطلاحات کی رعایت کرتے ہوئے ختم نبوت کے بیان میں "تشریع و شریعت" کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد امتوں اور شریعتوں کا سلسلہ ختم ہو چکا اور آپ ﷺ کے بعد ایسا کوئی نہیں ہو گا جو شارع ہو نیز جس کی طرف کوئی شریعت نازل کی جائے۔ فصوص الحکم میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

و اعلم ان الولاية هي الفلک المحيط العام، و لهذا لم تنقطع و له الانباء العام واما نبوة التشريع و الرسالة فمنقطعة وفي محمد ﷺ قد انقطعت فلا نبی بعده مشرعا او مشرعا له ولا رسول و هو المشرع[6]

"اور جان لو کہ ولایت ایک فلک محیط ہے جو عام ہے۔ اسی لیے اس کا انقطاع نہیں ہوا ہے اور اس فلک کے لیے انباء عام ہے۔ جبکہ نبوت تشریع اور رسالت منقطع ہو چکی ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ تو آپ ﷺ کے بعد کوئی شریعت دینے والا نبی یا جس کو اللہ کی طرف سے شریعت دی جائے نہیں ہو گا اور نہ ہی ایسا رسول ہو گا جو شارع ہو۔"

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں: پہلی یہ کہ اس عبارت میں شیخ نے اپنی فکر کی رعایت کرتے ہوئے لفظ

---

6 فصوص الحکم: ج ۲: ص ۶۷

نبوت کے ساتھ "تشریع" کا لاحقہ استعمال کیا ہے کیونکہ ان کی فکر کی رو سے یہی وہ پہلو ہے جو نبوت خاصہ (علمائے عقیدہ والی نبوت) کو نبوت عامہ (علمائے عقیدہ والی غیر نبوت) سے جدا کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ ولایت کے مقابلے میں نبوت تشریع کا ذکر ہے جو علمائے عقیدہ کی اصطلاحی مفہوم والی نبوت ہوتی ہے۔ شیخ کہہ رہے ہیں کہ ولایت کے لئے عام خبر یا وحی ہوتی ہے نہ کہ وہ وحی جو انبیاء یا نبوت تشریع کے ساتھ خاص ہے، ختم نبوت کے بعد اس خاص وحی اور خطاب الٰہی کا سلسلہ ختم ہو چکا۔ اسی ضمن میں آپ فرماتے ہیں:

فانقطع الامر الالهي بانقطاع النبوة و الرسالة، ولهذا لم يكتف رسول الله ﷺ بانقطاع الرسالة فقط لئلا يتوهم ان النبوة باقية فی الامة فقال عليه السلام: ان النبوة و الرسالة قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول، فما بقی احد من خلق الله يامره الله بامر يكون شرعا يتعبده به[7]

"امر الٰہی نبوت و رسالت کے انقطاع کے ساتھ منقطع ہو گیا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے صرف رسالت کے انقطاع کے بیان پر اکتفا نہیں کیا تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ (رسالت تو ختم ہو گئی لیکن) اس امت میں نبوت باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ رسول۔ پس اللہ کی مخلوق میں اب کوئی ایسا باقی نہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے اس امر سے مامور کرے جس میں شریعت ہو اور وہ اس کا مکلف ہو۔"

اس اقتباس میں شیخ علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں واضح کر رہے ہیں کہ رسالت ہی نہیں بلکہ نبوت بھی ختم ہو گی ہے نیز اب ایسا کوئی شخص نہیں ہو گا جو آپ ﷺ کے بعد امر تعبدی جاری کرنے

[7] الفتوحات المکیہ: ج۵: ص۵۶

والاہو۔ ایک اور مقام پر اپنی اصطلاحات کے مطابق ختم نبوت کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہتے ہیں:

ان الرسالة والنبوة بالتشريع فقد انقطعت فلا رسول بعده ولا نبی ای لامشرع ولا شريعة فاعلم ذلك[8]

"بے شک رسالت اور نبوت تشریع کا سلسلہ منقطع ہو چکا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی رسول ہے اور نہ نبی، یعنی شارع (تشریعی نبی) اور نہ شریعت، یہ بات خوب جان لو۔"

ایک اور مقام پر ختم نبوت کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وهو عين خاتم النبيين بقوله تعالى ولكِنْ رَسُولَ الله وخاتَمَ النَّبِيِّينَ لما ادعى فيه أنه أبو زيد نفى الله تعالى عنه أن يكون أبا لأحد من رجالنا لرفع المناسبة وتمييز المرتبة أ لا تراه صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم ما عاش له ولد ذكر من ظهره تشريفا له لكونه سبق في علم الله أنه خاتم النبيين وقال صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم "إن الرسالة" يعني البعثة إلى الناس بالتشريع لهم "والنبوة قد انقطعت"[9]

"نبی کریم ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے: "لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔" جب آپ ﷺ کے بارے میں یہ دعوی کیا گیا کہ آپ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باپ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف سے اس بات کی نفی فرمائی کہ آپ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ ہوں تا کہ (اولاد میں کسی کو نبوت منتقل ہونے کی) مناسبت رفع ہو جائے اور دو درجے الگ الگ ہو

---

[8] الفتوحات المکیہ: ج۴: ص۸

[9] الفتوحات المکیہ: ج۶: ص۳۱۶

جائیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کی پشت سے کوئی نرینہ اولاد شرف وبلندی کے لئے نہ رہی کیونکہ اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ آپ ﷺ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت یعنی شریعت کے ساتھ لوگوں کی طرف بعثت اور نبوت منقطع ہو گئی ہیں۔"

پچھلے باب میں یہ بات گزر چکی کہ نبوت خاصہ یا تشریعی تکلیف سے عبارت ہے، شیخ ختم نبوت کا بیان نبوت تشریع کے ساتھ اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے بھی کرتے ہیں:

فإن رسالة التشريع ونبوة التكليف قد انقطعت عند رسول الله محمد ﷺ فلا رسول بعده ولا نبي يشرع ولا يكلف [10]

"بے شک تشریعی رسالت اور نبوت تکلیف محمد رسول اللہ ﷺ پر منقطع ہو چکے، پس آپ کے بعد نبی ہے نہ رسول جو شریعت دے اور مکلف بنائے۔"

علمائے عقیدہ کی اصطلاحات کے مطابق ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص وحی اب ختم ہو چکی، اس کے بعد صرف الہام و کشف وغیرہ کا امکان ہے جو مبشرات کے باب سے متعلق امور ہیں لیکن ان میں تشریع و تکلیف نہیں ہوتی۔ شیخ بعض مقامات پر اس بات کو عین متکلمین کی اصطلاحات کے مطابق بیان کرتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں:

واعلم ان لنا من الله الالهام لا الوحی ، فان سبيل الوحی قد انقطع بموت رسول الله ﷺ، وقد كان الوحی قبله و لم يجیء خبر الهي ان بعده وحيا كما قال: وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ﴿الزمر: ٦٥﴾ و لم يذكر وحيا

---

[10] الفتوحات المکیہ: ج٦: ص٢٣٣

بعده، و ان لم يلزم هذا[11]

"اور جان لو کہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے الہام ہے نہ کہ وحی، کیونکہ وحی کا رستہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بند ہو گیا ہے اور آپ ﷺ سے پہلے وحی کا سلسلہ تھا۔ ایسی کوئی خبر الٰہی نہیں ہے جس کے مطابق آپ ﷺ کے بعد بھی وحی (کا سلسلہ) ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ("اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے پہلوں کی طرف")۔ یہاں آپ ﷺ کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا گیا اگرچہ (ذکر نہ کرنے سے بعد میں نزول وحی نہ ہونا) لازم نہ آتا ہو۔"

غور کیجئے کہ شیخ نے اس عبارت میں واضح طور پر یہ رقم کیا ہے کہ اولیاء پر وحی نہیں ہوتی بلکہ الہام ہوتا ہے، جسے علمائے عقیدہ وحی کہتے ہیں اس وحی الٰہی کا سلسلہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم اور منقطع ہو گیا۔ اولیاء پر القاء کی جانے والی وحی یا الہام کی تفصیلات اگلے ابواب میں آرہی ہیں۔ اس وحی کے انقطاع پر شیخ نے دلیل کے طور پر قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں اگرچہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی اور آپ ﷺ سے قبل نازل ہونے والی وحی کا ذکر کیا گیا لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد نازل ہونے والی کسی وحی کا ذکر نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اب کوئی نبی ہے اور نہ وحی۔

بائبل کے اشارات کے مطابق بنی اسرائیل میں ایسے لوگوں کا ذکر ملتا ہے گویا فرشتہ ان پر انفرادی نوعیت کے شرعی احکامات نازل کیا کرتا تھا۔[12] چنانچہ نبوت بشریہ کی ایک قسم کے بیان میں ایسے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں:

والقسم الثانی من النبوة البشرية هم الذين يكونون مثل التلاميذ بين يدی

---

[11] الفتوحات المکیہ: ج۵: ص۳۵۳

[12] بائبل میں مذکور اقسام انبیاء کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے قاموس الکتاب لغات بائبل: ص۱۰۱۷۔۱۰۲۷

الملک ینزل علیهم الروح الامین بشریعة من الله فی حق نفوسهم یتعبدهم بها فیحل لهم ما شاء و یحرم علیهم ما شاء و لا یلزمهم اتباع الرسل و هذا کله کان قبل مبعث محمدﷺ فاما الیوم فما بقی لهذاالمقام اثر[13]

"دوسری قسم نبوت بشریہ کی وہ ہے جن کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ کے سامنے شاگردوں کی مثل ہوتے ہیں ان پر صرف ان کی ذات کے لیے روح الامین شریعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جس کا انہیں اللہ کی طرف سے مکلف بنایا جاتا ہے، ان کے لیے اللہ جو چاہتا ہے حلال کرتا ہے اور اور جو چاہتا ہے حرام کرتا ہے، ان پر (دیگر) رسولوں کی اتباع لازم نہیں ہوتی۔ یہ مقام محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل ہوا کرتا تھا، اب اس مقام کا کوئی نام و نشان باقی نہیں۔"

ملاحظہ کیجئے کہ اس عبارت میں شیخ نے ختم نبوت کی اس جہت کو بھی واضح کر دیا کہ اصطلاحی نبوت کی جتنی بھی اقسام تھیں وہ سب آپ ﷺ پر ختم ہو چکیں۔ چنانچہ درج بالا عبارات میں یہ بات بلا کم و کاست بیان کر دی گئی ہے کہ نبوت خاصہ یا نبوت تشریع، جسے علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں، آپ ﷺ کے بعد اس نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا، آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی شارع ہو گا اور نہ ہی ایسا نبی جس پر آپ ﷺ کی شریعت کے علاوہ کچھ انفرادی نوعیت کے احکامات نازل ہوں جن کا وہ الگ سے مکلف ٹھہرتا ہو۔ شیخ کہتے ہیں کہ اب اگر کوئی شخص نبوت خاصہ یا نبوت تشریع کا دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے:

من ادعی نبوة التشریع بعد محمدﷺ فقد کذب بل کذب و کفر بما جاء به

[13] الفتوحات المکیہ: ج ۳: ص ۳۸۳-۳۸۴

الصادق رسول اللہ ﷺ[14]

"جس کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت تشریع کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا بلکہ اس نے جھوٹ (بھی) بولا اور سچے رسول ﷺ کی لائی ہوئی بات جھٹلائی۔"

یہاں بھی اپنی فکر کی رعایت کرتے ہوئے عبارت میں شیخ "نبوت تشریع" کے الفاظ لائے ہیں۔ شیخ صراحت کرتے ہیں کہ نبوت کا دعوی کرنے کا خیال شیطانی وسوسہ ہوتا ہے۔ ایک مقام پر یہ بحث کرتے ہوئے کہ شیطان کن کن جہات سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے، آپ لکھتے ہیں:

وان جاءک من خلفک وهو ما يدعوک اليه ان تقول على الله ما لا تعلم وتدعى النبوة والرسالة وان الله قد اوحى اليک[15]

"جب شیطان تجھ پر پیچھے سے حملہ آور ہوگا تو وہ تجھے اللہ پر ایسی بات کہنے کی دعوت دے گا جو تو نہیں جانتا اور یہ کہ تو نبوت ورسالت کا دعوی دار ہو جائے اور یہ کہ (تو اس کا دعوی کرے کہ) اللہ نے تجھ پر وحی کی ہے۔"

اس عبارت میں لفظ نبوت علمائے عقیدہ کی اصطلاح کے مطابق لایا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اب صرف انبیاء کی وراثت بچی ہے جبکہ نبوت تشریع یا خاصہ ختم ہو چکی:

وباب النبوة قد سده كما سد باب الرسالة، و اعنى نبوة التشريع ، وما بقى بايدينا الا الوراثة الى يوم القيامة و يقول رسول الله و ان الرسالة و النبوة

---

[14] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۸

[15] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۴۱

قد انقطعت ولا رسول بعدی و لا نبی[16]

”آپ ﷺ نے رسالت کی طرح نبوت کے دروازے کو بھی بند فرما دیا ہے جیسے رسالت کے دروازے کو بند کر دیا ہے، میری مراد نبوت تشریع ہے۔ ہمارے پاس اب قیامت تک صرف وراثت (نبوی) ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک رسالت اور نبوت کا (سلسلہ) رک گیا، میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی“

انبیاء کی اس وراثت کی نوعیت کیا ہے اس پر بحث آگے آ رہی ہے۔ مذکورہ بالا عبارات اور بحث سے یہ بات بغیر کسی شک و شبہ کے واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ عقیدہ ختم نبوت پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جیسے کل امت مسلمہ کے خواص و عوام رکھتے ہیں۔ شیخ ابن عربی کے اس قدر متعدد اور واضح بیانات کے ہوتے ہوئے بھی انہیں ختم نبوت کا منکر قرار دینا ظلم ہے اور ایسا الزام لگانے والوں کو اللہ کے حضور اس سے رجوع کرنا چاہیئے۔

شارحین شیخ اکبر کی گواہی

شیخ ابن عربی کی درج بالا تعلیمات ہی کے پیش نظر شیخ کے شارحین نے ان کے عقیدہ ختم نبوت کی یہی تشریح کی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ امام عبد الوھاب شعرانی علیہ الرحمۃ (م 1565ء) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے علوم کے امین اور وارث ہیں۔ آپ نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے عقائد سے متعلق بحث کرتے ہوئے اپنی کتب میں معترضین کے جوابات رقم فرمائے ہیں۔ آپ الیواقیت والجواھر میں فرماتے ہیں:

قال الشیخ ایضاً فی الباب الحادی و العشرین من الفتوحات: من قال ان اللہ تعالیٰ امرہ بشئ، فلیس ذلک بصحیح انما ذلک تلبیس لان الامر من

---

[16] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۷۹

قسم الکلام و صفته و ذلک باب مسدود دون الناس، فانه ما بقی فی الحضرۃ الالھیۃ امر تکلیفی الا و ھو مشروع فما بقی للاولیاء و غیرھم الا سماع امرھا، ولکن لھم المناجاۃ الالھیۃ و تلک لا امر فیھا و انما ھو حدیث و سمر، و کل من قال من الاولیاء انه مامور بامر الھي فی حرکاته و سکناته مخالف لامر شرعی محمدی تکلیفی فقد التبس علیه الامر، و ان کان صادقا فیما قال انه سمعه فلیس ذلک عن اللہ، و انما ھو عن ابلیس فظن انه عن اللہ لان ابلیس قد اعطاه اللہ تعالیٰ ان یصور عرشا و کرسیا و سماء، و یخاطب الناس منه کما مر فی مبحث خلق الجن انتھي و سیاتی بسط ذلک فی مبحث الولایۃ ان شاء اللہ تعالیٰ-

فقد بان لک ان ابواب الاوامر الالھیۃ و النواھي قد سدت و کل من ادعاھا بعد محمد ﷺ فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیه سواء موافق شرعنا او خالف، وان کان مکلفا ضربنا عنقه و الا ضربنا عنه صفحاً-[17]

شیخ (اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ) فتوحات مکیہ کے باب اکیس میں فرماتے ہیں: جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی شے کا امر دیا، یہ صحیح نہیں ہے (بلکہ) یہ محض تلبیس ہے کیونکہ امر کلام کی قسم اور اس کی ایک صفت ہے اور یہ دروازہ لوگوں کے لیے بند ہو چکا۔ اللہ تعالی کے ہاں جو امر تکلیفی تھا وہ شریعت (کی صورت) میں بیان ہو گیا، اولیاء وغیرہ کے لیے اب صرف اس امر کا سننا ہے۔ البتہ اولیاء کے لیے مناجات الٰہیہ ہیں جن میں امر نہیں ہوتا بلکہ وہ محض سرگوشی ہے۔ اولیاء میں سے اگر کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے خلاف کسی بات کی بابت کہا کہ اسے اللہ کی طرف سے

[17] الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر: ص ۲۸۰

اپنی حرکات و سکنات میں اس کا حکم دیا گیا ہے، تو دراصل اس پر معاملہ ملتبس (یعنی گڈ مڈ) ہو گیا ہے۔ اگر چہ وہ یہ کہنے میں سچا ہے کہ اس نے کوئی امر (اپنے تئیں) سنا ہے لیکن وہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ وہ ابلیس کی طرف سے ہے جس کے بارے میں اسے گمان ہوا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو یہ طاقت عطا کی ہے کہ وہ عرش، کرسی اور آسمان کی تصویر کشی کر سکتا ہے اور لوگوں سے ان کے ذریعے خطاب کرے جیسا کہ جن کی تخلیق کے مبحث میں گزر چکا ہے۔ بحث ختم ہوئی۔ اس پر مزید تفصیل ولایت کی بحث میں اگر اللہ نے چاہا تو پیش کی جائے گی۔

پس یہ بات واضح ہوئی کہ اوامر و نواہی کا دروازہ بند ہو گیا، جو کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کا دعویٰ کرے وہ شریعت کا دعویٰ کرنے والا ہے جس کی اس کی طرف وحی کی گئی ہے چاہے وہ ہماری شریعت کے مطابق ہو یا مخالف، اگر ایسا جھوٹا دعویٰ کرنے والا مکلف ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے ورنہ اسے نظر انداز کریں گے۔"

مذکورہ بالا حوالہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیخ کے متبعین کے نزدیک اگر کوئی نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت و شریعت عطا کیے جانے کا دعویٰ کرتا ہے کافر و مرتد ہے اور اسی سبب اس کی گردن قلم کی جائے گی، اگر چہ بظاہر وہ ولی ہو اور اپنے تئیں جھوٹ نہ بولتا ہو بلکہ اس نے واقعی کوئی آواز سنی ہو۔ امام شعرانی اس بات کی بھی وضاحت فرما رہے ہیں کہ بعض اوقات شیطان عرش، کرسی اور آسمان کی تصاویر بنا کر کسی ولی کو امر الٰہی کے عطا کیے جانے کا دھوکہ بھی دیتا ہے ایسے وقت میں اس ولی کو فوری طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تلبیس ابلیس ہے اور شریعت کے قلعہ میں پناہ حاصل کرنی چاہئے۔[18]

امام شعرانی (جن کا تعلق مصر سے تھا) کی طرح برصغیر سے تعلق رکھنے والے شیخ کے ایک اہم

---

[18] اس حوالے سے شیخ کی اپنی تصریحات باب 8 میں آ رہی ہیں۔

شارح علامہ عبد الرحمن جامی (م1580ء) فصوص الحکم کی شرح میں شیخ کی اصطلاحات کے اندر عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(نبوة التشريع) التی هی خصوص مرتبة من الانباء العام (والرسالة) التی هی خصوص مرتبة فی النبوة (فمنقطعة) ای کل واحدة منهما منقطعة فی هذه النشاة لا تستوعب جميع احيانها فلا يبعث رسول ولا نبی آخر[19]

"(نبوت تشریع) جو انبائے عام میں ایک خاص درجہ ہے (اور رسالت) جو نبوت میں ایک خاص مرتبہ ہے (منقطع ہو گئے) یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک اس دنیا میں منقطع ہو چکے، بالفاظ دیگر نبوت و رسالت اس دنیا کے تمام اوقات کو گھیرے ہوئے نہیں ہیں (جیسا کہ نبوت و رسالت رک گئے جبکہ دنیا جاری و ساری ہے)، اب کوئی رسول اور نبی مبعوث نہیں ہو گا۔"

شام سے تعلق رکھنے والے شیخ کے مشہور شارح امام عبد الغنی النابلسی (م1731ء) لکھتے ہیں:

قد انقطعت النبوة والرسالة بنبوة نبينا ورسولنا محمد ﷺ بحيث لم يبق احد يتصف بذلك الی يوم القيامة [20]

"بے شک ہمارے نبی و رسول محمد ﷺ پر نبوت اور رسالت ختم ہو چکی، اب قیامت تک کسی شخص کو یہ وصف نہیں مل سکتا۔"

سلسلہ اکبریہ کی نمائندہ علمی شخصیت شیخ داؤد قیصری (م1350ء) شیخ ابن عربی کی مخصوص

---

[19] شرح الجامی علی فصوص الحکم: ص۳۱۸

[20] جواھر النصوص فی حل کلمات الفصوص: ص۱۵۰

اصطلاحات میں اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما ان الله ختم بمحمد ﷺ نبوة التشريع، كذلك ختم الله تعالىٰ بالختم المحمدى الولاية التى تحصل من الوارث المحمدى[21]

"جیسے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ نبوت تشریع کو ختم فرمادیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ختم محمدی ﷺ کے ساتھ اس ولایت کو بھی ختم فرمادیا جو وارث محمدی ﷺ کو نصیب ہوتی ہے۔"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

وختم به امر الرسالة اٰخراً[22]

"نبی کریم ﷺ کی سب سے آخر میں بعثت کے ساتھ امر رسالت ختم ہو چکا۔"

حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اور ان کے شارحین کے ان حوالہ جات کا مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ شیخ اکبر عقیدہ ختم نبوت پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح پوری امت مسلمہ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کرتی ہے نیز شرق و غرب سے تعلق رکھنے والے ان کے شارحین کو بھی اس حوالے سے شیخ کی رائے کے بارے میں کبھی کوئی ابہام نہیں رہا۔ شیخ ابن عربی کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت جھوٹا، کفر کا ارتکاب کرنے والا اور شیطان کا پیروکار ہے۔ جاوید احمد غامدی اور حافظ زبیر صاحبان نے شیخ کی بعض عبارات کو غلط طور پر ان کے نظام فکر کے بجائے اپنے فکری دائرے میں مقید کرتے ہوئے شیخ پر منکر ختم نبوت ہونے کا الزام لگایا جو یقیناً درست نہیں۔ شیخ ابن عربی کے نزدیک آپ علیہ السلام کے بعد نبوت خاصہ کے دائرے کے

21 مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ج۱: ص۲۴۶

22 مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ج۲: ص۴۵۵

اندر کسی نئے نبی کی آمد یا بعثت کا کوئی امکان موجود نہیں۔

اس مقام پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیخ عقیدہ ختم نبوت کے منکر نہیں تو ان عبارات کے کیا معنی ہیں جن میں شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریع اور مقام نبوت کے باقی رہنے کا ذکر کرتے ہیں؟ اس حوالے سے شیخ کی بحث سمجھنے کے لئے شیخ کی اصطلاحات کے عموم سے جنم لینے والے تصور تشریع و غیر تشریع نیز ان کے نزدیک وراثت انبیاء کی بحث سمجھنا ضروری ہے۔ اگلے دو ابواب میں ان امور کی وضاحت کی جاتی ہے جس کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ شیخ امت کے اجماعی عقیدہ ختم نبوت کے منکر نہیں۔

الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنْ النُّبُوَّةِ (حديث)

باب۵:
تشریعی وغیر تشریعی نبوت

گذشتہ ابواب میں شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے جس تصور نبوت عامہ پر بحث کی گئی، شیخ اسے مباحث نبوت سے متعلق چار امور کو ایک ہم آہنگ نظام فکر کے ذریعے حل کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔

شیخ کے پیش نظر بعض فنی مسائل

۱۔ **کائنات میں ہر شے کی طرف جاری وحی سے جنم لینے والے تعلق کی نوعیت** : شیخ کہتے ہیں کہ کائنات میں ہر شے کی طرف جاری عام وحی بھی عام نبوت کے تعلق کا نام ہے۔

۲۔ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور ختم نبوت کا باہمی تعلق**: یہ بات معلوم ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی ورسول تھے لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ان کا نزول ہو گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حقیقت اور عقیدہ ختم نبوت ہم آہنگ کیسے ہیں؟ کیا ان کا قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے یا انہیں نبوت سے معزول کر کے بھیجا جائے گا؟

۳۔ **مبشرات کی حقیقت وحیثیت**: احادیث میں آیا کہ انقطاع نبوت کے بعد امت میں مبشرات کی صورت اجزائے نبوت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ایسی صورت میں پھر ختم نبوت کا کیا مطلب رہا؟ اس امت میں جو افراد ان اجزائے نبوت کے حامل ہیں، پس ان کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

۴۔ **ختم نبوت کے بعد حفاظت شریعت میں علمائے امت کا مقام:** پچھلی امتوں میں رسولوں کی شریعت کی حفاظت بذریعہ انبیاء کی جاتی تھی، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد اس کی جو نوعیت ہوگی اس کا نبوت کے ساتھ کیسا تعلق ہے؟ یعنی اس امت کے علماء کی پچھلی امتوں کے انبیاء کے ساتھ کیسی نسبت ہے؟

درج بالا چار مسائل میں سے پہلے کی نوعیت گذشتہ ابواب سے واضح ہو چکی۔ اس باب میں سوال نمبر 2 اور 3 پر بحث کی جائے گی جبکہ اگلے باب میں چوتھا مسئلہ زیر بحث لایا جائے گا۔ چنانچہ اس باب میں ہم شیخ اکبر رحمہ اللہ کے دائرہ فکر میں نبوت غیر تشریع اور عقیدہ ختم نبوت کے تعلق کی نوعیت کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ شیخ کی اصطلاحات سے جنم لینے والے شبہات کا ازالہ ہو جائے۔ بعض ذہنوں میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر شیخ نے تصور نبوت کو اس قدر پھیلا کر گفتگو میں پیچیدگی کیوں پیدا کر دی؟ علم کلام کا ذوق نہ رکھنے نیز شیخ کی فکر سے ناواقف ذہنوں پر یہ وہم سوار ہو جاتا ہے گویا شیخ کا مقصد اپنے اور دیگر اولیاء کے لئے اسی منصب نبوت کا اثبات کروانا تھا جس پر انبیاء فائز ہوتے ہیں۔ یہ باب اور اگلا باب اس سوال کا جواب سمجھنے میں بھی مدد دے گا۔

غیر تشریعی نبوت کی صورتیں

عربی زبان میں شرع راستے اور طریقے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح عربی زبان میں جب کوئی منہ لگا کر پانی پیے اور اس پانی سے سیراب ہو تو کہا جاتا ہے شرع الوارد شرعا یعنی اس نے منہ لگا کر پانی پیا۔ شرّع الطریق راستہ بنانے اور ہموار کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بڑی سڑک اور عام راستے کو شارع کہا جاتا ہے۔ لفظ شارع قانون ساز اور منصوبہ ساز کے لیے بھی مستعمل ہے۔ اسی قانون سازی کے عمل کو تشریع کہتے ہیں۔

'تشریع اسلامی' کی اصطلاح اسی معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ اللہ رب کریم اپنی وحی کے ذریعے جس نبی پر تکلیفی احکامات نازل فرماتا ہے، اس شخص کو شارع کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں

کو شریعت دیتا اور اسلامی احکامات کا ایسا رستہ دکھاتا ہے جس پر عمل کرتے ہوئے وہ دنیا و آخرت میں نجات پاتے ہیں۔ گویا شارع کے معنی شریعت عطا کرنے والا جبکہ تشریع کا مطلب اللہ کی طرف سے امر و نہی کا مکلف بنانے کے ہیں جو دراصل مقام نبوت و رسالت سے عبارت ہے۔ علمائے اہل سنت کا ماننا ہے کہ رسول نبی سے خاص ہوتا ہے جیسا کہ باب نمبر 2 میں وضاحت کی گئی۔ اسی طرز پر شیخ ابن عربی بھی انبیاء علیہم السلام کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الانبیاء علی نوعین: انبیاء تشریع و انبیاء لا تشریع لھم- وانبیاء التشریع علی قسمین: انبیاء تشریع فی خاصتھم کقولہ ﴿إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ: آل عمرآن ٩٣﴾ وانبیاء تشریع فی غیرھم وھم الرسل علیھم[1]

"انبیاء کی دو قسمیں ہیں، انبیاء تشریع اور وہ انبیاء جن کے لیے کوئی شریعت نہیں ہوتی۔ پھر تشریعی انبیاء کی دو اقسام ہیں: وہ انبیاء جن کی صرف اپنی ذات کے لیے تشریع ہو جیسے اللہ کا فرمان: ("سوائے اس کے جو اسرائیل نے حرام کی اپنے اوپر")، اور وہ جن کی تشریع دوسروں کے لیے (بھی) ہو، اور یہی رسول علیہم السلام ہوتے ہیں۔"

اس اقتباس میں "انبیاء لا تشریع" کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مصداق کون کون سے مقامات ہیں؟ حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لا تشریع نبوت کی تین صورتیں بن سکتی ہیں:

(1) ایسے نبی جو اصلاً تشریعی نبوت کے حامل تھے لیکن آپ ﷺ کی بعثت ہو چکنے کے بعد اب غیر تشریعی حیثیت میں تشریف لائیں گے۔ یہ صرف حضرت عیسی علیہ السلام کا خصوصی مقام ہے۔

[1] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۱۵

(2) ایسے انبیاء جو خود صاحب شریعت نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ کسی صاحب شریعت رسول کے تابع کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کی مثال حضرت ھارون علیہ السلام کی ہے۔ یہ ان معنی میں غیر تشریعی کہلاتے ہیں کیونکہ یہ از خود صاحب شریعت نہیں ہوتے بلکہ ان انبیاء پر ایسے امور کا نزول ہوتا تھا جو کسی صاحب شریعت رسول کی شریعت سے متعلق ہوا کرتے تھے اور وہ لوگوں کے لئے انہیں بیان کیا کرتے تھے۔ ان انبیاء کو جب اس جہت سے دیکھا جائے کہ یہ خود صاحب شریعت نہیں بلکہ کسی رسول کے تابع ہیں، تو یہ غیر تشریعی ہوتے ہیں۔ لیکن رسول کی شریعت سے متعلق جو حکم ان پر نازل ہوتا تھا اور جسے یہ لوگوں کے لئے بیان کرتے تھے، لوگوں پر اسے ماننا واجب ہوا کرتا تھا۔ یہ انبیاء بھی رسول کی متابعت میں تکلیف کو لازم کرنے والے ہوتے تھے مگر صاحب شریعت نہیں ہوتے تھے۔ شیخ ابن عربی اس جہت کے اعتبار سے انہیں غیر تشریعی یا تابع نبی کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ محمد ﷺ کی بعثت اور ختم نبوت کے بعد اب کسی بھی صورت میں نئی بعثت کے ساتھ کسی بھی نوعیت کے غیر تشریعی نبی کی بعثت کا کوئی امکان شیخ ابن عربی کے ہاں نہیں۔ اگر کوئی کسی بھی قسم کی نئی بعثت کا دعوی کرتا ہے تو یہ ختم نبوت کا انکار اور ارتداد ہے۔

(3) نبوت عامہ یا ولایت کے تحت جاری نبوت یا ولایت کے مقامات۔

اول الذکر دو صورتوں کا تعلق گروہ انبیاء یعنی نبوت خاصہ سے جبکہ تیسری کا تعلق امتی یعنی نبوت عامہ یا ولایت کے ساتھ ہے۔ ان معنی میں نبوت غیر تشریعی کی اصطلاح شیخ کے نظام میں انبیاء و غیر انبیاء دونوں پر صادق آجاتی ہے۔ آیئے ان دونوں صورتوں کی وضاحت کئے لیتے ہیں۔

نبوت خاصہ اور غیر تشریعی نبوت کا تعلق

نبوت لا تشریع کی پہلی یعنی نبوت خاصہ سے متعلق سب سے واضح صورت حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا آسمان سے قرب قیامت میں نزول فرمانا ہے۔ آپ اصلاً نبی تشریع ہیں جنہیں اللہ

رب کریم نے نبی کریم ﷺ سے قبل اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ بحیثیت ایک مسلمان ہم آپ کی معجزانہ پیدائش پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ رب کریم کے جلیل القدر نبی و رسول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انجیل مقدس نازل فرمائی۔ نصوص کے بموجب ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو یہود نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ رب کریم نے آپ علیہ السلام کو زندہ اپنی طرف اٹھالیا اور قرب قیامت میں آپ نزول فرمائیں گے۔ شیخ آپ کی آمد ثانی کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب دنیا میں خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آسمان سے نزول فرمائیں گے تو آپ نبوت تشریع کے نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ غیر تشریعی نبوت کے حامل ولی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ گویا آپ علیہ السلام کو منصب یا مقام نبوت سے معزول نہیں کیا جائے گا، تاہم نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کی شریعت چونکہ منسوخ ہو چکی ہے لہذا آپ محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت ہی کا نفاذ فرمائیں گے۔ شیخ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں:

فان النبوة التی انقطعت بوجود رسول الله ﷺ انما هي نبوة التشريع لا مقامها، فلا شرع يكون ناسخاً لشرعه ﷺ و لا يزيد فی حكمه شرعا آخر، وهذا معنى قوله ﷺ: ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبی ای لا نبی بعدی يكون على شرع يخالف شرعی، بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتی، و لا رسول ای لا رسول بعدي الى احد من خلق الله بشرع يدعوهم اليه، فهذا هو الذی انقطع و سد بابه لا مقام النبوة، فانه لا خلاف ان عيسیٰ عليه السلام نبی و رسول، و انه لا خلاف انه ينزل فی اخر الزمان حكما مقسطا عدلا بشرعنا لا بشرع اخر و لا بشرعه الذی تعبده الله به بنی اسرائيل من حيث ما نزل هو به، بل ما ظهرمن ذلک هو ما قرره شرع

محمدﷺ و نبوة عیسیٰ علیه السلام ثابتة له محققة ، فهذا نبی و رسول قد ظهر بعده ﷺ وهو الصادق فی قوله انه لا نبی بعده ، علمنا قطعا انه یرید التشریع خاصة وهو المعبر عنه عند اهل النظر بالاختصاص[2]

"بے شک وہ نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے وجود کے ساتھ منقطع ہو گئی ہے وہ نبوت تشریع ہے نہ کہ نبوت کا مقام، اب کوئی شریعت رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی ناسخ اور اس شریعت کے حکم میں کسی حکم کا اضافہ کرنے والی نہیں ہو گی۔ یہ ہے معنی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہیں، میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی یعنی آپ ﷺ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا جو کسی ایسی شریعت کو لائے جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ اگر کوئی نبی ہو گا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہو گا۔ اور یہ فرمانا کہ 'میرے بعد کوئی رسول نہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کسی رسول کو کسی کی طرف اللہ کی مخلوق میں سے نئی شریعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا جائے گا جو لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔ یہ ہے وہ سلسلہ جو منقطع ہو گیا ہے اور جس کا دروازہ بند ہو گیا ہے نہ کہ مقام نبوت۔ کیونکہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ وہ آخری زمانہ میں ہماری شریعت کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوں گے، نہ کسی اور شریعت کے ساتھ نہ ہی اپنی شریعت کے ساتھ اور نہ ہی اس شریعت کے مطابق (فیصلے کریں گے) جس کا پابند اللہ نے بنی اسرائیل کو بنایا تھا اس حیثیت سے کہ وہ اسے لے کر نازل ہوں بلکہ ان کی شریعت سے جو چیز ظاہر ہو گی وہ محض ایسی ہو گی جیسے شریعت محمدی ﷺ نے

[2] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۶

بر قرار رکھا ہو گا۔ اور عیسی علیہ السلام کی نبوت ان کے لئے متحقق و ثابت شدہ ہے کہ وہ ایک نبی و رسول ہیں جو آپ ﷺ کے بعد ظاہر ہوں گے جبکہ آپ ﷺ بھی اس بات میں سچے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ اس سے ہم نے قطعی طور پر جان لیا کہ آپ ﷺ کے اس قول سے کہ 'میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا' مراد نبوت تشریع تھی۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی تعبیر اہل نظر نے اختصاص کے ساتھ کی ہے۔"

اس اقتباس میں شیخ نے انقطاع نبوت و رسالت کے بارے میں حدیث کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس سے مراد نبوت تشریع ہے جبکہ مقام نبوت حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی صورت میں باقی ہے۔ شیخ اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نئی بعثت کے ساتھ مبعوث نہیں ہوں گے نہ اپنی سابقہ شریعت کو جاری فرمائیں گے کیونکہ ختم نبوت کے ساتھ ان کی شریعت منسوخ ہو گئی۔ گویا حضرت مسیح علیہ السلام اپنی اصل اور بعثت کے اعتبار سے ایک صاحب تشریع نبی و رسول ہیں جبکہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ساتھ انقطاع نبوت و رسالت کے سبب اب نزول کے وقت غیر تشریعی حیثیت سے آئیں گے۔ لہذا آپ کا نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ یاد رہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور قرب قیامت میں آسمان سے نزول کو متفق علیہ امر مانتے ہیں جبکہ قادیانیت کی بنیاد حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات و آسمان سے نازل نہ ہونے پر ہے۔ اسی بات کو دوسرے مقام پر شیخ یوں بھی بیان کرتے ہیں:

(ان الرسالة) یعنی البعثة الی الناس بالتشریع لهم والنبوة (قد انقطعت) ای ما بقی من یشرع له من عند الله حکم یکون علیه لیس هو شرعنا الذی جئنا به (فلا رسول بعدی) یاتی بشرع یخالف شرعی الی الناس- (ولا نبی) یکون علی شرع ینفرد به من عند ربه یکون علیه- فصرح انه خاتم نبوة

التشریع، ولو اراد غیر ما ذکرناه لکان معارضا لقوله ان عیسی علیه السلام ینزل فینا حکما مقسطا یؤمنا بنا ای بالشرع الذی نحن علیه ولا نشک انه رسول ونبی- فعلمنا انه اراد ان لا شرع بعده ینسخ شرعه- ودخل بهذا القول کل انسان فی العالم من زمان بعثته الی یوم القیامة فی امته-[3]

"("بے شک رسالت") یعنی لوگوں کی طرف شریعت کے ساتھ نبی کی بعثت اور نبوت ("منقطع ہو چکے")، یعنی اب کوئی ایسا نہیں رہا جسے اللہ کی طرف سے شریعت کا حکم عطا کیا جائے جس پر وہ عمل کرے لیکن وہ حکم ہماری شریعت میں نہ ہو جو ہمیں عطا کی گئی، ("اور نہ ہی میرے بعد کوئی رسول ہو گا") جو لوگوں کے پاس ایسی شریعت کے ساتھ آئے جو میری شریعت کے مخالف ہو۔("اور اب کوئی نبی بھی نہیں ہو گا") جو اپنے رب کی طرف سے کسی انفرادی شریعت پر عمل پیرا ہو۔ تو آپ ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ آپ ﷺ نبوت تشریع کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اگر آپ ﷺ کی مراد جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے ماسوا ہوتی تو یہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف ہو جاتی کہ بے شک عیسی علیہ السلام ہمارے درمیان عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے اور ہماری امامت ہماری ہی شریعت کے ساتھ کریں گے جس پر ہم قائم ہیں۔ اور ہم اس بات میں کوئی شک نہیں رکھتے کہ بے شک (عیسی علیہ السلام) اللہ کے رسول اور نبی ہیں۔ پس ہم نے اس بات کو جان لیا کہ اس حدیث سے آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسی شریعت نہیں ہو گی جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ اور اس ارشاد میں زمانہ بعثت سے قیامت تک امت کے تمام افراد شامل ہیں۔"

---

[3] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۳۱۶

یہاں بھی شیخ نے ختم نبوت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کو واضح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے نزول کے باوجود ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آئے گا نیز نبوت عامہ و خاصہ کی تقسیم مانے بغیر ان نصوص میں تضاد ہو جائے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں آپ مزید فرماتے ہیں:

فاما ختم الولاية على الاطلاق فهو عيسىٰ عليه السلام فهو الولى بالنبوة المطلقة فى زمان هذه الامة و قد حيل بينه و بين نبوة التشريع و الرسالة فينزل فى آخر الزمان وارثا خاتما لا ولى بعده بنبوة مطلقة، كما ان محمدا ﷺ خاتم النبوة لا نبوة التشريع بعده و ان كان بعده مثل عيسىٰ من اولى العزم من الرسل و خواص الانبياء و لكن زال حكمه من هذا المقام لحكم الزمان عليه الذى هو لغيره فينزل وليا ذا نبوة مطلقة يشركه فى هذا الاولياء المحمديون فهو منا و هو سيدنا فكان اول هذا الامر نبى وهو آدم عليه السلام و اخره نبى وهو عيسىٰ اعنى نبوة الاختصاص، فيكون له يوم القيامة حشران : حشر معنا و حشر مع الرسل و حشر مع الانبياء[4]

"ولایت مطلقہ یا عامہ کو ختم کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ اس امت کے عہد میں نبوت مطلقہ کے ولی ہیں۔ البتہ آپ اور آپ کی نبوت تشریع و رسالت کے درمیان (نبی کریم ﷺ کی بعثت سے) رکاوٹ آگئی ہے۔ آپ قرب قیامت میں وارث خاتم کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور آپ کے بعد نبوت مطلقہ کا کوئی ولی نہیں ہو گا جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم نبوت ہیں ان کے بعد کوئی نبوت تشریع نہیں۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے (جلیل القدر نبی) ہوں گے جو اولو

[4] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۷۵

العزم رسولوں اور خواص انبیاء میں سے ہیں لیکن آپ کا حکم (شریعت) اس امت کے دور میں حکم (شریعت) کے اعتبار سے ختم ہو گیا ہے جو (دراصل) آپ علیہ السلام کے سوا نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے۔ آپ نبوت مطلقہ والے ولی کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور اس مقام ولایت میں محمدی اولیاء آپ کے شریک ہوں گے۔ آپ علیہ السلام ہم میں سے ہوں گے اور ہمارے سردار ہوں گے۔ اس امر کے اول بھی نبی آدم علیہ السلام ہیں اور اس امر کے آخر میں بھی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہاں نبوت سے میری مراد نبوت اختصاص ہے۔ قیامت کے دن آپ علیہ السلام کے دو حشر ہوں گے، ایک حشر ہمارے ساتھ ہو گا اور ایک حشر رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو گا۔"

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیخ عقیدہ ختم نبوت کے بیان کے تسلسل میں خصوصی طور پر جب اس بات کو دہراتے ہیں کہ نبوت و رسالت کے انقطاع سے مراد نبوت تشریع کا انقطاع ہے تو اس کے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ عقیدہ ختم نبوت سے متعلق احادیث اور حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی سے متعلق احادیث متواترہ کے مابین تطبیق کر رہے ہوتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ جب انقطاع نبوت و رسالت سے متعلق احادیث کو پڑھنے کے بعد نزول مسیح کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوری طور پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے؟ اگر نہیں تو آمد ثانی کے وقت آپ کی حیثیت کیا ہو گی کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے جانے والے ایک نبی و رسول تھے۔ کیا انہیں مقام نبوت سے معزول کر کے بھیجا جائے گا؟ شیخ نے اسی لیے متعدد مقامات پر جہاں نبوت و رسالت کے انقطاع کی بات کی ہے اپنے نظام فکر کے اندر اس الجھن کو سلجھانے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی حیثیت واضح فرمائی ہے۔ احادیث صحیحہ میں یہ بات مذکور ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان دنیا سے نزول فرمائیں گے تو دجال کو قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرمائیں گے۔

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ روایت فرماتے ہیں:

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيسَى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ[5]

"عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ آپ میرے بندوں کو طور کے پاس جمع کریں۔"

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر اللہ رب کریم وحی فرمائیں گے۔ مگر یاد رہے کہ آپ پر یہ وحی اللہ کا نبی اور رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت میں نازل کی جائے گی جس میں تشریع نہ ہو گی، یہ دو گانہ مقام صرف آپ علیہ السلام ہی کے ساتھ خاص ہے۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی نبوت لا تشریع کی توضیح کے تناظر میں جب اس طرح کی صحیح احادیث کو پڑھا جاتا ہے تو تمام اشکالات دور ہو جاتے ہیں۔ خود شیخ نے متعدد مقامات پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ علمائے عقیدہ جسے نبوت کہتے ہیں اسے نبوت خاصہ یا تشریع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے، یعنی باوجود یہ کہ وہ نبی و رسول تھے ان کا قرب قیامت میں نزول فرمانا ختم نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ وہ تشریعی نبی کی حیثیت سے تشریف نہیں لائیں گے۔ اس ضمن میں چند مزید اہم حوالہ جات باب نمبر 11 میں بھی پیش کئے جائیں گے۔

نبوت لا تشریع کی ایک صورت ایسے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت ہے جنہیں اللہ رب کریم کی طرف سے کسی رسول کی معاونت اور ان کی شریعت کی حفاظت کے لئے مبعوث کیا جاتا تھا۔ بنی

---

[5] صحیح مسلم: ص ۱۱۲۴: رقم الحدیث ۷۲۹۳

اسرائیل میں ایسے محافظ انبیاء ہوا کرتے تھے، قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّـهِ ﴿المائدة: ٤٤﴾

"بے شک ہم نے اتاری تورات جس میں ہدایت اور نور تھا، اس کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرماں بردار (بندے) تھے یہودیوں کے بیچ فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء (بھی اسی کے مطابق فیصلے کرتے) اس لئے کہ وہ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے تھے"

شیخ ابن عربی کہتے ہیں:

ان انبیاء بنی اسرائیل کانت تحفظ علیھم شرائع رسلھم وتقوم بھا فیھم[6]

"بے شک بنی اسرائیل کے انبیاء ان کے لئے ان کے رسولوں کی شریعت کی حفاظت کیا کرتے تھے اور ان کے مابین شریعت کو قائم کرتے تھے۔"

اس ضمن میں شیخ ابن عربی مثال کے طور پر حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تابع کی حیثیت میں نبی تھے۔ ان انبیاء کی نبوت پر ایمان لانا نیز کسی رسول کی شریعت سے متعلق جو احکامات یہ بیان کیا کرتے تھے ان پر ایمان لانا اور ان پر عمل پیرا ہونا بھی لازم ہوتا تھا۔ پچھلے باب میں اس بات کی وضاحت ہو چکی کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت خاصہ کی یہ قسم بھی ختم ہو چکی۔ شکل نمبر 7 میں شیخ کے نزدیک نبوت خاصہ کی ممکنہ صورتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ اس شکل میں تشریع و غیر تشریع کی بنیاد اس اصول پر مبنی ہے کہ آیا تکلیف کو لازم کرنے والا نبی خود پر نازل ہونے والی شریعت کے احکامات کا مکلف بناتا ہے یا کسی دوسرے

---

[6] الفتوحات المکیہ: ج ۱: ص ۲۳۱

رسول کی شریعت سے متعلق احکامات کا۔

شکل 7: نبوت خاصہ اور تشریعی و غیر تشریعی نبوت
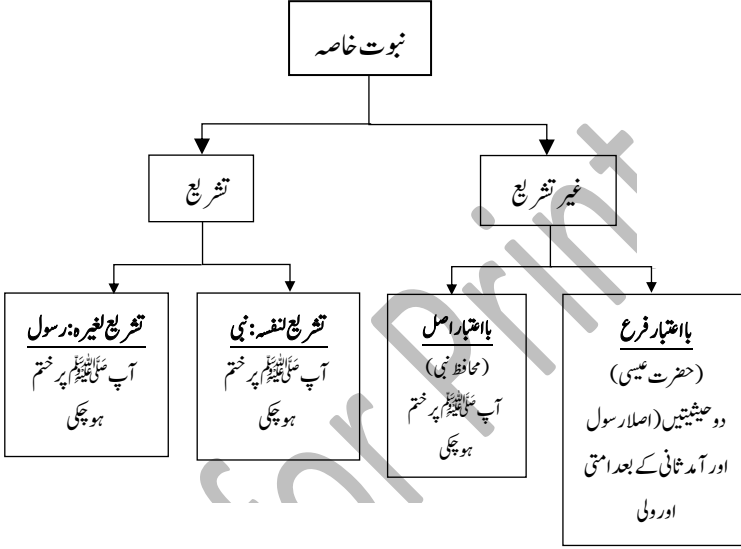
چونکہ حضرت ھارون علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کے احکامات کا مکلف بنانے والے تھے نہ کہ خود پر نازل ہونے والی شریعت کے، لہذا اس اعتبار سے اپنی آزاد (stand alone) حیثیت میں وہ غیر تشریعی نبی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ جب حضرت ھارون علیہ السلام یا ان کی طرح دیگر انبیاء کے لئے "غیر تشریعی" کی اصطلاح حضرت موسی علیہ السلام کی طرح تشریعی انبیاء کے مقابلے پر لاتے ہیں، تو "انبیاء لا تشریع" نبوت خاصہ سے متعلق ایک خاص و مستقل اصطلاح ہوتی ہے۔ اس موقع پر غیر تشریعی انبیاء کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انبیاء کوئی نئی شریعت لانے والے نہیں ہوتے۔ دوسری صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی معاملے کی ہے کہ آپ علیہ السلام دنیا میں آپ ﷺ سے قبل مبعوث ہونے والے نبی تھے اور نبی

کریم ﷺ کے تابع کی حیثیت سے دنیا میں ظہور فرمائیں گے۔

اوپر اس بات کی وضاحت کی گئی کہ شیخ کے نزدیک نبوت تشریعی (یعنی صاحب شریعت نبی ہونا) دو طرح سے ہے: (1) تشریع لنفسہ جس کے حامل افراد کو نبی کہتے ہیں اور (2) تشریع لغیرہ جس سے متصف شخصیت کو رسول کہتے ہیں۔ شیخ تشریع لنفسہ کو تشریع خاص اور تشریع لغیرہ کو تشریع عام بھی کہتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ علمائے اہل سنت کے ہاں ان تصورات کو نبی اور رسول کے فرق کے طور پر بھی ادا کیا جاتا ہے۔ عموم و خصوص کے تعلقات کے اعتبار سے شکل نمبر 8 میں انبیاء کی مختلف اقسام کو بالترتیب بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شکل 8: نبوت خاصہ اور تشریعی وغیر تشریعی نبوت
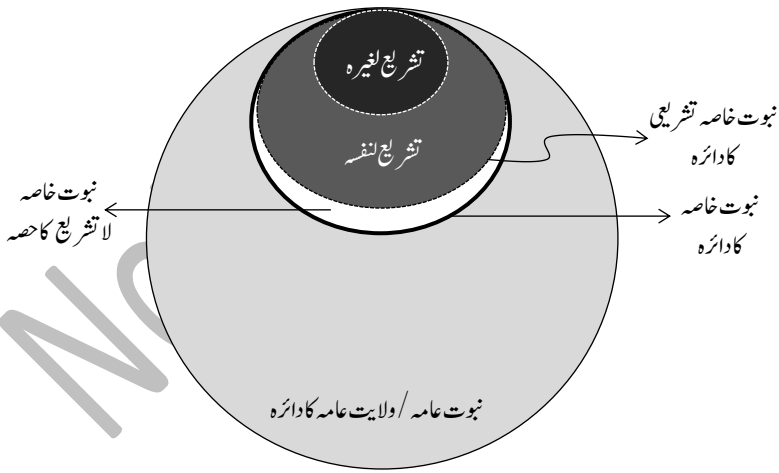
یہ شکل اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ نبوت خاصہ کے اندر دو حصے ہیں: (1) تشریعی جس کی دو قسمیں ہیں: تشریع لغیرہ ولنفسہ، تشریع لغیرہ سے متصف ہر شخصیت بہر حال تشریع لنفسہ کی حامل ہوتی ہے اس طرح اول الذکر موخر الذکر سے خاص ہوا، (2) غیر تشریعی۔ یہ بات خوب یاد رہے

کہ شیخ کے نزدیک آپ ﷺ کے بعد اس دائرے کے اندر اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، غیر تشریعی نبوت کے مقام سے متعلق صرف ایک شخصیت کا ظہور باقی رہ گیا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ صرف ان کے ظہور کے اعتبار سے یہ مقام عالم ظاہر میں باقی ہے۔[7] شکل نمبر 9 میں نبوت خاصہ سے متصف تین اقسام کے انبیاء کا فرق واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شکل 9: نبوت خاصہ کی اقسام میں فرق

شیخ جسے تشریع لغیرہ (یعنی رسول) کہتے ہیں اس کی چار صفات سامنے آتی ہیں: (1) وحی، (2) تکلیف، (3) اپنی ذات کے لئے الگ شریعت کا حکم اور (4) دوسرے کو اس شریعت کی تبلیغ (یعنی

[7] علمائے اہل سنت کے نزدیک حضرت الیاس و حضرت ادریس علیہما السلام بھی حیات ہیں اور شیخ کی بھی یہی رائے ہے۔ اس اعتبار سے غیر تشریعی نبوت کا یہ مقام ان انبیاء کے اعتبار سے بھی باقی ہے، تاہم یہ خصوصی مقام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے کہ وہ بطور خاتم ولایت آخری دور میں نازل ہوں گے۔

دوسرے کو بھی اس کا مکلف بنانا)۔ اس کے برعکس تشریع لنفسہ میں چوتھا عنصر شامل نہیں ہوتا جبکہ نبوت خاصہ لاتشریع میں نہ اپنی ذات کے لئے الگ تشریع ہے نہ کسی دوسرے کو اس الگ شریعت کی تبلیغ کی جاتی ہے، اس سے متصف محافظ انبیاء کسی رسول کی شریعت کے احکامات بیان فرما کر ان کی تکلیف لازم کرتے ہیں۔[8] یہ بات بھی یاد رہے کہ ایک ہی نبی میں یہ امکان موجود ہے کہ اس میں تشریع لنفسہ اور تشریع لغیرہ دونوں جمع ہو جائیں، یعنی اللہ تعالیٰ کسی رسول کے لئے کچھ خصوصی احکام مقرر فرمادیں جن کی اتباع اس کے امتیوں کے لئے واجب یا جائز نہ ہو۔ سب انبیاء کی وحی میں متفق علیہ خاصیت تکلیف ہے خواہ وہ صاحب شریعت ہوں یا نہ ہوں۔

خلاصہ بحث کے طور پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ جب نبوت تشریع کے بعد نبوت لاتشریع جاری رہنے کی بات کرتے ہیں تو اس سے آپ کی ایک مراد حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے بعد کی حیثیت کو احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے اجاگر کرنا ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ اصلاً تشریعی نبی ہیں تاہم ختم نبوت کے بعد نزول کے وقت آپ کی نبوت غیر تشریعی ہوگی۔ خوب یاد رہے کہ اس معنی میں بھی شیخ کسی نئے غیر تشریعی نبی کی آمد کا نہ عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ ہی امکان مانتے ہیں۔ اب ہم دوسری صورت کی جانب چلتے ہیں جسے سمجھنے میں لوگوں کو زیادہ مشکل پیش آتی ہے۔

نبوت عامہ اور غیر تشریعی نبوت

شکل 6 میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ شیخ کی اصطلاحات کے مطابق نبوت یا ولایت عامہ کا

---

[8] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سمیت جو علمائے عقیدہ نبی اور رسول میں فرق کی بنیاد تبلیغ و غیر تبلیغ قرار دیتے ہیں وہ تبلیغ سے ایک خاص معنی مراد لیتے ہیں جس کے مطابق کسی صاحب شریعت نبی یعنی رسول کا کسی دوسرے کو اپنی شریعت کی اتباع کا حکم دینا یہ تبلیغ ہے۔ البتہ غیر تشریعی انبیاء کسی دوسرے رسول کی متابعت میں شریعت کی تبلیغ اور احکامات بیان فرماتے ہیں۔ بہر صورت یہ صرف انبیاء کی مختلف تقسیمات بیان کرنے کے طرق ہیں۔

دائرہ پوری کائنات پر محیط ہے نیز باب نمبر 3 میں یہ وضاحت بھی کی گئی کہ نبوت عامہ کے تحت ہر شے کی طرف نزول نبا کا سلسلہ ایک ایسی کائناتی حقیقت ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ انسانوں کے مابین کسی شخص کے نبوت خاصہ کے مقام پر فائز ہو جانے یا انسانوں کے مابین اس مقام کے ختم ہو جانے کا اس کائناتی حقیقت کے ساتھ ان معنی میں کوئی تعلق نہیں کہ ختم نبوت سے پہلے اور بعد ہر صورت میں اللہ تعالی اس کائنات کے ساتھ متعلق رہتا ہے اور نبوت عامہ کے تحت ہر شے کو شعور بندگی و تسبیح عطا کرتا ہے۔ البتہ اس نزول اخبار و نبا میں تشریع و تکلیف کا مفہوم شامل نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے شکل نمبر 6 میں نبوت عامہ کے دائرے کا وہ حصہ جو نبوت خاصہ سے باہر ہے، وہ بھی غیر تشریعی نبوت کا مصداق ٹھہرتا ہے۔ نبوت عامہ کے وسیع دائرے کے جس حصے پر شیخ کی اصطلاح میں "لا تشریع نبوت" کا مفہوم صادق آتا ہے، اسے شکل 10 میں دکھایا گیا ہے جو یہ ظاہر کر رہی ہے کہ نبوت خاصہ کے دائرے سے باہر نبوت عامہ کا دائرہ نبوت لا تشریع بنتا ہے۔

<u>شکل 10: نبوت عامہ لا تشریع کا دائرہ</u>
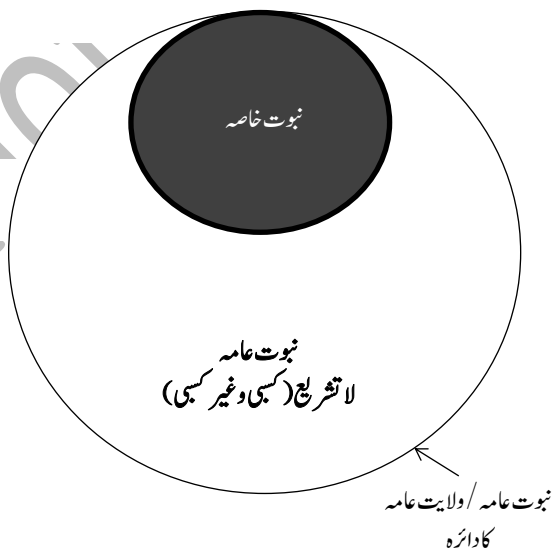
شیخ کے نظام فکر میں اس بیرونی دائرے میں جاری نبوت عامہ یا ولایت کسبی و غیر کسبی ہر دو قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ غیر کسبی سے مراد وہ نبوت عامہ ہے جو اس کائنات کی غیر ذی ارادی مخلوقات (جیسے ارض و سماوات و نباتات وغیرہ) میں جاری ہے۔ اس غیر کسبی نبوت عامہ کی تفہیم کے لئے شکل نمبر 11 سے مدد لی گئی ہے جس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نبوت خاصہ کے تحت انسانوں کی رشد و ہدایت کے بندوبست کے ساتھ ساتھ خدا کا اپنی مخلوقات کے ساتھ نبوت عامہ یا ولایت کا تعلق برقرار رہتا ہے جو ختم نبوت کے بعد بھی برقرار ہے اور تاقیامت برقرار رہے گا۔

شکل 11: نبوت عامہ غیر کسبی کے بقا کا مفہوم
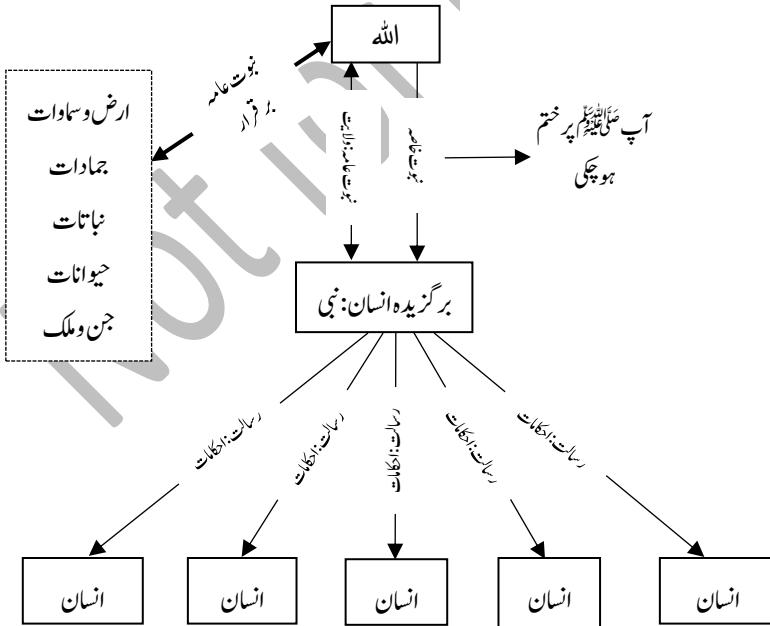
پچھلے ابواب میں درج حوالہ جات میں شیخ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

خدا کے کلمات کبھی منقطع نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ کلمات ہی موجودات کے وجود کے لئے غذا ہیں، اگر خدا اپنے کلمات کا نزول بند کردے تو ہر شے فنا ہو جائے۔ یاد دھانی کے لئے شیخ کے الفاظ پھر پیش خدمت ہیں:

فالنبوة سارية الي يوم القيامة فی الخلق و ان کان التشريع قد انقطع، فالتشريع جزء من اجزاء النبوة فانه يستحيل ان ينقطع خبر الله و اخباره من العالم اذ لو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذی به فی بقاء وجوده (قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا: الكهف: 119) (وَلَوْ أَنَّمَا فِي ٱلْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَٰمٌ وَٱلْبَحْرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ: لقمان 27)، وقد اخبر الله انه ما من شیء يريد ايجاده الا يقول له (إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ : النحل 40)- فهذه الکلمات لا تنقطع، وهي الغذاء العام لجميع الموجودات فهذا جزء واحد من اجزاء النبوة لاينفد، فاين انت من باقی الاجزاء التی لها؟[9]

" نبوت (عامہ) اس کائنات میں قیامت تک جاری و ساری ہے اگرچہ تشریع کا سلسلہ رک گیا۔ (یہ) اس لئے (ہے) کہ تشریع نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کائنات سے اللہ کی خبر اور اللہ سے عالم کی طرف اخبار رک جائیں کیونکہ اگر یہ رک جائیں تو اس کائنات کے بقا کے لئے درکار غذا رک جائے گی۔ اللہ کا فرمان ہے: (" فرما دیجئے: اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہوتے تو وہ میرے رب کے کلمات رکنے سے قبل سوکھ جاتے اگرچہ ہم اس کی مثل اور (سمندر)

[9] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۱۳۵

لے آتے") دوسرے مقام پر فرمایا: ("اور اگر زمین میں موجود (سب) درخت قلم ہوتے اور سمندر کو ہفت آب بڑھاتے چلے جاتے تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوتے۔ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے") اور اللہ نے فرمایا کہ جب وہ کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔ پس یہ کلمات ختم نہیں ہوتے اور یہی ہر مخلوق کی غذا ہیں۔ اب یہ نبوت کا (صرف) ایک جزو ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا، تو باقی اجزاء کا کیا کہنا!"

پیچھے اس بات کی وضاحت گزری کہ شیخ نبوت عامہ کو نبوت باطنہ اور نبوت خاصہ کو نبوت ظاہرہ بھی کہتے ہیں۔ درج بالا بات کو ان اصطلاحات کے ساتھ وہ یوں بھی ادا کرتے ہیں:

فالنبوة الظاهرة هی التی انقطع ظهورها، واما الباطنة فلا تزال فی الدنیا والاخرة لان الوحی الالهی والانزال الربانی لا ینقطع اذ کان به حفظ العالم[10]

"نبوت ظاہرہ منقطع ہو گئی جبکہ نبوت باطنہ دنیا و آخرت میں کبھی ختم نہیں ہو گی کیونکہ وہ وحی الٰہی اور نزول (اخبار) ربانی سے عبارت ہے جو منقطع نہیں ہوتے کہ اس کے ذریعے عالم کی حفاظت ہوتی ہے۔"

اس دائرے میں جاری غیر کسبی نبوت عامہ کے علاوہ شیخ کسبی نبوت عامہ یا ولایت کا ذکر بھی کرتے ہیں جس سے مراد وہ نبوت عامہ یا ولایت ہے جو انبیاء کے متبعین میں انبیاء کی وراثت کی صورت جاری ہے اور جس کی کچھ تفصیلات ان شاء اللہ اگلے باب میں بیان ہوں گی۔ اس دوسری قسم کی کسبی نبوت عامہ یا ولایت کو شیخ "ولایت خاصہ" کہتے ہیں۔ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ

---

[10] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۴۲۱

چونکہ نبی و غیر نبی میں فرق کی بنیاد تکلیف و تشریع کا عنصر ہے نیز چونکہ اس ولایت میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، اس لئے شیخ اس دائرے میں جاری کسبی ولایت کو بھی اپنی اصطلاحات کی عمومیت کی بنا پر 'نبوت لا تشریع' کہہ دیا کرتے ہیں۔ اس ترکیب میں لفظ "نبوت" کو وہ اپنے مخصوص نظام فکر کے اعتبار سے "نبوت عامہ" کے مفہوم میں لاتے ہیں جبکہ "لا تشریع" کے کلمات اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ کسی کو نبوت کے لفظ سے یہ وہم نہ ہو جائے کہ شیخ اس نبوت کے اجرا کی بات کر رہے ہیں جسے متکلمین کے اصطلاحی معنی میں نبوت کہا جاتا ہے کیونکہ شیخ کی اصطلاح میں اس نبوت کو "نبوت تشریع" کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ آپ کی کتب میں اس ولایت کے مراتب کو نبوة باطنة، نبوة عموم، نبوة الأخبار، نبوة عامة، الوراثة النبوية، نبوة مطلقة، نبوة سارية، نبوة الوارث، نبوة الولي، نبوة قمرية بھی کہا گیا ہے۔ ان تمام تر اسماء کا اطلاق شیخ اکبر علیہ الرحمۃ غیر انبیاء یعنی اولیاء اور ورثة الانبياء پر فرماتے ہیں۔ یہ ولایت اور وراثت "لا تشریع نبوت" کہلاتی ہے۔ اس کے بالمقابل شیخ 'نبوة الانبیاء' جس میں تکلیف و تشریع ہوتی ہے اسے نبوت خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس نبوت خاصہ کے لیے وہ نبوة التشريع، نبوة التكليف، النبوة المقيدة، نبوة مكملة، نبوة رسالية، نبوة شمسية، النبوة الظاهرة کے کلمات بھی استعمال فرماتے ہیں۔

ختم نبوت کے بعد امتیوں کے لئے وراثت باقی ہے، اس بارے میں شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> وباب النبوة قد سده كما سد باب الرسالة، و اعنى نبوة التشريع ، وما بقى بايدينا الا الوراثة الى يوم القيامة و يقول رسول الله و ان الرسالة و النبوة قد انقطعت ولا رسول بعدى و لا نبى[11]

---

[11] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۷۹

"آپ ﷺ نے نبوت کا دروازہ بھی بند فرما دیا ہے اور رسالت کا دروازہ بھی، میری مراد نبوت تشریع ہے۔ ہمارے پاس اب قیامت تک صرف وراثت (نبوی) ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک رسالت اور نبوت کا انقطاع ہو گیا، میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی۔"

ایک مقام پر اسی فرق کی وضاحت میں آپ فرماتے ہیں:

والذی اختص به النبی من هذا دون الولی الوحی بالتشریع فلا یشرع الا النبی و لا یشرع الا رسول خاصة، فیحلل و یحرم و یبیح و یاتی بجمیع ضروب الوحی، والاولیاء لیس لهم من الامر --- ثبت عن رسول الله ﷺ انه قال : إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ قَالَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لَكِنْ الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ---فاخبر ﷺ ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوة، فقد بقی للناس من النبوة هذا وغیره، و مع هذا لا یطلق اسم النبوة ولا النبی الا علی المشرع خاصة[12]

"اس (وحی) میں نبی کا ولی کے ساتھ امتیاز تشریع ہے۔ شریعت صرف نبی اور رسول ہی عطا کرتا ہے جنہیں نبوت خاصہ عطا ہوتی ہے، (انبیاء) امور کو حلال، حرام اور مباح کرتے ہیں اور وحی کی تمام اقسام کے ساتھ آتے ہیں، اس کے بر عکس اولیاء کے لئے یہ امور نہیں ہیں۔۔۔ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہیں، میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی۔ راوی کہتے

---

[12] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص۸

ہیں: لوگوں پر یہ بات شاق گزری۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا خواب اور یہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے۔۔۔ آپ ﷺ نے یہ خبر عطا فرمائی کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ لوگوں کے لیے نبوت میں سے یہ جزو اور دیگر باقی ہیں۔ مگر اس کے باوجود نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق صرف شارع خاص پر ہی کیا جاتا ہے۔"

اس عبارت میں شیخ نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ تشریع یعنی شریعت مقرر کرنا صرف اللہ کے نبی اور رسول ہی کا خاصہ ہے جبکہ ولی کو یہ مقام نصیب نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ نبوت عامہ کی بحث میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ شیخ ولایت کے لیے نبوت عامہ ومطلقہ اور الہام کے لیے وحی کے الفاظ بھی استعمال فرماتے ہیں۔ چنانچہ کسی کو لفظ نبوت یا وحی سے وہم نہ ہو جائے، اس لیے شیخ لا تشریع (غیر تشریعی) کے کلمات استعمال فرماتے ہیں۔

درج بالا عبارت میں شیخ اس سوال کا بھی جواب دیتے ہیں کہ آخر وہ ولایت کے لیے نبوت کا لفظ کیوں استعمال فرماتے ہیں اور جن افراد کو اللہ رب کریم الہام فرماتا ہے انہیں اس قدر اہمیت کیوں دی جارہی ہے؟ اس کا جواب ترمذی شریف کی اس حدیث کی روشنی میں دیتے ہیں جسے حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے بَاب ذَهَبَتْ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتْ الْمُبَشِّرَاتُ میں نقل کیا ہے۔[13] حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ نبوت ورسالت منقطع ہو چکی ہے فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ تو اس انقطاع کی خبر صحابہ کرام پر شاق گزری۔ شیخ اسی بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ شاق گزرنا اس سبب سے تھا کہ لوگوں نے یہ گمان کیا انسان اور عبودیت کا تعلق من اکمل

---

[13] سنن ترمذی: رقم الحدیث ۲۲۷۲

الوجوہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس شاق گزرنے کی کیفیت کی شدت کو شیخ فتوحات میں "من اشد ما جرعت الاولیاء مرارته" (ایسی گراں بات جس کی کڑواہٹ کو اولیاء نے پیا) اور فصوص الحکم میں " قصم ظهور الاولیاء" (ایسی بات جس نے اولیاء کی کمر توڑ دی) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے انہیں تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا کہ مبشرات باقی رہیں گے، یعنی مبشرات کی صورت میں عبد اور رب کا تعلق باقی رہے گا۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس رؤیا کو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز و قرار دیا۔ کیونکہ حدیث شریف میں رؤیا کو بعد از انقطاع نبوت و رسالت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو قرار دیا گیا ہے اسی لیے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے ولایت کے لیے نبوت کا لفظ جزء من النبوة کے طور پر استعمال فرمایا جو در حقیقت اس حدیث شریف سے مستفاد ہے۔[14]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت مقدسہ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ("ان کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بشارت ہے") کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس آیت مقدسہ میں بشارت کے بارے میں فرمایا: الرؤيا الصالحة يبشّرها المؤمن، جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة یعنی یہاں بشریٰ سے مراد وہ رؤیا صالحہ ہے جس کی بشارت ایک مسلمان کو دی جاتی ہے، یہ نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جزو ہے۔"[15] اس حدیث کے بارے میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فلما كان بهذه المثابة وبدئ بالرؤيا فى وحيه ستة اشهر علمنا ان بدء الوحى الرؤيا و انها جزء من ستة واربعين جزءامن النبوة لكونها ستة اشهر، وكانت

---

[14] ان اقوال کی تفصیلی وضاحت اگلے باب میں آرہی ہے۔
[15] تفسیر ابن کثیر: ج۴: ص ۲۴۴

نبوته ثلاثا و عشرین سنة، فستة اشهر جزء من ستةو اربعین[16]

"جب آپ ﷺ کا یہ مقام ہے (یعنی آپ ﷺ کو ہر قسم کی وحی عنایت فرمائی گئی) اور آپ ﷺ کی وحی کا آغاز چھ ماہ تک خواب کی صورت میں رہا۔ ہم نے یہ بات جان لی کہ وحی کی ابتدا خواب سے ہوئی اور وہ نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے کیونکہ خوابوں کی مدت چھ ماہ تھی اور آپ ﷺ کی نبوت تیئس برس رہی۔ تو چھ ماہ چھیالیس کا ایک جزو ہیں۔"

خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہونے کی شیخ یہ تعبیر کرتے ہیں کہ ابتدائے وحی میں آپ ﷺ کو سچے خواب آیا کرتے تھے جن کا سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا جبکہ نزول وحی کا سلسلہ ۲۳ سال تک جاری رہا۔ چھ ماہ آدھا سال ہوتا ہے یوں ایک سال میں دو چھ ماہ ہوتے ہیں، اور ۲۳ کو ۲ سے ضرب دینے سے ۴۶ حاصل ہوتا ہے۔ اسی حدیث کی وضاحت میں شیخ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

الا ان الله لطیف بعباده فابقی لھم النبوة العامة التی لا تشریع فیھا و ابقی لھم التشریع فی الاجتھاد فی ثبوت الاحکام و ابقی لھم الوراثة فی التشریع فقال: العلماء ورثة الانبیاء[17]

"(نبوت و رسالت کے منقطع ہونے کے بعد) مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، پس اس نے ان کے لیے نبوت عامہ کو باقی رکھا جس میں تشریع نہیں ہوتی اور تشریع کو ثبوت احکام میں بطور اجتہاد باقی رکھ دیا اور یوں اپنے بندوں کے لیے تشریع میں بھی وراثت کو باقی رکھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔"

شیخ کی اس عبارت میں وضاحت کی گئی ہے کہ ختم نبوت کے بعد امتیوں کے لئے جو چیز بطور وراثت

---

[16] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۸۸

[17] فصوص الحکم: ج۲: ص۷۶

بر قرار رکھی گئی ہے وہ نبوت خاصہ (یعنی علمائے عقیدہ کی اصطلاح والی نبوت) نہیں بلکہ نبوت عامہ یا ولایت ہے، اس کے علاوہ مجتہدین کا اجتہاد بھی وراثت انبیاء میں سے ہے۔ اگلے باب میں ان امور کی مزید تفصیلات بیان ہوں گی۔ اسی بارے میں فصوص الحکم میں مزید فرماتے ہیں:

انک تعلم ان الشرع تکلیف باعمال مخصوصة أو نهي عن اعمال مخصوصة و محلها هذه الدار فهي منقطعة، والولاية ليست كذلك اذ لو انقطعت لانقطعت من حيث هي كما انقطعت الرسالة من حيث هي، واذا انقطعت من حيث هي لم يبق لها اسم [18]

"تم جانتے ہو کہ شرع اعمال مخصوصہ کا مکلف بنانے کا نام ہے یا مخصوص اعمال سے منع کرنے کا۔ اس کا محل یہ دنیا ہے اور شریعت منقطع ہو چکی ہے۔ جبکہ ولایت اس طرح سے نہیں ہے کیونکہ اگر ولایت ختم ہونی تھی تو اپنی ذات میں ختم ہو جاتی جیسا کہ رسالت اپنی حیثیت میں ختم ہو چکی ہے اسی طرح اگر ولایت اپنی ذات میں ختم ہو جائے تو ولی کا نام بھی باقی نہ رہے"

یعنی اگر ولایت یا نبوت عامہ کو اسی مفہوم میں منقطع سمجھ لیا جائے جن معنی میں نبوت خاصہ کو منقطع سمجھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ قیامت تک کوئی ولی نہ ہو اور یہ نام کسی کے لئے استعمال کرنا جائز نہ رہے نیز اب اللہ تعالی کسی کو اپنا قرب عطا ہی نہیں فرمائے گا اور نتیجتاً نہ کسی کو مبشرات نصیب ہوں گے اور نہ ہی لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون جیسے مقامات ولایت۔ دوسری بات شیخ نے یہ فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جو شے ولایت کی صورت باقی ہے، اس میں کسی کو مکلف بنانے کا کوئی عنصر نہیں ہے۔ ایک اور مقام پر مبشرات کے ضمن میں علمائے

18 فصوص الحکم: ج ۲: ص ۸۰

عقیدہ کے تصور نبوت کو نبوت تشریع کہنے کی بنیاد واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قالت عائشة: (اول ما بدیء به رسول اللهﷺ من الوحی الرؤیاو فکان لایری رؤ یا الا خرجت مثل فلق الصبح) وھی التی ابقی الله علی المسلمین وھی من اجزاء النبوة فما ارتفعت النبوة بالکلیة، ولھذا قلنا: انما ارتفعت نبوة التشریع، فھذا معنی لا نبی بعده و کذلک من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة بین جنبیه[19]

"حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: (رسول اللہ کی وحی میں جس چیز سے ابتداء ہوئی وہ خواب تھے، پس آپ ﷺ جو خواب دیکھتے وہ روشن صبح کی طرح (ظاہر) ہوتا۔ یہ وہ چیز ہے جو اللہ نے مسلمانوں کے لئے بھی باقی رکھی ہے اور یہ اجزائے نبوت میں سے ہے (جس کا مطلب یہ ہوا کہ) نبوت کلی طور پر نہیں اٹھالی گئی۔ اسی لئے ہم نے یہ بات کہی کہ بے شک نبوت تشریع اٹھالی گئی ہے اور یہی (حدیث کے ان الفاظ کا) معنی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح وہ ہے جو قرآن حفظ کرلے تحقیق نبوت اس کے پہلوؤں میں داخل ہوگئی ہے۔"

شیخ کے ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ جب نبوت خاصہ سے باہر نبوت لا تشریع کی بات کرتے ہیں تو اس سے آپ کی دوسری مراد ولایت یا نبوت عامہ ہوتی ہے نہ کہ علمائے عقیدہ کے اصطلاحی معنی والی وہ نبوت (اور شیخ کے نزدیک نبوت خاصہ) جس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کرنے کا کسی فرد کو مکلف بنایا جاتا ہے۔ آپ کے نزدیک یہ نبوت عامہ بصورت مبشرات بھی از روئے حدیث اجزائے نبوت ہی میں شامل ہے، اسی لیے آپ اس پر احادیث کی

---

[19] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۸۸

روشنی میں نبوت کا اطلاق کرتے ہیں۔ تاہم وہ ولایت و نبوت نیز الہام وحی میں ان تمام معانی اور فروق کو ملحوظ رکھتے ہیں جس کی رعایت رکھنا اہل سنت کے نزدیک لازم ہے۔ نبوت عامہ اور خاصہ کی دو اقسام نیز اولیاء کے لئے ان میں سے ایک کے ظاہر ہونے کا ذکر اشعار میں بھی کرتے ہیں:

بين الولاية والرسالة بزرخ   فيه النبوة حكمها لا يجهل

لكنها قسمان ان حققتها   قسم بتشريع وذاك الاول

عند الجميع وثم قسم آخر   ما فيه تشريع وذاك الانزل [20]

"ولایت اور رسالت کے درمیان ایک برزخ ہے جس میں نبوت ہے (اور) جس کا حکم نامعلوم نہیں ہے۔ البتہ اس کی دو قسمیں ہیں اگر تم تحقیق کرو۔ ایک قسم تشریع کے ساتھ ہے اور یہ سب کے نزدیک پہلی قسم ہے۔ پھر دوسری قسم ہے جس میں تشریع نہیں ہوتی اور یہ قسم اس (تشریع والی) سے کم تر ہے۔"

اگرچہ نبوت عامہ بصورت مبشرات جاری ہے لیکن کسی غیر نبی کو لفظ نبی سے مخاطب کرنے کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ لفظ "نبی" کا اطلاق غیر نبی پر نہیں کیا جائے گا کیونکہ ختم نبوت کے ساتھ یہ لفظ بھی مجحور ہے:

فالنبوة والرسالة من حيث عينها و حكمها مانسخت، وانما انقطع الوحى الخاص بالرسول والنبى من نزول الملک على اذنه و قلبه، وتحجير لفظ اسم النبى والرسول[21]

"پس نبوت و رسالت اپنی اصل اور حکم (یعنی نبوت عامہ) کے اعتبار سے منسوخ نہیں

[20] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۳۸۰

[21] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۳۸۱

ہوئے بلکہ منقطع ہونے والی چیز وہ وحی ہے جو انبیاء ورسل کے ساتھ خاص ہے جو نزول فرشتہ کے ذریعے ان کے کانوں اور قلوب پر اترتی ہے اور (اسی لئے) لفظ نبی و رسول بھی ممنوع ہو گیا ہے۔"

ایک مقام پر کہتے ہیں کہ یہ لفظ انبیاء (یعنی نبوت خاصہ سے متصف شخصیات) کے لئے خاص ہے:

لا يطلق اسم النبوة ولا النبى الا على المشرع خاصة، فحجر هذا الاسم لخصوص وصف معين فى النبوة- وما حجر النبوة التى ليس فيها هذا الوصف الخاص[22]

"لفظ نبوت اور نبی کا اطلاق نبوت خاصہ سے متصف مشرع کے سوائے کسی پر نہیں کیا جاتا، اس معین لفظ کو نبوت خاصہ کے خاص وصف کے طور پر ممنوع کر دیا گیا ہے، اس کے برعکس وہ نبوت (عامہ) ختم نہیں ہوئی جس میں یہ (نبوت خاصہ والا) خاص وصف نہیں ہوتا۔"

اگرچہ تصور نبوت کے عمومی معنیٰ (نبوت عامہ) کے اعتبار سے لفظ نبی غیر انبیاء پر صادق آتا ہے مگر شیخ کہتے ہیں کہ کسی غیر نبی کو اس لفظ سے نہیں پکارا جائے گا:

فهذه النبوة سارية فى الحيوان مثل قوله تعالى (وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ: النحل 68) وكلهم بهذه المثابه- فمن علمه الله منطق الحيونات وتسبيح النبات والجماد و علم صلاة كل واحد من المخلوقات و تسبيح هو علم ان النبوة سارية فى كل موجود يعلم ذالک اهل الكشف و الوجود، لكنه لا

---

22 الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص۸۔۹

ینطلق من ذلک اسم نبی ولا رسول علی واحد منهم[23]

''یہ نبوت حیوان میں بھی جاری و ساری ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ('' اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی'') اور سب حیوان اسی طرز پر ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی زبان، نباتات و جمادات کی تسبیح کا علم سکھایا اور اسے ہر مخلوق کی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم دیا وہ یہ جانتا ہے کہ نبوت ہر موجود شے میں جاری و ساری ہے اور اہل کشف و وجود اس (حقیقت کو) جانتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی شے پر بھی (لفظ) نبی اور رسول کے نام کا اطلاق نہیں کیا جاتا، سوائے فرشتوں کے اور خاص طور پر وہ جو ان میں سے پیغام رساں ہیں اور انہیں (اسی لئے) ملائکہ کہتے ہیں۔''

یہ سد باب اس لئے ہے تاکہ کسی کو شیخ کی اصطلاحات کے عموم سے جنم لینے والے مفاہیم سے غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے:

فسددنا باب اطلاق لفظ النبوة علی هذا المقام مع تحققه لئلا یتخیل متخیل ان المطلق لهذا اللفظ یرید نبوة التشریع فیغلط[24]

"پس ہم نے اس مقام پر اس کے پائے جانے کے باوجود لفظ نبوت (یعنی نبی) کے اطلاق کا دروازہ بند کر دیا، تاکہ کوئی خیال کرنے والا یہ خیال نہ کرے کہ نبوت کے لفظ کا اطلاق کرنے والا یہ شخص اس سے تشریع والی نبوت مراد لے رہا ہے جس سے وہ غلط فہمی میں پڑ جائے۔"

شیخ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ ان کی اصطلاحات پر مبنی نظام فکر سے ممکنہ طور پر کسی ظاہر پرست

---

[23] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۳۸۲

[24] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۷

صاحب علم کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ یہ گویا انبیاء والی نبوت ہی کے اجراء کے قائل ہیں، لہذا شیخ خود ہی اس کے سد باب کی فکر کر رہے ہیں۔ لیکن بد قسمتی دیکھئے کہ ان کے کوتاہ فہم ناقدین ان ظاہر پرست لوگوں میں شامل ہو کر رہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ یہ اطلاق اس لئے بھی درست نہیں کیوں کہ کسی کل کے کسی جزو سے متصف ہونے سے کل کا اطلاق و حکم درست نہیں ہو جاتا:

کمن یوحی الیه فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوة وان لم یکن صاحب المبشرة نبیا، فتفطن لعموم رحمة الله، فما تطلق النبوة الا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوة التی حجزت علینا وانقطعت، فان من جملتها التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا لنبی خاصة[25]

" جیسے کسی کی طرف مبشرات کے باب سے کوئی وحی آئے، جو کہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے، لیکن وہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہو جاتا۔ پس اللہ کی رحمت کے عموم کو سمجھو۔ تو (اصطلاح) نبوت کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے جو تمام اجزاء سے متصف ہو، پس وہی نبی ہے۔ یہی وہ نبوت ہے جو ہم سے روک لی گئی ہے اور جو منقطع ہو چکی، کیونکہ اس کی تکمیل کرنے والی چیز فرشتے کے ذریعے تشریع کا عمل ہے اور وہ نبی کے لئے خاص ہے۔"

شیخ ظاہر پرست ناقدین کو بتا رہے ہیں کہ نبوت کو نبوت عامہ کے تحت اس کے عموم کی وسعت پر محمول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بصورت دیگر نصوص کے الفاظ ہم آہنگ نہ رہیں گے۔ وحی عامہ سے متعلق نبوت عامہ کو مان لینے کے بعد نبوت خاصہ کے انقطاع کا تصور ان الرسالة والنبوة قد

---

[25] الفتوحات المکیۃ: ج٦: ص ٢٠٣

انقطعت اور مبشرات جزء من اجزاء النبوۃ دونوں کو ہم آہنگ کر دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ پوری کائنات میں جاری وحی کو بھی اپنے عموم میں سمولیتا ہے۔ شیخ نے یہ بھی بتادیا ہے کہ نبوت کی اصطلاح کے اطلاقات میں جو توسع انہوں نے اختیار کیا اس کی بنیاد اور وجہ اسی نوع کی ہے جو علمائے عقیدہ کے ہاں لفظ وحی پر بحث کی صورت میں ملتی ہے۔ الغرض یوں سمجھئے کہ شیخ ابن عربی خود ہی اپنے ظاہر پرست ناقدین کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے جا چکے ہیں اور اپنی تحریروں میں انہوں نے اس حوالے سے کوئی ابہام نہیں چھوڑا۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبوت عامہ کا تصور پیش کرنے کے پس پشت شیخ کا ایک بنیادی مقصد نزول عیسی علیہ السلام نیز مبشرات سے متعلق تمام نصوص کو اس طرح حل کرنا تھا کہ نصوص کا ظاہری تضاد بھی حل ہو جائے اور اہل سنت کے طے شدہ عقیدہ ختم نبوت پر زد بھی نہ پڑے۔ یعنی جہاں کہیں آپ نے نبوت تشریع کے بعد نبوت کے جاری رہنے کی بات کی ہے، اس سے آپ کی مراد یا حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے بعد کی غیر تشریعی حیثیت ہے یا امتیوں کو ملنے والی وہ ولایت ہے جنہیں آپ جزء من اجزاء النبوۃ کے پیش نظر نبوت عامہ سے تعبیر کرتے ہیں اور جو مبشرات سے عبارت ہے۔ خوب یاد رہے کہ ان دونوں میں سے کسی بھی معنی میں شیخ ابن عربی کسی ایسے نئے نبی کی آمد یا نئی بعثت کا عقیدہ رکھتے ہیں نہ امکان مانتے ہیں جسے علمائے عقیدہ نبی کہتے ہیں۔ شیخ ابن عربی کسی غیر نبی کو لفظ نبی سے پکارنے کے بھی قائل نہیں تاکہ کسی کے ذہن میں ابہام پیدا نہ ہو۔ جو شخص ختم نبوت کے معاملے میں اتنا حساس ہو اس پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانا افسوس ناک ہے۔

باب نمبر 3 سے شروع ہونے والی اب تک کی پوری بحث سے یہ نتیجہ روز روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آجاتا ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ عقیدہ ختم نبوت پر مکمل ایمان رکھتے تھے نیز اس سوال کا جواب بھی واضح ہوا کہ شیخ ابن عربی متکلمین کے مقابلے میں ذرا الگ اصطلاحات کا استعمال کیوں کرتے ہیں۔ شکل نمبر 12 میں نبوت عامہ و خاصہ کی اب تک بیان شدہ تمام جہات کا خلاصہ پیش

کر دیا گیا ہے جو یہ بتا رہی ہے کہ نبوت کی دو اقسام ہیں: عامہ جو عام وحی سے متعلق ہے اور خاصہ جو خاص وحی سے متعلق۔ نبوت خاصہ اگرچہ نبوت عامہ ہی کی ایک خاص قسم ہے البتہ شکل 12 میں ان دونوں کو الگ رکھ کر بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگلے باب میں انہیں عموم و خصوص کے تعلق میں بھی بیان کیا جائے گا۔

شکل 12: شیخ ابن عربی کے تصور نبوت کا عمومی خاکہ و خلاصہ
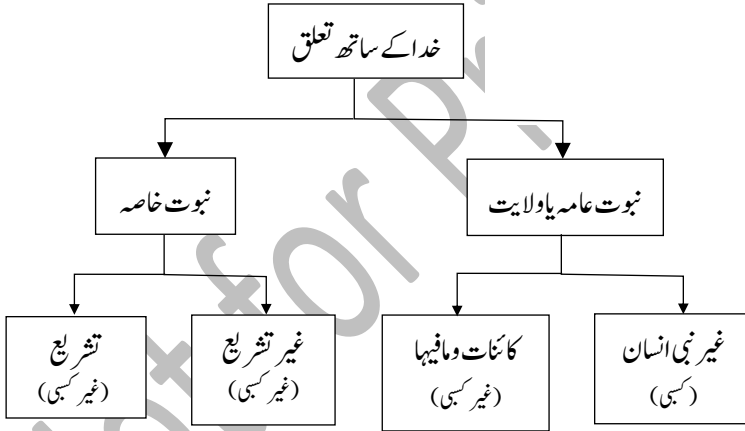
شیخ اور علمائے عقیدہ کی اصطلاحات کا موازنہ

اس مقام پر اب ہم شیخ کے تصورات کو اہل سنت کے معیاری شرعی مفاہیم پر پیش کر سکتے ہیں۔ اچھی طرح نوٹ کیجئے کہ:

- جسے اہل سنت کے مفاہیم میں "نبوت" کہتے ہیں بعینہ شیخ اسے "نبوت خاصہ یا تشریعی نبوت" کہتے ہیں۔ علمائے عقیدہ لفظ "نبوت" بول کر تشریع و تکلیف کے وہی تصورات مراد

لیتے ہیں جو شیخ لفظ نبوت تشریع یا خاصہ کہہ کر مراد لیتے ہیں۔ یہ الفاظ کا فرق ہے نہ کہ تصورات و احکامات کا اور اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اہل علم کے نزدیک شرعی اصطلاحات کے معاملے میں اصل اعتبار احکام و تصورات کا ہوتا ہے

- جسے اہل سنت "ختم نبوت" کہتے ہیں، شیخ اسے ہی "تشریعی نبوت کا ختم ہو جانا" کہتے ہیں
- اہل سنت کے مفاہیم میں ختم نبوت کے بعد نبوت کا دعوی کرنا جھوٹ و کفر ہے، اسی چیز کو شیخ یوں کہتے ہیں کہ نبوت تشریع ختم ہو جانے کے بعد کسی شریعت کا دعوی کرنا جھوٹ و کفر ہے
- نبی کے علاوہ سب انسانوں اور دیگر موجودات کے لئے اہل سنت جو مخلوق کی عمومی اصطلاح استعمال کرتے ہیں شیخ قریب قریب اسے ہی "نبوت عامہ" کہتے ہیں۔ گویا جس طرح اہل سنت کے نظام مفاہیم میں ایک شہد کی مکھی بھی وجودیاتی سطح پر "غیر نبی مخلوق" ہے، شیخ کے نظام فکر کی وجودیاتی سطح میں ایک شہد کی مکھی بھی "نبوت عامہ" کے کسی درجے کی حامل ہے۔ اہل سنت اگر غیر نبی صالح انسان کے لئے ولی وغیرہ کا لفظ استعمال کریں گے تو شیخ کے نظام میں اس کے لئے بھی "غیر تشریعی نبوت" کا لفظ صادق آسکتا ہے، تاہم وہ اسے نبی کہنے کے قائل نہیں
- جب شیخ کہتے ہیں کہ غیر تشریعی نبوت یا نبوت عامہ اب بھی جاری ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی اب بھی موجود ہے نیز اس کی صفات کی تجلیات اب بھی موجودات پر پڑ رہی ہیں، "نبا" وصول ہونے کا سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ جس طرح اہل سنت کے مفاہیم میں نبی کا مبعوث ہونا یا رحلت فرما جانا خدا کے عمل خلق کے جاری رہنے یا بند ہو جانے سے تعلق نہیں رکھتا، شیخ کے نظام فکر میں تشریعی نبی (وہی جسے اہل سنت مطلقا "نبی" کہتے ہیں) کے رحلت فرما جانے کا نبوت عامہ کے منقطع ہو جانے سے تعلق نہیں۔ اہل سنت کے مفاہیم میں جس طرح ختم نبوت کے بعد بھی "مخلوقات" موجود ہیں (کہ وہ ان کے لئے ایک وجودی یعنی ontological حقیقت ہے) شیخ کہیں گے کہ "تشریعی نبوت یا نبوت خاصہ" ختم ہو جانے

کے بعد بھی نبوت عامہ جاری ہے (کہ وہ شیخ کے نظام میں اسی طرح کی ایک وجودی یعنی ontological حقیقت ہے جیسے اہل سنت کے لئے عمل تخلیق ہے)

- اہل سنت کا ماننا ہے کہ نبوت غیر کسبی جبکہ ولایت کسبی ہے، شیخ اس بات کو یوں کہتے ہیں کہ نبوت تشریع غیر کسبی جبکہ نبوت عامہ یا ولایت کسبی ہے

پس یہ دو مختلف تعبیری نظاموں سے جنم لینے والی اصطلاحات کی mapping (یعنی تعریفات اور ان سے جنم لینی والی نقشہ و خاکہ بندی) کا مسئلہ ہے۔ اہل سنت کا کہنا ہے کہ نبیوں کا سلسلہ ختم ہو چکا، شیخ اپنے نظام میں اسے یوں کہتے ہیں کہ "تشریعی نبوت" کا سلسلہ ختم ہو چکا۔ ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے، فرق ہے تو انداز بیان کا۔ اب شیخ کے اس نظام فکر پر ان کی تمام عبارات کو پیش کر کے دیکھ لیجئے کہ کیا ان میں کوئی ایسی بات ہے جو شرع اور ختم نبوت کے ان "مفاہیم" کے خلاف ہے جو اہل سنت کے ہاں مراد لئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو شیخ سے جھگڑا کیجئے اور اگر ایسا کچھ نہ مل سکے تو خدارا ایک مسلمان پر ختم نبوت کے انکار کا فتوی لگانا بند کیجئے!

شیخ کی ساری بحث میں الجھاؤ تب پیدا ہوتا ہے جب آپ اصطلاح اور عبارت تو شیخ کی پکڑیں مگر مفہوم دوسری تعبیری روایت سے پہنانا شروع کر دیں۔ یہ کوئی علمی طریقہ نہیں ہے کہ الفاظ و عبارات تو شیخ کی ہوں مگر تعبیری نظام آپ کا۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے نیو کلاسیکل اکنامکس کا کوئی پروردہ مارکس کی کتاب میں exploitation ,price, value, utility وغیرہ جیسے لفظ دیکھ کر انہیں وہ مفاہیم پہنانا شروع کر دے جو neoclassical اکنامکس کے نظام فکر میں مراد لئے جاتے ہیں اور پھر اسے مارکس کے نتائج فکر سمجھنے میں مشکل پیش آئے۔ جب تک مارکس کے ہاں ان سب الفاظ کے معانی خود مارکس کے نظام فکر سے متعین نہیں کئے جائیں گے، مارکس سمجھ نہیں آسکتا۔ اب جنہیں مفاہیم کے بجائے صرف لفظوں سے بحث کرنا تھی انہوں نے لفظوں کو اچک لیا جس کی تفصیل ان شاء اللہ "معین عبارات" کے باب میں بیان کی جائے گی۔

اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن عربی کا تصور نبوت عامہ علمائے عقیدہ کے اصطلاحی

تصور نبوت سے مختلف ہے۔ شیخ کے فکری نظام میں یہ خدا اور کائنات کے تعلق (God-World Relationship) سے عبارت ہے۔ جس تعلق کو اشاعرہ، ماتریدیہ و شیخ ابن تیمیہ سمیت دیگر متکلمین صرف اللہ تعالی کے افعال سے تعبیر کرتے ہیں، شیخ اس میں "نبوت عامہ" کا مفہوم شامل کرتے ہیں جو خدا اور اس کی مخلوقات کے مابین تعلق کی ایسی جہت کو نمایاں کرتی ہے جو اتنی وضاحت و صراحت کے ساتھ ان متکلمین کے نظام فکر میں موجود نہیں۔ شکل نمبر 13 میں متکلمین اور شیخ کی اصطلاح کے فرق کو دکھایا گیا ہے۔

شکل 13: علمائے عقیدہ اور شیخ کی اصطلاحات کا فرق
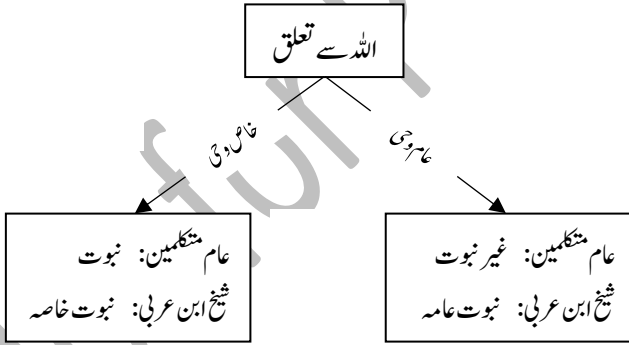
شیخ کے ہاں نبوت عامہ عام وحی سے عبارت ہے، متکلمین اہل سنت بھی عام وحی کے قائل ہیں مگر اپنی اصطلاحات میں وہ اسے نبوت میں شمار نہیں کرتے۔ اس کے برعکس شیخ کا کہنا ہے کہ اگر کائنات میں جاری وحی کے معاملے میں عام اور خاص کی تقسیم کی جارہی ہے تو اس سے جنم لینے والی نبوت میں یہ تقسیم کیوں کر نہیں؟ نبوت کو "خاص وحی" میں محدود کرنے کی کیا دلیل ہے جبکہ متعدد صحیح نصوص علمائے عقیدہ کی تقسیم کے خلاف جاری ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے نظام فکر

میں لفظ نبوت کے تحت کچھ ایسی بحث موجود ہے جو دیگر علمائے عقیدہ کے ہاں اس لفظ کے بجائے دیگر اصطلاحات میں پائی جاتی ہے۔

چنانچہ شیخ کے نظام فکر میں اللہ کی صفات سے ظاہر ہونے والے تمام افعال کی نوعیت "نبا" کی ہے جو ایسا تعلق ہے جس کے ذریعے کائنات ہمہ وقت خدا سے وابستہ ہے۔ اس نبوت عامہ میں نہ کسی انسان کے خدا کی طرف سے صاحب شرع یا مبعوث ہونے کا تصور شامل ہے نہ واجب الاتباع کا اور نہ مدار نجات کا۔ پس یہ اہل سنت کے مفہوم نبوت کے اہم اجزائے ترکیبی ہیں، شیخ ان ہی کے لئے تشریعی نبوت یا نبوت خاصہ کی اصطلاحات لاتے ہیں جو ان کے ہاں اسی طرح ختم ہو چکی جیسے اہل سنت کے نزدیک۔ جس طرح اہل سنت کے نظام میں کسی بھی مسلمان کا درج بالا تصورات کے ساتھ خود کو نبی کہنا اسے کافر و مرتد بنا دیتا ہے، شیخ کے نظام کی رو سے بھی اس پر یہی فتوی لاگو ہوتا ہے۔ پس اس بارے میں کوئی ابہام نہیں رہنا چاہئے۔

العلماء ورثة الانبياء (حديث)

باب٦:
انبیاء کی وراثت

علم کلام کا ذوق نہ رکھنے نیز شیخ کی فکر سے نا آشنا ذہن جب شیخ کی چند عبارات ان کے ناقدین کی کتابوں میں پڑھتے ہیں جہاں وہ ان کے نظام فکر سے ہٹا کر بیان کی جاتی ہیں، ان پر یہ خیال سوار ہو جاتا ہے کہ شیخ کا مقصد اپنے اور دیگر اولیاء کے لئے اسی منصب نبوت کا اثبات کروانا تھا جس پر انبیاء فائز تھے۔ چنانچہ گذشتہ باب میں اس سوال کے جواب پر خاطر خواہ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی کہ آخر شیخ نے ایسی اصطلاحات میں بحث کیوں کی جو بعض لوگوں کے لئے الجھاؤ کا باعث بن گئی۔ اس باب میں ہم اسی سوال کے جواب کے ایک اور پہلو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے لئے انبیاء کی وراثت اور مباحث نبوت کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت سمجھنا ضروری ہے۔ اب تک کی تمام گفتگو کا مقصد شیخ کے تصور نبوت کے مختلف اجزاء کو ان کے نظام فکر میں ٹھیک مقام پر بٹھا کر سمجھانا تھا تا کہ قاری ان کی کتب میں درج عبارات کے درست معانی اخذ کرنے کے لائق ہو سکے۔ اس باب کا مقصد ان مختلف اجزاء سے بننے والی مجموعی بات کو سامنے لانا ہے۔

مباحث نبوت کے پیش نظر مزید سوالات

انبیاء کی وراثت کے عنوان کے تحت شیخ ابن عربی انبیاء کی امتوں میں جاری ولایت کی مختلف اقسام بیان کرتے ہیں، تاہم یہ تمام تفصیلات ہماری کتاب کا موضوع نہیں۔ یہاں اس وراثت کے اس پہلو کو بیان کیا جائے گا جو ختم نبوت سے متعلق ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ انبیاء کی وراثت کے

تحت بھی شیخ کسی ایسے تصور کا عقیدہ نہیں رکھتے جو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہو۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا:

ان الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما، وإنما ورثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر[1]

"بے شک انبیاء درہم اور دینار میراث میں نہیں چھوڑتے بلکہ انبیاء تو علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ تو جس کسی نے اس علم کو حاصل کیا اس نے حظ وافر پایا۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کی یہ وراثت جسے علم کہا گیا ہے، اس میں کیا چیز شامل ہے؟ یہ سوال دراصل مباحث نبوت میں ایک اہم سوال سے متعلق ہے کہ نبی اور امتیوں کے مابین تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ ختم نبوت کے تناظر میں اس سوال کی دو جہات ہیں:

1۔ جب انسان نبی کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوتا ہے تو کیا خدا اسے اپنا قرب عطا کر کے یقین کی دولت سے مالا مال کرتا ہے؟

2۔ بدلتی ہوئی انسانی ضرورتوں کے پیش نظر اگر نئے احکام اور قانون سازی کی ضرورت ہو تو اس کا کیا حل ہو گا؟

ختم نبوت سے قبل رسول کی شریعت کی حفاظت غیر تشریعی انبیاء کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں اہم سوال یہ بھی ہے کہ کیا خاتم النبیین محمد ﷺ کے بعد کوئی ایسی شخصیت ہو سکتی ہے جو نبی کی طرح واجب الاطاعت ہو؟ اہل سنت کا ماننا ہے کہ انبیاء کی وراثت کے طور پر خصائص نبوت اب کسی امتی کو منتقل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ از روئے حدیث امتیوں کو وراثت میں جو چیز منتقل ہوئی اس کی نوعیت کیا ہے؟ درج بالا حدیث کے ساتھ اس حدیث کو ملا لیا

---

[1] سنن ابی داؤد: ص ۵۷۸، رقم الحدیث: ۳۶۴۱

جائے تو یہ سوال کچھ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے: لم یبق من النبوۃ الا المبشرات، یعنی نبوت میں مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اب سوال یہ بنا کہ انبیاء کی وراثت اور مبشرات، جو نبوت ہی کا جزو ہے، کا باہمی تعلق کیا ہے؟ شیخ ابن عربی کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی وراثت میں دو امور منتقل ہوتے ہیں:

1۔ نبوت عامہ یا ولایت سے متعلق مقامات قرب الٰہی جو مبشرات سے عبارت ہیں

2۔ تشریع بذریعہ اجتہاد

آیئے شیخ کی عبارات کے مطالعے سے قبل اس بحث کی نوعیت سمجھ لیں۔

پچھلے باب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا کہ انسان کے سوا کائنات کی دیگر مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبوت عامہ کے تحت جو قرب اور تعلق میسر ہے وہ غیر کسبی ہے۔ انسان بطور ذی ارادہ و مکلف مخلوق ہونے کی حیثیت میں یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ اعمال کا کسب کر سکے۔ ان اعمال کے نتیجے میں انسان اللہ تعالیٰ سے دور بھی ہو سکتا ہے اور اس کا قرب بھی حاصل کر سکتا ہے۔ انسان اللہ کے قرب کی یہ منازل کیسے طے کر سکتا ہے، بندوں پر یہ واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ایک برگزیدہ شخصیت کا انتخاب کرتے ہیں جسے نبی کہا جاتا ہے۔ یہ شخصیت ایک طرف اس معنی میں نبوت عامہ یا ولایت سے متصف ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہوتے نیز انہیں اپنے قرب و عرفان کے بلند درجات سے نوازتے ہیں۔ دوسری طرف اس شخصیت پر دیگر انسانوں کی ہدایت و نجات نیز انہیں اپنے رب کا عرفان و قرب حاصل کرنے کے لائق بنانے کے لئے تشریعی احکام نازل کئے جاتے ہیں جسے نبوت خاصہ کہا جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے مامور من اللہ یہ برگزیدہ شخصیت جب انسانوں کو یہ احکام پہنچاتی ہے تو اسے شیخ منصب نبوت خاصہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد یہ منصب ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا۔ اس ضمن میں شیخ کا ایک اہم موضوع یہ ہے کہ کیا ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد عرفان خداوندی کا سلسلہ و امکان ختم ہو چکا؟ کیا اس تصور سے ان لوگوں کی حوصلہ شکنی نہیں ہو گی جو خلوص و دیانتداری کے ساتھ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر معرفت خداوندی کے درجات میں بلندی چاہتے ہیں؟ اس ضمن میں دو سوالات حل طلب ہیں:

(1) کیا اب خدا کی نوازشیں کسی انسان کی طرف متوجہ نہیں ہونگی، یعنی کیا فیضان ربوبیت کا دروازہ بند ہو چکا؟

(2) کیا بندوں کے لئے روحانی ارتقاء ناممکن ہو چکا کہ اب وہ فیضان ربوبیت سے سرشار ہونے کے شوق میں ذوق بندگی اختیار نہ کریں؟

یہ ہیں وہ سوالات جنہیں شیخ اپنے تصور "نبوت عامہ" سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کی اس جہت کو بھی سامنے لے آیا جائے جو فقہ و قانون سازی سے متعلق ہے۔

اس ضمن میں سوال یہ ہے کہ کیا ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ منصوص احکامات کے سوا اب کوئی حکم شرعی اخذ نہیں کیا جاسکے گا نیز تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اب کسی قانون سازی کی ضرورت باقی نہیں رہی؟ اصولیین و فقہاء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ بات ختم نبوت کے مفہوم میں شامل نہیں کیونکہ "اجتہاد" کا مطلب حکم شرعی وضع کرنا نہیں بلکہ نصوص کے اندر پہلے سے موجود حکم کو اخذ کرنا یا واضح کرنا ہے۔ لیکن اس عمل کو اگرچہ "اخذ کرنا" اور "واضح کرنا" کہا جائے، نتیجے کے اعتبار سے بات یہی رہتی ہے کہ احکام شریعہ کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو "غیر نبی" اخذ اور ظاہر کرتے ہیں اور انہیں عام طور پر "ورثۃ الانبیاء" کہا جاتا ہے۔ گویا ختم نبوت کے بعد بھی تشریع کا عمل کسی نہ کسی معنی میں بذریعہ اجتہاد "آگے" جاری ہے۔ پھر ختم نبوت کا مطلب اب کیا ہوا؟ یہی کہ نزول احکامات کا جو سلسلہ بذریعہ وحی (ایک خاص طریقہ انتقال) انبیاء کے قلوب پر جاری تھا اور جن پر ایمان لانا واجب تھا، وہ اب ختم ہو چکا۔ اس کے بعد جو بھی احکامات اخذ ہونگے ان کے لئے معیار قرآن و سنت ہونگے۔ اب اسی سوال کو نبی کی آگے کی جہت جس کا تعلق انسانوں سے ہے (یعنی "تشریع و رسالت") کے بجائے پیچھے کی جہت کی

طرف موڑ دیجئے جہاں وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فیوض الٰہی سے بہرہ ور ہونے کے سبب عرفان الٰہی کے ان درجات پر فائز ہوتا ہے نیز جہاں تک عام انسان کی پہنچ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا عرفان الٰہی کے ان درجات میں سے امتیوں کو بھی کچھ حصہ میسر آسکتا ہے جن پر انبیاء فائز ہوتے ہیں؟ کیا کوئی ایسی محنت و طریقہ ہے جس کے ذریعے انسان خاصان بارگاہ الٰہی میں شامل ہو سکے؟ کیا اس کا امکان و جواز ماننا ختم نبوت کے مفہوم کے خلاف ہے؟

دراصل شیخ کے پیش نظر یہ سوال ہے اور اپنی وضع میں یہ وہی سوال ہے جو اصولیین و مجتہدین کو درپیش ہے کہ کیا ختم نبوت کا مطلب کسی بھی قسم کے نئے حکم شرعی کے اجراء کا ختم ہو جانا ہے؟ اہل علم اس بات سے واقف ہیں کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بعض گروہوں کا یہ کہنا تھا کہ علمائے احناف اپنی رائے سے دین میں کلام کرتے ہیں اور فقہی گروہوں کے مابین شرعی حجتوں کی بحث کے ضمن میں یہ زوردار بحث کا موضوع ہوا کرتا تھا۔ دونوں سوالات میں فرق صرف اتنا ہے کہ اول الذکر کا تعلق نبی کی اس جہت سے ہے جس میں وہ اللہ کی طرف متوجہ ہے اور دوسرے کا تعلق اس جہت سے ہے جس میں وہ امتیوں کی طرف متوجہ ہے۔ شیخ کی اصطلاحات میں بات کی جائے تو اول الذکر کا تعلق نبی کی جہت نبوت عامہ یا ولایت سے ہے جبکہ موخر الذکر کا تعلق اس کی جہت نبوت خاصہ یا رسالت سے ہے۔ چنانچہ اگر فقہاء کے اجتہادات و قانون سازی ختم نبوت کے خلاف نہیں تو کسی غیر نبی کا اپنے رب کے عرفان کی ان منازل کی طرف متوجہ ہو سکنے کے امکان و جواز کا دعوی کیونکر ختم نبوت کے مفہوم کے خلاف ہو سکتا ہے؟ یہ ہے وہ مسئلہ جسے وہ "نبوت عامہ" کے تصور کے ذریعے سلجھانا چاہتے ہیں اور اس پر ان کا کہنا یہ ہے کہ عرفان الٰہی سے فیض یاب ہونے کا تعلق "نبوت خاصہ" کے مقام سے نہیں بلکہ "نبوت عامہ" کے مقام سے ہے اور جو ہر موجود شے کو اپنی استعداد کے مطابق حاصل ہے۔ بندوں کے قلب پر عرفان الٰہی کی ان تجلیات کا سلسلہ ختم نبوت کے بعد بھی جاری ہے، جس طرح انبیاء کو ان کی استعداد کے مطابق زمین و آسمان کی ملکوت سے بہرہ ور کیا جاتا تھا (وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ: ﴿الانعام: 75﴾ یعنی "اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے") نیز وہ اللہ کے ساتھ خصوصی انفرادی معاملات رکھا کرتے تھے (إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ[2] یعنی رات میں میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)، انبیاء کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والے امتیوں پر بھی اللہ کی عنایات کا وہ سلسلہ ان کی اطاعت کے حسب حال جاری ہے اور وہ کلیتاً ختم نہیں ہوا۔ حدیث قدسی میں ہے:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: منْ عادى لي وَلِيّاً. فقدْ آذنتهُ بالْحْرب. وَمَا تقرَّبَ إِلَيَ عبْدِي بِشْيءٍ أَحبَّ إِلَيَ مِمَّا افْتَرَضْت عليْهِ: وَمَا يَزالُ عَبْدِي يتقرَّبُ إِلى بالنَّوافِلِ حَتَّى أُحِبَّه، فَإِذا أَحببْتُه كُنْتُ سمعهُ الَّذي يسْمعُ بِهِ، وبَصره الَّذِي يُبصِرُ بِهِ، ويدَهُ الَّتي يَبْطِش بِهَا، ورِجلَهُ الَّتِي يمْشِي بِهَا، وَإِنْ سأَلنِي أَعْطيْته، ولَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لأُعِيذَنَّه[3]

"بے شک اللہ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی میں نے اس سے اِعلان جنگ کر دیا، اور میرا بندہ جن چیزوں سے میرا قُرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض سے زیادہ مجھے کوئی شے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو

[2] صحیح البخاری: ص ۳۵۵: رقم الحدیث ۱۹۶۵
[3] صحیح البخاری: ص ۱۱۸۵: رقم الحدیث ۶۵۰۲

عطا کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔“

یہ ایک مقام قرب ہے جو خدا اب بھی بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان کے پاس اللہ کی ان عنایات سے فیض یاب ہونے کا راستہ کیا ہے؟ اس کا جواب ہے: نبی کی پیروی کی روش اختیار کرتے ہوئے تقوی اختیار کرنا۔ جس طرح اجتہاد کے لئے نبی آخر الزمان ﷺ معیار حق ہیں، اسی طرح عرفان الٰہی کی تجلیات سے فیض یاب ہونے کے لئے بھی آپ ﷺ ہی معیار حق ہیں۔
شیخ کہتے ہیں کہ جس طرح علماء وفقہاء کو نبی کے علم کی وراثت سے مقام اجتہاد میسر آتا ہے، اسی طرح اولیاء کو نبی کی وراثت سے نبوت عامہ یا ولایت سے قرب الٰہی کے مقامات میسر آتے ہیں جو مبشرات کے باب سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا مقام اجتہاد اور مقام ولایت، یہ دونوں انبیاء کی وراثت میں سے ہیں۔ وہ نبوت عامہ یا ولایت (یعنی اللہ تعالی کا قرب) جو امتی کو نبی کی پیروی کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے اسے شیخ ولایت خاصہ کہتے ہیں، اور آپ ﷺ کی امت میں جاری ولایت کے اس سلسلے کو وہ ولایت محمدیہ ﷺ کہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد مجتہدین اور اولیاء دونوں آپ ﷺ کی وراثت پانے والے ہیں۔ آیئے شیخ کی عبارات کی روشنی میں درج بالا امور پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بحث سے شیخ کے عقیدہ ختم نبوت کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

وراثت انبیاء کی اہمیت وضرورت

ختم نبوت کے بعد جاری درج بالا دو پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

(ان الرسالة و النبوة قد انقطعت) وما انقطعت الا من وجه خاص انقطع منها مسمى النبى والرسول ولذالک قال: (فلا رسول بعدی ولا نبی) ثم ابقی منها المبشرات وابقی منها حکم المجتهدین وازال عنهم الاسم، ابقی

الحکم وامر من لا علم له بالحکم الالهی ان یسال اهل الذکر فیفتونه بما اداه الیه اجتهادهم- وان اختلفو کما اختلف الشرائع (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا: المائدة 48) وکذالک لکل مجتهد جعل له شرعة من دلیله ومنهاجا وهو عین دلیله فی اثبات الحکم، ویحرم علیه العدول عنه، وقرر الشرع الالهی ذلک کله- فحرم الشافعی عین ما احله الحنفی واجازا بوحنیفه عین ما منعه احمد بن حنبل- فاجاز هذا مالم یجز هذا: فاتقفوا فی اشیاء واختلفوا فی اشیاء- وکل فی هذه الامة شرع مقرر لنا من عند الله، مع علمنا ان مرتبتهم دون مرتبة الرسل الموحی الیهم من عند الله- فالنبوة والرسالة من حیث عینها و حکمها ما نسخت، وانما انقطع الوحی الخاص بالرسول والنبی من نزول الملک علی اذنه و قلبه و تحجیر لفظ اسم النبی و الرسول، فلا یقال فی المجتهد انه نبی ولا رسول[4]

"بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہیں، البتہ یہ انقطاع نبوت و رسالت ایک خاص صورت میں ہے، اس سے نبی اور رسول کے نام کا حامل ہونا منقطع ہو گیا ہے[5]۔ اسی لیے فرمایا" میرے بعد کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی"۔ پھر نبوت میں سے مبشرات کو اللہ نے باقی رکھا، نیز اسی (نبوت) میں سے مجتہدین کا فیصلہ و حکم باقی رکھا البتہ ان سے بھی اسم نبی و رسول کو زائل کر دیا۔ حکم (شرعی اخذ کرنے) کو باقی رکھا اور جسے حکم الٰہی کا علم نہیں اسے حکم دیا کہ وہ اہل ذکر سے سوال کر لے اور وہ اپنے اجتہاد کے مطابق اسے فتویٰ دے دیں گے اگر چہ ان مجتہدین کا اختلاف ہو جیسا کہ شرائع کا اختلاف ہے (اللہ

---

[4] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص ۳۸۰۔۳۸۱

[5] یہ وضاحت پچھلے باب میں گذر چکی کہ شیخ کے نزدیک نبی کے نام کی حامل وہی شخصیت ہوتی ہے جو نبوت خاصہ کی صفات سے متصف ہو۔

نے فرمایا): ("ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے شریعت اور راستہ رکھا")، اسی طرح ہر مجتہد کے لیے ایک طریقہ وطرز مقرر کیااور اثبات حکم میں یہی اس کی دلیل ہے، اس کی خلاف ورزی اس کے لیے ناجائز ہے۔ اس بات کو شرع الٰہی نے مقرر کیا ہے۔ پس امام شافعی نے عین اس چیز کو حرام کہہ دیا جس کو حنفی نے حلال کہا، امام ابو حنیفہ نے اس چیز کو جائز قرار دیا جس سے امام احمد بن حنبل نے منع کیا، (یعنی) ایک نے اسے (اپنی دلیل سے) جائز کہا اور دوسرے نے منع کر دیا۔ چنانچہ ان کا بعض چیزوں میں اتفاق اور بعض میں اختلاف ہوا اور یہ سب ہمارے لیے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ شرائع ہی ہیں حالانکہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ ان کا مرتبہ رسولوں سے نیچے ہے جن کی طرف اللہ کی جانب سے وحی کی جاتی تھی۔ پس (معلوم ہوا کہ) نبوت ورسالت اپنی اصل اور حکم (یعنی نبوت عامہ) کے اعتبار سے منسوخ نہیں ہوئے بلکہ منقطع ہونے والی چیز وہ وحی ہے جو انبیاء ورسل کے ساتھ خاص ہوتی ہے جو نزول فرشتہ کے ذریعے ان کے کانوں اور قلوب پر نازل ہوتی ہے اور لفظ نبی ورسول بھی ممنوع ہو گیا ہے، اب مجتہد کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ نبی اور رسول ہے۔"

اس عبارت میں شیخ صراحت کے ساتھ وضاحت کرتے ہیں کہ انبیاء پر نازل ہونے والی وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا، اب مجتہدین حکم شرعی کا استنباط کرتے ہیں جو وراثت انبیاء ہی کی صورت ہے البتہ انہیں نبی ورسول نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح مبشرات بھی وراثت انبیاء ہے اور شیخ کے نزدیک ولایت خاصہ کی وراثت کو ختم نبوت کے خلاف جبکہ اجتہاد کو جائز کہنے کی بنیاد موجود نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ظاہری علوم کے علماء انبیاء کی وراثت سے اجتہاد کا مقام پاتے ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے احوال اپنانے والوں کو آپ ﷺ کے ان احوال میں سے حصہ ملتا ہے جو خدا اور بندے کے قرب کی منزلوں سے عبارت ہیں، اسے وہ نبوت عامہ کے تحت جاری ولایت خاصہ کہتے ہیں اور اسی تناظر میں وہ کہتے ہیں کہ اولیائے امت کو نبوت عامہ یا ولایت اسی ورثے کی

صورت ملا کرتی ہے اور اس کا انکار کرنا غلط ہے۔ اس پر استدلال کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

القدرة واسعة ان تعطى لهذا الولى ما اعطت للنبى من علوم الاسرار، فان ذلک ليس من خصائص النبوة، فلا حجر الشارع على امته هذا الباب، ولا تكلم فيه بشىء بل قال: ان يكن فى امتى محدثون فعمر منهم، فقد اثبت النبیﷺ ان ثم من يحدث ممن ليس بنبى وقد يحدث بمثل هذا فانه خارج عن التشريع الاحكام من الحلال و الحرام، فان ذلک اعنى التشريع من خصائص النبوة وليس الاطلاع على غوامض العلوم الالهية من خصائص نبوة التشريع بل هى سارية فى عباد الله من رسول و ولى و تابع و متبوع؟[6]

"قدرت (الٰہی) میں یہ گنجائش ہے کہ ولی کو علوم اسرار میں سے وہ عطا کرے جو نبی کو عطا کیا کیونکہ یہ خصائص نبوت میں سے نہیں۔ نہ شارع ﷺ نے اپنی امت پر یہ دروازہ بند کیا نہ اس بارے میں کچھ ارشاد فرمایا بلکہ (اس کے برعکس) نبی کریم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: ("اگر میری امت میں کوئی محدث ہوا تو ان میں سے عمر ہیں")۔ نبی ﷺ نے (اس امکان کو) ثابت فرمایا کہ غیر نبی سے بھی کلام کیا جاتا ہے اور اس سے اس نوعیت کا کلام ہو سکتا ہے کہ وہ حلال و حرام کے تشریعی احکام سے خارج ہوتا ہے جو خصائص نبوت میں سے ہے۔ البتہ علوم الٰہیہ کے اسرار جان لینا نبوت تشریع (کے خصائص) میں سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے بندوں میں سے رسول ولی اور تابع و متبوع دونوں میں جاری ہے۔"[7]

---

[6] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۳۰۳۔۳۰۴

[7] شیخ کے نزدیک کشف و الہام کی شرعی حیثیت پر باب نمبر ۸ میں تفصیلی بحث آرہی ہے

یعنی اگر محض خطاب الٰہی اس نبوت کی حقیقت ہوتا جسے علمائے عقیدہ نبوت کہتے ہیں تو پھر پچھلی امتوں میں الہام کا اثبات نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے الہام کے امکان کا اثبات محال ہوتا کیونکہ یہ انہیں نبی کہنے کے مترادف ہوگا جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "محدثین" کو بھی یہ مقام عطا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں کچھ القاء کرتے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محدثین پر نزول اخبار ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ خصوصیت نبوت صرف یہ نہیں کہ نبی پر کچھ القاء ہوتا ہے بلکہ اس نازل ہونے والے امور کا حکم تشریعی و تکلیفی میں سے ہونا ضروری ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ختم نبوت کے بعد منقطع ہو چکی۔ اس کے برعکس اللہ کی طرف سے اپنے کسی بندے پر لامحدود علوم الٰہیہ کے اسرار میں سے کچھ کے پردے ہٹا دینا جس سے اس کے دل کو تسلی ہو اور جو اس کے ایمان میں اضافے کا باعث ہو، یہ ایسی چیز نہیں ہے جسے ناممکن کہا جائے۔

شیخ کے مطابق اگر ختم نبوت کا مفہوم یہ فرض کر لیا جائے کہ اللہ کے قرب و عرفان کے مقامات مسدود ہو چکے تو یہ امتیوں کے لئے ایک تکلیف دہ تصور ہوگا کیونکہ یہ حصول قرب الٰہی اور ولایت دونوں کے ناممکن ہونے سے عبارت ہے۔ اس کے برعکس درست تصور یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے ساتھ ولایت کا تعلق برقرار رکھا ہوا ہے کیونکہ "ولی" اللہ کا اسم ہے جس کی تجلیات بندوں پر ہمیشہ جاری رہیں گی۔ اگر ختم نبوت کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ اللہ کے اسماء کی ان تجلیات کا سلسلہ منقطع ہو چکا تو نتیجتاً شعور بندگی بھی ناممکن ہو جائے گا کیونکہ شعور بندگی اللہ کے ساتھ تعلق سے عبارت ہے اور اس تعلق کا قیام بندے کا انفرادی و ذاتی عمل نہیں بلکہ اللہ کے فضل ہی سے عطا ہوتا ہے جیسے ہر شے کو شعور بندگی و تسبیح عطا کیا جاتا ہے:

ثبت ان رسول اللہ ﷺ قال: (ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی) الحدیث بکماله- فهذا الحدیث من اشد ما جرعت الاولیاء

مرارته، فانه قاطع للوصلة بين الانسان وبين عبوديته- واذا انقطعت الوصلة بين الانسان و بين العبوديته من اكمل الوجوه انقطعت الوصلة بين الانسان و بين الله، فان العبد على قدر ما يخرج به عن عبوديته ينقصه من تقريبه من سيده لانه يزاحمه فى اسمائه، واقل المزاحمة الاسمية، فابقى علينا اسم الولى وهو من اسمائه سبحانه[8]

" اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا یہ فرمان ثابت ہے کہ: (بے شک رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا، پس میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی)۔ یہ حدیث ان گراں باتوں میں سے ہے جس کا کڑوا گھونٹ اولیاء نے پیا ہے کیونکہ یہ انسان اور اس کی بندگی کے ایک خاص تعلق کو ختم کرنے والی ہے اور اگر انسان اور اس کی بندگی کا پورا رشتہ ٹوٹ جائے تو اس کا اور اس کے رب کا رشتہ ختم ہو جائے کیونکہ انسان جس قدر بندگی سے نکلتا ہے، اسی قدر اپنے آقا و رب سے تعلق میں دوری آتی ہے۔ نیز (ایک غیر نبی ولی کا مقام بندگی میں اپنے رب سے دور رہنا) اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ اس کے نام میں مزاحم ہے اور اسم میں ہم نامی مزاحمت کا (ایک) درجہ ہے (اگرچہ) سب سے ادنی ہے۔ اگرچہ ولی اللہ تعالی کے ناموں میں سے ہے، پر وہ ہمارے لیے بھی باقی رکھا گیا۔"

شیخ یہاں کہہ رہے ہیں کہ ولیوں نے ختم نبوت والی حدیث کی کڑواھٹ کا گھونٹ پی لیا ہے۔ اس کڑواھٹ کی نوعیت کو ایک مقام پر لفظ نبی کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے یوں کھولتے ہیں:

هذا لفظ خاص بالانبياء والرسل، ماهو لله ولا للاولياء بل هو اسم خاص

---

[8] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۳۴۶۔۳۴۷

للعبودية التی هی عین القرب من السید و عدم مزاحمة السید فی رتبته بخلاف الولایة، فان العبد مزاحم له فی اسم الولی تعالی، ولهذا شق علی المستخلصین من العبید انقطاع اسم النبی و اسم الرسول لما کان من خصائصها[9]

"یہ لفظ انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، یہ لفظ اللہ اور اولیاء کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ عبودیت کا وہ خاص نام ہے جو آقا سے عین قرب اور اپنے آقا سے اس کے درجے میں عدم مزاحمت کا مقام ہے۔ بر خلاف مقام ولایت کہ جس رتبے میں اپنے آقا سے عدم مزاحمت ہوتی ہے کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اسم ولی میں مزاحم ہے۔ اسی لیے اللہ کے مخلص یا خاص بندوں پر یہ بات شاق گزری کہ اسم نبی اور اسم رسول کا انقطاع ہو گیا جو عبودیت کے خصائص میں سے تھا۔"

یعنی نبوت عامہ یا ولایت اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا ایک مقام ہے جو ہر مخلوق کو میسر ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ ولی کو مقام ولایت میں حاصل ہونے والے مقام قرب کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس میں بندہ اپنے رب سے مزاحم ہوتا ہے اگرچہ وہ محض نام کے اطلاق میں ہو جبکہ مقام نبوت سراپا بندگی ہے کہ اس میں بندہ یعنی نبی نام میں بھی مزاحم نہیں ہوتا۔ یعنی انبیاء کے مقام بندگی و قرب کا حال یہ ہے کہ اپنی خاص عصمت کے باعث وہ اللہ کی بندگی میں مزاحم ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ عین قرب کا مقام ہے اور یہ مقام اب کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کے بعد اس مقام کا عطا کیا جانا منقطع ہو گیا ہے۔ نبوت و رسالت کے منقطع ہونے کے شاق گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد انبیاء جیسا مقام بندگی کسی کو حاصل نہیں ہو گا، یہ باب بند ہو چکا۔ یہ دراصل ذوق بندگی میں قرب الٰہی کی مزید بلند تر منازل سے محروم رہنے کی تلخی کی بات ہے جسے شیخ کے مخالفین

[9] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۸۱

عجیب و غریب رنگ دے کر پیش کرتے آئے ہیں۔ حقیقت میں یہ تصور شیخ ابن عربی کا طبع زاد نہیں بلکہ ایک حدیث کے مطابق صحابہ نے باقاعدہ اس کا اظہار فرمایا اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر ان کی نکیر نہیں فرمائی بلکہ صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مبشرات باقی ہیں۔ اس لحاظ سے اس شاق گزرنے کو "تقریر رسول" حاصل ہے۔ اس کے بعد شیخ نے اس کے معنی واضح فرمائے کہ صحابہ کوئی نبوت کی تمنا نہیں کر رہے تھے کہ اس کا دروازہ نہ بند ہونے کی خبر سن کر انہیں افسوس ہوا بلکہ یہ ذوق بندگی کی شدت کا تقاضا تھا۔ لیکن بعض احباب نے شیخ کو وہی الزام دے دیا جس کی نفی شیخ صحابہ سے کر رہے تھے۔ وہ حدیث ملاحظہ ہو:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الرسالة والنبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدي ولا نبي"، قال: فشق ذلك على الناس، فقال: "لكن المبشرات"، قالوا: يا رسول الله، وما المبشرات؟ قال: "رؤيا المسلم، وهي جزء من اجزاء النبوة "[10]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکے، لہٰذا میرے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہ ہو گا"، انس (یعنی راوی) کہتے ہیں: یہ بات لوگوں پر گراں گزری تو آپ نے فرمایا: "البتہ مبشرات باقی ہیں"۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: "مسلمان کا خواب اور یہ اجزائے نبوت کا ایک جزو ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے شیخ نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے، البتہ شیخ نے اپنے نظام فکر میں اسے خوبصورت طریقے سے سمجھا ضرور دیا ہے۔ درج بالا عبارات پر غور کیا جائے تو

---

[10] سنن ترمذی: رقم الحدیث ۲۲۷۲

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اسماء کی تجلیات کے نظام فکر میں ختم نبوت کے اسرار بھی سمجھا رہے ہیں کہ "نبی" یا "رسول" خدا کا کوئی اسم نہیں ہے کہ جس کی تجلیات جاری رہتی ہوں، یہ تو خصوصی مقام بندگی ہوتا ہے (یوں سمجھئے کہ ایک خصوصی پوسٹ ہوتی ہے کہ اللہ جب چاہتے ہیں کسی کو اس پر فائز کرتے تھے) اور رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ مقام ختم ہو چکا، اسی لئے اب کوئی نیا نبی نہیں ہو گا۔ چنانچہ اپنے اسی نظام فکر کی اصطلاحات میں مقام نبوت خاصہ کے خاتمے اور ولایت کے باقی رہنے پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ومن درجاتها النبوة والرسالة فينالها بعض الناس ويصلون اليها وبعض الناس لا يصل اليها، واما اليوم فلا يصل الى درجة النبوة نبوة التشريع احدا لان بابها مغلق والولاية لاترتفع دنيا ولا آخرة، فللولاية حكم الاول والاخر والظاهر والباطن بنوة عامة وخاصة وبغير نبوة، ومن اسمائه الولى، وليس من اسمائه نبى ولا رسول، فلهذا انقطعت النبوة والرسالة لانه لا مستند لها فى الاسماء الالهية ولم تنقطع الولاية فان الاسم الولى يحفظها [11]

"اور اس کے درجات میں سے نبوت و رسالت ہے اسے بعض لوگ (اللہ کے اختصاص کے سبب) حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی رسائی اس تک ہو جاتی ہے جبکہ بعض اس تک نہیں پہنچتے۔ البتہ اب نبوت یعنی نبوت تشریع کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ دروازہ بند ہے۔ جبکہ ولایت دنیا و آخرت میں ختم نہیں ہوتی۔ پس ولایت ہی کے لیے، خواہ وہ نبوت خاصہ و عامہ کے ساتھ ہو خواہ اس کے بغیر، اول و آخر، ظاہر و باطن کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ولی ہے جبکہ اس کے اسماء میں نبی اور رسول نہیں۔ اس لیے نبوت و رسالت منقطع ہو گئی ہیں کیونکہ اسمائے الٰہیہ میں ان کی سند یا

---

[11] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۱۴۸

اصل نہیں جبکہ ولایت لازوال ہے کیونکہ اسم ولی اس کا محافظ ہے۔"

ختم نبوت کے تناظر میں وراثت انبیاء کے جاری ہونے کے اسی پہلو کو وہ ایک اور انداز سے بھی سمجھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنْ النُّبُوَّةِ یعنی بے شک سچے خواب اجزائے نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات، یعنی نبوت میں مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ حدیث بھی اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ مبشرات کی صورت جو باقی ہے وہ نبوت ہی کا جزو ہے۔ اس حدیث میں خواب کو صراحتاً نبوت کا جزو کہا گیا ہے اور شیخ ابن عربی قرآنی نصوص پر مبنی اپنے تصور نبوت عامہ کے تحت (جو خدا اور کائنات کا وہ آفاقی تعلق ہے جس میں ہر مخلوق پر اس کی استعداد کے مطابق اخبار وانباء کا سلسلہ جاری رہتا ہے) اس حدیث کی وضاحت بھی کرتے ہیں اور اسے بطور دلیل بھی لاتے ہیں۔ چنانچہ اس حدیث میں بندوں کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ نبوت تشریعی اگرچہ ختم ہو چکی لیکن خدا اور بندے کے رشتے کے تمام ذرائع بند نہیں ہو گئے۔ اسی تناظر میں وہ اس حدیث شریف کو بھی لاتے ہیں کہ اگرچہ نبوت ختم ہو چکی مگر مبشرات اب بھی باقی ہیں، یعنی تشریع کا سلسلہ ختم ہو چکا مگر خدا کی اپنے بندوں پر عنایات کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ گویا ان احادیث کو وہ امتیوں کے لئے خوشخبری اور امید کے تناظر میں لاتے ہیں کہ تقوی اور آپ ﷺ کی اتباع کے ذریعے اللہ کے عرفان کی منازل طے کرنے کی جدوجہد کرنا فضول نہیں بلکہ بارآور ہے کیونکہ فیض الٰہی کا باب بند نہیں ہو گیا۔ چنانچہ ان احادیث میں یہی بات کہی گئی ہے کہ خدا اور بندے کا تعلق منقطع نہیں ہو گیا، وہ جاری رہے گا البتہ اب کوئی نیا مشرع ہو گا نہ تشریع۔ چنانچہ ختم نبوت کے شاق گزرنے کی وضاحت شیخ ایک اور مقام پر یوں بھی کرتے ہیں:

ثبت عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: (ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول

بعدی ولا نبی)- قال فشق ذلک علی الناس، فقال: لکن المبشرات- فقالوا یا رسول اللهﷺ ما المبشرات؟ فقال: رؤیا المسلم وهی جزء من اجزاء النبوة- هذا حدیث حسن صحیح --- قال وفی الباب عن ابی هریرة و حذیفة و ابن عباس وام کرز واخبرﷺ ان رؤیا جزء من اجزاء النبوة، فقد بقی للناس من النبوة هذا [12]

"رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک نبوت و رسالت منقطع ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں یہ بات لوگوں پر شاق گزری تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا خواب اور یہ خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ام کرز رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے۔ لوگوں کے لیے اس نبوت میں سے یہ باقی بچا ہے۔"

اس عبارت میں شیخ انقطاع نبوت والی حدیث کی شدت کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "مبشرات" کی بات اس کی شدت کم کرنے ہی کے لئے کہی، یعنی ختم نبوت کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے کلیتاً رابطہ ختم کر دینے والا ہے۔ لہذا امتیوں کو خوش رہنا چاہئے کہ اللہ نے ان کے لئے مقام "ولی" بر قرار رکھا اور ولی اللہ کا ایک "اسم" ہے، یعنی اس اسم کی تجلی تا قیامت امتیوں پر جاری رہے گی۔ ناقدین کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے شیخ کی اس قسم کی بعض عبارات ان کی فکر سے نکال کر پیش کرنا شروع کر دیں کہ دیکھو یہ نبوت بند ہونے پر شکوہ

---

[12] الفتوحات المکیۃ: ج۲: ص۸

کناں ہیں۔ شیخ کے ناقدین ان کے ساتھ دونا انصافیاں کرتے ہیں: ایک یہ کہ ان کے نظام فکر کو نہ سمجھتے ہوئے ان کی بات ان کے نظام سے نکال کر اپنے نظام میں لا کر معنی پہنانا اور دوسرا یہ کہ ان کی بات کو مجموعی نظام میں رکھنے کے بجائے سیاق وسباق سے کاٹ کر اس شخص کے سامنے رکھ دینا جو ان کے نظام کو نہیں جانتا۔ یوں نہ ختم ہونے والا شور شرابا ہو جاتا ہے۔

درج بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کی وراثت دراصل خدا اور بندوں کو جوڑنے والا ربط، پل اور رسی ہے۔ اس ربط کا انکار کرنا دراصل یہ کہنے کے مترادف ہے کہ اللہ تعالی بندوں سے غیر متعلق ہے۔ ایسی بات کہنا نصوص کے خلاف ہے۔ انبیاء جو وراثت چھوڑ کر جاتے ہیں ان کے مقاصد کو سمجھنے کے لئے اس کی صورتوں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

وراثت انبیاء کی صورتیں اور اس کے حاملین

ختم رسالت کے بعد نبی علیہ السلام کی یہ وراثت جن دو گروہوں میں چلی آرہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

قد ورد الخبر عن النبیﷺ ان علماء هذه الامة انبیاء بنی اسرائیل یعنی المنزلة التی اشرنا الیه، فان انبیاء بنی اسرائیل کانت تحفظ علیهم شرائع رسلهم وتقوم بها فیهم، وکذلک علماء هذه الامة وائمتها یحفظون علیها احکام رسولها کعلماء الصحابة ومن نزل عنهم من التابعین واتباع التابعین کالثوری وابن عیینه وابن سیرین والحسن ومالک و ابن ابی رباح وابی حنیفه، ومن نزل عنهم کالشافعی وابن حنبل، ومن جری مجری هؤلاء الی هلم جرا فی حفظ الاحکام- وطائفة اخری من علماء هذه الامة یحفظون علیها احوال الرسولﷺ واسرار علومه: کعلی و ابن عباس وسلمان وابی هریرة وحذیفة، ومن التابعین: کالحسن البصری ومالک بن دینار وبنان

الحمال وایوب السختیانی، ومن نزل عنهم بالزمان: کشیبان الراعی و فرج الاسود المعمر والفضیل بن عیاض وذی النون المصری، ومن نزل عنهم: کالجنید والتستری، ومن جری مجری ھؤلاء من السادۃ فی حفظ الحال النبوی والعلم اللدنی والسر الالھی[13]

''نبی کریم ﷺ سے خبر مروی ہے کہ اس امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں یعنی ان کو وہ مقام ملا ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ان لوگوں کے لیے رسولوں کی شریعتوں کو محفوظ رکھتے تھے اور اقامت شریعت کا فریضہ سر انجام دیتے تھے، اسی طرح اس امت کے علماء اور ائمہ ہیں جو اس امت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو محفوظ رکھتے ہیں جیسے علماء صحابہ اور ان کے بعد تابعین اور اتباع تابعین جیسے امام ثوری، امام ابن عیینہ، امام ابن سیرین، امام حسن، امام مالک، امام ابن ابی رباح اور امام ابو حنیفہ۔ اور جن کا درجہ ان کے بعد ہے جیسے امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور وہ جو انہی کی طرز پر ان احکام کی حفاظت کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرا گروہ اس امت میں سے علماء کا وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے احوال اور اسرار علوم کی حفاظت کرتا ہے ۔ جیسے حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم، اور تابعین میں سے جیسے حضرت امام حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت بنان حمال، حضرت ایوب سختیانی رحمہم اللہ۔ اور وہ جو ان کے بعد ہیں جیسے حضرت شبان عاری، حضرت فرج اسود، حضرت معمر، حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ذوالنون مصری رحمہم اللہ۔ اور وہ جو ان کے بعد ہیں جیسے حضرت جنید، حضرت تستری رحمہم اللہ اور وہ جو حال نبوی ﷺ،

---

[13] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۳۱

علم لدنی اور سر الٰہی کی حفاظت میں ان رہنماؤں کے طریقے پر چلے۔"

درج بالا عبارت میں شیخ نبی کی وراثت حاصل کرنے والے دو الگ گروہوں اور ان کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ دونوں ہی انبیاء کی وراثت کے حقدار ہیں البتہ انبیاء کی اس وراثت کو محض اقوال اور ان کی حفاظت میں محصور سمجھنا غلط مفروضہ ہے۔ انبیاء کے علوم صرف ظاہری الفاظ و اعمال تک محدود نہیں بلکہ وہ کیفیات اور باطنی احوال کو بھی شامل ہیں اور اس کی حفاظت کرنے والوں کی بھی مسلسل روایت ہے۔

شیخ ابن عربی رسول اللہ ﷺ کی وراثت کے تین پہلوؤں یعنی اقوال، افعال و احوال پر جابجا تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کے اقوال کی وراثت یہ ہے کہ انسان درجہ اجتہاد کو پالے، آپ کے افعال کی وراثت یہ ہے کہ انسان آپ ﷺ کے تمام افعال و سنن کی پیروی کرے جبکہ احوال کی وراثت یہ ہے کہ انسان کشف و الہام کے ذریعے مبشرات پا کر علم و یقین کی اعلی منازل پر فائز ہو جائے۔ جو وارث ان تینوں کا جامع ہوتا ہے وہی کامل وارث ہوتا ہے۔ ان تینوں پر بحث کے بعد خلاصہ کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

انما هو قول او فعل او حال، فالوارث الكامل من جمع، والوارث الناقص من اقتصر على بعض المراتب[14]

"وہ (یعنی نبی کی میراث) قول، فعل یا حال ہی میں ہے۔ کامل وارث وہ ہے جو ان سب کا جامع ہو اور ناقص وارث وہ ہے جو بعض مراتب تک ٹھہر جائے۔"

وراثت انبیاء کے یہ تین پہلو دراصل حدیث جبرائیل ہی کی تشریح و تفصیل ہے۔ شیخ نے ان تینوں جہات پر فتوحات مکیہ میں مختلف مقامات پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ایک مقام پر وراثت انبیاء کو حسی

[14] الفتوحات المکیۃ: ج٦: ص١٧٦

اور معنوی میں تقسیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اعلم ان الوارث علی نوعین: معنوی و محسوس: فالمحسوس منه ما یتعلق بالالفاظ والافعال وما یظهر من الاحول- فاما الافعال فان ینظر الوارث الی ماکان رسول اللهﷺ یفعله مم ابیح للوارث ان یفعله اقتداء به لا مما هو مختص به علیه السلام مخلص له فی نفسه ومع ربه وفی عشرته لاهله وولده و قرابته واصحابه و جمیع العالم- ویتبع الوارث ذلک کله فی الاخبار المرویة عن رسول اللهﷺ الموضحة لما کان علیه فی افعاله من صحیحها و سقیمها، فیاتیها کلها علی حد ما وردت لایزید علیها ولا ینقص منها، وان اختلفت فیها الروایات فلیعمل بکل روایة وقتا بهذه ووقتا بهذه ولو مرة واحدا و یدوم علی الروایة التی ثبت[15]

"جان لو کہ وارث دو طرح کا ہے: معنوی اور حسی۔ حسی وارث کا تعلق الفاظ، افعال اور ظاہری احوال سے ہے۔ جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو اس میں وارث کو یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کیا عمل فرماتے تھے بشرطیکہ وہ ایسا عمل ہو جس میں آپ کی اقتدا جائز ہو، نہ کہ آپ کے ساتھ خاص ہو، خواہ وہ عمل ذاتی نوعیت کا ہو خواہ اس کا تعلق رب سے ہو خواہ اس کا رشتہ اہل وعیال ودوست احباب سے ہو خواہ (باقی) سارے جہاں سے وابستہ ہو۔ وارث رسول اللہ ﷺ سے مروی تمام اخبار کی اتباع کرتا ہے جن کا صحیح یا ضعیف طور پر رسول اللہ ﷺ کے افعال میں سے ہونا واضح ہو گیا ہو۔ وارث ان میں سے وارد ہونے والی ہر ایک بات کی پیروی کرتا ہے، نہ اس میں اضافہ کرتا ہے اور نہ

---

15 الفتوحات المکیۃ: ج٦: ص٢٩٨

کمی۔ اور اگر روایات میں اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ ہر روایت پر عمل کرے گا[16]، ایک وقت پر کسی ایک روایت پر اور کبھی دوسری روایت پر، اگرچہ ایسا کرنا ایک ہی مرتبہ ہو۔ البتہ پابندی اس روایت کی کرے جو اس کے نزدیک راجح و ثابت شدہ ہے۔"

غور کیجئے کہ شیخ آپ ﷺ کے ہر عمل کی پیروی کرنے پر رغبت دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ ﷺ سے مروی اعمال میں اختلاف ہو لیکن نبی کے وارث کو چاہیئے کہ اگر اس کے لئے ممکن ہو تو آپ ﷺ سے مروی تمام سنتوں پر عمل کر لے چاہے ان میں سے بعض پر زندگی میں ایک ہی مرتبہ یہ سوچ کر عمل کر لے کہ ممکن ہے یہ بھی آپ ﷺ کی سنت ہو۔ اتباع سنت کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے حسی وارثین کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ویکون علی اخلاقه فی ماکله و مشربه وما یاکل وما یشرب کاحمد بن حنبل فانه کان بهذه المثابة، روینا عنه انه ما اکل البطیخ حتی مات، وکان یقال له فی ذلک: ما بلغنی کیف کان یاکله رسول الله ﷺ [17]

"وارث اپنے کھانے پینے میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق پر ہو گا جو رسول اللہ ﷺ تناول فرماتے تھے اور نوش فرماتے تھے، جیسے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تھے۔ آپ اسی مرتبہ پر فائز تھے۔ ہم نے آپ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آپ نے پوری زندگی تربوز (یا خربوزہ) نہیں کھایا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ جب آپ سے اس بارے میں پوچھا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ مجھ تک یہ بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ

---

[16] واضح رہے کہ شیخ کے ہاں ہر روایت پر عمل کرنے کی کچھ حدود و قیود بھی ہیں جنہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ چونکہ ہماری بحث کا روئے سخن اس طرف نہیں، اس لئے اس کی تفصیلات کو یہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات شیخ کی کتاب میں متعلقہ مقامات کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔

[17] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۲۹۹

اسے کس طرح تناول فرماتے تھے۔"

الغرض رسول اللہ ﷺ کے حسی یا ظاہری علوم کے وارثین آپ ﷺ کی شریعت نیز آپ ﷺ کے تمام ظاہری احوال کی مکمل پیروی کا اہتمام کرتے ہیں۔ معنوی وراثت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

واما الوارث المعنوی فما یتعلق بباطن الاحوال من تطهیر النفس من مذام الاخلاق و تحلیتها بمکارم الاخلاق وما کان علیه ﷺ من ذکر ربه علی کل احیانه [18]

"معنوی میراث کا تعلق باطنی احوال سے ہے جس میں نفس کو برے اخلاق سے پاک کرنا اور مکارم اخلاق سے مزین کرنا ہے نیز آپ ﷺ کا ہر آن اپنے رب کی یاد میں لگے رہنا (بھی باطنی احوال میں شامل ہے)۔"

یعنی معنوی یا باطنی وراثت کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق و قلبی احوال بھی آپ ﷺ کے اخلاق و قلبی احوال کے مطابق ہوتے ہیں۔ الغرض آپ ﷺ کا وارث اپنے ظاہر و باطن ہر دو میں آپ ﷺ کا مظہر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انبیاء کی یہ وراثت نور نبوت ہی کے ذریعے کسب کی جاسکتی ہے، انبیاء کی تعلیمات اور احوال اپنائے بغیر قرب الٰہی کی منازل طے کرنا ممکن نہیں اور رسول عربی ﷺ کی بعثت کے بعد اب یہ منازل آپ کی پیروی سے مشروط ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ نور نبوت ہی سے ولایت کا حصول ممکن ہے [19] اور ایک نبی کے امتی کو انہی مقامات میں سے کچھ عطا کیا جاتا ہے جو اس کے نبی کو حاصل ہوں۔

---

[18] الفتوحات المکیۃ: ج٦: ص٢٩٩

[19] الفتوحات المکیۃ: ج٥: ص٢١ (تفصیلی حوالہ کتاب میں پیچھے گزر چکا، دیکھئے ص156)

انبیاء کی وراثت کا یہ سلسلہ ہر امت میں جاری تھا نیز اس امت کے علماء کو اس وراثت کے سبب اس دنیا و آخرت دونوں میں خصوصی مقام عطا کیا جائے گا:

فکان محمدﷺ اعظم خلیفة واکبر امام، وکانت امته (خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ: آل عمران: 110) وجعل الله ورثته فی منازل الانبیاءوالرسل، فاباح لھم الاجتھاد فی الاحکام فھوتشریع عن خبر الشارع فکل مجتھد مصیب کما انه کل نبی معصوم وتعبدھم الله بذلک لیحصل لھذه الامة نصیب من التشریع وتثبت لھم فیه قدم، فلم یتقدم علیھم سوی نبیھمﷺ- فتحشر علماء ھذه الامة حفاظ الشریعة المحمدیة فی صفوف الانبیاء لا فی صفوف الامم فھم شھداء علی الناس، وھذا نص فی عدالتھم، فما من رسول الا ولجانبه عالم من علماء ھذه الامة او اثنان او ثلاثة او ما کان- وکل عالم منھم فله درجة الاستاذیة فی علم الرسوم والاحوال والمقامات والمنازل و المنازلات الی ان ینتھی الامر فی ذلک الی خاتم الاولیاء خاتم المجتھدین المحمدیین الی ان ینتھی الی الختم العام الذی ھو روح الله وکلمته، فھو آخر متعلم وآخر استاذ لمن اخذ عنه[20]

"محمد ﷺ اللہ کے سب سے بڑے خلیفہ اور امام ہیں۔ اور آپ ﷺ کی امت سب سے بہترین امت ہے جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وارثوں کو انبیاء اور رسولوں کے درجے میں رکھ دیا ہے۔ چنانچہ ان کے لیے احکام میں اجتہاد کو جائز کر دیا ہے، پس اجتہاد شارع ہی کی خبر (واجازت) سے حکم شرعی طے کرنا ہے۔ اس لئے ہر مجتہد درست ہوتا ہے جیسا کہ ہر نبی معصوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

---

[20] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۱۵۵

انہیں اجتہاد کا مکلف اس لیے بنایا ہے تا کہ اس امت کو تشریع میں سے کچھ حصہ نصیب ہو سکے اور اس معاملے میں انہیں فوقیت حاصل ہو۔ ان علماء سے آگے ان کے نبی ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں ہو گا (جس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں کہ) پس اس امت کے علماء جو شریعت محمدیہ ﷺ کے پاسبان ہیں ان کا حشر انبیاء کی صفوں میں ہو گا نہ کہ امتوں کی صفوں میں، اور وہ لوگوں پر گواہ ہوں گے۔ یہ ان (علماء) کی عدالت کی دلیل ہے۔ قیامت کے دن ہر رسول کے ایک طرف اس امت کے علماء میں سے ایک عالم یا دو علما یا تین علماء یا جتنے بھی، موجود ہوں گے۔ ان میں سے ہر عالم کو علم رسوم، احوال، مقامات، منازل، منازلات میں درجہ استاذ حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ امر خاتم الاولیاء اور خاتم مجتہدین محمدی تک جائے گا اور پھر ختم عام پر منتہی ہو گا جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ (یعنی عیسی علیہ السلام) ہیں۔ وہی آخری متعلم اور آخری استاذ ہوں گے جن سے علم حاصل ہو گا۔"[21]

درج بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وراثت انبیاء کے تحت شیخ جن مقامات کی منتقلی کی بات کرتے ہیں علمائے عقیدہ کی اصطلاحات کے مطابق وہ مقامات ولایت و اجتہاد ہیں نہ کہ مقام نبوت و رسالت۔ شکل نمبر 14 اور 15 کے ذریعے اس بحث کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

[21] اس سے شیخ کا مقصود یہ نہیں کہ اس امت کے علماء ہر اعتبار سے بنی اسرائیل کے انبیاء کے درجے پر ہیں بلکہ ان کا مقصود صفوف کے لحاظ سے ان کی تقدیم کو بیان کرنا ہے کہ اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی صفوں میں ہوں گے، یہ الگ بات ہے کہ اس صف میں موجود انبیاء اس امت کے علماء سے افضل ہوں گے۔ اس کی مزید وضاحت آگے ہو جائے گی۔

شکل14: انسانوں کے لئے حصول مقامات نبوت عامہ / ولایت میں نبی کا مقام
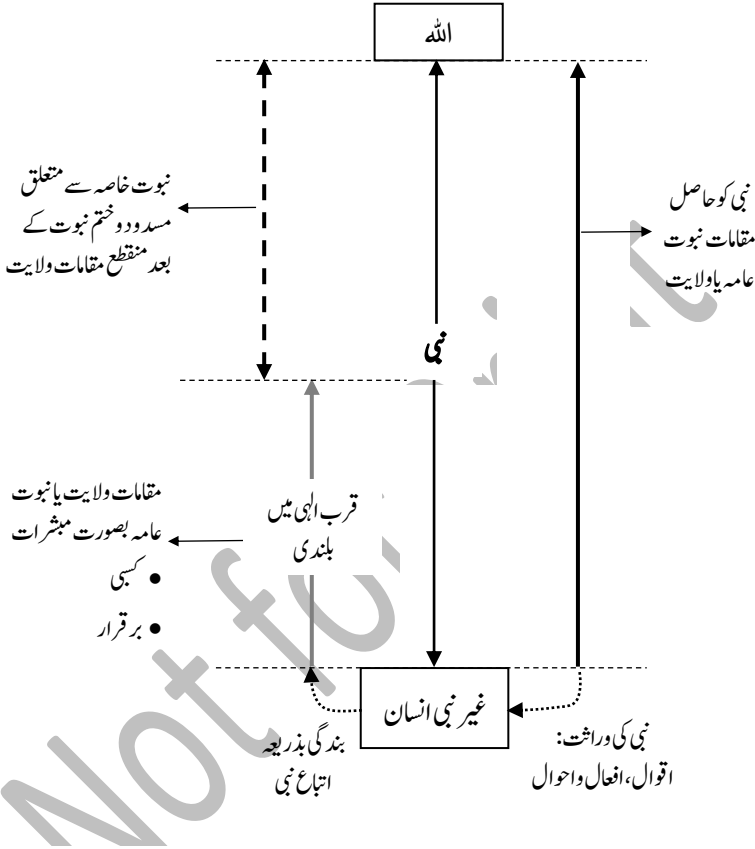
شکل نمبر 14 یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اولیاء کو مبشرات کی صورت نبی کی نبوت عامہ یا ولایت سے جو وراثت ملتی ہے وہ نبی کی اتباع و پیروی کے نتیجے میں ملتی ہے، ان معنی میں یہ کسبی چیز ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نبی کی ذات ہی قرب الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ اس شکل میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ولی کو حاصل ہونے والے مقامات قرب نبی کو حاصل شدہ مقامات قرب سے کمتر ہوتے ہیں، شیخ کی عبارات کی روشنی میں اس کی تفصیلات اگلے باب میں آرہی ہے۔

شکل 15: وراثت انبیاء کی دو جہات
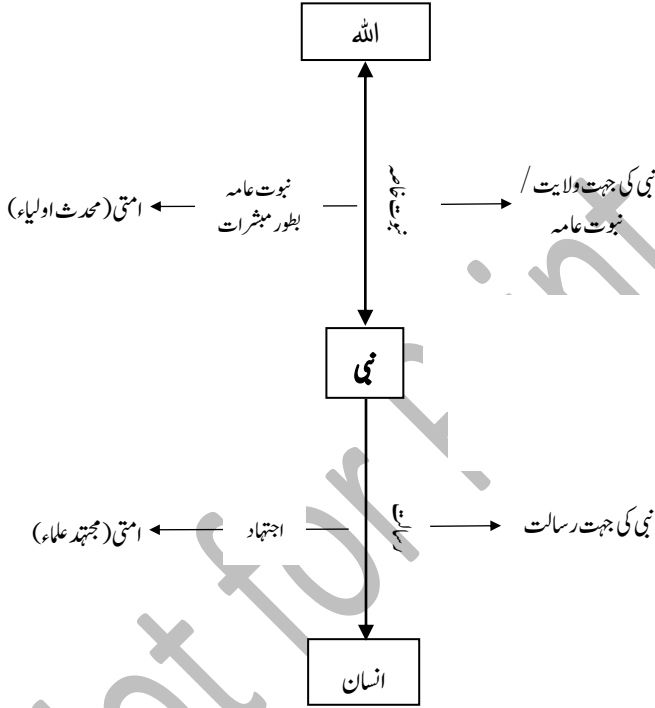
شکل نمبر 15 یہ ظاہر کرنے کے لئے بنائی گئی ہے کہ نبی کی وراثت کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک کا تعلق اجتہاد سے ہے جو نبی کی جہت رسالت یا نبوت تشریع کی وراثت ہوتی ہے اور اس کے وارثین کو مجتہدین کہتے ہیں۔ ان علمائے اجتہاد کی وراثت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

ان كنت من اهل الاجتهاد فى الاستنباط للاحكام الشرعية، فانت وارث نبوة شرعية [22]

[22] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۲۹۹

"اگر تم اجتہاد کرنے والوں میں سے ہو جو احکام شرعیہ کا استنباط کرتے ہیں تو تم نبوت شرعیہ کے وارث ہو۔"

جبکہ دوسری کا تعلق مبشرات سے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

ولایت اولیاء اور ضرورت نبوت

یہ بات واضح ہو گئی کہ انسان کے لئے حصول ولایت کا رستہ نبی ﷺ کی پیروی کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ خیال کہ نبی کی پیروی کے بغیر وراثت انبیاء کا حصول ممکن ہے، اس بارے میں شیخ کہتے ہیں:

لا طريق لنا الى الله الا ما شرعه، فمن قال بان ثم طريقا الى الله خلاف ما شرع، فقوله زور [23]

"ہمارے پاس اللہ تک پہنچنے کا اس کی شریعت کے سوا کوئی رستہ نہیں۔ پس جس کسی نے یہ کہا کہ شریعت کے خلاف بھی اللہ تک پہنچنے کا کوئی طریقہ ہے اس کی یہ بات دروغ گوئی ہے۔"

اسی وجہ سے شیخ کہتے ہیں کہ وارثین کو ملنے والے مقامات نبوت عامہ یا ولایت کی یہ وراثت انبیاء کے مقامات نبوت عامہ یا ولایت سے ماخوذ ہوتی ہے جو ان کی پیروی کا نتیجہ ہوتا ہے:

ونبوة الوارث قمرية، ونبوة النبى والرسول شمسية[24]

---

[23] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۵۴۸

[24] الفتوحات المکیۃ: ج۸: ص۶۷

"نبوت وارث قمری ہے اور نبوت نبی اور رسول شمسی ہے۔"

یعنی جس طرح علمائے اجتہاد نبی کے اقوال وافعال کی تفہیم کے ذریعے عمل تشریع میں نبی کی جہت رسالت کے وارث بنتے ہیں اسی طرح اولیاء نبی کی اتباع کر کے انبیاء کی جہت نبوت عامہ یا ولایت عامہ کے مقامات میں سے وراثت پاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اولیاء کی یہ وراثت نبی کے ان مقامات سے متعلق نہیں ہوتی جو نبوت خاصہ سے متعلق مقامات ہیں کیونکہ نبوت خاصہ سے متعلق یہ مقامات قطعی طور پر ختم ہو چکے۔ اس بات کی وضاحت بھی پچھلے ابواب میں بیان ہو چکی کہ ان مسدود و منقطع مقامات میں سے اہم ترین مقام تشریع و تکلیف ہے جو آپ ﷺ کے بعد تا قیامت ختم ہو چکا، اب ہر بشر اسی شریعت کا پابند ہے جو اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر نازل کی اور اسی راستے سے ان مقامات قرب کا حصول ممکن ہے جو ولی کو بطور وراثت مل سکتے ہیں۔ شیخ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ نبوت عامہ کے تحت ملنے والی وراثت مقامات قرب کے باب سے ہوتی ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں:

من ادعی نبوة التشریع بعد محمد ﷺ فقد كذب بل كذب و كفر بما جاء به الصادق رسول الله ﷺ، غير ان ثم مقام القربة وهی النبوة العامة لا نبوة التشريع[25]

"جس کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت تشریع کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا بلکہ اس نے کذب بیانی کی اور کفر کیا اس دین کا جس کے ساتھ اللہ کے سچے رسول محمد ﷺ تشریف لائے۔ تاہم مقام قرب باقی ہے جو نبوت عامہ ہے نہ کہ نبوت تشریع۔"

ولی کو نبوت عامہ یا ولایت سے متعلق جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء کو عطا کئے گئے مقامات کا پرتو

---

[25] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۳۸

ہوتا ہے، اس سے الگ نہیں۔ یہاں یہ بات لائق توجہ ہے کہ ولی کے مقامات قرب کو شیخ "قمریہ" جبکہ نبی کے مقامات کو "شمسیہ" کہتے ہیں۔ یعنی جب نبی اور ولی کی روحانیت و نورانیت اور قرب الٰہی کو دیکھا جائے گا تو وہ نبی کی فضیلتوں کا عکس و فیض ہیں جبکہ نبی کی یہ فضیلت اس کی اپنی ہوتی ہے، بالکل ایسے جس طرح چاند کے مقابلے میں سورج کی روشنی اپنی جبکہ چاند کی روشنی سورج سے مستعار۔ چاند جب تک ایک خاص وضع پر سورج کے سامنے نہ آئے نیز اس کے گرد چکر نہ لگائے سورج کی نورانیت سے فیض حاصل نہیں کر سکتا، اسی طرح جب تک امتی نبی کی اتباع نہ کرے تب تک وہ نبی کی روحانیت سے محروم رہتا ہے۔ پھر جس طرح چاند کی روشنی چاہے جس قدر بھی بڑھ جائے کبھی سورج کی روشنی کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اسی طرح ولی کی نورانیت و روحانیت اور قرب الٰہی جس قدر بھی بڑھ جائے نبی کے فضائل پر سبقت حاصل نہیں کر سکتی۔ الغرض قرب الٰہی کے معاملے میں نبی اور ولی کے مابین تعلق کو بیان کرنے کے لئے شمس و قمر کی یہ تشبیہ بہت معنی خیز ہے اور یہ تصور علم کلام و عقیدہ کے تصور ولایت و کرامت سے ہم آہنگ ہے جس کے مطابق ولی کی کرامت، جو دراصل اتباع نبی سے حاصل ہوتی ہے، نبی ہی کا معجزہ ہے۔

یہ ہے شیخ کے نظام میں "نبوت عامہ" کی بحث کا تناظر۔ ان کا ماننا یہ ہے کہ یہ تصور ختم نبوت کے اس مفہوم کو بھی ختم نہیں کرتا جو اصلاً مقصود ہے (یعنی تشریع، واجب الاتباع اور مدار نجات ہونا)، خدا کے ان بندوں کو بھی ذوق بندگی پر مائل کرتا ہے جو اس کے عرفان کا ذوق رکھتے ہیں اور مجتہدین کی کاوشوں کا بھی پورا لحاظ کرتا ہے۔ شیخ ابن عربی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ان سب امور کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ یہ بھی غور کیا جانا چاہئے کہ انبیاء کی وراثت میں شیخ ابن عربی اہل تشیع حضرات کے نظریہ امامت کی خصوصیات کو شامل نہیں کرتے۔

انسانوں میں سے ہر فرد کے لئے اپنے رب کی معرفت ہونے (یا نبوت عامہ اور ولایت کے درجے پر فائز ہونے) کا ایک مقام وہ ہے جو ہر کسی کو عہد الست کی بنا پر اس طور پر حاصل ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے نیز انسان اس کی مخلوق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان پر اخلاقی تصورات کا

الہام بھی فرماتا ہے۔ لیکن ایک درجہ وہ بھی ہے جب فرشتے اس کے قلب پر سکینت نازل کرتے ہیں، وہ مبشرات کے حصول کے لائق ہو کر لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مصداق بن جاتا ہے، فرائض و نوافل پر پابندی کر کے اس مقام کو جا پہنچتا ہے کہ خدا اس کی سماعت اور بصارت بن جاتا ہے یہاں تک کہ محدث کا مقام بھی پالیتا ہے۔ انسان جس استعداد کو بڑھا کر نبوت عامہ کے تحت قرب الٰہی کی منازل حاصل کر سکتا ہے اس استعداد کی تربیت کا طریقہ خدا انبیاء کے ذریعے انسانوں کو بتاتا ہے، امتی کو قرب الٰہی کے یہ مقامات اسی قدر میسر آپاتے ہیں جس قدر وہ نبی کے حال کا مظہر بن سکے۔ شیخ ابن عربی کہتے ہیں کہ جس طرح ختم نبوت کے بعد اجتہاد ناممکن نہیں اسی طرح ختم نبوت کے بعد عرفان و قرب الٰہی کی وہ سب منازل بھی بند نہیں ہوئیں جن بلند درجات پر انبیاء فائز ہوتے ہیں، آج بھی ان منازل میں سے بہت سی منازل، نہ کہ سب، امتیوں کے لئے برقرار ہیں۔ عرفان الٰہی کی منازل کو طے کرنے کا ذوق رکھنے والوں کے لئے بھی کیا کوئی معیار اور رستہ ہے؟ شیخ اور صوفیاء کا جواب ہے: نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس، اسوہ حسنہ اور تعلیمات ہی وہ واحد معیار ہے جو قرب الٰہی کی منازل میں مددگار ہے۔ گویا جس طرح اجتہاد و قانون سازی میں نبی کی ذات معیار حق ہے قرب الٰہی کے حصول میں بھی نبی ہی کی ذات معیار حق ہے۔ اصولیین و فقہاء جس طرح انسانوں کے نظام عامہ و ہدایت کے لئے نبی کی جہت رسالت کی مرکزیت کو سامنے لائے، صوفیاء انسانوں کی اپنے رب سے قربت کی پیاس بجھانے کے لئے نبی کی جہت ولایت کی مرکزیت کو سامنے لائے۔ یہ دونوں طبقات مل کر دین کی مجموعی تصویر واضح کرتے ہیں۔

شیخ اس بحث سے جس چیز کی اہمیت واضح کرنا چاہتے ہیں وہ فہم دین کے معاملے میں نبی علیہ السلام کی مکمل اتباع کر کے آپ ﷺ کا مکمل وارث بن جانا ہے، آپ کہتے ہیں کہ جو علم و عمل کے جامع نہیں ہوتے وہ ناقص ہوتے ہیں اور نتیجتاً ان کا فہم دین بھی ناقص ہوتا ہے:

الکامل ھو الذی احکم العلم و العمل فجمع بین الظاھر والباطن والناقص منھم ھم الفقھاء الذین یعلمون ولا یعملون ویقولون بالظاھر ولا یعرفون الباطن[26]

''کامل وہ ہے جو علم اور عمل دونوں کو پختہ کر دے، سو وہ ظاہر اور باطن کو جمع کرے۔ ان میں سے ناقص وہ ہے جو ایسا فقیہ ہو جو علم تو رکھتا ہو مگر عمل نہ کرے، ظاہر کی بات تو کرے لیکن باطن کی معرفت حاصل نہ کرے۔''

اللہ تعالیٰ نیک ارواح اور پاکیزہ قلوب ہی پر درست فہم دین القا فرماتے ہیں۔ شیخ کی یہ بحث طالبان فہم دین کے لئے راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ صوفیاء کی علمی روایت کا اصرار ہے کہ کامل فہم دین اور کامل ایمان کے لئے محض عقلی صلاحیتوں کو بروئے کار لے آنا کافی نہیں، حقائق کی تصدیق کا ایک اور ماخذ معروف عقلی طرق سے ماوراء بھی ہے جسے صوفیاء ذوق کہتے ہیں اور امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں شیخ ابن عربی سے قبل اس پر گفتگو کر چکے تھے۔

شیخ ابن عربی کی فکر میں وراثت انبیاء کے پس پشت ان کا حقیقی مقصود درج بالا پہلو ہی ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا گویا شیخ ابن عربی یا صوفیاء نبی کو ایک طرف کرکے سیدھا خدا کے ساتھ جڑنے کی بات کرتے ہیں نیز وہ انبیاء سے بھی کسی اونچے مقام پر پہنچ جانے کا خیال پیش کرتے ہیں، ان سے شیخ ابن عربی اور صوفیاء کی علمی روایت کا درست فہم اوجھل رہا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ولی کو ملنے والا جو مقام اپنی اصل میں نبی کے مقامات سے ماخوذ ہوتا ہے، اسے حاصل کرنے کے بعد ولی نبی سے آگے بڑھ جائے، وہ بھی اس نبی سے جس کا وہ پیروکار ہے؟ شیخ نے اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے تحت انبیاء کو ملنے والے مقامات نبوت عامہ کے لئے "نبوت شمسیہ" جبکہ نبی کی پیروی سے کسب کئے جانے والے مقامات نبوت عامہ کے لئے "نبوت قمریہ"

---

[26] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۲۱۵

کی اصطلاح استعمال کی، موخر الذکر ولایت کے ہم معنی ہے۔

درج بالا عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ شیخ ابن عربی ختم نبوت کے بعد صرف آپ ﷺ کی وراثت کے قائل ہیں جس میں نبوت خاصہ کی صفات نہیں پائی جاتیں۔ ایک مقام پر شیخ کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے بعد سوائے اس وراثت کے کوئی چیز باقی نہیں بچی جو مبشرات کے باب سے ہے:

انما قلنا ذلک لئلا یتوھم متوھم انی وامثالی ادعی نبوة، لا واللہ ما بقی الا میراث و سلوک علی مدرجة محمد رسول اللہ ﷺ خاصة، وان کان للناس عامة ولنا ولا امثالنا خاصة من النبوة ما ابقی اللہ علینا منھا مثل المبشرات ومکارم الاخلاق، ومثل حفظ القرآن اذا ما استظھرہ الانسان، فان ھذا وامثالہ من اجزاء النبوة الموروثة [27]

"یہ میں نے اسی لیے کہا ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ میں اور میرے جیسے (اولیاء) نے دعویٰ نبوت کیا۔ نہیں! اللہ کی قسم اب صرف میراث اور محمد رسول اللہ ﷺ ہی کے راستے پر چلنا باقی ہے۔ اگرچہ لوگوں کے لیے عام طور سے جبکہ ہمارے اور ہماری طرح کے اولیاء کے لیے خاص طور سے نبوت کا حصہ اللہ نے باقی رکھا ہے (اس حصے کی مثال) مبشرات، مکارم اخلاق اور حفظ قرآن ہیں جب انسان اسے زبانی یاد کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اجزائے نبوت میں سے ہے جن کی وراثت (اس امت کو) منتقل ہوئی۔"

ان امور کے بعد کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ شیخ ابن عربی انبیاء کی جس وراثت کی بات کرتے ہیں اس میں عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کوئی بات نہیں پائی جاتی۔[28]

---

[27] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۲۳۴

[28] علماء کو آپ ﷺ کی وراثت میسر آتی ہے، یہ ایک ایسی بات ہے جو علمائے اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے۔ اس ضمن میں علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م1388ء) نے بھی شیخ ابن عربی کے فکری مقدمات پر اس بات کو بیان کیا ہے

شیخ ابن عربی اس امت کے علماء اور اولیاء کی وراثت کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے تناظر میں بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مبشرات اور اجتہاد کا اجرا اس امت پر آپ ﷺ کا خاص جود و کرم ہے جس کے ذریعے امتیوں کے لئے بھی مقامات نبوت عامہ یعنی ولایت سے فیض یاب ہونے اور تشریع بذریعہ اجتہاد کا رستہ برقرار رکھا گیا۔ پچھلی امتوں میں یہ مقامات نبوت خاصہ سے متصف انبیاء کو عطا کئے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد اگرچہ تشریع ختم ہوگئی لیکن اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی امت پر مقامات قرب کے تمام دروازے بند نہیں کئے، ان میں سے بعض مبشرات و الہام کی صورت برقرار رکھے۔ ان معنی میں اس امت کے محدثین مقامات قرب کے معاملے میں گویا پچھلی امتوں کے تابع انبیاء کی مثل ہوئے۔ پچھلی امتوں میں رسولوں کی شریعت کی حفاظت بذریعہ محافظ یعنی غیر تشریعی انبیاء کی جاتی تھی نیز یہ غیر تشریعی انبیاء رسولوں پر نازل ہونے والی کتب کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔ ختم نبوت کے بعد اس امت میں یہ فریضہ علماء مجتہدین کے ذریعے لیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں آیا کہ اللہ تعالی وقتاً فوقتاً اس امت میں ایسے

کہ رسول اکرم ﷺ کی وہ کون کونسی خصوصیات ہیں جن سے اس امت کو وافر حصہ ملا۔ علامہ شاطبی نے ایسی تیس صفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے آپ ﷺ کے طفیل اس امت کو بطور وراثت حصہ ملا ہے اور علامہ شاطبی نے ان میں سے ہر ایک کے لئے نصوص سے دلائل پیش فرمانے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ شوقین حضرات ان کی کتاب ملاحظہ فرماسکتے ہیں (دیکھئے الموافقات کی بحث النوع الرابع، المسئلة العاشرة: ج2: ص415-438)۔ اس ساری بحث کے بعد آپ ان الفاظ کے ساتھ اپنی بات ختم کرتے ہیں: وَمَنْ تَتَبَّعَ الشَّرِيعَةَ وَجَدَ مِنْ هَذَا كَثِيرًا [مَجْمُوعُهُ] يَدُلُّ عَلَى أَنَّ أُمَّتَهُ تَقْتَبِسُ مِنْهُ خَيْرَاتٍ وَبَرَكَاتٍ، وَتَرِثُ أَوْصَافًا وَأَحْوَالًا مَوْهُوبَةً مِنَ اللهِ تَعَالَى وَمُكْتَسَبَةً، وَالْحَمْدُ للهِ عَلَى ذَلِكَ (الموافقات: ج2: ص438) "جو کوئی شریعت کی اتباع کرتا ہے وہ اس سے بہت کچھ ایسا پاتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی امت آپ سے خیر و برکات حاصل کرتی ہے اور اللہ کی طرف سے وہبی اور اکتسابی اوصاف و احوال کی وراثت پاتی ہے، اور اس پر اللہ کا شکر ہے"۔

علماء و مجتہدین پیدا کرتا رہے گا جو تجدید دین کا فریضہ سرانجام دیا کریں گے۔[29] ان معنی میں آپ ﷺ کی امت کے علماء بذریعہ اجتہاد نبی علیہ السلام کی شریعت کے احکامات بیان کرنے والے قرار دیئے گئے اگرچہ یہ فعل وہ علمی و عقلی دلائل کے ذریعے کرتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت کی وراثت سے ان کا حصہ ہے جسے اس امت کے لئے بصورت اجتہاد مباح کیا گیا۔ اولیاء اور مجتہدین کی اس وراثت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں:

اللهم صل على محمد بأن تجعل آله من أمته كما صليت على إبراهيم بأن جعلت آله أنبياء ورسلا في المرتبة عندك وعلى آل محمد كما صليت على آل إبراهيم بما أعطيتهم من التشريع والوحي فأعطاهم الحديث فمنهم محدثون وشرع لهم الاجتهاد وقرره حكما شرعيا فأشبهت الأنبياء في ذلك[30]

"اے اللہ رحمت کامل نازل فرما محمد ﷺ پر اس طور پر کہ ان کی آل (یعنی علمائے صالحین) کو آپ ﷺ کی امت میں سے (انبیاء جیسا) بنادے، جیسا کہ تونے رحمت نازل کی ابراہیم علیہ السلام پر اس طور سے کہ تونے ان کی آل اولاد کو اپنے ہاں رسل کے درجے پر فائز کیا، اور رحمت نازل کر آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تونے ابراہیم علیہ السلام کی آل اولاد پر کی اس طور سے کہ تونے انہیں تشریع اور وحی میں سے حصہ عطا فرمایا۔ پس اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کی امت کو محدث کا مرتبہ عطا فرمایا اس لئے ان میں محدث بھی ہیں اور ان کے لئے اجتہاد کو جائز کرکے حکم شرعی کے طور پر برقرار رکھا۔

---

[29] حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها "بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے بعد ایسے اشخاص پیدا فرماتا رہے گا جو اس کے لئے دین کی تجدید کریں" (سنن ابو داؤد: ص ٦٧٤: رقم الحدیث ۴۲۹۱)

[30] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۲۴۸

پس اس میں وہ انبیاء کے مشابہ ہو گئے۔"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ شیخ اپنے نظام فکر کے ذریعے اس امت کے نیک و صالح اولیاء و مجتہدین کے لئے جاری رہنے والی وراثت کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ درج بالا گفتگو ہی کے تناظر میں وہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے" کا یہی مفہوم ہے:

روی عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال (علماء هذه الأمة كأنبياء سائر الأمم) وفي رواية (أنبياء بنى إسرائيل) وإن كان إسناد هذا الحديث ليس بالقائم ولكن أوردناه تأنيسا للسامعين أن علماء هذه الأمة قد التحقت بالأنبياء في الرتبة[31]

"نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ("اس امت کے علماء باقی امتوں کے انبیاء کی طرح ہیں") اور ایک روایت میں یوں ہے ("انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں")، اگرچہ اس حدیث کی سند قوی نہیں لیکن اسے اس لئے نقل کیا گیا کہ سننے والوں کو اس بات سے انسیت پیدا ہو سکے کہ اس امت کے علماء اپنے مرتبے میں انبیاء کی طرح ہیں۔"

شیخ کے نزدیک درج بالا روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

وإن العلماء ورثة الأنبياء[32]

---

[31] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۲۴۸

[32] سنن ترمذی: ص ۶۳۱: رقم الحدیث ۲۶۸۲

"بے شک علماء انبیاء کے وارثین ہیں"

فقہ حنفی کی مشہور کتب المبسوط از امام سرخسی، الھدایۃ از امام مرغینانی، بدائع الصنائع از امام کاسانی، اور رد المحتار از علامہ ابن عابدین شامی میں درج ہے:

قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ صَلَّى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلَّى خَلْفَ نَبِيٍّ)[33]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز ادا کی، اس نے گویا کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی"

یہ حدیث علمائے فقہ نے باجماعت نماز اور امامت کی فضیلت کے باب میں بیان کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا گویا ایسا ہے جیسے کسی دوسری امت کے نبی کے پیچھے نماز ادا کرنا۔ یہ روایت اکابر فقہاء نے نقل کی ہے جس سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ جنھوں نے اسے حدیث سمجھا ان کے ہاں اسے شیخ کے نظام فکر میں باآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

انبیاء کی واثت کے بارے میں جو بحث اس باب میں پیش کی گئی، شیخ کے نظام فکر سے واقف ان کے شارحین اسے اس ہی تناظر میں پیش کرتے آئے ہیں اور انہیں یہ امور سمجھنے میں غلطی لاحق نہیں ہوئی کہ مباحث نبوت میں شیخ ابن عربی کا موقف کیا ہے۔ چنانچہ شیخ داؤد قیصری کہتے ہیں:

وأما نبوة التشريع والرسالة فمنقطعة ، إلا النبوة العامة التي هي الإنباء عن المعارف والحقائق الإلهية من غير تشريع، فإنها غير منقطعة- أبقاها الله لعباده

[33] المبسوط: ج۱: ص۴۲، الہدایہ وفتح القدیر: ج۱: ص۳۵۸، بدائع الصنائع: ج۱: ص۳۸۹، ردالمحتار: ج۲: ص۳۰۱

لطفا عليهم وعناية ورحمة في حقهم- وأبقى لهم من التشريع أيضا نصيبا، لكن بحسب اجتهادهم --- فالأولياء العارفون وارثون للأنبياء في المعارف والحقائق ، والعلماء المجتهدون وارثون للأنبياء في التشريع بالاجتهاد[34]

"نبوت تشریع ورسالت منقطع ہوچکے ،(البتہ) وہ نبوت عامہ جو عرفان وحقائق الٰہیہ سے متعلق اخبار سے عبارت ہے اور جس میں تشریع نہیں ہوتی وہ منقطع نہیں ہوئی۔ اللہ تعالی نے اسے اپنے لطف، عنایت ورحمت کے باعث اپنے بندوں کے لئے باقی رکھا ہے۔ اور ان کے لئے تشریع میں سے بھی حصہ رکھا ہے، لیکن یہ حسب اجتہاد ہے ---۔ پس اولیاء عارفین معارف و حقائق میں انبیاء کے وارثین ہیں اور علماء مجتہدین بذریعہ اجتہاد تشریع میں انبیاء کے وارثین ہیں۔"

اس بحث کے بعد ہم مقامات سعادت کی ترتیب کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔ وراثت دولوگوں سے عبارت ہے: ایک مورث اور دوسرا وارث۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء غیر انبیاء سے افضل ہیں۔ کیا شیخ ابن عربی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں یا وہ اولیاء کو بالعموم اور خود کو بالخصوص انبیاء سے افضل کہتے ہیں جیسا کہ ان کے ناقدین کا دعوی ہے؟ چنانچہ "انبیاء کی وراثت" کی نوعیت واضح ہوچکنے کے بعد یہ وضاحت ضروری محسوس ہوتی ہے کہ شیخ اکبر ابن عربی مقامات مورث اور وارث کو کس ترتیب میں بیان کرتے ہیں۔ اس تفصیل کے بعد انبیاء واولیاء سے متعلق ان کا عقیدہ خود بخود ابھر کر سامنے آجائے گا اور غلط فہمیوں کے بادل چھٹ جائیں گے۔

---

34 خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ج ۲: ص ۱۳۷

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ (القرآن)

باب ۷:
مقامات سعادت کی ترتیب

گذشتہ ابواب میں یہ وضاحت ہو چکی کہ نبوت عامہ یا ولایت شیخ اکبر کے نظام فکر کی رو سے وہ دائرہ ہے جو پوری کائنات کو محیط ہے نیز نبوت خاصہ یا تشریع کا دائرہ بھی اسی دائرے کے اندر آتا ہے۔ گذشتہ ابواب میں اس بات کا ذکر ہوا کہ ان دو دائروں یا مقامات کے علاوہ شیخ "ولایت خاصہ" کے دائرے کی بات بھی کرتے ہیں جو نبی کی پیروی کرنے والوں کا دائرہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ شکل نمبر 6 میں ولایت خاصہ کا یہ دائرہ کہاں موجود ہے؟ ولایت خاصہ کے اس مقام یا دائرے کا عموم و خصوص کے لحاظ سے دیگر دائروں کے ساتھ کیسا تعلق ہے؟ نیز سعادت و قرب الٰہی کی رو سے شیخ کے ہاں سب مقامات کس افقی ترتیب کے حامل ہیں؟ اس باب میں ان سوالات کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مقامات سعادت کی تقسیم: علمائے عقیدہ اور شیخ کا طریقہ

مخلوق کی سعادت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی معرفت سے بہرہ ور ہو اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل پیرا ہو کر اس کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل کرلے۔ شیخ کہتے ہیں:

السعادة كلها في العلم بالله تعالى فنقول إن من الأفعال ما علق الله الذم بفاعله والغضب عليه واللعنة وأمثال ذلك ومن الأفعال ما علق الله المدح

والحمد بفاعله كالمغفرة والشكر والايمان والتوبة والتطهير والإحسان وقد وصف نفسه بأنه يحب المتصفين بهذا كله كما أنه لا يحب الموصوفين بالأفعال التي علق الذم بفاعلها[1]

"اللہ کے علم میں ہی کل سعادت پنہاں ہے۔(اس علم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے)ہم کہتے ہیں کہ (بندوں کے) اعمال میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے والے کے ساتھ اللہ نے مذمت، غضب، لعنت اور اسی طرح (دیگر ناراضگی کی باتوں) کو معلق کر دیا۔ اور اسی طرح کچھ اعمال کے ساتھ اللہ نے ان کے کرنے والوں کے لئے تعریف و توصیف کو معلق کیا جیسے مغفرت، شکر، ایمان، توبہ، پاکیزگی اور احسان، اور اللہ نے اپنی تعریف یوں بیان کی کہ وہ ان تمام اوصاف سے متصف لوگوں سے محبت کرتا ہے جیسے وہ ان اعمال کے کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا جن کے کرنے والوں کے ساتھ اس نے مذمت کو معلق کیا۔"

یعنی سعادت اللہ کی معرفت اور اس کی بندگی سے عبارت ہے۔ شیخ اپنی کتب میں جابجا حقیقت سعادت کی تفصیلات بیان کرتے ہیں تاہم ہمارا موضوع حقیقت سعادت کا بیان نہیں بلکہ ان مقامات سعادت کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ولایت یا نبوت عامہ کے تعلق پر مرتب ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

ان المراتب اربع التى تعطى السعادة للانسان وهى: الايمان، والولاية، والنبوة والرسالة[2]

---

[1] الفتوحات المکیۃ: ج۸: ص۵۱

[2] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۷۹

”بے شک انسان کو سعادت عطا کرنے والے مراتب چار ہیں: ایمان، ولایت، نبوت اور رسالت۔“

شیخ کے نزدیک مقامات سعادت کی تقسیم پر گفتگو سے قبل علمائے اہل سنت کے ہاں عام طور پر مراد لئے جانے والے مقامات سعادت کی ترتیب ذہن نشین رہنا چاہئے جسے شکل نمبر16 میں دکھایا گیا ہے۔

شکل16: مقامات سعادت میں علمائے رسوم یا عقیدہ کا طریقہ تقسیم
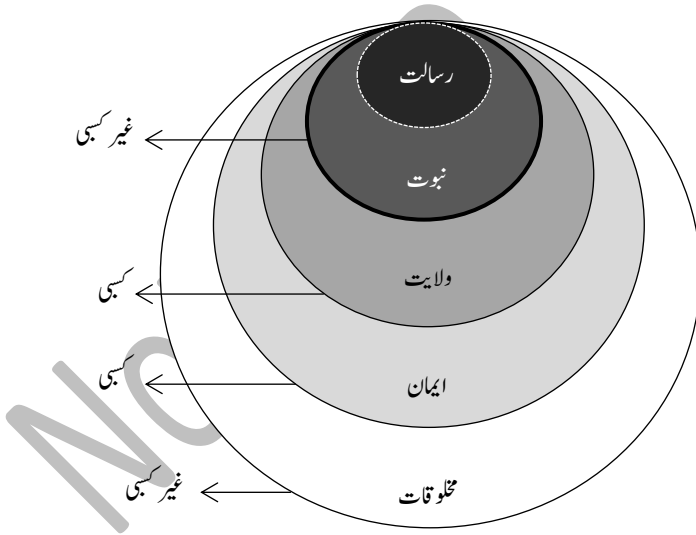
اس ترتیب کی رو سے سب سے عمومی مقام "مخلوق" جبکہ سب سے زیادہ خاص اور سعادت مندی کا مقام "مقام رسالت" ہے جو چنیدہ لوگوں کو عطا کیا جاتا تھا۔ علمائے عقیدہ کے مقابلے میں مقامات سعادت و قربت الٰہیہ کی اپنی ترتیب کے بنیادی فرق کو واضح کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

مرتبة الولاية على ما رتبناه وهى هناك ولاية، ثم ایمان، ثم نبوة، ثم رسالة- وعند علماء الرسوم وعامة الناس الخارجين عن الطريق الخاص المرتبة الاولى ايمان، ثم ولاية، ثم نبوة، ثم رسالة[3]

"ولایت کا مرتبہ وہ ہے جو ہم مرتب کر چکے ہیں۔ (وہ وہاں عام) ولایت، پھر ایمان پھر نبوت اور پھر رسالت ہے۔ علمائے رسوم اور عام لوگ جو (صوفیاء کے) طریق خاص سے باہر ہیں ان کے نزدیک پہلا مرتبہ ایمان ہے، پھر ولایت ہے پھر نبوت ہے پھر رسالت ہے۔"

اس ترتیب کے مطابق شیخ کے عموم و خصوص کے لحاظ سے مقامات ولایت میں سعادت کی ترتیب شکل نمبر 17 میں دکھائی جا سکتی ہے۔ اس شکل میں "ولایت خاصہ" کے دائرے کی طرف پچھلے باب میں اشارہ کیا گیا تھا، شیخ اسے ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں یعنی وہ ولایت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جاری ہے۔ یہاں نوٹ کیا جانا چاہئے کہ جس عمومی یا وسیع ترین دائرے کو علمائے رسوم مخلوقات کا دائرہ کہتے ہیں شیخ اس وسیع تر دائرے کو نبوت عامہ یا ولایت کے تعلق کا دائرہ کہتے ہیں اور خدا کے ساتھ تعلق کے دیگر تمام دائرے اس کے اندر آتے ہیں۔ چنانچہ علمائے رسوم ولایت کو صرف ایک ذیلی مقام کے طور پر دیکھتے ہیں اور ولی ان کے نزدیک ایمان والا غیر نبی ہے جبکہ شیخ اسے ایسے عمومی دائرے کے طور پر بھی دیکھتے ہیں جو تمام مخلوقات پر محیط ہے۔ دائروں اور مقامات کی تقسیم کا یہی وہ فرق ہے جس کی وجہ سے شیخ کی بعض عبارات سمجھنے میں لوگوں کو مشکل پیش آتی ہے۔ علمائے عقیدہ کی تقسیم کے مطابق مخلوق ہونے کے بعد اللہ تعالی کے ساتھ قرب کے معاملے میں ایمان کا تعلق سب سے زیادہ وسیع تر ہے، اس کے بعد ولایت کا تعلق ہے جو صالحین کو بدرجہ ایمان میسر آتا ہے۔

---

[3] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۷۹

شکل 17: شیخ کا طریقہ تقسیم و ترتیب مقامات سعادت
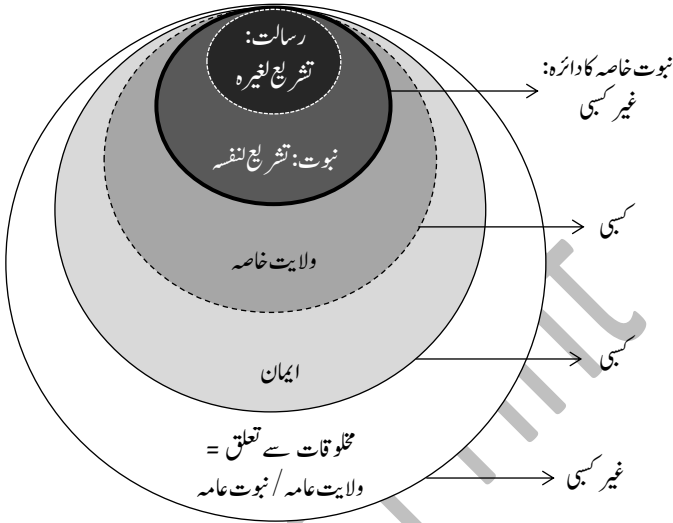
شیخ کی تقسیم کی رو سے ایمان ولایت یا نبوت عامہ کا ایک مقام ہے نہ کہ ولایت سے وسیع تر ایک دائرہ۔ ہر انسان اپنی ایمانی کیفیت کے اعتبار سے اس ولایت کے مقامات سے بہرور ہوتا ہے جسے شیخ ولایت خاصہ کہتے ہیں۔ علمائے رسوم کی ترتیب کے مطابق نبوت ولایت سے اگلا درجہ ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنے اختصاص کی بنیاد پر چند لوگوں کو فائز فرمایا، ان انبیاء میں سے بعض رسول ہوتے ہیں اور بعض غیر رسول جنہیں مطلقاً نبی بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس ترتیب کے مطابق مخلوقات کے ساتھ اللہ رب کریم کا سب سے عمومی تعلق "خلق" جبکہ سب سے خصوصی تعلق "رسالت" کا ہے جس پر چند ہی انسان فائز کئے جاتے تھے۔ اس کے مقابلے میں شیخ کی ترتیب کے مطابق خدا اور کائنات کا سب سے عمومی تعلق ولایت یا نبوت عامہ کا ہے جہاں ہر مخلوق ولایت کے کسی نہ کسی مقام پر فائز ہے۔ اسی تعلق کی ایک صورت صاحب ایمان اور ولایت خاصہ کا حامل ہونا ہے اور اسی کی ایک صورت وہ نبوت ہے جسے متکلمین نبی و رسول کہتے ہیں اور شیخ نبوت خاصہ

(بالترتیب تشریع خاص وعام) کہتے ہیں۔ شیخ اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

مقام النبوة مقام خاص فی الولایة فهم علی شرع من الله [4]

"مقام نبوت ولایت میں ایک خاص مقام ہے، (اس خاص مقام پر فائز لوگ) اللہ کی طرف سے شریعت پر ہوتے ہیں۔"

یہ بات کہ مقام ولایت کا دائرہ نبوت و رسالت کے دائروں کو محیط ہے، اسے اپنے نظام فکر کے مطابق یوں بیان کرتے ہیں:

ان الولایة هی المحیطة العامة وهی دائرة الکبری، فمن حکمها ان یتولی الله من شاء من عباده بنبوة وهی من احکام الولایة وقد یتولی بالرسالة وهی من احکام الولایة ایضا - فکل رسول لا بد ان یکون نبیا، وکل نبی لا بد ان یکون ولیا، فکل رسول لا بد ان یکون ولیا- فالرسالة خصوص مقام فی الولایة- [5]

"بے شک ولایت سب سے زیادہ عام اور احاطہ کرنے والی ہے ۔اور یہ دائرہ کبری (کہلاتا) ہے۔ اس کے حکم میں یہ بات شامل ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں نبوت عطا کر دے، اور یہ ولایت کے احکام میں سے ہے۔ اور کبھی اللہ کسی کو مقام رسالت عطا کرتا ہے، اور یہ بھی ولایت ہی کے احکام میں سے ہے۔ تو ہر رسول لازما نبی ہوتا ہے، اور ہر نبی لازما ولی ہوتا ہے پس (معلوم ہوا کہ) ہر رسول لازما ولی بھی ہوتا ہے۔

[4] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۷

[5] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۸۶۔۳۸۷

(عموم و خصوص کے لحاظ سے) رسالت ولایت میں ایک خاص مقام سے عبارت ہے۔"

یہ وہی بات ہے جس کا ذکر باب نمبر 3 میں ہوا کہ نبوت تشریع دراصل نبوت عامہ یا ولایت عامہ کے وسیع دائرے کے اندر خاص مقام ہے۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ولایت ایک ایسا تعلق ہے جو اس کائنات میں ہر مخلوق کو کسی نہ کسی درجے میں حاصل ہے، تاہم جس تعلق کو متکلمین اصطلاحاً نبوت کہتے ہیں وہ سب کو حاصل نہیں۔ نوٹ کیا جانا چاہئے کہ شکل نمبر 17 میں ولایت خاصہ اور ایمان کے دونوں دائروں کی دو خصوصیات ہیں:

- یہ نبوت عامہ کے اس دائرے سے تعلق رکھتے ہیں جو شیخ کی اصطلاح میں "نبوت لا تشریع" بنتی ہے، اسے شکل نمبر 10 اور 17 کو ملا کر دیکھا جا سکتا ہے
- یہ دونوں مقامات سعادت اس معنی میں کسبی ہیں کہ بندہ اپنے افعال سے ان کے حصول کی جدوجہد کر سکتا ہے

اس اعتبار سے شیخ کے نظام فکر میں یہ "کسبی نبوت عامہ" یا "کسبی نبوت لا تشریع" بمعنی ولایت کا دائرہ قرار پاتا ہے۔ یہ تقسیم مقامات ذہن نشین نہ ہو تو شیخ کی گفتگو میں کسبی اور غیر کسبی نبوت کی گفتگو سمجھنا ممکن نہیں رہتا جو دراصل انبیاء کی وراثت کے ذریعے کسب ولایت سے عبارت ہے۔

ترتیب مقامات اور ختم نبوت باعتبار نبوت عامہ

جس طرح علمائے عقیدہ کے نظام فکر میں ہر نبی ولی ہوتا ہے، شیخ کے نظام کی رو سے بھی ہر نبی ولی ہوتا ہے، البتہ اس کا برعکس دونوں کے نزدیک درست نہیں۔ علمائے عقیدہ کے طریقہ تقسیم کے مطابق ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت و رسالت سلسلہ بند ہو چکا، بعینہ شیخ کی تقسیم کے مطابق آپ ﷺ کے بعد ان دو دائروں میں کسی کے داخلے کا امکان ختم ہو چکا ہے۔ چنانچہ شیخ اور علمائے رسوم یا عقیدہ کے ہاں ختم نبوت سے مراد ایک ہی حقیقت ہے، صرف انداز بیان کا فرق ہے جسے سمجھنے میں لوگوں کو مشکل پیش آتی ہے۔

شیخ دراصل ہر مقام کو علم باللہ یعنی ولایت کی جہت کے اعتبار سے ترتیب دیتے ہیں اور کائنات کا ہر وجود اس ولایت کے کسی نہ کسی مرتبے پر فائز ہے۔ اسی لئے شیخ کہتے ہیں کہ فلک ولایت سب سے وسیع و عام ہے کیونکہ یہ ہر مخلوق و مقام کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جو وجود اور مقام مرتبہ ولایت میں جتنا بلند ہو، اس کا مرتبہ اللہ کے ہاں اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ شکل 17 میں دکھائے گئے مقامات کو جامعیت اور افقی ترتیب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مقام رسالت سب مقامات کا جامع ہونے کی حیثیت سے سب سے اوپر آتا ہے۔ شیخ کہتے ہیں:

اعلم ان لله فى كل نوع من المخلوقات خصائص، قد ذكرنا ذلک فى هذا الكتاب، وهذا النوع الانسانى هو من جملة الانواع ولله فيه خصائص وصفوة، واعلى الخواص فيه من العباد الرسل عليهم السلام ولهم مقام النبوة والولاية والايمان- فهم اركان بيت هذا النوع- والرسل افضلهم مقاما و اعلاهم حالا اى المقام الذى يرسل منه اعلى منزلة عند الله من سائر المقامات وهم الاقطاب والائمة والاوتاد الذين يحفظ الله بهم العالم كما يحفظ البيت باركانه، فلو زال ركن منها زال كون البيت بيتا- الا ان البيت هو الدين، الا ان اركانه هى الرسالة والنبوة والولاية والايمان، الا ان الرسالة هى الركن الجامع للبيت واركانه[6]

”جان لو کہ اللہ کی ہر مخلوق میں کچھ خصوصیات ہیں جو ہم نے اس کتاب میں ذکر کی ہیں اور یہ نوع انسانی بھی ان میں سے (ایک مخلوق) ہے، اور اس میں بھی اللہ کے خاص اور برگزیدہ (افراد) ہیں۔ ان (چنیدہ لوگوں) میں سب سے اعلیٰ و برتر بندے اللہ کے رسل علیہم السلام ہیں، انہیں نبوت، ولایت اور ایمان تینوں مقامات حاصل ہیں۔ پس یہ کاشانہ

[6] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۹

بشریت کے ستون ہیں اور ان انبیاء میں رسولوں کا حال و درجہ سب سے افضل و اعلی ہے۔ یعنی مقام نبوت میں سے رسول کا درجہ اللہ کی بارگاہ میں تمام مقامات میں سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ (رسل) اقطاب، ائمہ اور اوتاد ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس جہان کو محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ ستونوں سے کسی گھر کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر اس میں سے کسی ایک رکن کو بھی ہٹا دیا جائے تو وہ گھر گر جائے۔ جان لو کہ وہ گھر دین ہے، جس کے ستون رسالت، نبوت، ولایت اور ایمان ہیں۔ یہ بھی جان لو کہ رسالت اس گھر کا وہ رکن ہے جو گھر اور تمام ستونوں کا جامع ہے۔"

اس عبارت میں شیخ نے ترتیب مقامات واضح کر دی ہے جس کے مطابق نبوت عامہ یا ولایت کے درجات کے اعتبار سے سب سے اونچا مقام رسل کو حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد انبیاء کا مقام آتا ہے، پھر اولیاء کا (یہاں لفظ "ولی" علمائے عقیدہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور پھر عام اہل ایمان کا۔ یعنی امتی نبی کی پیروی کر کے جن مقامات ولایت کا کسب کرتا ہے، انبیاء و رسل ان مقامات کے جامع ہوتے ہیں۔ شیخ کی فکر کے مطابق تمام رسل میں افضل ترین شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ آپ ﷺ کی افضلیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا شیخ کی فکر کا ایک مستقل پہلو ہے جس کی تمام تفصیلات کتاب کا موضوع نہیں البتہ کچھ تفصیلات کا ذکر آگے ہو گا۔ ایک مقام پر کہتے ہیں:

فکان محمد ﷺ اعظم خلیفة واکبر امام [7]

"محمد ﷺ اللہ کے سب سے عظیم ترین خلیفہ اور سب سے بڑے امام ہیں۔"

شکل نمبر 17 میں دکھائے گئے مقامات کے حامل افراد کو اگر باعتبار قرب الٰہی ایک اہرام کی

---

[7] الفتوحات المکیۃ: ج٦: ص١٥٥

صورت دکھایا جائے تو سب سے اوپر نبوت خاصہ سے متصف شخصیات (یعنی انبیاء و رسل) آتی ہیں اور ان کے بعد دیگر مخلوقات کا مقام ان کے مقام ولایت کے لحاظ سے۔ شکل نمبر 18 میں اس ترتیب کو دکھایا گیا ہے۔ یہ ترتیب مد نظر رہے تو یہ غلط فہمی خود بخود دور ہو جاتی ہے کہ شیخ کے نزدیک علمائے عقیدہ کے معنی والا مقام ولایت مقام نبوت سے افضل ہوتا ہے۔ یہ بات پھر نوٹ کیجئے کہ شیخ کے مقابلے میں علمائے عقیدہ لفظ ولایت بالعموم نبوت سے الگ و مختلف معنی میں استعمال کرتے ہیں، اس اعتبار سے ان کا تصور ولایت شیخ کے تصور ولایت کا ایک جزو ہے اور نبوت عامہ کے تناظر میں ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ بعض مقامات قرب اب منقطع ہو چکے۔

شکل 18: مقامات ولایت بلحاظ قرب الٰہی اور عقیدہ ختم نبوت
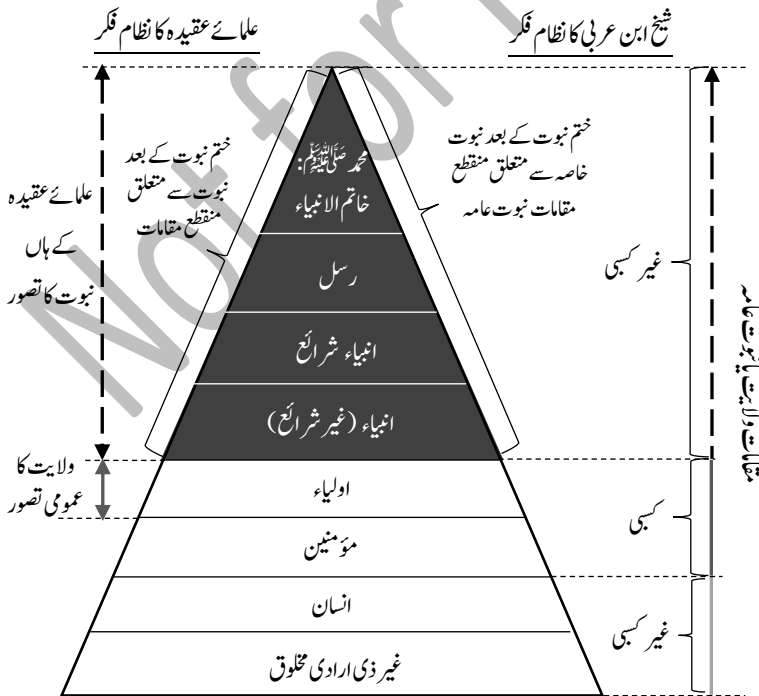
اس اہرام کی ترتیب کو خود شیخ نے ایک مقام پر جامعیت کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

فاعلم أن الله تعالى لما خلق الخلق خلقهم أصنافا وجعل في كل صنف خيارا واختار من الخيار خواص وهم المؤمنون واختار من المؤمنين خواص وهم الأولياء واختار من هؤلاء الخواص خلاصة وهم الأنبياء واختار من الخلاصة نقاوة وهم أنبياء الشرائع المقصورة عليهم واختار من النقاوة شرذمة قليلة هم صفاء النقاوة المروقة وهم الرسل أجمعهم واصطفى واحدا من خلقه هو منهم وليس منهم هو المهيمن على جميع الخلائق جعله عمدا أقام عليه قبة الوجود جعله أعلى المظاهر وأسناها صح له المقام تعيينا وتعريفا فعلمه قبل وجود طينة البشر وهو محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكاثر ولا يقاوم[8]

"جان لو جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو انہیں مختلف اصناف و اقسام میں پیدا کیا، پھر ہر صنف میں بہترین افراد کو مقرر کیا، پھر ان بہترین میں سے خواص کو اختیار کر لیا وہ ایمان والے ہیں، ان ایمان والوں میں سے کچھ کو خاص کیا وہ اولیاء ہیں، اور ان خواص کے جوہر کو چن لیا وہ انبیاء ہیں، اس جوہر کے مغز کو خاص کیا وہ انبیائے شرائع ہیں جن کی شریعت ان کے ساتھ خاص ہے، پھر اس میں سے ایک چھوٹی سی جماعت کو منتخب کیا جو اس مغز کا سب سے پاکیزہ و عمدہ حصہ ہے وہ سب رسل ہیں، اور ان میں سے ایک کو اپنی مخلوق میں سے چن لیا جو (ایک جہت سے) ان میں سے ہیں اور (دوسری جہت میں) ان میں سے نہیں ہیں، وہ تمام مخلوقات کے نگہبان ہیں جنہیں اللہ نے ستون بنایا ہے اور جن پر گنبد وجود کو قائم فرمایا ہے اور انہیں تمام مظاہر میں سے سب سے اعلیٰ اور

---

[8] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۱۱۱

بلند کیا۔ پس ان کا رتبہ مقرر ہو گیا اور انہیں اس کی معرفت عطا کی گئی، چنانچہ انہوں نے اپنے جسد عنصری کے وجود سے قبل ہی وہ مقام جان لیا، وہ ذات اقدس محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہیں جن کا (مخلوق میں) کثرت و قوت میں کوئی مد مقابل نہیں ہو سکتا۔"

یہ بات اچھی طرح نوٹ کی جانی چاہئے کہ نبوت اور ختم نبوت سے علمائے عقیدہ جو دائرہ مراد لیتے ہیں شیخ بھی اس سے وہی مراد لیتے ہیں، البتہ ان کی اصطلاح ذرا مختلف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اصطلاح کے مطابق نبوت عامہ یا ولایت کا دائرہ غیر نبی مخلوق کو بھی محیط ہے، لہذا علمائے عقیدہ کی اصطلاح والی نبوت کو جب وہ اپنی اصطلاح میں ڈھالتے ہیں تو انہیں اس لفظ نبوت کے ساتھ "تشریع" یا "خاصہ" کے لاحقے لگانے پڑتے ہیں تاکہ یہ دیگر کو حاصل مقامات نبوت عامہ سے ممیز ہو جائے اور ابہام نہ ہو۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جو لاحقہ شیخ اپنی فکر میں غلط فہمی سے بچانے کے لئے لگاتے ہیں، بعض احباب عین اسی لاحقے کو پکڑ کر انہیں ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں۔ یہ بات بھی نوٹ کیجئے کہ ہر مقام دراصل ولایت یا نبوت عامہ میں بلندی کے ایک خاص مرتبے سے عبارت ہے جہاں انبیاء و رسل کا مرتبہ ولایت دیگر مخلوقات سے بلند ہے۔

افضلیت انبیاء کا عقیدہ

شیخ کے نزدیک انبیاء و رسل کو جو مقامات قرب حاصل ہوتے ہیں وہ غیر نبی اولیاء کے مقامات سے بلند تر ہیں جیسا کہ پچھلے حوالہ جات سے واضح ہے اور اسی بات کی رعایت کرتے ہوئے شکل نمبر 14 بنائی گئی تھی۔ انبیاء کے مقام رفعت کو بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر شیخ کہتے ہیں:

ما توقفنا عن الكلام فى مقام الرسل والنبى صاحب الشرع الا ان شرط اهل الطريق فيما يخبرون عنه من المقامات والاحوال ان يكون عن ذوق، ولا ذوق لنا ولا لغيرنا ولا لمن ليس بنبى صاحب شريعة فى نبوة التشريع

ولا فی الرسالة، فکیف نتکلم فی مقام لم نصل الیه وعلی حال لم نذقه لا انا ولا غیری ممن لیس بنبی ذی شریعة من الله ولا رسول حرام علینا کلام فیه- فما عدا هذین المقامین فلنا الکلام فیه عن ذوق لان الله ما حجره[9]

''ہم نے رسولوں اور اصحاب شرع انبیاء علیہم السلام کے مقامات بیان کرنے سے توقف صرف اسی لیے کیا کہ اہل طریقت کے نزدیک یہ شرط ہے کہ جن مقامات اور احوال کی وہ خبر دیں وہ ذوق (وتجربہ) سے ہو جبکہ ہمیں اور جو خود صاحب شریعت نبی نہیں اسے نبوت تشریع و رسالت کا تجربہ ہی نہیں۔ پس ہم اس مقام کے بارے میں کیسے گفتگو کریں جس تک ہماری رسائی نہیں! اور اس حال کو کیسے بیان کریں جسے ہم نے چکھا ہی نہیں، میں نے نہ میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص جو اللہ کی طرف سے صاحب شریعت نبی ہے نہ رسول! ہمارے لیے اس مقام میں کلام کرنا حرام ہے۔ ان دو مقامات (یعنی رسالت اور غیر رسول نبی) کے علاوہ ہم ذوق و تجربے سے کلام کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے اسے بند نہیں کیا۔''

اسی بات کا اعادہ ایک اور مقام پر یوں کرتے ہیں:

حضرت فی مجلس فیه جماعة من العارفین، فسال بعضهم بعضا من ای مقام سال موسی الرؤیة؟ فقال له الآخر: من مقام الشوق- فقلت له، لاتفعل، فاصل الطریق ان نهایات الاولیاء بدایات الانبیاء- فلا ذوق للولی فی حال من احوال انبیاء الشرائع فلا ذوق لهم فیه، ومن اصولنا انا لا نتکلم الا عن ذوق و نحن لسنا برسل ولا انبیاء شریعة، فبای شیئ نعرف من ای مقام

---

[9] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۷۳

سال موسى الرؤية ربه؟ نعم، لو سالها ولی امكنک الجواب، فان فی الامكان ان يكون لک ذلک الذوق، وقد علمنا من باب الذوق ان ذوق الرسل لغير الرسل ممنوع[10]

"میں عارفین کی جماعت کی ایک مجلس میں حاضر تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس مقام سے رؤیت کا سوال کیا تھا؟ دوسرے نے جواب دیا: مقام شوق سے۔ میں نے کہا یہ کام مت کرو۔ کیونکہ طریقت کا اصول یہ ہے کہ اولیاء کی جہاں انتہاء ہوتی ہے انبیاء کی وہاں سے ابتدا ہوتی ہے۔ ولی کو انبیاء شرائع کے احوال میں سے کسی حال کا ذوق و تجربہ حاصل نہیں ہوتا، انہیں اس کا ذوق نہیں ہوتا۔ یہ ہمارے اصول میں سے ہے کہ ہم صرف ذوق سے کلام کرتے ہیں جبکہ ہم رسول ہیں نہ انبیائے شرائع، ہم کیسے یہ جان سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی رؤیت کا سوال کس مقام سے کیا تھا؟ ہاں اگر (اللہ سے) یہ سوال کوئی ولی کرتا تو تمہارے لئے اس کا جواب ممکن ہوتا اور اس امکان میں یہ ضروری ہے کہ تمہیں بھی اس کا ذوق حاصل ہوتا۔ ہم آئین ذوق کے باب میں یہ طے شدہ اصول جان چکے ہیں کہ رسولوں کا ذوق غیر رسول کے لیے ممنوع ہے۔"

یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ شیخ صراحت کے ساتھ یہ بات واضح کرتے ہیں کہ مقامات قرب میں جہاں ولی کی پرواز ختم ہو جاتی ہے وہاں سے نبی کا مقام عرفان شروع ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کے ارد گرد اگر کوئی غیر نبی کے مقام ولایت کو نبی کے مقام تک لے جانے کی کوشش کرتا یا شیخ کو اس کی آہٹ بھی محسوس ہوتی تو شیخ ایک مربی ہونے کے ناطے اس کا سد باب فرماتے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ نبوت کا دعوے دار یا خود کو

---

[10] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۸۷

انبیاء سے افضل سمجھتا تھا؟ وہ تو نبوت و غیر نبوی ولایت کے فرق میں ایسا حساس تھا کہ اس میں باریک فرق بھی بھانپ لیتا تھا اور انبیاء کے مقامات میں کلام کرنے کو حرام سمجھتا تھا۔ نبی کے مقامات رفعت کے ولی کے ادراک سے ماوراء ہونے کی اسی بات کو شیخ یوں بھی بیان کرتے ہیں:

السوال: ما حظوظ الانبیاء من النظر الیه؟ الجواب: لا ادری فانی لست بنبی، فذوق الانبیاء لایعلمه سواهم [11]

''سوال: اللہ تعالی کے دیدار میں انبیاء علیہم السلام کا نصیب کیا ہے؟ جواب: مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں نبی نہیں ہوں۔ انبیاء کا ذوق ان کے سوا کوئی نہیں جان سکتا''

شیخ رحمہ اللہ صراحتاً کہہ رہے ہیں کہ میں نبی نہیں ہوں لیکن ان پر الزام لگا دیا گیا کہ انہوں نے مرزا قادیانی کی طرح نبی ہونے کا دعوی کیا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ سمیت ہر ولی کے لئے انبیاء کے مقام رفعت کا ادراک بھی محال ہے جبکہ ان پر الزام لگایا گیا کہ شیخ اپنے آپ کو سب انبیاء سے افضل قرار دیتے ہیں۔ یہی بات شیخ پھر دہراتے ہوئے کہتے ہیں:

انما قلنا هذا لان کلامه للرسل، لایعرفه الا الرسل ولا ذوق لنا فیه [12]

''ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ رسولوں سے خدائی کلام کو صرف رسول ہی جانتے ہیں، ہمیں اس کا ذوق و تجربہ نہیں۔''

شیخ کہتے ہیں کہ انبیاء کے مقام رفعت کے بارے میں اب اگر کسی شخصیت سے کچھ علم مل سکے گا تو وہ حضرت عیسی علیہ السلام ہیں (ان کی حیثیت شیخ کے نظام فکر میں "خاتم ولایۃ عامۃ یا ولایت

---

[11] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۲۸

[12] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۲۶

کبری" کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے)۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

فلا سبیل لنا الی الکلام علی منازلھم، فان کلامنا عن ذوق ولا ذوق لنا فی مقامات الرسل علیھم السلام، وانما اذواقنا فی الورثة خاصة، فلا یتکلم فی الرسل الا رسول، ولا فی الانبیاء الا نبی او رسول، ولا فی الوارثین الا رسول او نبی او ولی او من ھو منھم، ھذا ھو الادب الالھی، فلا تعرف مراتب الرسل الا من الختم العام الذی یختم اللہ بہ الولایة العامة فی آخر الزمان وھو عیسی ابن مریم روح اللہ[13]

"ہمارے پاس کوئی رستہ نہیں کہ ان (رسولوں) کی منازل کے بارے میں کلام کر سکیں کیونکہ ہمارا کلام ذوق سے ہوتا ہے اور ہمیں مقامات رسل علیہم السلام کا ذوق حاصل نہیں۔ ہمارا ذوق وارثین (انبیاء) کے ساتھ خاص ہے۔ رسولوں (کے مقامات) میں رسول کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا اور انبیاء (کے مقامات) میں نبی یا رسول کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا۔ اور وارثین کے مقام میں رسول یا نبی یا ولی یا جو ان میں سے ہو وہ کلام کرتا ہے، یہ (بات) آداب الٰہی میں سے ہے۔ (ذوقی بنیاد پر) مراتب رسل کو اب بجز سیدنا مسیح علیہ السلام کے کسی سے نہیں جانا سکتا جو خاتم (یعنی مہر) عام ہیں جن سے اللہ تعالی آخری دور میں (قیامت سے پہلے) ولایت عامہ ختم کریں گے۔"

نوٹ کیا جانا چاہئے کہ شیخ کہتے ہیں کہ عرفان الٰہی کے معاملے میں جو ذوق انبیاء کو حاصل ہوتا ہے اس پر اب بعد از نزول صرف حضرت عیسی علیہ السلام ہی کلام کرنے کے اہل ہیں کیونکہ وہ صاحب شریعت نبی تھے اور خاتم ولایت کبری ہوں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کے

[13] الفتوحات المکیۃ: ج ۷: ص ۱۱۱۔ ۱۱۲

نزدیک وصول وحی کے معاملے میں انبیاء کا ذوق کیفیاتی اعتبار سے اولیاء کے وصول الہام سے یکسر مختلف و بلند نوعیت کا ہوتا ہے اور اسی لئے غیر انبیاء اس کے بارے میں کلام کرنے کے اہل نہیں۔ کسی کو شیخ کے بارے میں بدگمانی ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل سمجھتے ہیں، ان کو جواب دیتے ہوئے رسالۃ الیقین میں شیخ خود لکھتے ہیں:

بل النبی نبی وانت وانت، المتبوع یزاحم المتبوع، والتابع یزاحم التابع، لا التابع یزاحم المتبوع، انما نحن من جهة التحقیق فی مقابلة امة ذلک النبی الذی تاخر عن نبینا، وذلک النبی فی مقابلة النبی، فیقابل النبی بالنبی، والصاحب بالصاحب، والصدیق بالصدیق، ولا تخلط بین الحقائق فتکون من الجاهلین[14]

"بلکہ نبی نبی ہے اور تم تم ہو۔ متبوع کے ساتھ متبوع مزاحم ہوتا (یعنی اس کے موازنے پر آتا) ہے جبکہ تابع کے ساتھ تابع کا موازنہ ہوتا ہے۔ تابع کا موازنہ متبوع کے ساتھ نہیں ہوتا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ ہمارا موازنہ اس نبی کی امت سے ہے وہ نبی جو ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہیں (یعنی سیدنا مسیح علیہ السلام) اور ان نبی کا موازنہ ہمارے نبی سے ہوگا۔ پس نبی کا موازنہ نبی سے، صحابی کا صحابی سے اور صدیق کا صدیق سے ہو سکتا ہے۔ حقائق کو خلط ملط مت کرو ورنہ تم نادانوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

یعنی امت محمدیہ ﷺ کے اولیاء کا موازنہ پہلے کی امتوں کے اولیاء سے ہو سکتا ہے نہ کہ انبیاء سے کیونکہ مقامات کی بحث میں اصول یہ ہے کہ نبی کے موازنے میں نبی ہوتا ہے اور امتی کے مقابلے میں امتی۔ اس اصول کو نظر انداز کرنا جہالت ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ اولیاء انبیاء کی وراثت پاتے ہیں

14 کتاب الیقین: ص۸

مگر کوئی وارث کبھی اپنے مورث کی طرح نہیں ہو سکتا کہ اگر ایسا ہو سکتا تو وہ خود نبی ہوتا:

لا يرث أحد نبيا على الكمال إذ لو ورثه على الكمال لكان هو رسولا مثله أو نبي شريعة[15]

''کوئی بھی مکمل طور پر کسی نبی کا وارث نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ اس کا مکمل طور پر وارث ہو تو وہ خود اس کی طرح رسول یا صاحب شریعت نبی بن جائے۔"

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک انبیاء ورسل کا مقام تمام غیر نبی اولیاء سے افضل وبرتر ہے نیز ان اولیاء کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ انبیاء ورسل کے مقام کا تصور کر سکیں۔

سیدنا محمد ﷺ: شمع بزم ہدایت

جب اولیاء کا مقام انبیاء سے کم تر ہے تو یہ ماننا کیسے ممکن ہے کہ شیخ کے نزدیک کسی ولی کا مقام خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے مقام سے بلند ہو سکتا ہے جن کے چراغ ہی سے سب انبیاء و اولیاء کے چراغ نبوت وولایت روشن ہیں؟ مقامات نبوت کے ضمن میں آپ ﷺ کی اس مرکزی حیثیت، آپ ﷺ کے مقام کی بلندی نیز آپ ﷺ کے علم کی رفعت کا شیخ متعدد مقامات پر ذکر فرماتے ہیں، یہ تمام تفصیلات اس کتاب کا موضوع نہیں اس لئے شیخ کے صرف چند حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں جن کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ شیخ کے تصور نبوت اور ولایت میں محمد ﷺ کی ذات اقدس کو خصوصی مرکزی حیثیت حاصل ہے جس کے لئے وہ الگ دلائل بیان کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ شیخ کی کتب میں درج ہر عبارت کو سمجھنے اور اس کی تعبیر کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اس مرکزی حیثیت کو مد نظر رکھنا لازم ہے۔ آیئے چند عبارات ملاحظہ کرتے

15 الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص ۱۲۱

ہیں۔ ایک مقام پر شیخ کہتے ہیں:

اعلم ان مرتبة الانسان الکامل من العالم مرتبة النفس الناطقة من الانسان، فھو الکامل الذی لا اکمل منه وھو محمدﷺ [16]

”جان لو کہ اس جہان میں انسان کامل کا وہی رتبہ ہے جو انسان میں نفس ناطقہ کا۔ پس وہ بے مثال کمالات کے مالک ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔“

یعنی ہر مخلوق سے زیادہ کامل ذات آپ ﷺ کی ذات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اکملیت کے پہلو پر شیخ اپنی کتاب فصوص الحکم میں تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں جس کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کے تمام کلمات واسماء کا جامع بنایا گیا ہے، حدیث شریف اوتیت جوامع الکلم (مجھے جامع ترین کلمات عطا کئے گے) کا یہی مفہوم ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو سب مخلوقات سے زیادہ علوم عطا کئے گئے:

جاء اللہ سیدنا محمداﷺ بعلوم ما نالھا احد سواہ [17]

"اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے ہیں جو آپ ﷺ کے ماسوا کسی نے نہیں پائے۔“

فکانﷺ اعظم مجلی الھی علم به علم الاولین والآخرین، ومن الاولین علم آدم بالاسماء و اوتی محمدﷺ جوامع الکلم وکلمات اللہ لا تنفد [18]

---

[16] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۲۷۷

[17] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۱۹

[18] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۲۵۶

"آپ ﷺ اللہ کی صفات کا سب سے بڑا مظہر تھے جس سے آپ ﷺ نے اولین اور آخرین کے علوم کو جان لیا۔ اور اولین کے علم میں ان اسماء کا علم بھی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا۔ اور محمد ﷺ کو جامع ترین کلمات عطا کئے گئے اور اللہ کے کلمات کبھی ختم نہیں ہوتے۔"

آپ ﷺ کے علم کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

والخصلة الثانية: اوتى جوامع الكلم، والكلم جمع كلمة وكلمات الله لاتنفد فاعطى علم مالا يتناهى، فعلم ما يتناهى بما حصره الوجود، وعلم ما لم يدخل فى الوجود وهو غير متناه، فاحاط علما بحقائق المعلومات وهى صفة الهية لم تكن لغيره[19]

"آپ ﷺ کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ آپ کو جوامع الکلم دیئے گئے۔ کلم لفظ کلمۃ کی جمع ہے اور اللہ کے کلمات کبھی ختم نہیں ہوتے، پس (آپ ﷺ کو) لامتناہی علم عطا ہوا۔ آپ ﷺ نے تمام موجودات کی انتہاؤں کو جان لیا۔ اور اس کو بھی جان لیا جو وجود میں داخل نہیں اور وہ غیر متناہی ہے۔ آپ ﷺ نے علم کا احاطہ معلومات کے حقائق کے ساتھ فرمالیا ہے۔ یہ اللہ کی عطا کردہ وہ صفت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کو عطا نہیں ہوئی۔"

یعنی آپ ﷺ کو ایسا علم عطا کیا گیا جو آپ ﷺ ہی کی خاصیت ہے، اس خاصیت میں مخلوقات میں سے کوئی آپ ﷺ سے بڑھا ہوا نہیں ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والے ہیں:

---

[19] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۲۵۶

قد تقرر انهﷺ اعلم الخلق بالله [20]

"یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ ﷺ مخلوقات میں اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

ومحمدﷺ ابو الورثة من آدم الی خاتم الامر من الورثة، فکل شرع ظهر وکل علم انما هو میراث محمدیﷺ فی کل زمان و رسول و نبی من آدم الی یوم القیامة [21]

"محمد ﷺ وارثان ولایت کی آخری کڑی تک پدر وارثان ہیں، ہر شریعت جو ظاہر ہوئی اور ہر علم ہر زمانے ہر رسول و نبی میں آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک میراث محمدی ﷺ ہے۔"

غور کیجئے شیخ فرمارہے ہیں کہ ہر علم آپ ﷺ ہی کی میراث ہے۔ ایسے میں یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ کسی ولی کو ایسا علم حاصل ہو گیا جو آپ ﷺ کو حاصل نہ ہو؟ شیخ کہتے ہیں کہ علوم کی مشکوۃ انبیاء علیہم السلام ہیں اور انہی کی روحانیت کی برکت سے علوم حاصل ہوتے ہیں:

اعلم ان جمیع ما یحویه هذا المنزل من العلوم لا یوصل الیها الا بالتعریف الالهی بوساطة روحانیة الانبیاء لهذا لمکاشف [22]

---

[20] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص ۴۶۴

[21] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص ۲۳۴

[22] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص ۳۶۳

"یہ بات جان لو کہ اس مقام میں جتنے بھی علوم ہیں ان تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی بجز اس عرفان الٰہی کے جو انبیاء کی روحانیت کے واسطے سے مکاشف کو حاصل ہوتا ہے۔"

نبوت کی حقیقت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک مقام پر آپ کہتے ہیں کہ اس سے متعلق مجھے جو علم حاصل ہوا وہ میں نے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی مشکوۃ سے حاصل کیا:

ومن نور مشکوتہم عرفناہ لان اللہ رزقنا الاتباع الالھی والاتباع النبوی ﷺ[23]

"انبیاء ہی کے چراغ دان کی روشنی سے ہم نے (نبوت کی حقیقت کو) جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اور اپنے رسول کی پیروی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔"

یعنی ہر نبی اور ولی چراغ محمدی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ہی سے فیض یاب ہوتا رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ ان عبارات سے تین باتیں معلوم ہوئیں: (1) انبیاء علم کے چراغ ہیں، (2) تمام علوم محمد رسول اللہ ﷺ کی میراث ہیں، گویا انبیاء کے علوم کے چراغ سراج محمدی ﷺ سے روشن ہیں اور (3) شیخ نے مشکوۃ انبیاء سے علوم حاصل کئے۔ ان سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ شیخ سمیت ہر ولی کو جو بھی علم حاصل ہوتا ہے وہ مشکوۃ محمدیہ ہی کا صدقہ و فیضان ہے۔ الغرض نبی ﷺ وہ سراج منیر ہیں جس سے کوئی نبی بے نیاز ہے نہ کوئی ولی، اسی لحاظ سے شیخ نے آپ ﷺ کو اول و آخر قرار دیا۔ ایک مقام پر نسبتاً تفصیل کے ساتھ آپ ﷺ کی اولیت و افضلیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

انہ ورد فی الخبران النبی ﷺ قال: (انا سید ولد آدم ولا فخر) بالراء، وفی

---

[23] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۲۹۰

روایة بالزای وھو البجح بالباطل- وفی صحیح مسلم: (انا سید الناس یوم القیامة)، فثبت له السیادة والشرف علی ابناء جنسه من البشر- وقال علیه السلام: (کنت نبیا و آدم بین الماء والطین) یرید علی علم بذلک فاخبره الله تعالی بمرتبته وهو روح قبل ایجاده الاجسام الانسانیة کما اخذ الله میثاق علی بنی آدم قبل ایجاده اجسامهم، والحقنا الله تعالی بانبیاء بان جعلنا شهداء علی اممهم معهم حین یبعث من کل امة شهیدا علیهم من انفسهم وهم الرسل، فکانت الانبیاء فی العالم نوابهﷺ من آدم الی اخر الرسل علیهم السلام- وقد ابانﷺ عن هذا المقام بامور منها قولهﷺ: (والله لو کان موسی حیا ما وسعه الا ان یتبعنی)، وقوله فی نزول عیسی ابن مریم فی آخر الزمان انه یؤمنا ای یحکم فینا بسنة نبینا علیه السلام ویکسر الصلیب و یقتل الخنزیر- ولو کان محمدﷺ قد بعث فی زمان آدم لکانت الانبیاء وجمیع الناس تحت حکم شریعته الی یوم القیامة حسا، ولهذا لم یبعث عامة الا هو خاصة- فهو الملک والسید وکل رسول سواه فبعث الی قوم مخصوصین، فلم تعم رسالة احد من الرسل سوی رسالتهﷺ- فمن زمان آدم علیه السلام الی زمان بعث محمدﷺ الی یوم القیامة ملکه و تقدمه فی الآخره علی جمیع الرسل و سیادته فمنصوص علی ذلک فی الصحیح عنه- فروحانیتهﷺ موجودة وروحانیة کل رسول و نبی فکان الامداد یاتی الیهم من تلک الروح الطاهرة بما یظهرون به من الشرائع والعلوم فی زمان وجودهم رسلا[24]

[24] الفتوحات المکیۃ:ج۱:ص۲۰۷

"حدیث شریف میں وارد ہوا: ("میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں")، اس روایت میں (لفظ فخر میں) "ر" آیا ہے جبکہ دوسری روایت میں "ز" آیا ہے اور اس کا مطلب ہے باطل پر فخر نہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے: ("میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا")۔ (اس روایت سے) جنس بشر کی اولاد پر آپ ﷺ کی سیادت و شرف ثابت ہوا نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ("میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے")۔ آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ آپ کو اس کا علم تھا، آپ کی روح کو اللہ نے تمام انسانی جسموں کی تخلیق سے پہلے اپنے مرتبے سے باخبر کر دیا بالکل ایسے جیسے کہ اللہ تعالی نے بنی آدم سے ان کے اجسام کی پیدائش سے قبل عہد لیا تھا اور جیسے اللہ تعالی نے ہمیں (یعنی اس امت کو) سابقہ امتوں پر گواہی دینے کے لئے اپنے انبیائے کرام کے ساتھ ملحق کر دیا جس وقت ہر امت سے ان کے لوگوں سے ایک گواہ اٹھایا جائے گا جو رسول ہوں گے۔ پس آدم علیہ السلام سے آخری رسول تک سب انبیاء کرام آپ ﷺ کے نائب ہیں۔ حضور ﷺ نے (اپنے) اس خصوصی مقام سے متعلق متعدد امور میں بیان فرمایا ہے جن میں سے آپ ﷺ کا یہ فرمانا ہے: (اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے سوا کوئی گنجائش نہ ہوتی) نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نزول کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہماری امامت یعنی ہم میں آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق فیصلہ کریں گے، صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اگر حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں مبعوث ہوتے تو انبیائے کرام اور تمام لوگ قیامت تک باقاعدہ ظاہری و حسی طور سے بھی آپ ﷺ کی شریعت کے حکم کے تحت ہوتے۔ اس لئے بجز آپ ﷺ کے کسی نبی کو بعثت عامہ حاصل نہیں ہوئی۔ پس آپ ﷺ رسولوں کے بادشاہ و سردار ہیں جبکہ دیگر انبیاء کرام اپنی اپنی مخصوص قوموں کی طرف بھیجے گئے اور سوائے آپ ﷺ کے کسی رسول کی

رسالت سب لوگوں کی طرف نہیں ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت محمد ﷺ کی بعثت تک (اور اس کے بعد سے) قیامت تک حضور ﷺ کی بادشاہی ہے اور آخرت میں بھی آپ ﷺ تمام رسولوں پر مقدم ہوں گے اور یہ حدیث سے ثابت ہے۔ پس حضور ﷺ کی روح مبارک نیز ہر نبی و رسول کی ارواح موجود ہیں اور ان پر سرور روحانیت حضور ﷺ کی روحانیت سے مدد لیتی ہے۔ اور رسول (اپنے جسد عنصری کے) وجود کے زمانے میں جو شریعتیں اور علوم لائے وہ دراصل آپ ﷺ کی پاک روح ہی کا فیض تھا۔"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

فكان الحكم له باطنا اولا فى جميع ما ظهر من الشرائع على ايدى الانبياء والرسل سلام الله عليهم اجمعين، ثم صار الحكم له ظاهرا فنسخ كل شرع ابرزه الاسم الباطن بحكم الاسم الظاهر لبيان اختلاف حكم الاسمين وان كان المشرع واحدا، وهو صاحب الشرع فانه قال: كنت نبيا، وما قال كنت انسانا ولا كنت موجودا، وليست النبوة الا بالشرع المقرر عليه من عند الله، فاخبر انه صاحب النبوة قبل وجود الانبياء الذين هم نوابه فى هذه الدنيا[25]

"انبیاء و رسل پر جو شریعتیں ظاہر ہوئیں ان میں باطناً آپ ﷺ ہی کا حکم جاری تھا، پھر (ظاہراً بھی) آپ ﷺ کا حکم ہوگیا۔ چنانچہ ہر وہ شریعت جسے اسم باطن نے آشکار کیا اسے اسم ظاہر کے حکم نے منسوخ کردیا تاکہ دونوں اسموں کے تقاضے کا فرق جھلکے، اگرچہ مشرع یعنی صاحب شرع ایک ہی تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا: ("میں نبی

---

[25] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۲۲۰

> تھا") یہ نہیں کہا کہ میں انسان تھا یا میں موجود تھا۔ اور نبوت بغیر مقرر شدہ شریعت کے نہیں ہو سکتی۔ پس آپ ﷺ نے خبر دی کہ انبیاء کے اس دنیاوی وجود سے قبل وہ صاحب نبوت تھے، وہ انبیاء جو آپ ﷺ کے نائب ہیں۔"

اس عبارت میں اسم ظاہر و باطن سے شیخ کی کیا مراد ہے، یہ سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ آپ ﷺ کی نبوت تمام انبیاء سے پہلے ثابت ہے لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انبیاء آپ ﷺ سے پہلے مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کی شریعتوں کو منسوخ کیا۔ چنانچہ شیخ کہتے ہیں کہ دیگر انبیاء کی شریعت ظاہراً ان کی طرف منسوب ہے لیکن باطناً آپ ﷺ ہی کا فیضان ہے اور جو لوگوں کی استعداد کے مطابق ان کے لئے نازل ہوتی رہی۔ آپ ﷺ ہی انسان اور ولی کامل ہیں اور آپ کے لئے اللہ کی عبادت کا طریقہ اس وقت بھی مقرر ہو چکا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی جسد عنصری کے مراحل طے کر رہے تھے۔ تمام انبیاء کو جو شریعت عطا کی گئی وہ اسی شریعت کا فیضان تھا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ اپنے جسد عنصری کے ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو ظاہراً بھی آپ ﷺ ہی کا حکم جاری ہو گیا اور اس فرق کے اظہار کے لئے آپ کی شریعت نے سابقہ شرائع کو منسوخ کیا۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ نے اپنی ہی شریعت کو منسوخ کیا، بس فرق یہ ہے کہ یہاں ناسخ وہ شریعت ہے جو ظاہراً و باطناً دونوں طرح آپ ﷺ کی طرف منسوب ہے جبکہ منسوخ وہ جو باطناً آپ کی طرف منسوب ہے۔ شیخ نے اس ناسخ و منسوخ کو اپنی شریعت ہی میں ایک حکم سے دوسرے حکم کو منسوخ ہونے سے تشبیہ دی ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے انبیاء کے ذریعے اس کائنات میں رشد و ہدایت کی جو بزم سجائی ہے، شیخ کے نزدیک اس بزم میں محمد رسول اللہ ﷺ کی شمع ہدایت کا مقام کس قدر مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقام محمدی ﷺ کو واضح کرنے کے لئے شکل نمبر 19 سے مدد لی گئی ہے جس میں چند برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے۔ یہ شکل اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ ہر برگزیدہ نبی امت کے اولیاء کے لئے شمس ہوتا ہے جس کی اتباع و اطاعت سے

اس کے امتیوں کو نبی کے حاصل شدہ مقامات قرب یعنی ولایت میں سے کچھ عطا کیا جاتا ہے۔

شکل 19: نبوت اور ولایت کے شمس و قمر: انبیاء و رسل علیہم السلام اور اولیاء
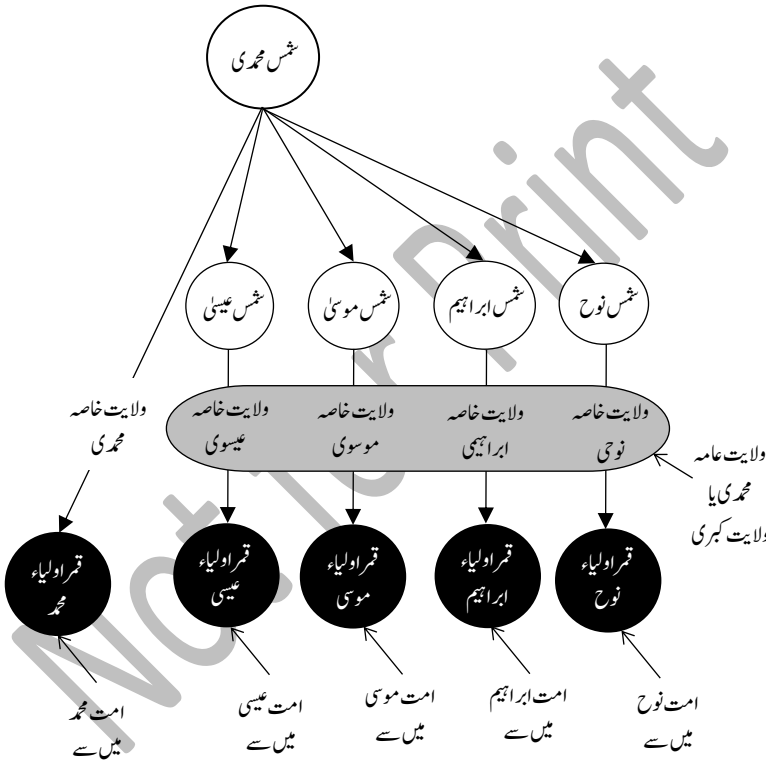
ہر نبی کی امت میں اس کے پیروکاروں میں جو ولایت جاری ہوتی ہے اسے ولایت خاصہ کہا جاتا ہے۔ یوں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک ہر نبی کی امت میں اس نبی کی نسبت سے ولایت خاصہ جاری رہی۔ اسی طرح ولایت خاصہ کا یہ سلسلہ آپ ﷺ کی امت میں بھی جاری ہے جو ولایت محمدیہ یا ولایت خاصہ محمدیہ ہے۔ ہر نبی کے وارث امتی اپنے نبی کے

واسطے سے اسمائے الٰہیہ کی معرفت کی تجلیات حاصل کرتے ہیں:

كل اسم إلهي من هذه ينظر إلى قلب نبي ممن ذكرنا وكل نبي يفيض على كل وارث فالنبي كالبرزخ بين الأسماء والورثة[26]

"ان میں سے اللہ کا ہر اسم ان انبیاء کے قلب کی طرف نظر (رحمت) فرماتا ہے جن کا ذکر ہم نے کیا اور ہر نبی وارث کو فیض دیتا ہے۔ پس نبی (اللہ کے) اسماء اور ورثا کے مابین برزخ ہوتا ہے"

جب ہر برگزیدہ نبی کو محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب انبیاء آپ ﷺ کی وساطت سے فیض پا رہے ہیں۔ چنانچہ یہ تمام شمس آپ ﷺ ہی کے سراج منیر سے منور کئے گئے ہیں، اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کے امتی ان سے فیض پاتے ہیں۔ سابقہ امتوں میں جاری اس ولایت کے سلسلے کی اصل چونکہ آپ ﷺ ہیں، اس مناسبت سے "ولایت خاصہ محمدیہ" سے الگ طور پر بیان کرنے کے لئے شیخ اسے ولایت عامہ یا مطلقہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے اسے "ولایت عامہ محمدیہ" بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس سے آشکار ہوا کہ شیخ کے مطابق کائنات میں ہر شخص کو علم الٰہی و قرب کا جو مقام و مرتبہ ملا حضور نبی کریم ﷺ سے ملا۔ جب سلسلہ نبوت و ولایت کو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبوت عامہ کے تحت شیخ جس حقیقت کے برقرار ہونے کے قائل ہیں وہ فیضان نبوت یعنی نبوت کے فیوض و برکات سے عبارت معاملہ ہے، جہاں ہر مقام و مرتبہ فیضان نبوت محمدی ہے۔[27]

---

[26] الفتوحات المکیۃ: ج ٦: ص ٣٢٥

[27] عالم انوار میں انبیاء بطور شمس کے نظام پر شیخ ابن عربی سے قبل امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مشکاۃ الانوار" میں آیت اللہ نور السموات والارض کے تحت بحث کی ہے اور انبیاء کو اسی طرح "شمس" قرار دیا ہے (ص ٩١)۔ تاہم شیخ ابن عربی کے ہاں یہ تصور زیادہ جامع صورت میں ملتا ہے۔

ولایت اور رسالت کی باہمی افضلیت کا قضیہ

شیخ ابن عربی اور صوفیاء کی فکر سے متعلق ایک دیرینہ غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ یہ حضرات ولایت کو نبوت و رسالت سے افضل قرار دیتے ہیں۔ یہ غلط فہمی شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے چلی آ رہی ہے اور ان کی پیروی میں بہت سے دیگر علماء نے بھی اسے دہرا کر شیخ ابن عربی کی تضلیل و تکفیر کی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ شیخ ابن عربی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"قد ظن طائفة غالطة، ان خاتم الاولياء افضل الاولياء قياسا على خاتم الانبياء"[28]

"ایک گمراہ گروہ نے گمان کیا کہ خاتم الاولیاء سب اولیاء میں سے افضل ہوتا ہے، خاتم انبیاء پر قیاس کرتے ہوئے۔"

"الملاحدة يدعون ان الولاية افضل من النبوة ويلبسون على الناس، فيقولون: ان الولاية افضل من نبوته وينشدون:

مقام النبوة فی برزخ فويق الرسل و دون الولی"[29]

"ملاحدہ یہ دعوی کرتے ہیں ولایت نبوت سے افضل ہے اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے اور یہ شعر پڑھتے ہیں:

مقام نبوت برزخ میں ہے، رسولوں سے کچھ اوپر اور ولی سے نیچے"

شیخ ابن عربی کی تعین کر کے کہتے ہیں:

---

[28] الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان: ص ۱۹۰

[29] الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان: ص ۱۹۶۔۱۹۷

"یقول ابن عربی: ان الاولیاء افضل من الانبیاء --- ادعی ابن عربی انه افضل من محمد"[30]

"ابن عربی کہتا ہے: بے شک اولیاء انبیاء سے افضل ہوتے ہیں۔۔۔ابن عربی نے دعوی کیا کہ وہ محمد ﷺ سے افضل ہے۔"

یہ موضوع اگرچہ ہماری کتاب سے براہ راست متعلق نہیں، تاہم اب تک کی بحث کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب محسوس ہوتا ہے کہ اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا جائے کیونکہ اس کا تعلق افضلیت انبیاء کے عقیدے کے ساتھ ہے۔ اس باب میں بیان کردہ یہ تفصیلات شیخ پر چند عبارات کی وجہ سے لگائے جانے والے الزامات کو رفع کرنے کے لئے بھی اہم اصول فراہم کرے گی۔

بحث کی نوعیت سمجھنے کے لئے شکل نمبر 15 پر ایک بار پھر غور کرتے ہیں جسے کچھ نئی تفصیلات کے ساتھ یہاں شکل نمبر 20 کی صورت دکھایا گیا ہے۔ اس شکل کے مطابق نبی کی دو جہات ہوتی ہیں:

- **جہت ولایت یا نبوت عامہ:** اس کی ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عرفان و قرب کے بلند ترین مقامات پر فائز ہوتا ہے، اس جہت میں اس کی توجہ خالق کی طرف ہوتی ہے نیز نبی کے مقام کی یہ جہت ہمیشہ برقرار رہتی ہے اس لئے کہ انبیاء بعد از رحلت بھی حیات ہوتے ہیں اور اپنے رب کے حضور عرفان کی جو منازل انہیں میسر ہوتی ہیں وہ منقطع نہیں ہوتیں۔
- **جہت نبوت خاصہ و رسالت:** اس جہت میں نبی پر تشریعی و تکلیفی احکام کا نزول ہوتا ہے نیز وہ انہیں مخلوق کی طرف پہنچانے پر مامور ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کی توجہ مخلوقات کی طرف ہوتی ہے۔ لوگوں تک اللہ کے احکام پہنچا دینے یعنی فرائض نبوت (بمعنی رسالت) ادا کر دینے کے بعد نبی کا یہ کام مکمل ہو جاتا ہے اور ختم نبوت کے بعد یہ سلسلہ مکمل ہو چکا۔ یہ

---

[30] النبوات: ص ۱۳۱۷۔ شیخ ابن تیمیہ نے شیخ ابن عربی کو یہ الزام دینے کے لئے مزید دلائل بھی بیان کئے ہیں جن کا تجزیہ باب نمبر ۱۲ میں آرہا ہے۔

ذمہ داری پوری ہو جانے کی اس تکمیلی جہت کے لحاظ سے نبی کی رسالت بعد از تبلیغ دنیا میں مکمل ہو جاتی ہے۔

<u>شکل20: انبیاء کی دو جہات</u>
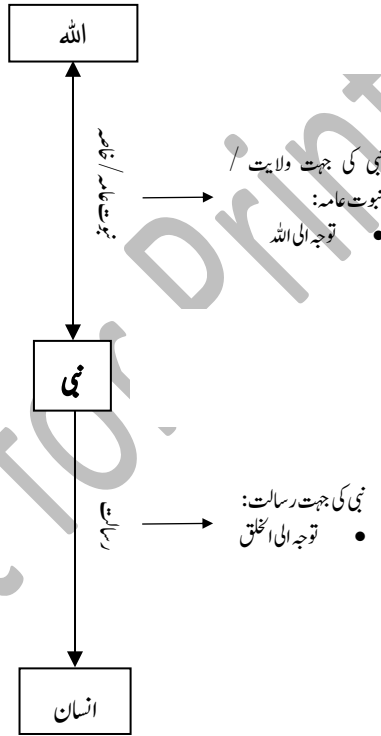
ان دو جہات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقام ولایت اور رسالت میں سے افضل مقام کونسا ہے؟ یہ ایک پیچیدہ سوال ہے جس پر اسلامی تاریخ میں متعدد اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں گفتگو کی ہے، بعض کے نزدیک ان دونوں میں سے مقام ولایت مقام رسالت سے افضل ہے کیونکہ اس مقام میں نبی خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ مقام رسالت میں اس کی توجہ

مخلوق کی جانب ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بعض اہل علم کے نزدیک جہت رسالت جہت ولایت سے افضل ہے۔ ہم ان تمام اہل علم کی باہمی بحث اور دلائل کو یہاں پیش نہیں کرنا چاہتے کہ یہ ہمارا موضوع نہیں بلکہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شیخ ابن عربی یا صوفیاء جب یہ کہتے ہیں کہ مقام ولایت مقام رسالت (یا بعض لوگ اس بحث میں رسالت کو نبوت بھی کہہ دیتے ہیں) سے افضل ہے تو اس سے ان کی قطعاً یہ مراد نہیں ہوتی کہ ایک غیر نبی ولی ایک رسول (یا نبی) سے افضل ہوتا ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نبی کی جہت ولایت نبی کی جہت رسالت سے افضل ہوتی ہے۔ آیئے اس پر شیخ کی شہادت ملاحظہ کرتے ہیں کیونکہ اس غلط فہمی کو انہوں نے اپنی متعدد تحریروں میں خود ہی دور کر دیا ہے۔

شیخ ابن عربی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے وضاحت کرتے ہیں کہ یہ بحث دراصل افراد کے مابین نہیں بلکہ مقامات کے مابین کی جاتی ہے اور مختلف و متعدد افراد بسا اوقات ایک مقام کے اندر حفظ مراتب کی رعایت رکھتے ہوئے موجود ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایمان ایک ایسا دائرہ سعادت ہے جس میں ایک عام مسلمان سے لے کر صالحین، شہداء، صدیقین و انبیاء سب شامل ہیں البتہ اس دائرے میں ہر ایک کا مقام دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح ولایت ایک دائرہ ہے جو صالحین، شہداء، صدیقین و انبیاء سب کو شامل ہے۔ اس کے برعکس دائرہ رسالت ایک ایسا مقام ہے جو صرف انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ ایسے میں جب کہا جاتا ہے کہ "مقام ولایت مقام رسالت سے افضل ہے" تو پڑھنے والے کو غلط فہمی ہو جاتی ہے گویا غیر نبی ولی کو نبی یا رسول سے افضل کہا جا رہا ہے جبکہ یہ "مقام ولایت" کے تقابل کی بات ہوتی ہے جو انبیاء کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس جملے میں یہ موازنہ "غیر نبی ولی کی جہت ولایت کا نبی کی جہت رسالت" کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ "نبی کی جہت ولایت کا نبی کی جہت رسالت" سے ہوتا ہے۔ اوپر حوالہ گزر چکا جس میں شیخ صراحت کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ مقامات سعادت کی بحث کرتے ہوئے ولی کے موازنے میں ولی اور نبی کے موازنے میں نبی ہوتا ہے نہ کہ ولی کے موازنے میں نبی۔ چنانچہ رسالة القربة میں نبی کی

درج بالا جہات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الرسل من کونہم اولیاء عارفین ارفع من کونہم رسلا[31]

"رسولوں کا اولیاء عارفین ہونا خود ان کے رسول ہونے سے افضل ہوتا ہے"

پھر کہتے ہیں کہ اگر تم کسی شخص سے یہ ذکر سنو کہ مقام ولایت نبوت کبری نیز مقام رسالت سے افضل ہے تو پہلی بات یہ جان رکھو کہ انسانوں کے مابین افضلیت بطور انسان ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ ان کے مقامات کے لحاظ سے ہوتی ہے، یعنی جنس انسان میں سب برابر ہوتے ہیں مگر ہر انسان دوسرے انسان سے اپنے مرتبے اور مقام کے لحاظ سے فروتر ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسری بات کے طور پر نبی کی درج بالا دو جہات کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سمجھانے کے بعد کہتے ہیں کہ اس قسم کے اقوال میں موازنہ ولی و رسول کا نہیں ہوتا بلکہ نبی بطور ولی اور نبی بطور رسول کا ہوتا ہے، یعنی ایک ہی شخص کی دو جہات میں موازنہ مقصود ہوتا ہے نہ کہ ولی کا مقابلہ رسول سے:

فھو ﷺ من کونہ ولیا و عارفا اعلی و اشرف من کونہ رسولا وھو الشخص بعینہ واختلف مراتبہ، لا ان الولی منا ارفع من الرسول نعوذ باللہ من الخذلان فعلی ھذا الحد یقولھا اصحاب الکشف والوجود اذ لا اعتبار عندنا الا للمقامات ولا تتکلم الا فیھا لا فی الاشخاص [32]

"نبی کریم ﷺ کا ولی ہونا اور عارف ہونا آپ ﷺ کے رسول ہونے سے اعلی و اشرف ہے، اس (گفتگو میں) ایک ہی ذات اقدس مراد ہوتی ہے جن کی مختلف حیثیتیں ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ ہم میں سے کوئی ولی رسول سے افضل ہے۔ ہم توفیق کے چھننے سے اللہ

---

[31] رسائل ابن عربی: ص ۳۷

[32] رسائل ابن عربی: ص ۳۷

کی پناہ میں آتے ہیں۔ پس اہل کشف اور وجود اسی حد تک اس بارے میں کلام کرتے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں (اس بحث میں) مقامات کا اعتبار ہوتا ہے اور تم کلام نہ کرو مگر مقامات کے بارے میں نہ کہ اشخاص کے بارے میں۔"

اسی بات کو کتاب المحبۃ میں یوں کہتے ہیں:

فاذا سمعت احدا من اهل الله تعالى يقول ان الولاية اعلى من النبوة، او يقول ان الولى فوق النبى و الرسول، فانه يعنى بذالک فى شخص واحد، وهو ان الرسول من حيث هو ولى اتم و اكمل من حيث هو نبى و رسول[33]

"اگر تم اہل اللہ میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ ولایت نبوت سے افضل ہوتی ہے یا ولی نبی و رسول سے برتر ہوتا ہے، تو یہ بات ایک ہی شخص معین کے بارے میں ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رسول بحیثیت ولی اپنے رسول یا نبی ہونے کے اعتبار سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔"

اور یہی بات فصوص الحکم فص عزیریہ میں بھی فرماتے ہیں:

فاذا سمعت احدا --- يقول ان الولى فوق النبى والرسول، فانه يعنى بذلك فى شخص واحد وهو ان الرسول من حيث انه ولى اتم من حيث انه نبى و رسول، لا ان الولى التابع له اعلى منه، فان التابع لا يدرك المتبوع ابدا فيما هو تابع له فيه اذ لو ادركه لم يكن تابعا فافهم[34]

---

33 کتاب المحبۃ: ص۱۹۹

34 فصوص الحکم: ج۲: ص۷۹

"اگر تم (اہل اللہ میں سے) کسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ۔۔۔ ولی نبی اور رسول سے برتر ہے، تو اس سے اس کی مراد ایک ہی شخصیت ہوتی ہے، اور وہ (مراد) یہ ہے کہ رسول بحیثیت ولی زیادہ کامل ہوتا ہے بحیثیت نبی ور سول ہونے کے نہ کہ (اس کی یہ مراد ہوتی ہے کہ نبی کا) تابع ولی اس سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بے شک تابع (ولی) اپنے متبوع یعنی جس چیز میں وہ اس کی اتباع کرتا ہے اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر وہ اس کا ادراک کر سکے تو تابع نہ رہے، اس بات کو سمجھو!"

ان عبارات میں شیخ نے تین اہم تصورات واضح کئے ہیں: پہلا یہ کہ ان کے ہاں یہ بحث "مقامات" کے مابین ہوتی ہے نہ کہ "اشخاص" کے، دوسرا یہ کہ جب بحث اشخاص میں ہو تو نبی کی آپسی دو جہات کا باہمی موازنہ کیا جاتا ہے نہ کہ غیر نبی کی جہت ولایت کا نبی کی جہت رسالت کے ساتھ موازنہ کیا جاتا ہے اور تیسرا یہ کہ جب موازنہ دو اشخاص کے مابین ہو تو نبی کی جہت ولایت غیر نبی کی جہت ولایت سے افضل ہوتی ہے۔ پس ان عبارات سے یہ بات صاف ہو گئی کہ شیخ ابن عربی جب اس باہمی افضلیت کی بات کرتے ہیں تو اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہوتی کہ ایک غیر نبی ولی ایک نبی سے افضل ہے بلکہ یہ ایک ہی فرد یعنی نبی کی مختلف جہات کا آپسی تقابل ہوتا ہے۔ رہی بات نبی و غیر نبی ولی کے موازنے کی، یہ بات واضح ہو چکی کہ شیخ ابن عربی غیر نبی یا ولی کو نبی سے اعلی و افضل نہیں مانتے۔ شیخ اور ان کے حلقہ فکر کے بارے میں درج بالا غلط فہمی غلط العام کے قبیل سے ہے اور ناقدین کی اکثریت یہ بات شیخ ابن تیمیہ ہی سے اخذ کر کے آگے پھیلاتی چلی آرہی ہے۔ اب علامہ ابن تیمیہ کے پیش کردہ شعر کو مد نظر رکھتے ہوئے شکل 21 کو ملاحظہ کیا جائے جس میں نبی کی تین جہات کو سمجھایا گیا ہے:

مقام النبوۃ فی برزخ فویق الرسل و دون الولی

مقام نبوت برزخ میں ہے، رسولوں سے کچھ اوپر اور ولی سے نیچے "

شکل نمبر 21: نبی کی تین جہات کی وضاحت
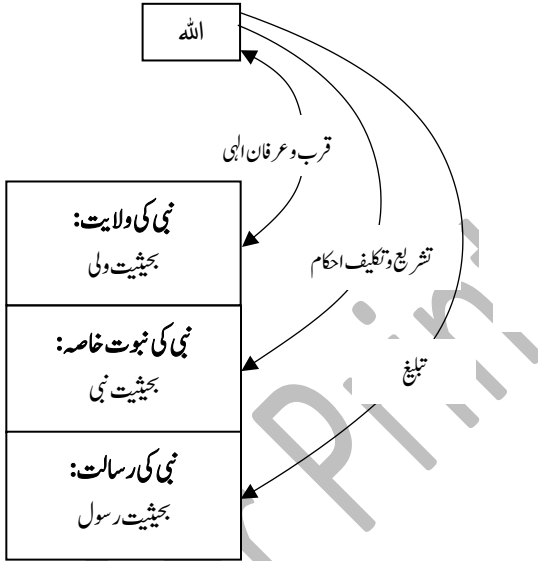
باب نمبر 3 میں وضاحت کی گئی تھی کہ نبوت خاصہ اس اعتبار سے نبوت عامہ کی ایک قسم ہے کہ یہ اللہ تعالی کے خطاب سے عبارت ہے۔ لیکن اگر نبوت عامہ یا ولایت کو قرب و عرفان الٰہی کے طور پر دیکھا جائے اور تکلیفی احکام و تشریع کو الگ خطاب کی حیثیت سے تو اس اعتبار سے یہ دو الگ مقامات بن جاتے ہیں۔ پھر جب تشریع کے ساتھ تبلیغ کا عنصر شامل ہو جائے تو یہ رسالت بن جاتی ہے، یعنی تکلیفی احکام و تشریع کو لوگوں تک منتقل کرنے کا فعل۔ اس اعتبار سے نبوت یا نبوت خاصہ مقام ولایت اور مقام رسالت کے درمیان آجاتی ہے۔ درج بالا شعر میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ ناقدین شیخ نے ان پر درج بالا اعتراض کرتے ہوئے یہ غور بھی نہیں کیا کہ اس شعر میں نبوت کو رسولوں سے جو اوپر کہا گیا ہے آخر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے جبکہ شیخ متعدد مقامات پر یہ وضاحت کرتے ہیں کہ مقامات سعادت کی ترتیب میں رسول نبی سے زیادہ جامع مقامات کا حامل

ہوتا ہے۔ اگر وہ اس پہلو پر بھی غور کر لیتے تو ان پر یہ بے جا اعتراض کرنے سے بچ رہتے۔
اچھی طرح یاد رہے کہ ترتیب مقامات کی یہ خاص بحث ایک ہی شخص یعنی نبی کے تناظر میں ہوتی ہے نہ کہ دو الگ اشخاص (نبی و غیر نبی) کے تناظر میں جیسا کہ لوگوں کو دھوکہ ہوا۔ جونہی یہ بحث شروع ہو گی کہ (نبی) کے مقابلے میں (غیر نبی) کہاں ہے تو درج بالا بحث میں یہ "نبی بطور ولی" اور "غیر نبی بطور ولی" کے موازنے کی بات ہو گی اور شیخ کے ہاں اس معاملے میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ نبی بطور ولی کا موازنہ غیر نبی بطور ولی سے کرنا ممکن نہیں کیونکہ انبیاء اس معاملے میں غیر انبیاء سے افضل ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ درج بالا شعر کی بنیاد پر شیخ ابن عربی پر لگایا جانے والا یہ الزام قطعاً درست نہیں تھا کہ وہ اولیاء کو انبیاء سے افضل کہتے ہیں، لیکن بد قسمتی اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس غلط الزام کو آج تک دہرایا جا رہا ہے۔[35]
ممکن ہے کوئی صاحب علم شخصیت اس تجزیئے سے اختلاف کرتے ہوئے کہے کہ نبی کی جہت ولایت نبی کی جہت رسالت سے نہیں بلکہ کسی اعتبار سے نبی کی جہت رسالت اس کی جہت ولایت سے افضل ہوتی ہے۔ یقیناً اہل علم کے لئے یہ موضوع بحث کے لئے کھلا ہے لیکن ہم صرف یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس بحث کا تعلق ختم نبوت کے انکار سے ہے نہ غیر نبی ولی کے نبی سے افضل

---

[35] ناقدین شیخ اکبر آج بھی اس شعر کو بنیاد بنا کر ان کی تضلیل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیسویں صدی کے آخر میں تصوف کے خلاف مولانا عبد الرحمن کیلانی صاحب نے "شریعت و طریقت " کے نام سے کتاب لکھی۔ انہوں نے بھی شیخ ابن عربی کے بارے میں یہی بات لکھی کہ شیخ ولی کو نبی سے افضل سمجھتے ہیں اور دلیل کے طور پر یہی شعر پیش کیا (شریعت و طریقت: ص ۱۱۸)۔ یہ حوالہ بھی انہوں نے شیخ ابن عربی کی کتاب سے نہیں بلکہ اپنے سے ماقبل ایک مصنف کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ماضی قریب میں عرب دنیا میں شیخ ابن عربی کے رد میں لکھی گئی ایک کتاب میں بھی اس شعر سے یہی استدلال کیا گیا ہے اور حوالے میں شیخ ابن تیمیہ کی کتاب دی گئی ہے (ابن عربی عقیدتہ و موقف علماء المسلمین: ص ۱۴۶)۔ شیخ کے مخالفین نے ان کی تضلیل کرنے والے علماء کی ایک طویل لسٹ بھی تیار کر رکھی ہے۔ اس فہرست میں شامل اہل علم کی اکثریت کا تحقیقی معیار ہماری تحقیق کے مطابق یہی ہے کہ فہم و استدلال کی جو غلطی پہلے والے کر گئے، بعد والے وہی غلطیاں دہراتے آ رہے ہیں۔

ہونے سے۔ ان دو امور کو ایک طرف رکھ کر جس کا دل چاہے اس موضوع پر شیخ ابن عربی کے موقف اور ان کے دلائل سے اختلاف کرے لیکن کسی موضوع پر گفتگو شروع کرنے سے قبل یہ علم ہونا لازم ہے کہ بحث کا میدان کیا ہے اور کیا نہیں نیز کسی پر تنقید کرنے سے قبل یہ تحقیق بھی ضروری ہے کہ متعلقہ بحث میں اس کا موقف اور اصول کیا ہیں۔

شیخ کے نظام فکر میں افراد مقامات کے تحت زیر بحث آتے ہیں اور ایک ہی فرد متعدد مقامات کا حامل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب نبی کی جہات کے موازنے پر غیر نبی کی جہات کا ذکر ہو تو دونوں کا مفہوم الگ ہو تا ہے۔ مثال کے طور پر نبی کی جہت ولایت کے موازنے پر امتی کی جہت ولایت بطور وارث یا مظہر ہوتی ہے کیونکہ نبی کی ولایت شمسیہ جبکہ امتی کی ولایت قمریہ ہے، یعنی امتی کی جہت ولایت اپنے نبی کی جہت ولایت کے تابع ہے۔ اسی طرح نبی کی جہت رسالت کے مقابلے پر امتی کی جہت تابعیت (یا مکلف ہونا) ہوتی ہے، یعنی وہ ان احکام کا پابند و مکلف ہو تا ہے جو نبی لے کر آتے ہیں۔ اسے شکل نمبر 22 میں ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نبی اپنی دونوں جہات میں امتی کی دونوں جہات سے افضل ہو تا ہے اور اسی لئے وہ بحیثیت مجموعی ہمیشہ اپنے امتی سے افضل ہو تا ہے۔ کیونکہ امتی کی جہت ولایت نبی کی جہت ولایت سے متصل ہے جو نبی کی افضل جہت ہے، لہٰذا اس نظام فکر میں امتی کی اپنی جہت ولایت اس کی اپنی جہت تابعیت سے افضل ہو جاتی ہے۔[36]

یہ ایک کل کو اجزاء میں تقسیم کرکے تجزیہ کرنے کی ایک تجریدی (abstract) سطح کی بحث ہے۔ پس یہ مقامات سعادت کے ضمن میں شیخ ابن عربی سمیت دیگر صوفیاء کا طریقہ بحث ہے جسے مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

---

[36] یہاں یہ سوال پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہئے کہ ایک غیر نبی بطور ولی اور نبی بطور رسول میں سے افضل کون ہے، یہ موازنہ غلط ہو گا۔ ان دو جہات میں بامعنی موازنے کے لئے دو میں ایک کسی ایک شے کو معین کرنا ضروری ہے: (الف) ایک معین شخصیت کے تناظر میں دو جہات کا موازنہ یا (ب) ایک معین جہت کے تناظر میں دو اشخاص کا موازنہ۔ شخصیت اور جہت دونوں بدل دینا، یہ موازنے کو معنی خیز نہیں رہنے دیتا۔

شکل نمبر 22: نبی اور امتی کی دو جہات کا موازنہ: شیخ کا طریقہ بحث
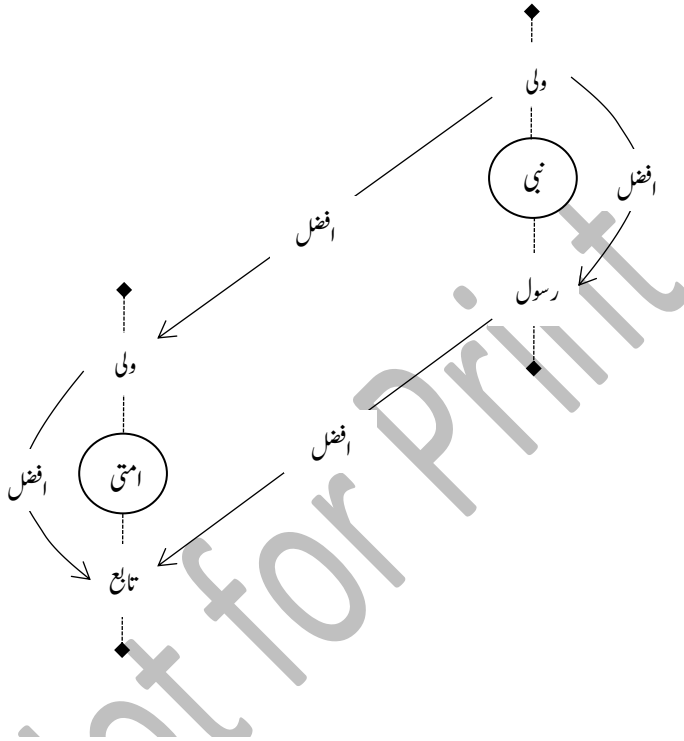
خاتم الاولیاء کا مفہوم

شیخ کی فکر میں مقامات سعادت کی ترتیب میں ایک ضروری بحث خاتم اولیاء کا تصور ہے۔ شیخ کے ہاں مختلف اعتبارات سے خاتم ولایت کے متعدد مصداق ہیں جن میں سے کچھ ضروری تفصیلات یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

لفظ خاتم 'تاء' کے فتحہ کے ساتھ بمعنی طابع یعنی مہر اور 'تاء' کے کسر کے ساتھ بمعنی ختم کرنے والا کے ہیں۔[37] لغت میں کوئی بھی چیز جب اپنے آخری حصے کو پہنچ جائے تو خَتْماً: بَلَغَ آخِرَہُ کہا جاتا

---

[37] الکشاف:ج۲:ص۴۱۳

ہے۔[38] امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ 'الختم' اور 'الطبع' کے الفاظ دو طرح سے استعمال کئے جاتے ہیں: (1) بطور ختمت اور طبعت کا مصدر جس کا مطلب تاثیر الشیء کنقش الخاتم و الطابع یعنی کسی چیز کی تاثیر جیسے مہر کا نشان، (2) یہ اس نشان کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو نقش سے حاصل ہوتا ہے۔ پس خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم فرما دیا، یعنی نبوت آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ مکمل ہو گئی۔[39] امام فراء کے نزدیک بھی 'خاتم'، تاء کے فتحہ کے ساتھ، کے معنی یہی ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔[40] قرآن مجید میں اللہ رب کریم نے اپنے حبیب مکرم سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی صفت 'خاتم النبیین' بیان کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ختم فرما دیا۔ آپ ﷺ انبیاء کی مہر بھی ہیں اور اس معنی میں آپ نے انبیاء کے سلسلہ نبوت کو مہر بند کر دیا ہے لہذا اب کسی نبی کی بعثت کا کوئی امکان نہیں۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ سے قبل 'ختم' کی یہ اصطلاح ختم الاولیاء یا خاتم ولایت کے طور پر استاذ امام حکیم ترمذی (م ۳۱۸ھ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'ختم الاولیاء' میں استعمال فرمائی۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ اس امت میں سے خاتم الاولیاء کے منتخب کیے جانے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت تو عطا کی گئی مگر انہیں صفت "خاتمیت" سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ امت میں ولایت کا سلسلہ کیونکہ نبی ہی کے فیض سے بطور وراثت جاری ہوتا ہے جیسا کہ باب 6 میں واضح کیا گیا اور امتیوں کو اپنے نبی ہی کے مقامات سے وراثتاً کچھ عطا کیا جاتا ہے، اس لیے سابقہ امتوں میں کوئی خاتم ولایت کے مرتبے پر فائز نہ ہو سکا کیونکہ ان انبیاء کو صفت خاتمیت عطا نہ ہوئی تھی۔ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو چونکہ صفت خاتمیت عطا کی گئی اسی لیے آپ ﷺ کی امت میں

---

[38] القاموس المحیط: ۱۱۱۰

[39] معانی القرآن: ج ۲: ص ۲۳۴

[40] المفردات: ص ۱۴۲۔۱۴۳

آپ ﷺ ہی کے فیضان سے بعض افراد کو "خاتم الاولیاء" کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔[41] حکیم ترمذی نے اس کتاب میں اس سوال سے بحث نہیں کی کہ "خاتم الاولیاء کون ہیں؟" جبکہ شیخ اکبر رحمہ اللہ چونکہ خود اس مقام خاتمیت ولایت پر فائز تھے، اسی لیے بہت تفصیل سے آپ نے خاتم کی اقسام سے بحث کی ہے۔[42] شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "عنقاء مغرب" میں باطنی طور پر ۵۹۵ھ میں خاتم الاولیاء کی زیارت کا ذکر بھی کیا ہے۔[43] شیخ ابن عربی اسی تناظر میں اپنی کتب کے اندر خاتم الاولیاء کے اس تصور پر بحث کرتے ہوئے اس میں اضافے فرماتے ہیں۔

شیخ کے نزدیک تمام شریعتیں وعلوم آپ ﷺ کا فیضان نبوت ہے، تمام مقامات قرب اور ولایت بھی آپ ﷺ ہی کا فیضان ہے۔ شیخ کے نظام فکر کی رو سے انسانوں کے اندر حضور ﷺ سے جاری ہونے والی ولایت یا نبوت عامہ دو طرح پر ہے:

1۔ **ولایت کبری یا عامہ:** وہ سلسلہ ولایت جو نبوت خاصہ سے متصف انبیاء کی امتوں میں جاری رہا، اسے شیخ ولایت کبری اور کبھی ولایت عامہ یا مطلقہ کہتے ہیں۔

2۔ **ولایت خاصہ محمدیہ:** جو محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں بطور وراثت جاری ہے، اسے وہ ولایت خاصہ یا ولایت محمدیہ کہتے ہیں۔ یہ ولایت بھی ولایت عامہ کی ایک صورت ہے۔

شیخ کا ماننا ہے کہ جس طرح عالم ظاہر میں حضور ﷺ کا بطور خاتم النبیین ظہور ہوا کیونکہ آپ ﷺ کو "خاتمیت" کا خصوصی شرف عطا کیا گیا، آپ کا یہ وصف عالم ظاہر میں جہت ولایت کے اندر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ سے چلنے والی ولایت کے دو سلسلے ہیں، لہذا عالم ظاہر کے اندر ان میں سے ہر دو قسم کی ولایت کا ایک خاتم ہو گا۔ اول الذکر سلسلہ ولایت کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ شیخ کے نزدیک نزول کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی

---

[41] ملاحظہ کیجئے کتاب، ختم الاولیاء: ص ۲۸، ۷۷

[42] الولایۃ والنبوۃ عند الشیخ الاکبر محی الدین بن العربی: ص ۱۱۴

[43] عنقاء مغرب فی ختم الاولیاء وشمس المغرب ص ۴۵

حیثیت غیر تشریعی نبی اور نبوت عامہ کے تحت جاری ولایت عامہ یا ولایت کبری کے "خاتم الاولیاء" کی ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام جہاں نبوت خاصہ کے حامل ایک جلیل القدر نبی ہیں، ساتھ ہی ساتھ نبی کریم ﷺ کی امت ظاہرہ و باطنہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک چلنے والے سلسلہ ولایت کے خاتم بھی ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن جہاں آپ انبیاء و رسل علیہم السلام کے زمرے میں ہوں گے، وہاں آپ علیہ السلام محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں خاتم الاولیاء کی حیثیت سے بھی موجود ہوں گے۔ شیخ کہتے ہیں کہ اس عالم میں ولایت کبری کا آغاز بھی ایک غیر تشریعی نبی یعنی آدم علیہ السلام سے ہوا اور اس کا اختتام بھی ایک غیر تشریعی نبی پر ہو گا۔ رہی موخر الذکر ولایت خاصہ محمدیہ، اس دائرہ ولایت کے خاتم آپ ﷺ کے غیر نبی امتی ہوں گے جو آپ ﷺ کی امت میں آپ کے قدم یا قلب مبارک (یعنی صفات) پر ہوں گے۔ تاہم یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ اس کائنات میں ہر کسی کا مقام سعادت سراج نبوی ﷺ سے منور ہے، لہذا ہر ظاہری خاتم اپنے باطن کے اعتبار سے اپنی استعداد کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا پرتو یا مظہر ہے۔ رہا آپ ﷺ کا مقام رفعت، اس کا بیان ممکن نہیں کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس رسالت، نبوت و ولایت کے تمام مقامات کی جامع و اکمل ترین شخصیت ہے۔ آیئے ان دو طرح کے خواتم کا مطالعہ شیخ کی عبارات سے کرتے ہیں۔

خاتم ولایت کبری

خاتمیت کی ان دو جہات کے ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں:

الختم ختمان ختم يختم الله به الولاية وختم بختم الله به الولاية المحمدية فأما ختم الولاية على الإطلاق فهو عيسى عليه السلام فهو الولي بالنبوة المطلقة

في زمان هذه الأمة[44]

"'خاتمیت' دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ولایت (کبری یا مطلقہ) کو ختم کرتا ہے، دوسری وہ جس کے ذریعے اللہ ولایت محمدیہ کو ختم فرماتا ہے۔ ولایت مطلقہ یا عامہ کو ختم کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ اس امت کے عہد میں نبوت مطلقہ کے ولی ہیں۔"

اس اقتباس سے واضح ہوا کہ خاتم ولایت ہونا دو طرح کا ہے، ایک اس ولایت کی خاتمیت جو نبوت خاصہ کے حامل افراد کی امتوں میں جاری ہے جس کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ ایک اور مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاتمیت ولایت کبری کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثم إن عيسى إذا نزل إلى الأرض في آخر الزمان أعطاه ختم الولاية الكبرى من آدم إلى آخر نبي تشريفا لمحمد صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم حيث لم يختم الله الولاية العامة في كل أمة إلا برسول تابع إياه صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم وحينئذ فله ختم دورة الملك وختم الولاية أعني الولاية العامة فهو من الخواتم في العالم[45]

"پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں زمین پر اتریں گے تو اللہ تعالی انہیں حضرت آدم علیہ السلام سے آخری نبی تک محمد رسول اللہ ﷺ کے اکرام میں ولایت کبری کی خاتمیت عطا فرمائے گا کہ اللہ تعالی ہر امت میں ولایت عامہ کو ختم نہیں فرماتا مگر ایک ایسے رسول کے ذریعے جو نبی کریم ﷺ کا تابع ہوتا ہے اور اس صورت میں

---

44 الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۷۵

45 الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۳۱۵ تا ۳۱۷ نیز یہی بات الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۲۹ میں بھی کہی ہے۔

آپ علیہ السلام کے لئے دورۃ الملک کی بھی خاتمیت ہے اور ولایت، یعنی ولایت عامہ، کی بھی خاتمیت ہے۔ پس وہ عالم میں خواتم میں سے ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں:

فإنه معلوم أن عيسى عليه السلام أفضل من أبي بكر وهو من أمة محمد صلى الله عليه وسلم ومتبعيه[46]

"یہ معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین میں سے ہیں (اور وہ نبی بھی ہیں)۔"

ایک مقام پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ليس بين أبي بكر ورسول الله صلى الله عليه وسلم رجل لأنه صاحب صديقية وصاحب سر[47]

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان میں کوئی مرد نہیں ہے کیونکہ وہ صاحب صدیقیت ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراز ہیں۔"

نیز کہتے ہیں:

ارفع الاولیاء ابوبکر[48]

---

[46] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۸۶

[47] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۵۵۶

[48] رسالۃ القربۃ، رسائل ابن عربی: ص۷۱

"اولیاء میں سب سے بلند مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

معلوم ہوا کہ انبیاء کی امتوں میں جاری سلسلہ ولایت کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور اپنے مرتبہ ومقام کے اعتبار سے یہ ایک عظیم سلسلہ ولایت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں سب سے افضل شخصیت ہیں، آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ کے درمیان کوئی غیر نبی شخصیت موجود نہیں۔

خاتم ولایت خاصہ محمدیہ

درج بالا عبارت ہی میں خاتمیت کی دوسری قسم کے خاتم کے بارے میں شیخ کہتے ہیں:

وأما ختم الولاية المحمدية فهي لرجل من العرب من أكرمها أصلا ويدا وهو في زماننا اليوم موجود عرفت به سنة خمس وتسعين وخمسمائة ورأيت العلامة التي له قد أخفاها الحق فيه عن عيون عباده وكشفها لي بمدينة فاس حتى رأيت ختم الولاية منه وهو خاتم النبوة المطلقة لا يعلمها كثير من الناس --- قد جمعت بين صاحبي عبد الله وإسماعيل بن سودكين وبين هذا الختم ودعا لهما وانتفعا به والحمد لله [49]

"جبکہ خاتم ولایت محمدیہ عرب میں سے ایک آدمی کے لئے ہے جو ان میں حسب نسب اور عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ باعزت ہے اور وہ ہمارے زمانے میں آج موجود ہیں، میں نے انہیں 595ھ میں پہچانا اور ان میں وہ علامت دیکھی جسے حق سبحانہ وتعالی نے اپنے بندوں سے چھپا دیا ہے البتہ مجھ پر فاس کے شہر میں وہ ظاہر کی یہاں تک کہ میں نے اس سے خاتم ولایت کو دیکھا اور وہ نبوت مطلقہ (یعنی ولایت) کے خاتم ہیں جسے

---

[49] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص۷۵

بہت سے لوگ نہیں جانتے۔۔۔ میں نے خود کو اور اپنے دونوں دوست عبد اللہ اور اسمٰعیل بن سود کین اور اس خاتم کو جمع کیا اور انہوں نے ان دونوں کے لئے دعا کی اور دونوں نے اس سے نفع اٹھایا اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔"

اس دوسری ولایت کا خاتم آپ ﷺ کا امتی ہے اور اسے یہ مقام آپ ﷺ کی پیروی کرنے اور حسن اخلاق واحوال اپنانے کی وجہ سے ملا کیونکہ وہ آپ ﷺ کا وارث ہے۔ اس عبارت میں فاس کے جن بزرگ کا ذکر ہے شیخ نے ان کی تعیین نہیں کی، تاہم کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شیخ ابن عربی خود تھے۔ حضرت داؤد قیصری فرماتے ہیں:

و الکل اشارة الی نفسه[50]

"اور یہ سب شیخ کا اپنی ہی طرف اشارہ ہے"

فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنے بارے میں ایک بشارت کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کیا ہے کہ آپ کو بھی خاتم الاولیاء کا مقام دیا گیا۔ چنانچہ ایک مقام پر سن ۵۹۹ھ کا اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وعسى أن أكون ممن ختم الله الولاية بي[51]

"اور شاید میں ان میں سے ہوں جن کے ذریعے اللہ نے ولایت کو ختم فرمایا"

نیز ایک شعر کے مصرعے میں بھی فرماتے ہیں:

---

50 مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ص ۲۴۷

51 الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۴۸۰۔۴۸۱

أنا ختم الولاية دون شك[52]

"بے شک میں ختم ولایت ہوں"[53]

اس خاتم کو یہ مقام حضور ﷺ کی پیروی اور اخلاق حسنہ کی بناپر عطا کیا جاتا ہے:

وأما الصفة التي استحق بها خاتم الولاية المحمدية أن يكون خاتما فبتمام مكارم الأخلاق مع الله وجميع ما حصل للناس من جهته من الأخلاق[54]

"وہ صفت جس کی وجہ سے خاتم ولایت محمدیہ اس بات کا مستحق قرار پاتا ہے کہ وہ خاتم ہو وہ (صفت) اللہ کے ساتھ مکارم اخلاق اور لوگوں کو اس کی طرف سے پہنچنے والا حسن سلوک ہے۔"

---

[52] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۳۷۰

[53] شیخ ابن عربی یا ان کی طرح دیگر صوفیاء کا خود کو یا کسی دوسرے کو خاتم الاولیاء کہنا، یہ کسی شخص کو ایک بلند مقام سعادت حاصل ہو جانے کے بارے میں شخصی گمان ہوتا ہے۔ یہ کوئی ایسا بیان نہیں جس پر ایمان لانے کا کسی سے مطالبہ ہو۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے حدیث شریف میں آیا کہ اللہ تعالی ہر دور کے آخر میں تجدید دین کے لئے ایک مجدد پیدا فرمائے گا اور مختلف گروہ اور افراد مختلف شخصیات کو "صدی کا مجدد" مانتے ہیں۔ اس کی مثال یوں بھی ہے جیسے فقہائے کرام اپنے فقہی مذہب کے امام کو "امام اعظم" کہتے ہیں، یا کسی کو "خاتمۃ المجتہدین"، کسی کو "شیخ الاسلام"، کسی کو "مفتی اعظم" کسی کو "صدر الشریعۃ" وغیرہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ یا کسی دیگر ولی اللہ کو خاتم ولایت ماننا یہ ایک واقعاتی بات ہے نہ کہ ایسا شرعی مطالبہ جس کا انکار کفر یا گمراہی ہو۔ البتہ شیخ کے بارے میں یہ واقعاتی دعوی اس اعتبار سے قابل غور ہے کہ کیا شیخ ابن عربی کے بعد صوفی فکر میں اب تک شیخ کے ہم پلہ کوئی نمائندہ گزرا ہے؟ اگر تحقیق کی روشنی میں اس کا جواب نفی میں سامنے آئے تو یہ شیخ ابن عربی کے بلند مقام پر ایک واقعاتی شہادت ہو گی۔

[54] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۷۶

اس وارث کو آپ ﷺ سے کیسی نسبت اور آپ ﷺ کے سامنے اس کا کیا مقام ہے، اس بارے میں ایک مقام پر شیخ کہتے ہیں:

ومنزلته من رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم شعرة واحدة من جسده صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم [55]

"اور ان (خاتم الاولیاء محمدیہ) کا مقام رسول اللہ کی نسبت سے آپ ﷺ کے جسم مبارک کے ایک بال کی ہے"

یعنی خاتم ولایت محمدیہ کا مقام آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے بدن مبارک کے ایک بال کی طرح ہے۔ باب 12 کے مباحث سمجھنے کے لئے اس بات کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ شیخ کے نزدیک حضرت امام مہدی خاتم الاولیاء ہیں یا نہیں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے کیونکہ شیخ نے اپنی کتاب "عنقاء مغرب فی ختم الاولیاء وشمس المغرب" میں خلیفہ اور ختم پر تفصیلی بحث کی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شمس مغرب وخلیفہ امام مہدی کو قرار دیتے ہیں اور ختم سے یہاں آپ کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تاہم فتوحات مکیہ میں بعض اشعار اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک امام مہدی بھی ختم الاولیاء ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

الا إن ختم الأولياء شهيد وعين إمام العالمين فقيد

هو السيد المهدي من آل أحمد هو الصارم الهندي حين يبيد[56]

"بے شک ختم الاولیاء گواہ ہیں اور تمام عالمین کے بے مثال امام ہیں

وہ سید مہدی ہیں جو احمد ﷺ کی اولاد میں سے ہیں وہ ھندی تلوار ہیں جب وہ قتال

---

[55] الفتوحات المکیۃ:ج۶:ص۳۱۷

[56] الفتوحات المکیۃ ج۶:ص۵۱

کریں گے۔"

آپ ﷺ کی مشکوۃ سے منور ہونے والے ان دو سلاسل ولایت کے خواتم کو شکل 23 کے ذریعے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے مطابق تمام انبیاء کی امتوں میں جاری ولایت عامہ محمدیہ کے خاتم بعد از نزول حضرت عیسی علیہ السلام ہونگے جبکہ ولایت خاصہ محمدیہ کے خاتم آپ ﷺ کے امتی ولی ہیں۔[57] اس اعتبار سے سب آپ ﷺ ہی کے امتی ہیں، فرق امت ظاہرہ و باطنہ کا

---

[57] شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے تصور خاتمیت کا دائرہ دراصل وجود اور اس کی نسبتوں کی بحث کے ساتھ متصل ہے اور شیخ انسانی وجود کی ہر جہت کے اعتبار سے ایک خاتم کا ذکر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر متن میں بیان کردہ دو کے علاوہ شیخ کے نظام فکر میں خاتم کی درج ذیل اقسام بھی ہیں:

- خاتم الخلفاء: آخری خلیفہ حکمران (الفتوحات المکیۃ: ج۱:ص۲۲)، اس کا تعلق سلسلہ خلافت سے ہے۔ شیخ نے اس کی صراحت نہیں کی اس سے کون سی شخصیت مراد ہیں۔ بعض اہل علم کے مطابق اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں (بحوث حول کتب و مفاہیم الشیخ الاکبر: ص۱۱۷) جبکہ بعض اشارات کے مطابق یہ امکان بھی موجود ہے کہ اس سے امام مہدی علیہ السلام مراد ہوں (دیکھئے الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۵۱)
- خاتم المجتہدین: اس کا ذکر اس باب کے ایک حوالے میں گزر چکا جہاں خاتمیت کے تناظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الاولیاء المحمدیین (آپ ﷺ کا کوئی امتی) کے علاوہ "خاتم المجتہدین المحمدیین" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے (الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۱۵۵)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے ہاں جس طرح آپ ﷺ کی جہت ولایت کی وراثت میں خاتم ولایت ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی جہت رسالت سے اجتہاد کی وراثت پانے والے مجتہدین میں بھی کوئی خاتم ہو سکتا ہے
- خاتم الاولاد: انسانی نوع میں جنم لینے والا آخری صالح انسان، شیخ کے مطابق وہ حضرت شیث علیہ السلام کے قدم پر ہو گا (فصوص الحکم: ج۱: ص۱۷۵)
- خاتم النبا: اس اصطلاح کا استعمال شیخ نے ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا ہے جس سے قبل سعی، طواف اور مقام ابراہیم علیہ السلام کی عبادات کو بجالانے کا ذکر ہے (الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۰)
- خاتم الاسماء الالٰہیہ: شیخ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اسمائے الٰہیہ کا جامع اور خاتم کلمہ "ھو" ہے (الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۳۱۷)

ہے۔ ان دونوں سلسلہ ولایت کے خواتم شخصی طور پر کس دائرے سے تعلق رکھتے ہیں، اسے شکل 17 میں دیکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ خاتم الاولیاء حضرت عیسی علیہ السلام بطور شخصیت کا تعلق اصلاً نبوت خاصہ کے دائرے سے جبکہ ولایت خاصہ کے خواتم کا تعلق بطور شخصیات ولایت خاصہ کے دائرے سے ہے۔ شیخ کی عبارات کو سمجھنے کے لئے اس بات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے، بصورت دیگر غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ شیخ کے نظام فکر میں مقامات کے دائروں کی بحث کو شخصیات کے ساتھ خلط ملط کر دینا، یہ شیخ سے متعلق غلط فہمیوں کی ایک بڑی وجہ ہے۔ خاتم ولایت خاصہ کا مقام بطور وارث ہے اور اسے اپنے ہی دائرے کے اولیاء پر کسی نوعیت کی فضلیت حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ انبیاء پر۔[58]

چنانچہ "خاتمیت کے مختلف دائرے" شیخ ابن عربی کی فکر کا ایک مستقل موضوع ہے جس کی تفصیلات اس کتاب میں ممکن نہیں۔ یہاں صرف اسی قدر تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو شیخ پر ناقدین کے اس اعتراض کو حل کرنے کے لئے ضروری ہیں کہ شیخ ابن عربی خود کو تمام انبیاء سے افضل کہتے ہیں۔ یاد رہنا چاہئے کہ شیخ کے مطابق نبی کے مقابلے میں نبی آتے ہیں، صحابی کے مقابلے میں صحابی جبکہ غیر نبی ولی کے مقابلے میں غیر نبی امتی، یعنی یہ سب الگ الگ دائرے ہیں، یہ حوالہ اسی باب میں موجود ہے۔ شیخ کے نزدیک اس امت میں صرف ایک شخصیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اسی باب میں اس کا حوالہ آرہا ہے۔ لہذا کسی غیر صحابی امتی کے خاتم الاولیاء ہونے سے یہ لازم نہیں آتا گویا یہ خاتم الاولیاء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بطور شخصیت سے افضل ہو گیا۔

[58] اس باب میں شکل نمبر 17 کی طرح شکل خدا اور مخلوق کے مابین تعلق کے عموم و خصوص کے اعتبار سے بنائی گئی ہیں۔ اگر یہ شکل "معرفت الٰہی کے احاطے" کے لحاظ سے بنائی جائے تو سب سے وسیع تر دائرہ آپ ﷺ کا ہو گا، پھر رسل کا، پھر انبیاء کا، پھر اولیاء کا، پھر عام ایمان والوں کا، پھر دیگر انسانوں کا اور اس کے بعد دیگر مخلوقات کا۔ یوں آپ ﷺ کے علم کی صفت 'احاطہ' ابھر کر سامنے آجاتی ہے جس پر شیخ زور دیتے ہیں۔

شکل نمبر 23: مشکوۃ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منور ولایت کے دو سلسلوں کے خواتم
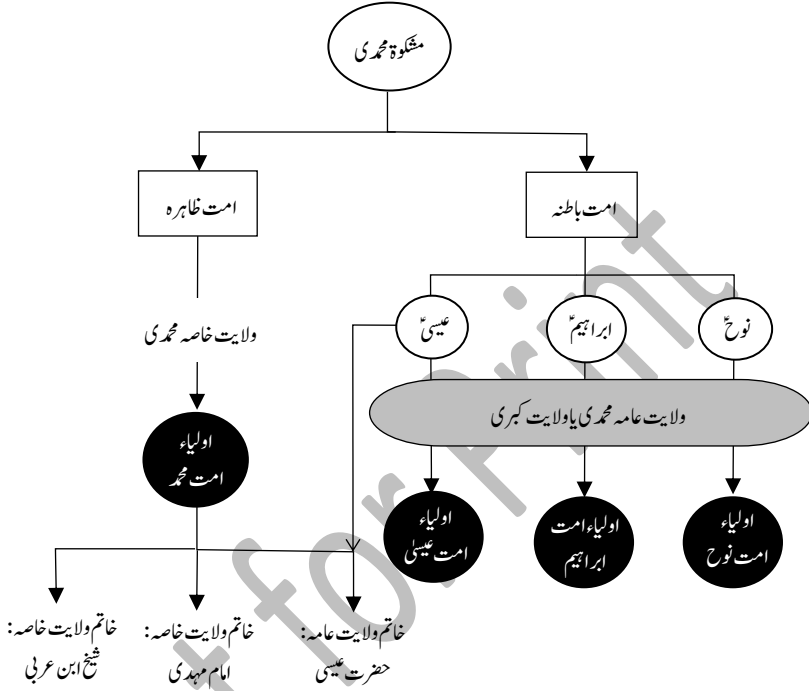
شیخ کے ہاں ولایت کی اقسام کی تفصیلات اور ان کے دلائل اس کتاب کا موضوع نہیں، تاہم مقامات سعادت کی افقی ترتیب کی رو سے خواتم الاولیاء کا مقام سمجھانے کے لئے شکل 24 کی مدد لی گئی ہے۔ انبیاء کی وراثت کے اعتبار سے شیخ ابن عربی اولیاء کو تین اقسام میں بیان کرتے ہیں:

1۔ پچھلی امتوں کے وہ اولیاء جو اپنے اپنے انبیاء کے قلوب پر اولیاء گزرے

2۔ اس امت کے ایسے اولیاء جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ہوتے ہیں

3۔ اس امت کے وہ اولیاء جو قلب محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ہوتے ہیں

شکل24:خواتم الاولیاء کا مقام باعتبار ترتیب مقامات
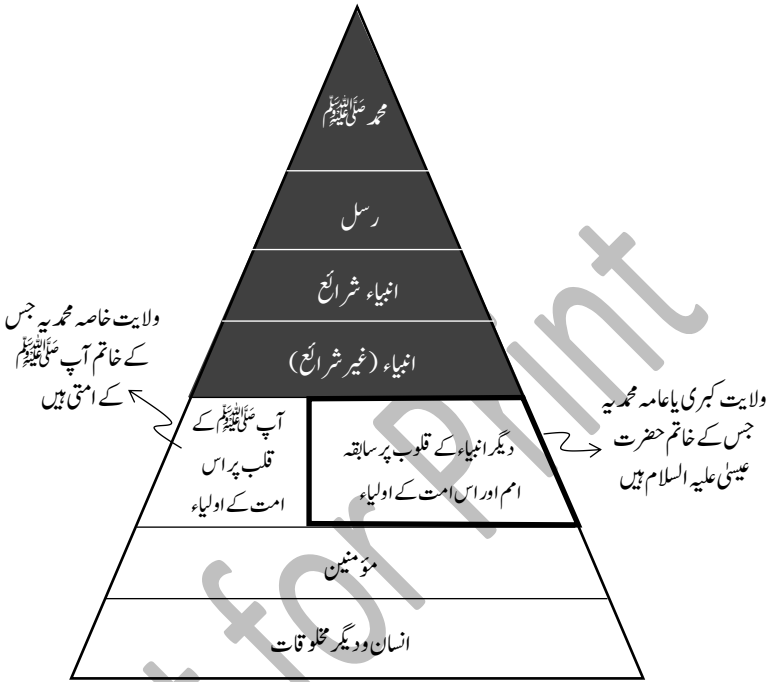
اول الذکر دو کو شیخ ولایت کبری یا عامہ کہتے ہیں اور اس سلسلے کے خاتم حضرت عیسی علیہ السلام ہوں گے جبکہ تیسری قسم کے اولیاء کے خاتم اس امت کے افراد ہوں گے۔ ان تین کو اس اعتبار سے بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے کہ اول الذکر کا تعلق آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی امت باطنہ جبکہ موخر الذکر دو کا تعلق آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی امت ظاہرہ سے ہے، یوں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی امت ظاہرہ میں ہر قسم کی ولایت ختم ہو جائے گی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ شیخ کی فکر میں تینوں اقسام کے اولیاء مرتبے میں انبیاء و رسل کے فلک سے نیچے ہیں، پس خاتم ولایت خاصہ کا انبیاء و رسل سے افضل ہونا ممکن نہیں، چہ جائیکہ یہ اس ذات اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے افضل ہو جائے جس کے یہ وارث و مظہر ہیں۔

حضور ﷺ: حقیقی خاتم الاولیاء

پس واضح ہوا کہ شیخ کے مطابق درج بالا خواتم دراصل خاتم الرسل ﷺ ہی کی جہت ولایت کے مظاہر ہیں نہ کہ آپ ﷺ سے آزاد و مستقل حیثیت میں از خود خاتم ولایت۔ جب عالم ظاہر کا ہر خاتم الاولیاء آپ ﷺ ہی کی مشکوۃ سے فیض پا کر اپنی استعداد کے مطابق خاتم ہوا، پھر آپ ﷺ مرتبے میں "کامل ترین" ہونے کے اعتبار سے خاتم الاولیاء کیوں نہ ہوں جو ہر خاتم کے خاتم حقیقی اور ولی و انسان کامل ہیں؟ تمام جہان میں آپ ﷺ کی مرکزیت اور معرفت الٰہیہ کے حصول میں آپ کے عالمگیر و آفاقی فیضان کو بیان کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

وأما القطب الواحد فهو روح محمد صلى الله عليه وسلم وهو الممد لجميع الأنبياء والرسل سلام الله عليهم أجمعين والأقطاب من حين النشء الإنساني إلى يوم القيامة --- ولهذا الروح المحمدي مظاهر في العالم أكمل مظهره في قطب الزمان وفي الأفراد وفي ختم الولاية المحمدي وختم الولاية العامة الذي هو عيسى عليه السلام [59]

"جہاں تک قطب واحد کا تعلق ہے: وہ روح محمد ﷺ ہے، آپ ہی تمام انبیاء و رسل، اللہ کا ان سب پر سلام ہو، نیز اقطاب کو آفرینش نوع انسانی سے قیامت تک (حصول منازل قرب الٰہیہ میں) فیض یاب کرنے والے ہیں۔۔۔ اور اس روح محمدی ﷺ کے عالم میں مظاہر ہیں جن میں سب سے کامل مظہر قطب زمان، افراد اور ولایت محمدیہ و ولایت عامہ کے خاتم ہوتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔"[60]

شیخ حضور ﷺ کو انسان کامل کہتے ہیں اور اس بارے میں فرماتے ہیں:

---

[59] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۲۳۱۔ ۲۳۲

[60] شیخ کے نظام فکر میں اقطاب اور افراد اولیاء کے مقامات میں سے ہیں جس میں کئی شخصیات بطور اولیاء شامل ہیں

و الانسان الکامل روح العالم [61]

"انسان کامل اس تمام عالم کی روح ہے۔"

ایک مقام پر اپنے مخصوص تناظر میں آپ ﷺ کے مقام کی رفعت بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مقام جمعیت الٰہیہ میں منفرد ہیں اور آپ ﷺ کے مقام سے بالا صرف مرتبہ ذات احدیت ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے اسم اعظم کے جامع ہیں جو اللہ کے تمام اسماء کا جامع ہے۔ آپ نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہا کا نت حکمة فردية، لانفراده بمقام الجمعية الإلهية الذي ما فوقه إلا مرتبة الذات الأحدية، لأنه ايَة مظهر لاسم الله الأعظم الجامع للأسماء كلها[62]

"یہ (فص) حکمت فردیت ہے (کلمہ محمدیہ ﷺ میں) اس کا سبب آپ ﷺ کو مقام جمعیت الٰہیہ میں منفرد ہونا ہے جس کے اوپر سوائے مرتبہ ذات احدیت کے کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے اسم اعظم کے مظہر ہیں جو تمام اسماء کا جامع ہے۔"

حضرت شیخ اقدس قدس سرہ نبی کریم ﷺ کے لیے انسان کامل کی اصطلاح استعمال فرماتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کے تمام خزانوں کے ختم نبی کریم ﷺ ہی ہیں اور آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے تمام تجلیات الٰہیہ نصیب ہوتی ہیں:

وکون هذا الکامل ختما على خزانة الدنیا فهو ایضا ختم على خزانة الاخرة ختما ابدیا فیه دلیل على ان التجلیات الالهیة لاهل الاخرة انما هي

[61] بلغة الخواص فی الاکوان الی معدن الاخلاص فی معرفة الانسان: ص ۱۰۲

[62] تنبیهات علی علو الحقیقة المحمدیة: ص ۲۱

بواسطتہ ﷺ[63]

"اس کامل کا دنیا کے خزانوں پر مہر (خاتم) ہونا آخرت کے خزانوں پر بھی خاتم ہونا ہے۔ ایسا ختم جو ابدی ہے۔ اس میں اس پر دلیل ہے کہ جو تجلیات الٰہیہ اہل آخرت کے لیے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہیں۔"

چنانچہ شیخ کی کتب سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں آپ ﷺ ہی تمام مقامات کا منبع بھی ہیں، ان کے جامع بھی اور سب کو حاصل شدہ مقامات سے بلند تر مقامات کے حامل بھی۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ ہی ولی کامل اور خاتم حقیقی ہیں۔ اسے شکل 25 کے ذریعے دکھایا گیا ہے۔

شکل 25: آپ ﷺ تمام جہات سعادت کے خاتم ہیں
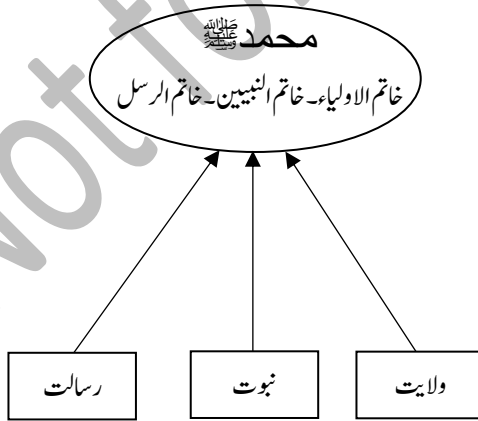
ہمیں احساس ہے کہ انبیاء کی بزم میں محمد ﷺ کی مرکزیت کے موضوع پر شیخ ابن عربی نے جو

[63] تنبیہات علی علو الحقیقۃ المحمدیۃ: ص۱۸۔۱۹

تفصیلات بیان کی ہیں، ہم اس کا کماحقہ حق ادا کر سکے نہ اس کتاب کا دامن اس کا متحمل ہو سکتا ہے۔ یہاں اسی قدر تفصیل بیان کی گئی جو شیخ کی بعض عبارات سے متعلق ہونے والی اس بدگمانی کو صاف کرنے کے لئے ضروری تھی کہ شیخ نے خود کو معاذ اللہ آپ ﷺ سے افضل قرار دیا ہے۔ شیخ کے مطابق اس کائنات میں آپ ﷺ ہی وہ اول و اصل مشکوۃ ہیں جو اللہ نے علم و ہدایت کے نور کے لئے روشن کی نیز خاتم ولایت خاصہ، جو در حقیقت خاتم الرسل ﷺ کا وارث ہے، کو جو بھی علم ملتا ہے وہ خاتم الرسل ﷺ ہی کی مشکوۃ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے خواہ وہ خاتم الرسل ﷺ کی مشکوۃ رسالت ہو یا مشکوۃ ولایت۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ مظہر اصل کے مقابلے پر آجائے یا اس سے آگے بڑھ جائے؟[64] کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مرکزیت پر ایسی گفتگو کر رہا ہو وہ کسی عبارت میں یہ کہے گا کہ وہ خود آپ ﷺ سے افضل ہے؟ ایسے شخص کی کسی عبارت سے ذہن میں ابھرنے والا ہر ایسا مفہوم یا نظر کا دھوکہ ہے یا وہ عبارت حقیقتاً اس شخص کی نہیں۔ ہر مصنف کی کتاب کے مطالعے کا اصول ہے کہ اس کی عبارات کو اس کے نظام فکر کے اصولوں کی روشنی میں پڑھا جاتا ہے، اگر کوئی عبارت بظاہر مشکل معلوم ہو تو اس کے معنی متعین کرنے کے لئے اس عبارت کو خود اس کے کلام میں بیان شدہ محکم اصولوں پر پیش کر کے حل کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ شیخ کی کتب میں درج ہر عبارت کی تعبیر ان کے درج بالا نظام فکر کی روشنی میں کی جانی چاہئے، اگر کسی کتاب کی کوئی عبارت یا لفظ اس نظام فکر سے متصادم ہو تو یہی فرض کرنا چاہئے کہ یہ شیخ کے الفاظ نہیں ہوں گے کیونکہ جو شخص درجنوں مقامات میں اولیاء پر انبیاء کی فضیلت نیز آپ ﷺ کی تمام مخلوقات پر فضیلت کی بات کرتا ہو، کیسے ممکن ہے کسی مقام پر وہ اس سے کلیتاً برعکس بات کرے؟ اگر مطالعہ کتب کا یہ اصول ترک کر دیا جائے تو دنیا

---

[64] یہ بات یاد رہے کہ شیخ کے نظام فکر کی رو سے آپ ﷺ کے ظہور کے بعد کسی شخص کا آپ ﷺ کی جہت رسالت کے ذریعے نبوت خاصہ سے متصف ہو سکنے کا معاملہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو چکا، اب کسی بھی نئے نبی کی بعثت نہیں کی جائے گی۔ البتہ امتیوں کے لئے اجتہاد کی میراث باقی ہے۔

کے کسی بھی صاحب علم کی کتاب سے من چاہا مطلب بر آمد کر کے اس پر کفر و بدعت کے فتوے لگائے جاسکتے ہیں۔ شیخ کے ناقدین بد قسمتی سے اسی روش کی پیروی کرتے ہیں۔

اب ہم شیخ کے نزدیک الہام کی شرعی حیثیت کو واضح کرنا چاہتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ وارث کے لئے جس وراثت کے بذریعہ الہام وہ قائل ہیں اس میں عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کوئی بات موجود نہیں۔

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃ إِلَّا المُبَشِّرَاتُ (الحدیث)

باب۸:
شیخ اکبر علیہ الرحمۃ اور الہام کی شرعی حیثیت

شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ پر ایک عمومی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کشف و الہام کی بنیاد پر بہت زیادہ باتیں ذکر کرتے ہیں۔ بعض ناقدین کا گمان ہے کہ شاید اسی کثرت کشف کے باعث صوفیاء حلقوں میں انہیں "شیخ اکبر" کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس حد تک بدگمانی کر جاتے ہیں کہ شیخ اپنے کشف و الہام کو قرآن و حدیث کی طرح مستقل ماخذ دین سمجھتے ہیں نیز ان مقدمات کے ساتھ یہ بات بھی شامل کر لی جاتی ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ باطنی تحریک کے طریقہ علم سے متاثر اور اسے جواز فراہم کرنے والے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر نبی افراد کے کشف و الہام کی شرعی حیثیت خود شیخ کے الفاظ میں واضح کر دی جائے جس کے بعد اس نوع کے اعتراضات ان شاء اللہ رفع ہو جائیں گے۔ یہ بحث اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ الہام و کشف کا امکان ماننا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

مباحث نبوت کے ساتھ بحث کا تعلق

الہام و کشف کے بارے میں شیخ کا نظریہ واضح کرنے سے قبل ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس بحث کا مباحث نبوت کے ساتھ تعلق واضح کر دیا جائے۔ کشف و الہام کی بحث جس دائرے سے متعلق ہے اسے شکل نمبر 26 میں دکھایا گیا ہے جو یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس کا تعلق دائرہ ایمان کے ان افراد کے ساتھ ہے جو غیر انبیاء ہوتے ہیں۔ البتہ خصوصی طور پر اس کا تعلق "ولایت خاصہ"

کے دائرے کے اندر موجود ان خاص افراد کے ساتھ ہے جنہیں محدثین یا ملہمین کہا جاتا ہے، اس شکل میں اس حصے کو نبوت خاصہ کے دائرے سے باہر گہرے سرمئی رنگ میں دکھایا گیا ہے جو نبوت خاصہ کے دائرے سے باہر اور دائرہ ولایت خاصہ کے اندر ہے۔

شکل 26: امکان الہام و کشف کا دائرہ
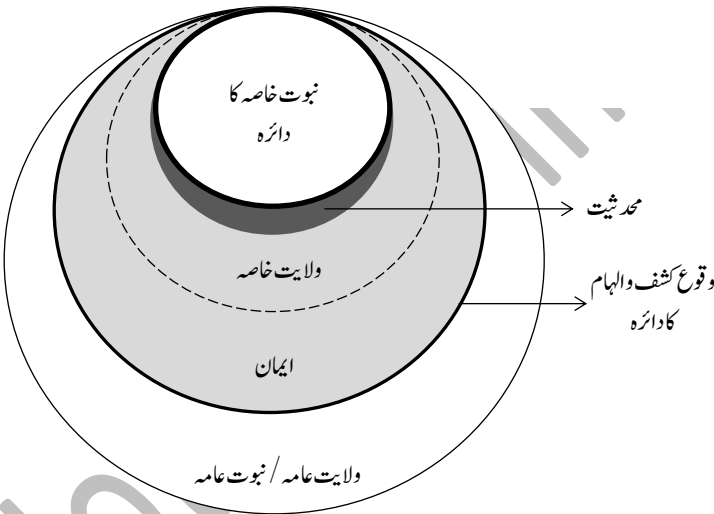
پچھلے ابواب میں یہ بات واضح کی گئی کہ انبیاء پر نازل ہونے والی وحی کے خصائص میں سے اہم ترین تکلیف و تشریع ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کی وراثت کے طور پر اولیاء کو بصورت مبشرات الہام و کشف کی جو نعمت میسر آتی ہے، کیا شیخ ابن عربی اس کے لئے بھی ایسے خصائص مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خصائص نبوت غیر نبی کے لئے نہیں مانتے اور انہیں اس اعتبار سے بھی ختم نبوت کا منکر کہنا جائز نہیں۔ اس باب میں اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ بات واضح ہو چکی کہ وحی ایک ایسا امر ہے جو اس کائنات میں ہر شے کی طرف جاری ہے۔ ایک مقام پر جمادات، نباتات، حیوانات سمیت تمام مخلوقات کے شعور تسبیح نیز آسمانوں کی طرف وحی بھیجے جانے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لما كان الامر هكذا، جاز بل وقع وصح ان يخاطب الحق جميع الموجودات ويوحى اليها من سماء وارض وجبال و شجر و غير ذلک من الموجودات[1]

"جبکہ امر اسی طرح سے ہے، تو یہ جائز ہے بلکہ یہ امر واقع و ثابت شدہ ہے کہ حق سبحانہ تمام موجودات سے خطاب فرماتے ہیں اور تمام موجودات آسمان، زمین، پہاڑ اور درختوں وغیرہ پر وحی فرماتے ہیں۔"

البتہ وحی کے اصطلاحی معنی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے شیخ توجہ دلاتے ہیں کہ غیر انبیاء پر جو نازل ہوتا ہے وہ وحی نہیں بلکہ الہام ہوتا ہے:

واعلم ان لنا من الله الالهام لا الوحى ، فان سبيل الوحى قد انقطع بموت رسول الله ﷺ، و قد كان الوحى قبله[2]

"اور جان لو کہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے الہام ہے نہ کہ وحی، کیونکہ وحی کا رستہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بند ہو گیا۔ وحی آپ ﷺ سے قبل نازل ہوتی تھی۔"

آیئے دیکھتے ہیں کہ شیخ اولیاء کے اس الہام کی کیا خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

---

[1] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۱۴۶

[2] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۳۵۳

کشف و الہام امور تکلیفی نہیں

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ کے مقدمے ہی میں اس امر کی وضاحت کر دیتے ہیں کہ وہ کشف و الہام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ علوم کی تین اقسام کرتے ہیں: (1) علم العقل، (2) علم الاحوال (ذوقی یا تجربے سے معلوم ہونے والی چیزیں جیسے ذائقہ) اور (3) علوم الاسرار۔ علوم الاسرار کو خبر دینے والے کے صدق و کذب کے اعتبار سے دو انواع میں تقسیم کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ایک صورت یہ ہے کہ خبر دینے والے کا صدق و عصمت سننے والے کے نزدیک ثابت ہو جیسے انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کی اللہ تعالی سے حاصل شدہ اخبار (مثلا انبیاء کرام علیہم السلام کا جنت وغیرہ امور کی خبر دینا)[3]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ خبر دینے والا معصوم نہ ہو۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

أما العاقل اللبيب الناصح نفسه فلا يرمي به ولكن يقول هذا جائز عندي أن يكون صدقا أو كذبا وكذلك ينبغى لكل عاقل اذا اتاه بهذه العلوم غير المعصوم وان كان صادقا فى نفس الامر فيما اخبر به، ولكن كما لا يلزم هذا السامع له صدقه لا يلزم تكذيبه ولكن يتوقف، وان صدقه لم يضره لانه اتى فى خبره بما لا تحيله العقول بل بما تجوزه اؤ تقف عنده، ولا يهد ركنا من اركان الشريعة، ولا يبطل اصلا من اصولها، فاذا اتى بامر جوزه العقل وسكت عنه الشارع، فلا ينبغى لنا ان نرده اصلا ونحن مخيرون فى قبوله، فان كانت حالة المخبر به تقتضى العدالة لم يضرنا قبوله كما نقبل شهادته ونحكم بها فى الاموال والارواح، وان كان غير عدل فى علمنا فننظر، فان كان الذى اخبر به حقا بوجه ما عندنا من الوجوه المصححة قبلناه، والا

---

[3] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۵۵

ترکناه فی باب الجائزات ولم نتکلم فی قائله بشیء فانها شهادة مکتوبة نسال عنها قال تعالی (سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ: زخرف 19)- وانا اولی من نصح نفسه فی ذلک، ولو لم یات هذا المخبر الا بما جاء به المعصوم فهو حاک لنا ما عندنا من روایة عنه فلا فائدة زادها عندنا بخبره، وانما یاتون رضی الله عنهم باسرار وحکم من من اسرار الشریعة مم هی خارجة عن قوة الفکر والکسب، ولا تنال ابدا الا بالمشاهدة والالهام وما شاکل هذه الطرق، ومن هنا تکون الفائدة بقوله علیه السلام: ان یکن فی امتی محدثون فمنهم عمر[4]

"جو عقلمند، باشعور اور اپنا خیر خواہ ہوتا ہے وہ اس بات کو ایسے ہی نہیں ٹھکرا دیتا بلکہ یوں کہتا ہے: "میرے نزدیک یہ بات درست بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی" اور اسی طرح ہر عاقل کو کہنا چاہیئے جب اس کے پاس علوم الاسرار کی خبر ایسے فرد کی طرف سے آئے جو غیر معصوم ہے اگرچہ نفس امر میں وہ صحیح ہو۔ البتہ جس طرح اس کی تصدیق ضروری نہیں، اسی طرح اسے جھٹلانا بھی لازم نہیں بلکہ (وہ اس خبر پر تصدیق اور تکذیب کے بجائے) توقف کرے گا۔ تاہم اگر وہ اس کی تصدیق کرے تو کوئی نقصان بھی نہیں کیونکہ اس (کہنے والے) نے ایسی بات بیان کی جو محال عقلی نہیں بلکہ عقل اسے جائز و ممکن سمجھتی ہے یا اس پر توقف اختیار کرتی ہے (یعنی عقل اسے ناممکن نہیں کہتی)، نیز وہ بات شریعت کا کوئی رکن منہدم بھی نہیں کرتی نہ کسی شرعی اصول کو کالعدم کرتی ہے۔ پس اگر وہ ایسی بات کی خبر دے جس کو عقل جائز کہے اور اس کے بارے میں شارع نے سکوت اختیار کیا ہو تو اسے رد کر دینا مناسب نہیں ہے، ہمیں اسے قبول کرنے کا اختیار

---

[4] الفتوحات المکیۃ: ج ا: ص ۵۵

(option) حاصل ہو گا۔ پس اگر غیر معصوم مخبر کی حالت سے لگے کہ وہ قابل اعتماد ہے تو ہمیں اس (کی بات) قبول کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے جیسا کہ ہم جان و مال کے معاملات میں اس کی شہادت قبول کرتے ہیں اور اس پر فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر وہ قابل اعتماد نہ ہو تو ہم یہ دیکھیں گے کہ جو خبر وہ ہمیں دے رہا ہے اگر ہمارے درستگی کے پیمانوں میں سے کسی پر پورا اترے، تو ہم اسے قبول کر لیں گے ورنہ جائز سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ دیں گے۔ البتہ ہم اس کے قائل کے بارے میں کوئی (بری) بات نہ کہیں گے کیونکہ یہ ایسی گواہی ہے جسے بموجب قرآن ("لکھ دی جائے گی ان کی شہادت اور ان سے باز پرس ہو گی") لکھا جاتا ہے اور ہم سے اس بارے میں سوال ہو گا۔ سب سے زیادہ مجھے خود چاہئے کہ اس نصیحت پر عمل کروں۔ (اسے یوں سمجھئے کہ) اگر غیر معصوم ہمیں ایسی خبر دے جو معصوم نبی پہلے دے چکے تو اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ ہمارے ہاں پہلے سے ثابت شدہ بات کی اور اسے ہم جھٹلا نہیں سکتے۔ حضرات صوفیائے کرام اور اولیاء جو نئی بات بیان کرتے ہیں وہ شریعت کے اسرار و رموز ہیں اور انہیں فکر و نظر سے نہیں پایا جا سکتا بلکہ الہام، (روحانی) مشاہدہ وغیرہ جیسے ذرائع سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے فرمان "اگر میری امت میں صاحبان الہام ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہوں گے" کی معنویت اسی پہلو سے ہے۔"

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے واضح طور پر علم الاسرار میں اخبار انبیاء علیہم السلام اور اخبار اولیاء میں فرق کیا ہے۔ آپ کے عقیدے کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام معصوم اور صادق ہیں اور ان کی خبر میں تکذیب کا اختیار نہیں۔ جبکہ اولیاء غیر معصوم ہیں اس لیے ان کی خبر میں ہمیں تصدیق، تکذیب اور توقف تینوں کا اختیار ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ کے مطابق اولیاء کی خبر کو بعض شرائط کے ساتھ قبول کیا جائے گا:

ا۔ وہ خبر محال عقلی نہ ہو

۲۔ وہ خبر شریعت کے کسی رکن کو منہدم نہ کرے نہ کسی اصول شریعت کو کالعدم قرار دے
۳۔ شریعت اسلامیہ اس بارے میں ساکت ہو، یعنی کوئی واضح منصوص حکم موجود نہ ہو

ان شرائط کے پورا ہونے کے باوجود اولیاء کی خبر پر ایمان لانا اور اسے قبول کرنا لازم نہیں بلکہ سامع کو اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا رد کر دے۔ غیر معصوم ولی کی خبر میں اس کا بھی امکان ہے کہ وہ قابل اعتماد شخص ہو یا نا قابل اعتماد۔ آپ کے نزدیک اگر اس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے تو اس کی خبر کو قبول کرنا مذکورہ بالا شرائط کے مطابق جائز ہے بلکہ عقلی لحاظ سے ایسا کرنا چاہئے اور اگر وہ غیر عادل ہے تو قرآن کے مطابق فتبینوا پر عمل کے بعد اس کی خبر کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے، ورنہ اسے ترک کر دیا جائے گا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس مقام پر 'علم الخبر' جس کا ذریعہ آپ کے نزدیک مشاہدہ، الہام، مراقبہ یا اس طرز کا کوئی اور طریقہ ہے، اس کے ثبوت پر حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قرآنی واقعے اور دیگر آیات سے استدلال بھی کیا ہے جنہیں اگلے باب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

اس بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیخ قدس سرہ العزیز کے نزدیک اولیاء کو شریعت کے اسرار و رموز بذریعہ الہام، کشف، مشاہدہ یا مبشرات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس علم کو بعض شرائط کے پیش نظر قبول کیا جا سکتا ہے تاہم اسے قبول نہ کرنے کا بھی سامع کو اختیار ہے، یعنی یہ کوئی حکم تکلیفی نہیں جس پر ایمان لانا لازم ہو جیسے نبی کی بات پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔

دوسرے مقام پر شیخ اسی بات کی وضاحت زیادہ واضح الفاظ میں کرتے ہیں۔ یہ عبارت باب نمبر 3 میں گذر چکی کہ شیخ انبیاء اور محدثین میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں:

السؤال: ما الفرق بين النبيين والمحدثين؟ الجواب: التكليف- فان النبوة لا بد فيها من علم التكليف، ولا تكليف فى حديث المحدثين جملة وراسا[5]

---

[5] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۱۸

"سوال: انبیاء اور محدثین میں کیا فرق ہے؟ جواب: تکلیف (یعنی اخروی نجات کے لئے ماننے کے اعتبار سے لازم ہونے) کا۔ نبوت لازماً علم تکلیف کا نام ہے جبکہ محدثین کی اخبار میں تکلیف کا کلیتاً کوئی پہلو شامل نہیں۔"

یعنی انبیاء کی وحی کے برعکس صاحبان الہام کی بات نہ تکلیف شرعی کو لازم کرتی ہے نہ اس پر ایمان لانا واجب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس نبی پر نازل ہونے والی وحی کو ماننا لازم ہوتا ہے۔ نبی پر نازل ہونے والی وحی کی کیفیات کا ذکر کرنے کے بعد اس کا حکم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فیسمی ذلک العبد لهذا النزول رسولا و نبیا یجب علی من بعث الیهم الایمان به و بما جاء به من عند ربه [6]

"اس بندے کو روح امین کے نزول کے سبب رسول اور نبی کہا جاتا ہے۔ جن کی طرف ان کی بعثت ہوتی ہے ان پر اس نبی ورسول پر اور ہر وہ چیز جو وہ اپنے رب کی طرف سے ساتھ لاتے ہیں اس پر ایمان لانا واجب ہوتا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ ولی پر جو علوم بذریعہ الہام و کشف ظاہر ہوتے ہیں ان پر ایمان لانا یا ان کی اتباع کرنا شرعاً ضروری نہیں کیونکہ یہ امور تکلیفیہ میں شامل نہیں نیز کسی ولی کے دعویٰ الہام کو نہ ماننے والے کی تکفیر و تضلیل کرنا درست نہیں۔ [7]

---

[6] الفتوحات المکیۃ: ج ٦: ص ١٥٦

[7] انبیاء کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کیونکہ معجزات و نشانیاں ظاہر کی جاتی ہیں نیز وہ شیطانی القاء کے امکان سے مبرا ہوتے ہیں، لہذا ان پر نازل کردہ وحی کے معاملے میں سامع کو قبول نہ کرنے یا توقف اختیار کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

کشف والہام میں تشریع نہیں

جس طرح فقہاء عقلی استدلال کے مختلف ذرائع کو حکم شرعی کے طرق استنباط سمجھتے ہیں، شیخ کے نزدیک کشف والہام بھی اسی قبیل کی چیز ہوتی ہے نہ کہ بالذات قرآن وسنت کی طرح کوئی ماخذ شرع۔ چنانچہ جس طرح عقلی طرق استدلال فہم شریعت میں معاون ہوتے ہیں، نیک شخص پر القاء ہونے والے روحانی وربانی خیالات اسے حکم شرع ہی سمجھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں، یہ شریعت محمدی ﷺ سے الگ کوئی نئی شریعت وضع کرنے کے راستے نہیں۔ چنانچہ ولی کا کشف حکم شرعی کے مطابق ہوتا ہے، اگر کوئی خلاف شرع بات کسی کے دل پر القاء ہو تو شیخ کے نزدیک وہ شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے نہ کہ الہام۔

ان امور کو شیخ نے متعدد مقامات پر واضح کیا ہے کہ الہام کے ذریعے الگ سے شرعی احکام مقرر نہیں کئے جاتے، اس مضمون کی بعض عبارات "انبیاء کی وراثت" کے باب میں گزر چکیں جنہیں دوبارہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسی ایک عبارت یہاں نقل کرنا فائدہ مند رہے گا:

> الفرق بین النبی والرسول ان النبی اذا القی الیه الروح ما ذکرناه اقتصر بذلک الحکم علی نفسه خاصة ویحرم علیه ان یتبع غیره فهذا هو النبی، فاذ قیل له: (بلغ ما انزل الیک) اما لطائفة مخصوصة کسائر الانبیاء واما عامة للناس ولم یکن ذلک الا لمحمدﷺ لم یکن لغیره قبله، فسمی لهذا الوجه رسولا والذی جاء به رسالة[8]

"نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی پر جب روح (امین) اس کا القاء فرماتے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، تو وہ حکم صرف ان کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور ان کے لیے حرام ہوتا ہے کہ اس کے ماسوا کسی دوسرے (نبی) کی پیروی کریں، یہ نبی کی شان ہے۔

---

[8] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۸۹

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ("جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کریں") خواہ ایک مخصوص قوم کو جیسا کہ (حضرت محمد ﷺ کے علاوہ) سب انبیاء کرام علیہم السلام خواہ تمام نوع انسانی کو اور یہ (دوسرا) مقام صرف محمد ﷺ کو حاصل ہے اور آپ ﷺ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس ذات کو رسول کہا جاتا ہے اور جو کچھ وہ ساتھ لے کر آئے اسے رسالت (کہتے ہیں)۔"

شیخ ایک اور مقام پر ولی پر القاء کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد ینزل علیه الملک بالبشری من الله بانه من اهل السعادة والفوز وبالامان کل ذلک فی الحیاة الدنیا فان الله عز وجل یقول (لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا: یونس 64)- وقال فی اهل الاستقامة القائلین بربوبیة الله ان الملائکة تنزل علیهم قال تعالی (إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّـهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ، نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ: فصلت 30-31)[9]

"کبھی فرشتہ اللہ کی طرف سے ولی پر یہ بشارت لاتا ہے کہ وہ سعادت مند و کامیاب اور پر امن ہے۔ یہ سب اسی دنیا کی زندگی میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ("ان کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بشارت ہے")۔ اور اللہ تعالیٰ نے استقامت والوں کے بارے میں، جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، فرمایا: ("بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور تمہیں خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا")۔"

---

[9] الفتوحات المکیۃ: ج ٦: ص ٣٥

شیخ یہ استدلال کرتے ہیں کہ انبیاء پر جو نازل ہوتا ہے وہ امور تکلیفیہ و شریعہ کے باب سے ہے، یعنی ان پر وہ احکام نازل ہوتے ہیں جن کے ذریعے خدا کی بندگی بجالانا لازم ہے۔ اس کے برعکس ولی کو شریعت نہیں بلکہ اس کا فہم عطا ہوتا ہے یا اسے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی اور یا کوئی خوشخبری۔
شیخ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ اس پر کسی طریقے پر کوئی حکم شرعی القاء ہو گیا ہے تو اس کا یہ دعوی غلط ہے کیونکہ شریعت ہر طرح سے مکمل ہو چکی، اب کسی پر کوئی حکم نازل ہو گا نہ اس مقصد کے لئے اللہ کسی سے کسی بھی صورت خطاب کرے گا:

الملک لا ینزل بوحی علی قلب غیر نبی اصلا ولا بامر الھی جملة واحدة- فان التشریع فقد استقرت، وتبین الفرض والواجب والمندوب والمباح والمکروہ، فانقطع الامر الھی بانقطاع النبوة والرسالة- ولھذا لم یکتف رسول اللہﷺ بانقطاع الرسالة فقط لئلا یتوھم ان النبوة باقیة فی الامة فقال علیه السلام (ان النبوة والرسالة قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول)- فما بقی احد من خلق اللہ یامرہ اللہ بامر یکون شرعا یتعبدہ به- فانه ان امرہ بفرض کان الشارع قد امرہ به فالامر للشارع وذلک وھم منه وادعاء نبوة قد انقطعت- فان قال: انما یامرہ بالمباح، قلنا: لا یخلوا اما ان یرجع ذلک المباح واجبا فی حقه فھذا ھو عین نسخ الشرع الذی ھو علیه حیث صیر بھذا الوحی المباح الذی قررہ الرسول مباحا واجبا یعصی بترکه، وان ابقی مباحا کما کان فذلک کان، فایة فائدة فی الامر الذی به جاء ھذا الملک لھذا المدعی صاحب ھذا المقام؟ فان قال: ما جاء به ملک لکن اللہ امرنی به من غیر واسطة، قلنا ھذا اعظم من ذلک فانک ادعیت ان اللہ یکلمک کما کلم موسی علیه السلام ولا قائل به لا من علماء الرسوم ولا من علماء اھل

الذوق، ثم انه لو کلمک او لو قال لک فما کان یلقی الیک فی کلامه الا علوما و اخبارا لا احکاما ولا شرعا ولا یامرک اصلا، فانه ان امرک کان الحکم مثل ما قلنا فی وحی الملک، فان کان ذلک الذی دندنت علیه عبارة عن ان الله خلق فی قلبک علما بامر ما فما ثم فی کل نفس الا خلق العلم فی کل انسان ما یختص به ولی من غیره، وقد بینا فی هذا الکتاب وغیره ما هو الامر علیه، ومنعناجملة واحدة ان یامر الله احدا بشریعة یتعبده بها فی نفسه او یبعثه بها الی غیره- وما نمنع ان یعلمه الحق علی الوجه الذی نقرره وقرره اهل طریقنا بالشرع الذی تعبده به علی لسان الرسول علیه السلام من غیر یعلمه ذلک عالم من علماء الرسوم بالمبشرات التی ابقیت علینا من آثار النبوة وهی (الرویا یراها الرجل السلم او تری له) وهی حق و وحی- [10]

"فرشتہ اصلاً غیر نبی کے قلب پر وحی لے کر اترتا ہی نہیں [11]، اس پر حکم الٰہی کا نزول سرے سے ہوتا ہی نہیں۔(ہر قسم کی) تشریع مکمل ہو چکی ہے۔ فرض، واجب، مندوب، مباح، مکروہ سب مقرر ہو چکے ہیں۔ نبوت و رسالت کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی امر الٰہی منقطع ہو گیا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے صرف رسالت کے منقطع ہونے پر اکتفا نہیں فرمایا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اس امت میں نبوت باقی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نبوت و رسالت دونوں منقطع ہو چکے، میرے بعد کوئی نبی ہے نہ کوئی رسول"۔ اللہ کی مخلوق میں اب کوئی ایسا باقی نہیں جسے اللہ تعالیٰ کسی (نئی) بات کا حکم دے جس کا وہ مکلف ہو۔ اگر (اس طرح کا دعویدار یہ کہے کہ) اللہ نے

---

[10] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۵۶-۵۷

[11] یہاں شیخ لفظ وحی علمائے عقیدہ کے خاص اصطلاحی معنی میں استعمال کر رہے ہیں

اسے کسی ایسی بات کا حکم دیا جسے شریعت فرض کر چکی ہے تو حکم شارع ہی کا ہوا۔ البتہ یہ اس کا وہم ہے اور نبوت کا دعویٰ ہے جبکہ وہ منقطع ہو چکی۔ اگر اس نے کہا کہ اللہ اسے مباح امر کا حکم دیتا ہے تو ہم کہیں گے کہ آیا یہ مباح اس پر واجب ہو گیا (اگر ایسا ہے تو) یہی تو شریعت کو منسوخ کرنا ہے، اپنی (مزعومہ) وحی سے ایک ایسی بات کو واجب اور اس کے چھوڑنے کو نافرمانی ٹھہرانا جسے شریعت نے مباح کہا۔ اور اگر اس مباح کو مباح ہی رہنے دیا تو وہ پہلے ہی سے ایسا ہے، اس مقام کے دعوی دار کے پاس فرشتہ جو لے کر آیا اس میں کیا نئی بات ہوئی؟ اگر وہ یہ کہے کہ فرشتہ میرے پاس نہیں آیا بلکہ مجھے اللہ نے بغیر کسی واسطے کے اس کا حکم دیا تو ہم کہیں گے کہ یہ اس سے بھی بڑا دعویٰ ہے، کیونکہ تم نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ تم سے ایسے ہی کلام کرتا ہے جیسے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا۔ اس بات کا علمائے رسوم اور علمائے اہل ذوق میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ پھر اگر اللہ نے تم سے کلام کیا بھی ہوتا تو جو تم پر القا کرتا وہ علوم واخبار ہی کے قبیل سے ہوتا نہ کہ شریعت کے باب سے، وہ تمہیں کبھی کوئی حکم نہیں دینے کا۔ اگر وہ تمہیں کسی بات کا (تمہارے دعوے کے مطابق) امر دے تو اس کا وہی معاملہ ہے جو ہم نے فرشتہ کی وحی کے بارے میں کہا[12] اور اگر جس چیز پر تم بھنبھنارہے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے دل میں کسی بات کا علم پیدا کیا تو (اس میں کیا خاص بات) ہر نفس میں علم پیدا کیا جاتا ہے (اور اس لحاظ سے) ہر انسان میں وہ بات پائی جارہی ہے جس سے (تمہارے زعم میں) ایک ولی دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور ہم نے اس کتاب اور دیگر کتابوں میں معاملے کی حقیقت بیان کر دی ہے اور ہم نے مکمل طور پر یہ بات مسترد کر دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی شریعت کا حکم دے کہ وہ اس کا مکلف ہو یا کسی

[12] اس کا حکم اس عبارت کے بالکل آغاز میں گذر چکا جہاں شیخ نے فرمایا: "فرشتہ اصلاً غیر نبی پر وحی لے کر اترتا ہی نہیں"، یعنی شیخ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کسی غیر نبی کو کسی چیز کا حکم نہیں دیتا

دوسرے کی طرف اسے مبعوث کیا جائے۔ البتہ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ حق تعالی کسی کو اپنے رسول پر نازل کردہ شریعت، جس کا اس نے مکلف ٹھہرایا ہے، کسی کو اس طرح سکھا دے جس طرح ہم نے اور ہماری راہ والوں نے بیان کیا ہے (اور یہ سکھانا) علمائے رسوم میں سے کسی کے سکھائے بغیر ہو (اور وہ) مبشرات کے ذریعے ہے جسے ہم میں آثار نبوت میں سے باقی رکھا گیا اور وہ نیک خواب ہے جو برحق ہے، (ایک گونہ) وحی ہے۔"

خلاف نصوص الہام وکشف معتبر نہیں

شیخ کہتے ہیں کہ قلب میں آنے والا ایسا ہر خیال کہ اللہ تعالی نے احکام کا نزول شروع کر دیا ہے، یہ شیطان کی کارستانی ہے۔ الہام وکشف کی صحت کو جانچنے کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہوتا۔ نبی اور ولی پر القائے وحی اور الہام کی مختلف کیفیات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ان كان وليا فيعرضه على الكتاب والسنة، فان وافق رآه خطاب حق و تشريف لا غير لا زيادة حكم ولا احداث حكم، لكن قد يكون بيان حكم او اعلاما بما هو الامر عليه فيرجع ما كان مظنونا معلوما عنده، وان لم يوافق الكتاب والسنة رآه خطاب حق وابتلاء لابد من ذلک فعلم قطعا ان تلک الرقيقة ليست برقيقة ملک ولا بمجلی الهی ولکن هی رقيقة شيطانية---فما بقی للاولياء اليوم بعد ارتفاع النبوة الا التعريف وانسدت ابواب الاوامر الهية والنواهی- فمن ادعاها بعد محمدﷺ فهو مدع شريعة اوحی بها اليه سواء وافق شرعنا او خالف- --- واما اليوم فالياس و الخضر على شريعة محمدﷺ اما بحكم الوفاق او بحكم الاتباع، وعلى كل حال فلا يكون لهما ذلک الا على طريق التعريف لا على طريق النبوة---وکذلک عيسى عليه

السلام اذا نزل فلا يحكم فينا الا بسنتنا عرفه الحق بها على طريق التعريف لا على طريق النبوة وان كان نبيا- فتحفظوا يا اخواننا من غوائل هذا المواطن تمييزه صعب جدا وتستحليه النفوس ويطرا عليها فيه التلبيس لتعشقها به[13]

"اگر وہ ولی ہے تو اسے کتاب و سنت پر پیش کرے۔ اگر وہ اسے محض اس کے مطابق پائے تو اپنے خطاب کو محض حق اور اعزاز و کرم جانے، جس میں حکم کی زیادتی ہے نہ کوئی نیا حکم۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حکم بیان ہو پہلے سے یا ثابت شدہ حکم کی خبر دی جائے، اس صورت میں جس چیز کا گمان غالب حاصل تھا وہ یقین کے درجے میں پہنچ جائے۔[14] اگر وہ کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو، تو یہ اپنے خطاب کو حق اور آزمائش سمجھے اور یہ از بس ضروری ہے، پس قطعی طور پر جان لے کہ یہ فرشتے کا پرتو ہے نہ تجلی الٰہی بلکہ وہ شیطانی پرتو ہے۔۔۔ اب اولیاء کے لیے نبوت کے اٹھائے جانے کے بعد صرف علم و عرفان (الٰہی) باقی ہے [15] جبکہ اوامر و نواہی الٰہیہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کا دعویٰ کرے وہ شریعت کا مدعی ہے کہ اس کی طرف وحی کی گئی ہے خواہ وہ ہماری شریعت کے موافق ہے یا مخالف۔۔۔ اب حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام شریعت محمد ﷺ پر ہیں خواہ اس لحاظ سے کہ ان کی شریعت آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہے یا اس لحاظ سے کہ وہ آپ کے تابع ہیں، ہر حال میں ان دونوں

---

[13] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۵۷۔۵۸

[14] یعنی اس کے اپنے حق میں اور اس کے دل میں یقین کی ٹھنڈک پیدا ہو جائے۔ اس سے اصول فقہ میں مراد لیا جانے والا یقین مراد نہیں بلکہ حکم کے بارے میں دل کا ذاتی اطمینان ہو جانا مراد ہے

[15] شیخ غیر نبی ولی کے لئے نبوت کی نفی فرما کر "تعریف" کا اثبات کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت اسی عبارت کے شروع میں گذری کہ اس طریق علم میں کسی حکم کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے ثابت حکم جو ظنی طور سے معلوم ہوتا ہے اس کی بابت دل میں یقین کی ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے۔

سے خطاب عرفان کے طریق سے ہو گا نہ کہ نبوت کے طریق سے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو ہمارے درمیان ہماری سنت (شریعت) کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ انہیں اس کا عرفان بطور تعریف پر عطا فرمائے گا نہ کہ بطور نبوت، اگرچہ وہ نبی ہیں۔ اے میرے بھائیو! اس مقام کے شیطانی پھندوں سے بچو، اس کی پہچان بہت کٹھن ہے۔ نفس کے لیے اس میں مٹھاس ہے، اس کی چاہت سے دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔"

غور کیجئے کہ اگر کوئی غیر نبی الہام سے ایسی بات کرے جو کتاب و سنت میں پہلے ہی سے ثابت شدہ ہو مگر اس کا دعوی ہو کہ اللہ نے اسے براہ راست نبی کی طرح اس کا حکم دیا ہے تو شیخ اسے نبوت کا دعوی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر نبی اللہ کی شریعت میں نبی کے واسطے سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ ایسی بات کہنے والا شخص اولیاء کو نبی سے بے نیاز ہو جانے کی بات کرنے والا ہو گا یا خود کو رسول اللہ ﷺ سے افضل کہتا ہو گا؟ اسی بات کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ اہل کشف کے ہاں اس بات پر اجماع ہے کہ کشف و الہام میں کسی حکم شرعی کا القاء نہیں کیا جاتا، ایسا خیال ایک التباس ہے جسے ترک کر کے حکم شرعی کی طرف متوجہ ہونا لازم ہے:

وان ورد علیه امر الهی فیما یظهر له یحل له ما ثبت تحریمه فی نفس الامر من الشرع المحمدی، فقد لبس فیه فیترکه ویرجع الی حکم الشرع الثابت- فانه قد ثبت عند اهل الکشف باجمعهم انه لا تحلیل ولا تحریم ولا شیء من احکام الشرع لاحد بعد انقطاع الرسالة والنبوة من اهل الله، فلا یعول علیه صاحب ذلک، ویعلم قطعا انه هوی نفسی [16]

[16] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۳۵۲

"اگر کسی ولی (کے خیال میں اس) پر ایسا امر الٰہی وارد ہوا جس میں کسی ایسی چیز کا حلال ہونا ظاہر ہو جس کی تحریم شرع محمدی ﷺ میں ثابت ہے تو اسے اشتباہ ہوا، وہ اس (خیال کو) ترک کر کے شرع کے ثابت شدہ حکم کی طرف رجوع کرے۔ اہل کشف کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل اللہ کے کشف میں حلال کرنے، حرام کرنے اور احکام شرع میں سے کوئی حکم انقطاع رسالت و نبوت کے بعد نہیں ہوتا۔ اس (خیال) کی طرف ولی متوجہ نہ ہو اور قطعی طور پر یہ جان لے کہ یہ نفسانی دھوکہ ہے۔"

الہام و کشف فہم شریعت یا تشریح سے عبارت ہے

نبی اور ولی پر اللہ کی طرف سے القاء کی جانے والی وحی کے محتویات کا فرق واضح کرتے ہوئے شیخ ایک مقام پر کہتے ہیں:

والذی اختص به النبی من هذا دون الولی الوحی بالتشریع فلا یشرع الا النبی و لا یشرع الا رسول خاصة، فیحلل و یحرم و یبیح و یاتی بجمیع ضروب الوحی، والاولیاء لیس لهم من الامر الا الاخبار بصحة ما جاء به هذا الرسول و تعیینه حتی یکون هذا التابع علی بصیرة فیما تعبده به ربه علی لسان هذا الرسول[17]

"اس (وحی) میں نبی کا ولی کے ساتھ امتیاز تشریع ہے۔ شریعت صرف نبی اور رسول ہی عطا کرتا ہے جنہیں نبوت خاصہ عطا ہوتی ہے، (انبیاء) امور کو حلال، حرام اور مباح کرتے ہیں اور وحی کی تمام اقسام کے ساتھ آتے ہیں، اس کے برعکس اولیاء کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ جو کچھ رسول لے کر آتے ہیں ان پر اس کی درستگی کھول دی جائے

17 الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص۸

اور اس کی وضاحت کر کے اس کا ابہام کھول دیا جائے (اور) جس کا اس تابع ولی کو اس کے رب نے اس نبی کی زبان سے مکلف بنایا ہے اس میں بصیرت حاصل ہو جائے۔"

یعنی اولیاء پر القاء ہونے والی چیز شریعت نہیں بلکہ فہم و عرفان شریعت ہوتا ہے اور اس عرفان کے باعث ولی صاحب بصیرت ہو کر رسول کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتا ہے، وہ کوئی شریعت ایجاد نہیں کرتا جیسے فقہاء نہیں کرتے۔ ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ انبیاء کی وراثت میں سے جو شے باقی بچی ہے وہ مبشرات کی قسم سے ہے اور اس کا شریعت سازی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں:

والله ما بقى الا ميراث و سلوك على مدرجة محمد رسول الله ﷺ خاصة، وان كان للناس عامة ولنا ولا امثالنا خاصة من النبوة ما ابقى الله علينا منها مثل المبشرات ومكارم الاخلاق، ومثل حفظ القرآن اذا ما استظهره الانسان، فان هذا وامثاله من اجزاء النبوة الموروثة [18]

"اللہ کی قسم اب صرف (نبی کی) میراث اور محض محمد رسول اللہ ﷺ کے راستے پر چلنا باقی ہے۔ اگرچہ لوگوں کے لیے عام طور سے جبکہ ہمارے اور ہماری طرح کے اولیاء کے لیے خاص طور سے اللہ نے نبوت کا کچھ حصہ باقی رکھا ہے جیسے مبشرات، اچھے اخلاق اور قرآن یاد کر لینا جب انسان اسے زبانی یاد کرتا ہے۔ یہ اور ان جیسے امور نبوت کے ان اجزاء میں سے ہیں جن کی وراثت (امت میں) آئی ہے۔"

ایک مقام پر اس سوال پر بحث کرتے ہوئے کہ "کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی محدث شریعت محمدی ﷺ کے خلاف کوئی بات کہے" شیخ نے خاصی جامعیت کے ساتھ الہام و کشف کے فہم شریعت سے تعلق کے مختلف پہلوؤں کو کھولا ہے۔ مناسب محسوس ہوتا ہے کہ یہ بحث پیش کر دی

[18] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۲۳۴

جائے تاکہ بات میں کوئی ابہام نہ رہے:

فانہ یجوز للشافعی ان یحکم بما یخالف بہ حکم الحنفی وکلاھما شرع محمدﷺ فانہ قرر الحکمین فخالفت شرعہ بشرعہ، فاذ اتفق ان تخبر انبیاء الاولیاء فیما یعلمھم الحق من احکام شرع رسول اللہﷺ او یشھدون الرسولﷺ فیخبرھم بالحق فی امر یری خلافہ احمد والشافعی ومالک وابوحنیفہ لحدیث رووہ صح عندھم من طریق النقل فوقفت علیہ انبیاء الاولیاء وعلمت من طریقھا الذی ذکرناہ ان شرع محمدﷺ یخالف ھذا الحکم وان ذلک الحدیث فی نفس الامر لیس بصحیح وجب علیھم امضاء الحکم بخالفہ ضرورۃ، کما یجب علی صاحب النظر اذا لم یقم لہ دلیل علی صحۃ ذلک الحدیث وقام لغیرہ دلیل علی صحتہ وکلاھما قد وفی فی الاجتھاد حقہ،فیحرم علی کل واحد من المجتھدین ان یخالف ما ثبت عندہ وکل ذلک شرع واحد، فمثل ھذا یظھر من انبیاء الاولیاء بتعریف اللہ انہ شرع ھذا الرسول، فیتخیل الاجنبی فیہ انہ یدعی النبوۃ وانہ ینسخ بذلک شرع رسول اللہﷺ فیکفرہ-وقد راینا ھذا کثیرا فی زماننا وذقنا من علماء وقتنا، فنحن نعذرھم لانہ ما قام عندہ دلیل صدق ھذہ الطائفۃ وھم مخاطبون بغلبۃ الظنون- وھؤلاء علماء بالاحکام غیر ظانین بحمد للہ، فلو وفوا النظر حقہ لسلموا لہ حالہ کما یسلم الشافعی للمالکی حکمہ ولا ینقضہ اذا حکم بہ الحاکم، غیر انھم رضی اللہ عنھم لو فتحوا ھذا الباب علی نفوسھم لدخل الخلل فی الدین من المدعی صاحب الغرض فسدوہ وقالو ان الصادق من ھؤلاء لا یضرہ سدنا ھذا الباب ونعم ما فعلوہ- ونحن

نسلم لھم ذلک ونصوبہم فیه و نحکم لھم بالاجر التام عند الله ولکن اذا لم یقطعوا بان ذلک مخطیء فی مخالفتھم فان قطعوا فلا عذر لھم فان اقل الاحوال ان ینزلوھم منزلة اھل الکتاب لا نصدقھم ولا نکذبہم، فانه ما دل لھم دلیل علی صدقھم ولا کذبہم، بل ینبغی ان یجروا علیه الحکم الذی ثبت عندھم مع وجود التسلیم لھم فیما ادعوه، فان صدقوا فلھم وان کذبوا فعلیھم[19]

”(یہ اس معنی میں جائز ہے کہ) امام شافعی کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایسی بات کا حکم دیں جو حنفی کے حکم کے خلاف ہو کہ دونوں ہی کو شرع محمد ﷺ نے برقرار رکھا ہے، پس تم نے (ایک لحاظ سے) آپ ﷺ کی شریعت کی مخالفت کی پر آپ ہی کی شریعت کی بنیاد پر۔ (اسی طرح) اگر ایسا ہو کہ انبیاء الاولیاء (یعنی محدثین) کو اللہ تعالی شریعت محمدی کے حوالے سے کسی درست بات کی خبر دیں یا آپ ﷺ سے ملاقات میں وہ انہیں حق بات بتائیں، جبکہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی و حنبل رحمہم اللہ کسی روایت کردہ حدیث کی بنیاد پر اس سے اختلاف کرتے ہوں، لیکن انبیاء الالیاء کو اس طرح، جس طرح ابھی گزرا، علم ہوا کہ آپ ﷺ کی شریعت دراصل اس کے خلاف ہے (جس کی طرف ان مجتہدین کا رجحان ہے) اور وہ حدیث (جس کی بنیاد پر ان کی یہ رائے بنی) درست نہیں، تو ان انبیاء الاولیاء پر واجب ہے کہ اس حدیث کے خلاف (جس سے مجتہدین نے استدلال کیا) فیصلہ کریں جس طرح مجتہد کے لئے (اپنے اجتہاد پر) عمل واجب ہے جبکہ اس کے نزدیک دلیل سے کچھ ثابت ہوا اور دوسرے کے نزدیک اجتہاد سے کچھ اور دونوں ہی نے اجتہاد کا حق ادا کیا، ان میں سے ہر ایک پر حرام ہے کہ اپنے اجتہاد کی مخالفت کرے

---

[19] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۱۱۹۔۱۲۰

جبکہ یہ سب ایک شریعت ہی کے تحت ہے۔ اسی کی مثل اللہ کے (عطا کردہ) علم سے محدثین پر ظاہر ہوتا ہے کہ (فلاں بات) رسول کی شریعت ہے۔ اور ان سے نا آشنا یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ لوگ دعویٰ نبوت اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر رہے ہیں اور وہ تکفیر کر دیتا ہے۔ ہم نے اپنے زمانے میں یہ بہت دیکھا ہے اور اپنے زمانے کے علماء سے ایسی باتیں جھیلی ہیں۔ ہم ان کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک گروہ اولیاء کی صداقت ثابت نہیں ہوتی، وہ غلبہ ظن ہی کے پابند ہیں۔ جبکہ اللہ کا شکر ہے کہ اولیاء احکام کو ظن سے جاننے والے نہیں ہوتے[20]۔ اگر یہ (علماء) غور و فکر کا حق ادا کرتے تو ان کی بات ایسے ہی تسلیم کرتے جیسے شافعی کسی مالکی کی بات تسلیم کرتا ہے اور اگر حاکم اس کے مطابق فیصلہ کرے تو وہ اسے توڑتا نہیں۔ البتہ اگر اولیاء (اس کشفی استنباط کا) دروازہ کھول دیتے تو صاحب غرض شخص کے دعویٰ کے سبب دین میں خلل واقع ہو جاتا۔ اسی لیے اولیاء نے اسے بند کر دیا اور کہا کہ سچے ملہم کو یہ دروازہ بند کرنے سے کوئی زیاں نہیں، حقیقت میں ان اولیاء نے یہ بہت ہی اچھا کیا اور ہم ان کی بات تسلیم کرتے ہیں اور انہیں درست قرار دیتے ہیں اور ان کے لیے اللہ کی بارگاہ میں اجر تام کے بھی قائل ہیں بشرطیکہ وہ قطعیت کے ساتھ یہ نہ کہیں کہ (صوفیا میں سے) ان کی مخالفت کرنے والا غلط ہے، اگر وہ قطعیت کے ساتھ ایسا کہیں تو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ (اس ملہم کا) کم سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ اہل کتاب کی مانند ہو کہ ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب[21] کیونکہ ان کے پاس ان کی سچائی یا جھوٹ کی کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ انہیں چاہئے کہ ان پر وہی حکم لاگو کریں جو ان کے نزدیک ثابت شدہ ہے،

---

[20] بلکہ انہیں قلبی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے

[21] بشرطیکہ ان معاملات میں شریعت بظاہر خاموش ہو، نہ یہ کہ وہ امور خلاف شریعت ہوں۔ شیخ کے کلام میں یہ قید پیچھے ذکر ہو چکی

ان (اولیاء) کے دعوے (کا حق) تسلیم کرتے ہوئے۔ پس اگر وہ سچے ہیں تو اس کا نفع ان کے لیے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو اس کا وبال بھی انہی پر۔"

اس عبارت میں شیخ نے بہت سے علمی مسائل کو سلجھا دیا ہے:

- پہلی بات یہ کہ محدث حکم شرعی کے بارے میں جو کہتا ہے وہ اس کی اپنی رائے نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کی طرف سے القاء ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے مجتہدین اللہ کی دی گئی عقلی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر حکم شرعی اخذ کرتے ہیں۔ جب انسان تقوی و پرہیز گاری کی روش اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی قلب کے اندر دین کا فہم القاء فرماتے ہیں
- جس طرح حلال و حرام کے معاملے میں مجتہدین کے باہمی اختلافات کو اختلاف شرع یا شریعت کو منسوخ کرنے پر محمول نہیں کیا جاتا اسی طرح اگر محدث کسی الہامی دلیل کی بنا پر مجتہدین کے بیان کردہ حکم شرعی سے اختلاف کرے تو اسے شریعت منسوخ کرنے والا کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ الہامات دین محمدی ﷺ کی شریعت ہی کے فہم سے متعلق ہوتے ہیں۔ جس طرح مجتہدین اپنے دلائل سے ثابت شدہ حکم شرعی پر عمل کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، محدث کے لئے بھی اپنی دلیل پر عمل کرنا ضروری ہو سکتا ہے۔ ان حقائق سے انجان لوگ محدث کی بات کو دعویٰ نبوت کرنے والا کہہ کر اس کی تکفیر کرنے لگتے ہیں جبکہ یہ مجتہدین کے اجتہادی اختلافات کے قبیل سے ہے
- البتہ محدثین کے ان الہامات پر قائم طریقہ استنباط کا دروازہ کھولنے سے دین میں رخنہ اندازی کا خطرہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے مفاد پرست اور جھوٹے لوگوں کو الہام و کشف کے نام پر دین سے کھیلنے کا موقع ملتا ہے، لہذا صوفیاء نے اس دروازے کو بند کر دیا اور ان کا یہ فیصلہ بہت ہی اچھا ہے، شیخ ابن عربی اس فیصلے کی تصویب کرتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس رائے کے مخالفین کو قطعی طور پر خطا کار سمجھا جائے کیونکہ اگر کوئی اس دروازے کو کھلا مانتا ہے تو ہم اس کی تصدیق و تکذیب کئے بغیر اسے اس کے حال پر چھوڑ سکتے

ہیں۔ اگر وہ اپنے دعویٰ الہام و کشف میں سچا ہوا تو عند اللہ ماجور ہو گا اور اگر جھوٹا ہوا تو اس کا وبال اسی پر ہو گا۔

- اس دروازے کو بند کر دینا کسی محدث کو نقصان نہیں دیتا۔

چنانچہ دیکھا جا سکتا ہے کہ شیخ کی گفتگو بالکل نکھری ہوئی ہے، انہوں نے اس معاملے میں دونوں زاویہ نگاہ رکھنے والوں کے نکتہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنی ترجیحی رائے کا بھی اظہار کر دیا ہے اور مخالف رائے رکھنے والے کے لئے جس قدر گنجائش ہو سکتی تھی وہ بھی بتا دی۔ اس کے بعد کسی کے ذہن میں کوئی ابہام نہیں رہنا چاہیئے کہ اس معاملے میں شیخ کے نکتہ نظر میں ایسی کوئی چیز ہے جسے کفر و بدعت یا گمراہی قرار دیا جا سکے۔

شیخ کہتے ہیں کہ اس طریقے کے ذریعے تشریح احکامات شرع کا دروازہ بند کر دیا جانا محدثین کو اس لئے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ ایک تو یہ امور تکلیفیہ میں سے نہیں اور دوسرا اس وجہ سے کہ الہام میں ایسی بات ظاہر ہی نہیں ہو سکتی جو خلاف شرع یا ماورائے شرع ہو:

> فلا يتعدى كشف الوحى فى العلوم الالهية فوق ما يعطيه كتاب نبيه و وحيه، قال الجنيد فى هذا المقام: (علمنا هذا مقيد بالكتاب والسنة) ، وقال الاخر: (كل فتح لا يشهد له الكتاب والسنة فليس بشىء)، فلا يفتح لولى قط الا فى الفهم فى الكتاب العزيز فلهذا قال (مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ: انعام 38)، وقال فى الواح موسى (وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ: اعراف 145) موعظة و تفصيلا لكل شىء، فلا يخرج علم الولى جملة واحدة عن الكتاب والسنة، فان خرج احد عن ذلك فليس بعلم ولا علم ولاية معا، بل اذا حققته وجدته جهلا [22]

---

[22] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۸۱

"علوم الٰہیہ کے باب میں کشف وحی جس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں وہ کبھی نبی کی کتاب اور وحی سے متجاوز اور ماوراء نہیں ہوتا۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے اس مقام کے بارے میں فرمایا: ("ہمارا یہ علم کتاب و سنت سے مقید ہے ")۔ ایک اور ولی فرماتے ہیں: ("ہر وہ کشف جس کی گواہی کتاب و سنت سے نہ ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ")۔ ولی پر جو بھی کچھ کھولا جاتا ہے وہ صرف اور صرف کتاب عزیز کا فہم ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا: ("نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو") اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی الواح کی بابت فرمایا: ("اور ہم نے لکھ دی موسی کے لئے تختیوں میں ہر چیز") یعنی ہر چیز کی نصیحت اور تفصیل، پس کسی بھی طور پر ولی کا علم کتاب و سنت سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کا علم کتاب و سنت سے خارج ہوا تو وہ نہ علم ہے نہ علم ولایت ہے بلکہ حقیقی طور پر جب تم اس کی تحقیق کرو گے تو (جان لو گے کہ) وہ جہالت ہے۔"

انبیاء الاولیاء کا مفہوم و حیثیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے وہ اولیاء جن پر اللہ تعالی الہام فرمائیں انہیں محدث اور ملہم کہا جاتا ہے اور شیخ ابن عربی بعض مقامات پر اپنے نظام فکر اور اصطلاحات کے توسعات کی رعایت کرتے ہوئے ان حضرات کے لئے بعض مقامات پر "انبیاء الاولیاء" کی اصطلاح بھی استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ گذشتہ عبارت میں بھی یہ ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ چونکہ یہ اصطلاح بھی لوگوں کے لئے غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہے لہذا اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

اس ترکیب سے شیخ قطعاً وہ انبیاء اور نبوت مراد نہیں لیتے جسے اصطلاحی معنی میں علمائے عقیدہ نبوت اور شیخ نبوت خاصہ کہتے ہیں بلکہ یہ ان کے نظام فکر کی اصطلاح نبوت عامہ کے توسع سے پیدا ہونے والے اطلاقات کی ایک صورت ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر بات صاف کرنے کے لئے

آپ ان کا ذکر یوں کرتے ہیں:

انبیاء الاولیاء اهل النبوة العامة [23]

"انبیاء الاولیاء (جو) نبوت عامۃ کے حامل ہوتے ہیں"

گذشتہ ابواب میں یہ تفصیل گزر چکی کہ علمائے عقیدہ کے اصطلاحی معنی والے انبیاء کی نبوت کو شیخ نبوت خاصہ کہتے ہیں جبکہ نبوت عامہ عام انباء واخبار سے متعلق ہوتی ہے۔ انبیاء کے مقامات کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

وان كان سؤاله عن مقام الانبياء من الاولياء اى انبياء الاولياء، وهى النبوة التى قلنا انها لاتنقطع فانها ليست نبوة الشرائع---فهذا هو مقام نبوة الولاية لا نبوة الشرائع [24]

"اور اگر (سائل کا) سوال اولیاء میں سے انبیاء یعنی انبیاء الاولیاء کے مقام سے متعلق ہے، تو یہ وہ نبوت (عامہ) ہے جس کا ذکر ہم نے کیا کہ وہ منقطع نہیں ہوتی کیونکہ وہ نبوت تشریع نہیں۔۔۔تو یہ مقام 'نبوت ولایت' کا ہے نہ کہ 'نبوت شرائع' کا"

یعنی انبیاء الاولیاء سے مراد وہ اولیاء ہیں جو نبوت عامہ کے تحت جاری وراثت نبوت یعنی مبشرات سے متصف ہوتے ہیں۔ چنانچہ دیکھا جاسکتا ہے کہ درج بالا طویل عبارت میں بھی یہ ترکیب محدثین ہی کے لئے دو مرتبہ استعمال ہوئی ہے اور اس عبارت سے یہ بات قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ان انبیاء الاولیاء یعنی محدثین کے الہام کو قطعی یا تکلیفی امر سمجھنا ضروری نہیں۔ اس

---

[23] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۳۶

[24] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۸۱

سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنی اصطلاحات کی رعایت رکھتے ہوئے جنہیں انبیاء الاولیاء کہہ دیتے ہیں، اس کا اس نبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جسے علم کلام وعقیدہ کی اصطلاح میں نبوت کہا جاتا ہے۔ اجزائے نبوت میں سے کسی ایک جزو سے متصف شخصیت کو اصطلاحی معنی میں مطلقاً نبی ورسول کہنا شیخ جائز نہیں کہتے، موجودہ بحث کی مناسبت سے ایک حوالے کا اعادہ فائدہ مند رہے گا:

کمن یوحی الیه فی المبشرات وهی جزء من اجزاء النبوة وان لم یکن صاحب المبشرة نبیا، فتفطن لعموم رحمة الله، فما تطلق النبوة الا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوة التی حجزت علینا وانقطعت، فان من جملتها التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا لنبی خاصة[25]

"جیسے کسی کی طرف مبشرات کے باب سے کوئی وحی آئے، جو کہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے، لیکن وہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہو جاتا۔ پس اللہ کی رحمت کے عموم کو سمجھو۔ تو (اصطلاح) نبوت کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے جو تمام اجزاء سے متصف ہو، پس وہی نبی ہے۔ یہی وہ نبوت ہے جو ہم سے روک لی گئی ہے اور جو منقطع ہو چکی، کیونکہ اس کی تکمیل کرنے والی چیز فرشتے کے ذریعے تشریع کا عمل ہے اور وہ نبی کے لئے خاص ہے۔"

ان انبیاء الاولیاء یعنی محدثین پر جو علم ظاہر ہوتا ہے، اس کی نوعیت اور ان کے مقام کو واضح کرتے ہوئے ایک اور مقام پر شیخ کہتے ہیں:

فهؤلاء هم الانبیاء الاولیاء ولا یتفردون قط بشریعة ولا یکون لهم خطاب

---

[25] الفتوحات المکیة: ج٦: ص٢٠٣

بها الا بتعريف ان هذا هو شرع محمدﷺ---فحكمهم حكم المجتهد الذي ليس له أن يحكم في المسألة بغير ما أداه إليه اجتهاده وأعطاه دليله وليس له أن يخطئ المخالف له في حكمه فإن الشارع قد قرر ذلك الحكم في حقه فالأدب يقتضي له أن لا يخطئ ما قرره الشارع حكما[26]

"یہ انبیاء الاولیاء ہوتے ہیں اور یہ کبھی بھی انفرادی شریعت والے نہیں ہوتے اور نہ ہی ان سے کسی شریعت کا خطاب کیا جاتا ہے، ماسوا اس عرفان کے کہ (فلاں معاملے میں) شرع محمد ﷺ کا حکم یہ ہے۔۔۔ پس یہ ایسے مجتہد کے حکم میں ہیں جس کے لئے کسی مسئلے میں ایسی بات کا فیصلہ جائز نہیں جو اس کے اجتہاد و دلیل کے خلاف ہو۔ اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مخالف کو اس کے (اجتہادی) حکم میں خطاکار کہے کیونکہ شارع نے اس حکم کو اس کے حق میں (اس کے اجتہاد کے اعتبار سے ایسے ہی) مقرر کیا ہے۔ پس ادب کا تقاضا ہے کہ جس چیز کو شارع نے بطور حکم مقرر کر دیا ہے اسے خطا نہ کہا جائے۔"

یعنی ان حضرات کا علم شریعت کے فہم و عرفان سے عبارت ہوتا ہے نیز اس علم سے ظاہر ہونے والا علم ان کی اپنی ذات کے لئے اجتہاد کی مثل ہوتا ہے اور جیسے ہر مجتہد اپنی دلیل کے لحاظ سے اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے، انبیاء الاولیاء یعنی محدثین و ملہمین بھی ایسا ہی کرتے ہیں نیز اپنے اجتہاد سے اختلاف کرنے والوں کی وہ تکفیر و تضلیل بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ انبیاء الاولیاء کی اصطلاح محض شیخ کے نظام فکر میں استعمال ہونے والے تصور نبوت کی لغوی وسعت کی بنا پر جنم لینے والے الفاظ ہیں اور جو اپنے مفہوم و مرتبے کے اعتبار سے ملہم، محدث و مجتہد کے ہم معنی ہیں۔ خوب سمجھ رکھنا چاہئے کہ یہ محدثین یا ملہمین نبوت خاصہ سے

---

[26] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۲۳۰

متصف نہ ان انبیاء کی طرح ہوتے ہیں جو تشریع لنفسہ کے حامل ہوا کرتے تھے نہ تابع یا محافظ انبیاء کی طرح۔ اول الذکر صفت کے حامل پچھلی امتوں میں ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جن پر فرشتہ انفرادی احکام نازل کیا کرتا نیز وہ ان احکام میں کسی رسول کی شریعت کے تابع نہ ہوتے۔ اس کے برعکس موخر الذکر حضرت ھارون علیہ السلام کی طرح وہ انبیاء ہوا کرتے تھے جو کسی رسول کی شریعت کی متابعت میں جزوی "تکلیفی احکامات" کا اجراء فرمایا کرتے جن پر ایمان لانا لازم ہوتا۔ چنانچہ شیخ نے واضح کردیا ہے کہ انبیاء الاولیاء یعنی محدثین کو ان دونوں میں سے کوئی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے نزدیک کشف و الہام سے حاصل ہونے والا علم کوئی ایسی حقیقت نہیں جو کتاب و سنت کے متوازی حیثیت رکھتا ہو بلکہ یہ نصوص ہی کا فہم ہوتا ہے جو اللہ کے فضل سے بندے پر القاء کیا جاتا ہے۔ اس القاء شدہ علم کی صحت و عدم صحت جانچنے کا پیمانہ از خود نصوص ہی کے الفاظ ہوتے ہیں، اگر ان میں ان الہامی اشارات کے لئے گنجائش موجود نہ ہو تو انہیں قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح اگر یہ اشارات و علوم نبی پر نازل ہونے والی شریعت کے واضح حکم کے خلاف ہوں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ شکل نمبر 26 میں محدثین و ملہمین کو نبوت خاصہ کے دائرے سے باہر دکھایا گیا تھا۔ یعنی باوجود یہ کہ یہ حضرات الہام و کشف سے فیض یاب ہوتے ہیں مگر شیخ کی فکر کی رو سے نہ ان پر ایمان لانا لازم ہوتا ہے نہ ان پر القا کئے جانے والے امور پر، یعنی یہ حضرات تکلیف کو لازم نہیں کرتے۔ چنانچہ نبوت خاصہ کے دائرے کے اندر موجود محافظ انبیاء اور ان محدثین کے فرق کو شکل نمبر 27 میں ظاہر کیا گیا ہے، یہ فرق ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس شکل سے دیکھا جاسکتا ہے کہ شیخ کے نظام فکر میں رسول سے محدث کا یہ فرق ترتیب وار ہے جس میں ہر قدم پر ایک نوع کے اندر دوسرے کے مقابلے میں ایک خاصیت کم ہو جاتی ہے جبکہ کچھ برقرار بھی رہتی ہے۔

شکل 27: مقامات سعادت میں محدثین کا مقام
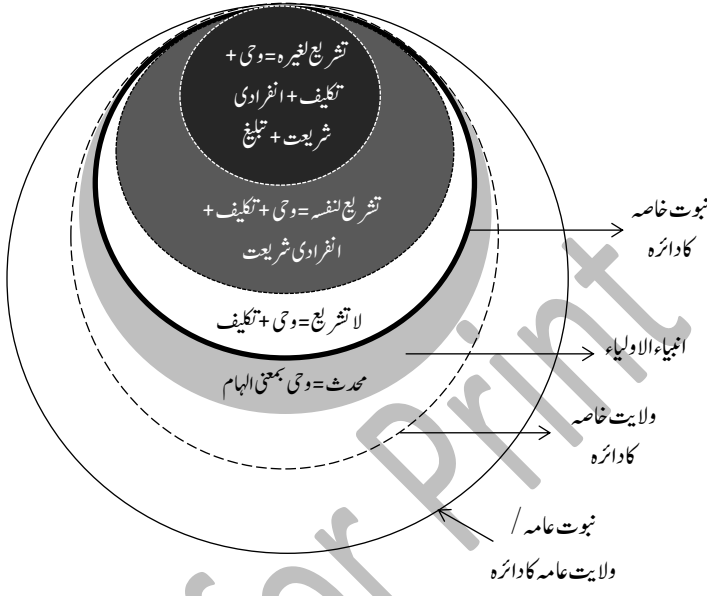
الہام و کشف کی حیثیت پر چند عمومی سوالات

اس مقام پر کشف و الہام اور فہم دین کے دعوے سے ذہنوں میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں، مختصراً ان پر گفتگو کئے لیتے ہیں۔

پہلا سوال: جب الہام و کشف کو فہم شریعت کے ایک ذریعے کے طور پر مان لیا گیا تو اس کے بعد یہ بات کیوں کر درست ہو سکتی ہے کہ الہام و کشف شریعت سازی سے عبارت نہیں؟ ایک شخص اپنے الہامی فہم کی بنیاد پر نصوص کے جو معنی سمجھے گا نیز اس سے جو حکم ثابت ہو گا، کیا وہ حکم شرعی نہیں کہلائے گا؟ ایسے میں یہ کہنا کیسے درست ہوا کہ الہام و کشف کے ذریعے "تشریع" نہیں بلکہ "تشریح" ہوتی ہے؟

جواب: یہ سوال اپنی وضع میں بظاہر اہم معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً علمی وزن نہیں رکھتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الہام کے ذریعے حاصل شدہ فہم شریعت تشریع کے ہم معنی ہے تو عقلی طرق استدلال اختیار کرکے جو احکامات اخذ کئے جاتے ہیں وہ اسی قسم کی تشریع کے ہم معنی کیوں نہیں؟ دونوں میں جوہری فرق کیا ہے؟ بات سمجھانے کے لئے چند مثالوں پر غور کیجئے۔ تمام فقہی مکاتب فکر (بشمول جدید دور کے محققین) "قیاس العلۃ" کی شرعی حجت کے قائل ہیں۔ اس کا مطلب علت کے اعتبار پر ایک غیر منصوص "حکم شرعی" ثابت کرنا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اس قیاس میں علت کا منصوص ہونا شرط نہیں۔ عقل کے ذریعے تشریع کا یہ سلسلہ قیاس تک نہیں رکتا، اس سے ذرا زیادہ وسیع تصورات استحسان اور مصلحت ہیں۔ ان طریقوں سے جو معلوم ہوتا ہے مجتہدین اسے بھی "حکم شرعی" کہتے ہیں۔ ذرا اور آگے بڑھیں تو اس کے بعد "مقاصد شریعہ" کا ایک بڑا دائرہ آجاتا ہے جو قیاس و استحسان کے مقابلے میں مزید وسیع اور معین نص سے زیادہ عمومی عقلی طرز استدلال ہے لیکن اس اعتبار پر بھی "حکم شرعی" ہی متعین ہوتا ہے۔ ایک فقہی گروہ کہتا ہے کہ مفہوم مخالف حجت ہے، دوسرا کہتا ہے یہ حجت نہیں۔ پس جس کے نزدیک وہ حجت ہے وہ اس سے ثابت شدہ بات کو حکم شرعی کہتا ہے اور دوسرا اسے حکم شرعی نہیں مانتا۔ اہل علم یہ بات جانتے ہیں کہ طرق استنباط اور شرعی حجتوں کے باب میں مختلف مناہج فقہ کے مابین صدر اسلام سے اختلافات رہے ہیں، یہاں تک کہ قیاس، جسے مجتہدین عام طور پر اخذ احکام شریعہ کا سب سے معتبر طریقہ استنباط قرار دیتے ہیں، اس پر بھی اختلافات رہے۔[27] اسی طرح احناف استحسان کو حجت شرعی کے طور پر قبول کرتے تھے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے نہ صرف اس کا رد کیا بلکہ

---

[27] قیاس کے تصور پر بھرپور تنقید علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے یہاں ملتی ہے، ملاحظہ کیجئے المحلی: جلد ۱: ص۸۷۔۸۴۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کو اجتہاد و قیاس کے جواز پر دلائل دینا پڑے، مثلاً دیکھئے: اصول البزدوی (لامام فخر الاسلام البزدوی): ص۵۵۷۔۵۶۴، نیز معرفۃ الحجج الشریعۃ (لامام ابوالیسر البزدوی): ص۱۵۶-۱۶۱۔

"شریعت سازی" قرار دیا۔[28]

پھر مزید غور کیجئے کہ ایک گروہ چودہ سو سال بعد اپنی عقل سے قرآن کا ایک نظم وضع کرلیتا ہے (پورے قرآن کی سورتوں کے 8 یا 9 گروپ، پھر گروپوں کے اندر سورتوں کے جوڑے، ہر سورت کا عمود وغیرہ جیسی اصطلاحات وضع کرتا ہے جن کا سراغ چودہ سو سال میں نہیں ملتا)، اس نظم قرآن کے اندر اتمام حجت جیسے اصول وضع کرتا ہے اور اپنے اجتہاد سے اللہ کے رسول ﷺ کی نصوص میں مقرر کردہ بعض احکامات کو مقید کرتا اور بعض کو مطلق چھوڑتا ہے۔ پھر اپنی عقل سے وضع کردہ اس نظم قرآن کو وہ دین کا قطعی ماخذ بھی قرار دیتا ہے۔ کچھ مزید نئے قسم کے لوگوں کا دعوی ہے کہ نازل شدہ احکام تو محض ان مقاصد کو سمجھنے کے لئے تھے جو اللہ کے دین کے پیش نظر تھے، پس مقاصد اصل ہیں اور انسان اس بات کے لئے آزاد ہیں کہ تمدنی تقاضوں کے مطابق ایسے احکام وضع کرلیا کریں جو اصل مقاصد کو محفوظ بنانے والے ہوں، اگرچہ اس عمل میں نازل شدہ احکامات معطل کرنا پڑیں۔

ان چند مثالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے اجتہاد کہتے ہیں، یہ عقلی طرق استدلال کے ذریعے فہم نصوص و تشریح ہی سے عبارت ہے، اگرچہ اس میں قدم قدم پر بظاہر "تشریع" ہی ہورہی ہوتی ہے۔ تو کیا اب یہ کہا جائے گا کہ سب مجتہدین معاذ اللہ شریعت ساز تھے؟ ہرگز نہیں، بلکہ مجتہدین و اصولیین اپنی اس کاوش کو "استنباط" کہتے ہیں جس کا مقصد کوئی نیا حکم وضع کرنا نہیں بلکہ نصوص کے الفاظ میں جو حکم پہلے سے موجود ہوتا ہے اسے ظاہر کرنا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اجتہاد "مظہر حکم شرعی" (یعنی حکم شرعی کو ظاہر کرنے) کا نام ہے نہ کہ "وضع حکم شرعی" کا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ "اظہار" کون کررہا ہے اور کس ذریعہ فہم سے؟ جواب ہے ایک مجتہد نہ کہ خود نبی نیز اس کا ذریعہ فہم عقلی طرق استدلال ہیں۔ پس اگر عقلی طرق استدلال سے اخذ

---

[28] ملاحظہ کیجئے استحسان پر امام شافعی کی بحث: الرسالۃ: ص ۵۰۳-۵۲۰۔ اس کے جواب میں احناف کی طرف سے استحسان کے جواز کے لئے ملاحظہ فرمائیں: اصول البزدوی (لامام فخر الاسلام البزدوی): ص ۶۱۱-۶۱۵

کردہ احکام شریعہ کو "فہم شریعت" یا "تشریح" کہا جاسکتا ہے تو ایک صوفی کو اللہ کے فضل سے بذریعہ الہام و کشف کسی آیت یا حدیث کا کوئی مفہوم سمجھ آجائے جس کی گنجائش نصوص کے ظاہری الفاظ کے اندر موجود ہو تو اسے تشریح و فہم شریعت کیوں نہیں کہا جاسکتا اور اسے کیوں کر تشریع قرار دیا جائے؟

شیخ ابن عربی اپنی تحریر میں جابجا ایسے فقہاء و متکلمین سے شکوہ کرتے دکھائی دیتے ہیں جو اس بنا پر ان کی تضلیل کرتے ہیں کہ یہ الہام و کشف کو کسی معنی میں ماخذ تفسیر کیوں مانتے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ متکلمین خود عقلی قرائن کو بنیاد بنا کر نصوص کے ظاہری مفاہیم کو تفویض کے اصول پر لے جائیں لیکن اس سے تو دین میں مداخلت کا کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوتا لیکن ایک صوفی اپنے الہام و کشف کی بنیاد پر نصوص سے ہم آہنگ تعبیر و تفسیر کرے تو یہ مداخلت فی الدین بن جاتی ہے۔ ایسے لوگوں سے شیخ شکوہ کناں ہیں کہ "میرے دوست، میرے ساتھ انصاف کرو"!

دوسرا سوال: اس مقام پر سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ مجتہدین کے عقلی طرق استدلال کو نصوص پر پیش کر کے جانچا جاسکتا ہے، اس کے برعکس جب کوئی صوفی یہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں بات کشف و الہام سے معلوم ہوئی تو اس کی بات کو کیسے جانچا جاسکتا ہے؟

جواب: یہ سوال اس غلط فہمی پر مبنی ہے گویا صوفیاء اور شیخ ابن عربی کا کہنا یہ ہے کہ صوفی کا الہام و کشف قرآن و سنت سے آزاد حیثیت میں از خود حجت ہوتا ہے۔ اس کتاب کا نفس مضمون اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس موضوع پر شیخ ابن عربی کی تمام متعلقہ ابحاث کو ان کے الفاظ میں پیش کریں، البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک الہام و کشف اکثر و بیشتر اشارات کے قبیل سے ہوتے ہیں (جیسے خواب) اور ان کی وہی تعبیر درست و جائز ہوتی ہے جن کی گنجائش نصوص کے ظاہری الفاظ دیتے ہوں۔ چنانچہ نصوص کے الفاظ کے خلاف یا ان کے معنی کو معطل کر دینے والی الہامی و کشفی تعبیرات کو وہ درست نہیں سمجھتے جیسا کہ اسی باب میں "شیخ ابن عربی اور

باطنیت" کے موضوع پر گفتگو سے واضح ہو گا۔ پس جس طرح مجتہدین کے عقلی طرق استدلال کے لئے نصوص کے ظاہری معنی سے استدلال بہر حال شرط ہوتا ہے، الہام و کشف کے لئے بھی یہی پیمانہ ہے کہ نصوص کے الفاظ میں اس کی گنجائش موجود ہو۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ مجتہدین کے سب عقلی طرق استدلال قوت استنباط کے اعتبار سے ایک ہی سطح کے یا قطعی نوعیت کے نہیں ہوتے لیکن اس کے باوجود وہ انہیں حکم شرعی کے طرق استنباط مانتے ہیں۔

تیسرا سوال: بعض لوگوں کو یہ سوال پریشان رکھتا ہے کہ آخر یہ پتہ کیسے چلتا ہے کہ کونسا الہام و کشف خدا کی طرف سے ہے اور کونسا کسی دوسرے ذریعے سے؟

جواب: شیخ ابن عربی اور صوفیاء قلب پر وارد ہونے والے خیالات (جنہیں شیخ ابن عربی "خواطر" کہتے ہیں) کو چار اقسام میں تقسیم کرتے ہیں: (1) ربانی، (2) ملکی، (3) نفسانی اور (4) شیطانی[29]۔ صوفی روایت میں شیخ (یا جسے پیر کہتے ہیں) کا ایک کام یہی ہوتا ہے کہ وہ مرید کے حال اور مقام پر نظر رکھتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کے مصادر کی نشاندہی کرتا رہے۔ شیطانی سے لے کر ربانی خواطر تک سفر طے کروانے کے ان کے ہاں مختلف اسباق ہیں جنہیں کسی ایسے شخص کی زیر نگرانی طے کیا جاتا ہے جس نے خود کسی شیخ کی زیر نگرانی یہ منازل طے کی ہوں۔ چنانچہ صوفی روایت میں خواطر کے ماخذ کو ملحوظ رکھنا ایک اہم چیز ہے کیونکہ انہیں گڈ مڈ کر دینا اخروی نجات پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی روایت میں شیخ اور رابطہ شیخ پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے، یعنی مرید اپنے قلب پر وارد ہونے والے خیالات (خواطر) کو مرشد پر پیش کر کے ان کی حیثیت معلوم کرتا رہے تاکہ مرشد اس کی روحانی تربیت و توازن کے لئے ضروری ہدایات جاری کرتا رہے۔ یہ ایک باقاعدہ علم ہے جسے صرف "باہر سے کھڑے ہو کر" نہیں سمجھا جا سکتا۔ بات سمجھنے کے لئے یوں مثال لیجئے کہ یہ کچھ اسی قسم کی تربیت ہوتی ہے جو ایک شخص کو علوم دینیہ میں درست حکم

---

[29] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۴۲۵

شرعی اخذ کرنے کے لئے فراہم کی جاتی ہے تا کہ وہ صحیح اجتہاد کر سکے۔ جس طرح علوم دینیہ میں مہارت حاصل کرنے والا ہر شخص لازماً مجتہد نہیں بن جاتا اسی طرح صوفی روایت میں بھی ہر شخص ان تمام منازل کو طے کر کے محدث و ملہم نہیں بن جاتا۔ ہر شخص اپنی محنت و ذوق کے مطابق اللہ کے فضل سے حصہ پاتا ہے۔ چنانچہ یہ فرض کرلینا کہ صوفیاء ہر شخص کے دعویٰ الہام و کشف کو آنکھ بند کر کے قبول کرلینے کے قائل ہیں ایک سطحی نوعیت کا مفروضہ ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص فقہ کی کتابوں میں اجتہاد کے ذریعے حکم شرع معلوم کرنے کی بات دیکھ کر یہ فرض کرلے کہ فقہاء ہر کسی کے دعویٰ اجتہاد کو درست مان لیتے ہیں اور یہ سوچ کر وہ پریشان رہنا شروع کر دے۔ نیز یہ سوال بھی علمی اعتبار سے کچھ زیادہ وزنی نہیں کہ آخر درست اور غلط الہامی تعبیر کا فیصلہ کیسے ہو گا کیونکہ بعینہ یہی سوال پلٹ کر مجتہدین پر بھی اٹھایا جاسکتا ہے جن کی علمی کاوشوں کے نتیجے میں خود اہل سنت کے اندر "چار مستقل مذاہب" بلکہ دیگر رجحانات بھی موجود ہیں اور ہر گروہ اس کا دعوے دار ہے کہ اس ہی کا مذہب حق ہے۔ اگر ایک دائرے کے اندر رہتے ہوئے عقلی طرق استدلال سے جنم لینے والے فہم شرع کے اختلاف کو روا رکھنے کی گنجائش موجود ہے تو کشف و الہام کی ایسی کیا تخصیص کہ اس سے جنم لینے والے اختلاف کو "اصلاً" ہی شجرہ ممنوعہ قرار دیا جائے یا اسے کفر و بدعت و شریعت سازی کہا جائے؟ اس کی کوئی نقلی دلیل ہے نہ عقلی۔

چوتھا سوال: ایک عمومی سوال یہ ہے کہ جب صوفی کے الہام و کشف کے وقوع کی جانچ نہیں کی جاسکتی تو ہمیں اس پر اطمینان کیوں کر ہو؟ آخر اس باب میں فصل نزاع کیسے ہو گا؟

جواب: یہ سوال گفتگو کو ہمارے موضوع سے بہت دور لے جاتا ہے اس لئے یہاں ہم اس پر تفصیلی گفتگو میں نہیں جانا چاہتے لیکن یہ سوال پوچھنے والے حضرات کی توجہ ہم تین امور کی طرف دلانا چاہتے ہیں۔

- یہ کہنا کہ صوفیاء کے دعوے کو جانچنا ممکن نہیں ایک غیر علمی بات ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ کسی کامل شخصیت کے زیر تربیت اپنے نفس کو پاکیزہ بناؤ اور ہر معاملے میں اتباع نبوی ﷺ

اختیار کرو، قوی امید ہے کہ تم بھی اس کا تجربہ کروگے جو امت کی یہ پاکیزہ ارواح بیان کرتی آئی ہیں۔ گویا "یہ گھوڑااور یہ میدان" والا معاملہ ہے، ہمت کیجئے اور آگے بڑھئے۔ امام غزالی رحمہ اللہ اپنی داستان حیات میں بتاتے ہیں کہ میں نے ہمت کی اور اس دعوے کو جانچا، اور اسے سچا پایا۔ ہاں اگر کسی کا مطالبہ یہ ہے کہ مجھے میدان سے باہر کھڑے کھڑے ہی ساری منازل طے کرواکے دکھائی جائیں تو ایسا مطالبہ وہ کسی بھی صاحب علم کے سامنے کرکے دیکھ لے اسے اپنے دعوے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ ماہرین حدیث کہتے ہیں کہ جو شخص تمام عمر فن حدیث میں مہارت پیدا کرتا ہے اسے ایک ایسا دقیق فہم حاصل ہو جاتا ہے جس کی بنیاد پر وہ کسی بظاہر صحیح حدیث کی چھپی ہوئی علتیں بھانپ کر سمجھ جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔[30] اسے کیانام دیاجائے؟ اور اگر کسی طالب علم کا علم حدیث کے کسی ماہر سے یہ مطالبہ ہو کہ میں حدیث تو ایک بھی نہیں پڑھوں گا لیکن علت بھانپ لینے کا یہ فن مجھے سکھاؤ ورنہ تمہاری علمی مہارت کے دعوے کو میں نہیں مانتا، تو ایسے طالب علم کو کیا کہاجائے گا؟

- دوسری بات یہ کہ کسی بات کا "عقلی" طرق استدلال پر مبنی ہونا یا جانچ کے قابل ہونا فصل نزاع کو لازم نہیں کرتا، اگر ایسا ہوتا تو خود اہل سنت کے ہاں چار کے بجائے ایک ہی فقہی مذہب ہوتا جبکہ سب کے سب اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم عقلی طرق استدلال سے بات کر رہے ہیں۔ سب دنیاوی علوم کے ماہرین کا دعوی بھی یہی ہے کہ ہماری بات عقل پر مبنی ہے اور یہ جانچی جاسکتی ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے اختلافات ختم نہیں ہوسکے۔

---

30 علم حدیث کے ایک امام علامہ ابن الصلاح اس علم کی گہرائی و پیچیدگی کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اعْلَمْ أنَّ معرفةَ علَلِ الحديثِ مِنْ أجلِّ علومِ الحديثِ وأدقِّها وأشرفِها، وإنَّما يَضْطَلِعُ بذلكَ أهلُ الحِفْظِ والخِبْرَةِ والفَهْمِ الثَّاقِبِ، وهي عبارةٌ عَنْ أسبابٍ خفيَّةٍ غامِضَةٍ قادِحَةٍ فيهِ. فالحديثُ المعلَّلُ: هو الحديثُ الذي اطُّلِعَ فيهِ على عِلَّةٍ تَقدَحُ في صحَّتِهِ مَعَ أنَّ ظاهِرَهُ السلامةُ منها (مقدمۃ ابن الصلاح: ص ۱۸۷)

- آخری بات یہ کہ یہ جسے "اطمینان" کہتے ہیں یہ ایک پیچیدہ عمل کا نام ہے۔ امام بخاری صحیح حدیث کے لئے شرط لگاتے ہیں کہ راویوں کی ملاقات ثابت ہو، اس کے بغیر انہیں صحیح اتصال سند کا اطمینان نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس امام مسلم اس شرط کو لازم نہیں سمجھتے، گویا انہیں اس کے بغیر بھی اتصال سند کا اطمینان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح راوی کی صحت جانچنے کے لئے عدالت و ضبط کے پیمانوں پر ائمہ حدیث کے اختلافات ہو جاتے ہیں اور جن کی نوعیت یہی ہوتی ہے کہ قابل اطمینان راوی کون ہے اور کون نہیں۔ الغرض یہ باتیں صرف بطور مثال عرض کی ہیں، اطمینان کی یہ بحث ایک پیچیدہ موضوع ہے جو ہمارے مضمون سے تعلق نہیں رکھتا لہذا ہم اسے یہاں چھوڑ دیتے ہیں۔ اصل الاصول یہی ہے کہ ایک شخص اپنے کشف و الہام کی بنیاد پر جس فہم کا دعوی کر رہا ہے اسے تین پیمانوں پر جانچ لیں:

(الف) کیا وہ عقلاً ممکن ہے؟

(ب) کیا دعوی کرنے والا سچا اور لائق اعتبار شخص ہے؟

(ج) اس کا یہ دعوی نصوص کے ساتھ ہم آہنگ ہے؟

اگر وہ ان پیمانوں پر پورا نہیں اترتا تو اسے چھوڑ دیں، پورا اترے تو مان لیں۔ اور اگر پھر بھی کسی کا دل "مطمئن" نہیں ہوتا تو شیخ ابن عربی اور صوفیاء نے کب کہا ہے کہ اسے ماننا امور تکلیفیہ میں سے ہے؟ یہ بالکل وہی گفتگو ہے جو شیخ نے اپنی کتاب کے مقدمے ہی میں درج کر دی اور جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی و سلفی علماء ایک دوسرے کے عقلی دلائل سے "مطمئن" نہیں ہوتے، باوجود اس سے کہ ہر کوئی نصوص اور عقلی طرق سے استدلال کرتا ہے۔ اگر ان فقہی مذاہب کا آپسی اختلاف "باہمی عدم اطمینان کے باوجود" قابل قبول ہو سکتا ہے تو دائرہ شریعت میں صوفی کے وجود کے قابل قبول ہونے کے لئے "اطمینان کرانے" کی شرط کیوں کر ضروری سمجھی جائے؟ ہم شیخ ہی کے الفاظ میں ناقدین سے کہیں گے: "این الانصاف" (اس میں انصاف کہاں ہے)؟

ہم اصل بحث سے کافی دور آنکلے لیکن امید ہے یہ تفصیل بہت سی غلط فہمیوں اور الجھنوں کو دور کر دے گی۔ ممکن ہے کوئی صاحب علم اس گفتگو سے اختلاف کریں لیکن ہماری اس کتاب کا مقصد ہر قسم کے مسائل میں رفع اختلاف کرانا نہیں ہے بلکہ یہ پوچھنا ہے کہ کیا درج بالا اختلاف کی بنیاد پر شیخ ابن عربی کی تکفیر کی جاسکتی ہے؟ کیا انہیں بدعتی کہا جاسکتا ہے؟ کیا انہیں منکر ختم نبوت بھی کہا جاسکتا ہے؟ پس اختلاف ضرور کیجئے لیکن اس کی نوعیت جان کر کیجئے تاکہ فتوی لگانے میں آپ حد اعتدال سے نہ گزر جائیں۔

پانچواں سوال: صوفیاء کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے الہام وکشف کو قطعی حقائق کی طرح مانتے ہیں۔ آخر اس دعوے میں اور انبیاء کی وحی کے دعوے میں کیا فرق رہا؟

جواب: اعتبار محض الفاظ کا ہی نہیں بلکہ احکام کا ہوتا ہے۔ کیا خود غامدی صاحب اور ان کے استاد امین احسن اصلاحی صاحب اپنے وضع کردہ نظم قرآن کو قطعی نہیں کہتے؟ غامدی صاحب اپنی تحریر وتقریر میں قطعیت سے کم تر دعوی ہی نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ غامدی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھ سے اختلاف کیا جاسکتا ہے نیز میری بات کو نہ ماننے والا کافر نہ ہو گا۔ بعینہ یہی بات صوفیاء بھی کہتے ہیں جیسا کہ خود شیخ ابن عربی کی عبارات سے اس کی وضاحت ہو چکی۔ کسی شخص کی ایک بات کا معنی متعین کرنے کے لئے اس کے مجموعی کلام کو سامنے رکھ کر ہی فیصلہ کیا جاتا ہے، اس کی تقریر وتحریر میں محض لفظ قطعی دیکھ کر یا سن کر کوئی حکم جاری نہیں کر دیا جائے گا۔ بات اتنی ہے کہ جس شخص پر کشف والہام کی عنایات کے سبب حقائق کا کشف ہو رہا ہو اور وہ حقائق نصوص کے خلاف بھی نہ ہوں، اگر وہ اسے اپنی ذات کے لئے ایسا علم سمجھتا ہو جو لائق اعتبار وعمل ہوتا ہے تو اس میں ختم نبوت کے انکار یا کفر وبدعت کا کونسا پہلو شامل ہے؟

شیخ ابن عربی اور قطعی مصادر دین

آیئے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک احکام شریعت کے قطعی

مصادر کیا ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ متفق علیہ ماخذ شرع تین ہیں:

اعلم ان اصول احکام الشرع المتفق علیها ثلاث: الکتاب، والسنة المتواترة والاجماع، واختلف العلماء فی القیاس[31]

"جان لو کہ احکامات شرع کے اصول جن پر سب کا اتفاق ہے تین ہیں: کتاب، سنت متواترہ اور اجماع، البتہ علماء کا قیاس (کی حجیت) میں اختلاف ہے۔"

اسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ولما کان شرع اللہ وحکمه فی حرکات الانسان المکلف، لایوخذ الا من القرآن --- او ما صح عن رسول اللہﷺ الذی قام دلیل علی صدقه انه مخبر عن اللہ جمیع ما شرعه فی عبید اللہ- وقد یکون ذلک الخبر اما باجماع من الصحابة وهو الاجماع او من بعضهم بنقل العدل الی العدل وهو خبر الواحد- وبای طریق وصل الینا فنحن متعبدون بالعمل به بلا خلاف بین علماء الاسلام[32]

"مکلف انسان کے افعال کے حوالے سے حکم الٰہی کی مشروعیت کا ماخذ قرآن ہے۔۔۔ یا رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ روایت ہے جن کے صدق پر دلیل قائم ہے کہ وہ بندگان خدا کے لئے جو شریعت طے کر رہے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ نیز یہ خبر کبھی صحابہ کے اجماع سے مروی ہوتی ہے اور یہی اجماع ہے، یا ان میں سے بعض قابل اعتماد راویوں کے ذریعے منتقل ہوتی ہے یہ خبر واحد ہے۔ الغرض ہم تک وہ کسی بھی

---

[31] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۲۴۳

[32] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۲۴۴

طریقے سے پہنچے ہم اس پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اس میں علمائے اسلام کا کوئی اختلاف نہیں۔"

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے نزدیک قطعی مصادر شرع قرآن، سنت متواترہ اور اجماع صحابہ ہیں۔ اس سے یہ بات پھر واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ کشف والہام کو فہم شریعت اور طرق استنباط کی سطح پر رکھتے ہیں نہ کہ قرآن و سنت سے کسی متوازی ماخذ علم کے طور پر۔ تعبیر الہام و کشف اور نصوص کے اس تعلق کو وہ کس طرح دیکھتے ہیں، نیز الہام و کشف کو جانچنے کے لئے میزان از خود نبی کا کشف ہے، اس حوالے سے شیخ کا درج ذیل اقتباس قابل غور ہے:

وان ورد علیه امر الهی فیما یظهر له یحل له ما ثبت تحریمه فی نفس الامر من الشرع المحمدی ﷺ فقد لبس فیه فیترکه و یرجع الی حکم الشرع الثابت، فانه قد ثبت عند اهل الکشف باجمعهم انه لا تحلیل ولا تحریم ولا شیء من احکام الشرع لاحد بعد انقطاع الرسالة اولنبوة من اهل الله، فلا یعول علیه ذلک ویعلم قطعا انه هوی نفسی اذ کان ذلک الامر المحلل او المحرم هذا شرطه، ولا یمنع التعریف الالهی لاهل الله بصحة الحکم المشروع فی غیر المتواتر بالمنصوص علیه، وما فی المتواتر المنصوص اذ ورد التعریف بخلافه فلا یعول علیه، هذا لا خلاف فیه عند اهل الله من اهل الکشف و الوجود---فایاک ان ترمی میزان الشرع من یدک فی العلم الرسمی والمبادرة لما حکم به، فان فهمت منه خلاف ما یفهم الناس مما یحول بینک و امضاء ظاهر الحکم به، فلا تعول علیه فانه مکر نفسی بصورة الهیة من حیث لا تشعر، وقد وقعنا بقول صادقین من اهل الله ممن التبس علیهم هذا المقام و یرجحون کشفهم وما ظهر لهم فی فهمهم مم یبطل ذلک الحکم المقرر

فیعتمدون علیه فی حق نفوسهم ویسلمون ذلک الحکم المقرر فی الظاهر للغیر، وهذا لیس بشیء عندنا ولا عند اهل الله، وکل من عول علیه فقد خلط و خرج عن الانتظام فی سلک اهل الله ولحق بالاخسرین اعمالا (الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا: ﴿الکهف 104﴾)[33]

"اگر کسی ولی (کے خیال میں اس) پر ایسا امر الٰہی وارد ہوا جس میں کسی ایسی چیز کا حلال ہونا ظاہر ہو جس کی تحریم شرع محمدی ﷺ میں ثابت ہے تو اسے اشتباہ ہوا، وہ اس (خیال کو) ترک کر کے شرع کے ثابت شدہ حکم کی طرف رجوع کرے۔ اہل کشف کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل اللہ کے کشف میں حلال کرنے، حرام کرنے اور احکام شرع میں سے کوئی حکم انقطاع رسالت و نبوت کے بعد نہیں ہوتا۔ اس (خیال) کی طرف ولی متوجہ نہ ہو اور قطعی طور پر یہ جان لے کہ یہ نفسانی دھوکہ ہے کیونکہ وہ معاملہ حقیقت میں حرام یا حلال ہی تھا، یہ (کشف کے درست ہونے) کی شرط ہے۔ البتہ یہ ناممکن نہیں ہے کہ اہل اللہ کو غیر متواتر منصوص حکم شریعت کی صحت کے بارے میں اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہو۔ رہا معاملہ متواتر منصوص مسائل کا، اگر ان کے بارے میں خلاف شریعت معرفت حاصل ہو تو اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اس بارے میں اہل اللہ اور اہل کشف اور اہل وجود میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔۔۔ تم ہرگز شریعت کے ظاہری احکام کا میزان (یعنی پیمانہ) اپنے ہاتھ سے نہ چھوٹنے دینا اور جو اس کا لازمی تقاضا ہو اس کی طرف لپکنا۔ اگر تم اس (کشف) سے ایسی بات سمجھو جیسے دوسروں نے نہ سمجھا ہو نیز (اس فہم سے) حکم ظاہری کے نفاذ میں رکاوٹ ہو تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی

[33] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۳۵۲۔۳۵۳

کیونکہ یہ انجانے میں روحانی بھیس میں نفس کا دھوکہ ہے اور ہم نبرزد آزماہو چکے ہیں اللہ تعالی کے بعض سچے ولیوں کی بات سے جن پر یہ مقام ملتبس ہو گیا تھا اور وہ اپنے کشف اور فہم کو ترجیح دینے لگے جس سے ثابت شدہ حکم شرعی باطل ہو رہا تھا۔ پس وہ اپنے حق میں اس کشف پر اعتماد کرنے لگے اور اس ثابت شدہ حکم شرعی کو دوسروں کے لئے ماننے لگے۔ البتہ ہمارے اور تمام اہل اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جس نے ایسی بات پر بھروسا کیا اس نے معاملہ بگاڑ دیا اور اللہ والوں کی لڑی سے نکل گیا اور ان لوگوں سے جاملا جن کے اعمال گھاٹے میں ہیں(" یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں ان کی ساری جدوجہد برباد ہو گئی اور وہ یہ خیال کرتے رہے کہ ہم کوئی بڑا اچھا کام انجام دے رہے ہیں")۔"

چونکہ طرق اجتہاد اور شیخ کے اصول تفسیر اس کتاب کا موضوع نہیں لہذا ہم الہام و کشف سے متعلق ان دیگر تفصیلات کو اس کتاب میں شامل نہیں کرنا چاہتے اور بات کو اصل موضوع (یعنی "مباحث نبوت") تک محدود رکھنے کے لئے اسے یہاں ختم کرتے ہوئے باطنیت کے بارے میں شیخ کی رائے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ ابن عربی اور باطنیت

شیخ ابن عربی اور صوفیاء کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ یہ حضرات قرآن کی ایسی باطنی تشریح کے قائل ہیں جس کے نتیجے میں احکامات شریعہ معطل و منسوخ ٹھہرتے ہیں، یہ رویہ اپنی حقیقت میں عملاً ختم نبوت کے بعد احکام کی تشریع نو سے عبارت ہے۔ اسلامی تاریخ میں اسماعیلیہ نامی گروہ ایسی "باطنی" تشریحات کے لئے مشہور رہا ہے اور امام غزالی نے اپنی کتاب المستظهري میں اس گروہ کا تعاقب کیا۔ اس گوشے میں ہم مختصراً اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں آیا شیخ کے نزدیک تاویل بالعموم اور درج بالا نوع کی باطنی تشریحات کی کیا حیثیت ہے؟

شریعت کی اہمیت کے بارے میں شیخ کہتے ہیں:

ان الشریعة هی المحجة البیضاء، محجة السعداء، طریق السعادة، من مشی علیها نجا، ومن ترکها هلک[34]

"شریعت روشن رستہ ہے، یہ سعادت اور سعادت مندوں کا رستہ ہے۔ جو اس پر چلا (اس نے) نجات پائی اور جس نے چھوڑا ہلاک ہوا"

انبیاء کی لائی ہوئی شریعت انسان کی ایسی ضرورت ہے جسے انسان ازخود نہیں جان سکتا:

الشرع ما جاء الا لمصالح الدنیا و الاخرة، فالاخرة لاتعرف الا باخبار خالقها وانها فی حکم العقل ممکنة والدنیا و مصالحها معلومة لانها واقعة مشهودة، فللنظر فی مصالحها مجال بخلاف الآخرة، فلا تتوقف مصالح الدنیا علی ما تتوقف علیه مصالح الآخرة [35]

"شریعت دنیا و آخرت کی مصلحتوں ہی کے لئے آئی ہے۔ آخرت کی مصلحتیں اس کے بنانے والے کے بتانے ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں نیز یہ عقل کی عدالت میں ممکن ہیں[36] جبکہ دنیا اور اس کی مصلحتیں ہمارے مشاہدے میں ہیں۔ اس لئے دنیا کی مصلحتوں کا الگ میدان ہے اور آخرت کی مصلحتوں کا الگ۔ پس آخرت کی مصلحتوں کا جس پر دارومدار ہے اس پر دنیا کی مصلحتوں کا نہیں۔"

مزید کہتے ہیں:

---

[34] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۱۰۱

[35] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۱۳۲

[36] یعنی آخرت کے وقوع اور اس سے متعلق امور کو عقل ممکن کہتی ہے

اصل وضع الشريعة فی العالم وسببها طلب صلاح العالم ومعرفة ما جهل من الله مما لايقبله العقل ای لا يستقل به العقل من حيث نظره، فنزلت بهذه المعرفة الكتب المنزلة، ونطقت بها السنته الرسل والانبياء عليهم السلام، فعلمت العقلاء عند ذلک انها نقصها من العلم بالله امور تممتها لهم الرسل[37]

”جہان میں شریعت مقرر کرنے کی بنیاد اور اس کا سبب جہان کی درستگی چاہنا اور اللہ کی طرف سے ان امور کی معرفت ہے جس تک فکر و نظر کی ازخود رسائی نہیں۔ پس آسمانی کتب یہ معرفت لے کر آئیں اور انبیاء ورسل کی زبانیں اس سے گویا ہوئیں۔ اس وقت عقل والوں نے جانا کہ ان کا علم اللہ کی اس معرفت کے باب میں ناقص تھا جسے رسولوں نے بہم پہنچایا۔"

شیخ اولیاء کو نصیحت کرتے ہوئے انہیں یاد دلاتے ہیں کہ کبھی اپنے مقام پر نازاں ہو کر یہ نہ سمجھنا کہ تم تکلیف شرع سے بلند و آزاد ہو گئے:

لا يسقط عنه التكليف الا بعد رحلته من دار التكليف وهی الدار الدنيا[38]

”(کیونکہ شریعت کی) تکلیف کبھی انسان سے ساقط نہیں ہوتی سوائے اس دار تکلیف سے رخصت ہو جانے کے بعد، یعنی اس دنیا سے۔“

چنانچہ شیخ کے نزدیک اللہ کی نازل کردہ شریعت انسانوں کی مستقل ضرورت ہے۔ اس شریعت کو معطل کرنے کا اصل ہتھیار الفاظ قرآنی کے ظاہر کو بلاکسی دلیل شرعی ایسے معنی پر محمول کرنا ہوتا

---

[37] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۴۹۰

[38] الفتوحات المکیۃ: ج۷: ص۱۸۸

ہے کہ اس کے ظاہری مراد معنی معطل ہو جائیں۔ الفاظ کو اس کے ظاہری و حقیقی معنی کے بجائے ثانوی معانی کی طرف پھیر دینے کو تاویل کہتے ہیں۔ شیخ ایسی تاویل کو پسند نہیں کرتے اور وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ شارع کی طرف سے محکم و متشابہ ہر دو طرح کا جو کچھ نازل ہوا اس پر غیر مشروط اور بلا تاویل ایمان لایا جائے نیز یہ کہ بلا سبب تاویل کے نتیجے میں ایمان کمزور ہو جاتا ہے:

فاعلم ان ذلک معرفة علم الشرع المترجم عن الله الذی امرنا بالایمان بمحکمه و بمتشابهه ولنقبل جمیع ماجاء به، فان تاولنا شیئا من ذلک علی انه مراد المتکلم به فی نفس الامر زال عنا درجة الایمان --- والعلم الصحیح هو الذی یبقی معه الایمان [39]

"جان لو اس (منزل کا علم) دراصل معرفت علم شرع ہے جو اللہ کی طرف سے ہم تک پہنچتا ہے جس کے محکم اور متشابہ پر ایمان لانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، ہم ان تمام اوامر کو قبول کریں۔ اگر ہم اس میں کسی چیز میں تاویل کریں گے کہ نفس امر میں متکلم کی مراد یہی ہے تو ہم درجہ ایمان سے ہٹ گئے۔۔۔ علم صحیح وہ ہے جس کے ساتھ ایمان باقی رہتا ہے۔"

شیخ اور صوفیاء قرآن کے ظاہری احکامات کے ساتھ ساتھ اس کے باطنی اسرار و رموز کی اہمیت پر بھی زور دیتے ہیں لیکن نصوص سے اخذ کردہ یہ اسرار و رموز منصوص احکامات کو نہ معطل یا منسوخ کر سکتے ہیں نہ ہی الفاظ کے ظاہری مفہوم سے کلیتاً آزاد ہو سکتے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں:

لایخلو الانسان ان یکون واحدا من ثلاثة بالنظر الی الشرع وهو: اما ان

---

[39] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص ۴۳۲

يكون باطنيا محضا وهو القائل بتجريد التوحيد عندنا حالا و فعلا وهذا يؤدى الى تعطيل الاحكام الشرع كالباطنية والعدول عما اراد الشارع بها، وكل ما يؤدى الى هدم قاعدة دينية مشروعة فهو مذموم بالاطلاق عند كل مؤمن- واما ان يكون ظاهريا محضا متغلغلا متوغلا بحيث ان يؤديه ذلک الى التجسيم والتشبيه، فهذا ايضا مثل ذلک ملحق بالذم شرعا، فاما ان يكون جاريا مع الشرع على فهم اللسان حيثما مشى الشارع مشى، وحيثما وقف وقف قدما بقدم، وهذه حالة الوسط وبه صحت محبة الحق قال تعالى ان يقول نبيه (فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّـهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ: آل عمران 31) فاتباع الشارع واقتفاء اثره يوجب محبة الله للعباد وصحة السعادة الدائمة [40]

"شریعت پر غور و فکر کے اعتبار سے انسان تین طرح کے ہیں: آیا وہ نرا باطنی ہو گا، ہم (صوفیا) کے ہاں یہی وہ ہے جو حالاً اور فعلاً توحید تجریدی کا قائل ہے۔ یہ باطنیہ کی طرح تعطیل احکام شرع اور مراد شارع سے روگردانی کی راہ ہے۔ ہر وہ چیز جو شریعت کی کسی بنیاد کو ڈھانے کا سبب بنے، وہ ہر ایمان والے کے نزدیک بالکل قابل مذمت ہے۔ دوسرا وہ نرا ظاہری ہو، ظاہریت اس میں اتنی رچی بسی ہو کہ وہ (معاملے کو) تجسیم و تشبیہ کی طرف لے جائے۔ یہ بھی پہلے کی طرح شرعاً مذموم ہے۔ تیسرا وہ ہے کہ زبان کے اصولوں پر شریعت کے ساتھ چلے، جہاں شارع جائے وہاں یہ بھی جائے، جہاں شارع رک جائے وہ بھی رک جائے یعنی قدم بقدم چلتا رہے۔ یہ اعتدال کی راہ ہے اور اسی سے اللہ کی محبت متحقق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ وہ یوں ارشاد فرمائیں: ("پس تم میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما

---

[40] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص ۳۶۲

دے گا")۔ شارع کی اتباع اور ان کے نقش قدم پر چلنے سے اللہ کی محبت اور حقیقی دائمی سعادت ملتی ہے۔"

چنانچہ اہل ایمان کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر کو معطل کر کے باطنی معنی کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ ظاہر اور باطن دونوں کو ایک ساتھ لے کر چلنے کے اعتبار کے قائل ہوتے ہیں:

ان فی عباده من حرم الکشف والایمان وهم العقلاء عبید الافکار والوافقون مع الاعتبار، فجاوزوا من الظاهر الی الباطن مفارقین الظاهر فعبروا عنه اذ لم یکونوا اهل کشف ولا ایمان لما حجب الله اعینهم عن مشاهدة ما هی علیه الموجودات فی انفسها ولا رزقوا ایمانا فی قلوبهم یکون له نورا یسعی بین ایدیهم- واما المؤمنون الصدقون اولو العزم من الاولیاء فعبروا بالظاهر معهم لا من الظاهر الی الباطن[41]

"(اللہ کے علم میں تھا کہ) اس کے کچھ بندے کشف اور ایمان (کی دولت) سے محروم ہیں، یہ اپنے افکار کے غلام، قیاس سے چمٹے ہوئے ہیں۔ یہ ظاہر کو چھوڑ کر باطن کی طرف چلے گئے۔ پس ظاہر سے گزر گئے کیونکہ ان کے پاس کشف کی دولت تھی نہ ایمان کی کہ اللہ تعالیٰ نے حقائق کو ان کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ ان کے دلوں میں ایمان کی دولت نہ تھی جس کی روشنی ان کے آگے چلتی، اور سچے پکے اللہ کے ولی ظاہر کے ساتھ (باطن) کا اعتبار کرتے ہیں نہ کہ اسے چھوڑ کر۔"

شیخ ابن عربی شریعت و طریقت بمعنی ظاہر و باطن کی دوئی کے قائل نہیں، وہ ان دونوں کو ایک ہی حقیقت کے دو رخ کہتے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہوتے:

---

[41] الفتوحات المکیۃ: ج۵: ص۳۸۰

فما ثم حقيقة تخالف شريعة لان الشريعة من جملة الحقائق، والحقائق امثال و اشباه، فالشرع ينفى و يثبت فيقول (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ: شورى 11) فنفى و اثبت معا كما يقول (وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ: شورى 11)- وهذا هو قول الحقيقة بعينه فالشريعة هى الحقيقة [42]

''کوئی حقیقت ایسی نہیں جو کسی شریعت کے خلاف ہو کیونکہ شریعت بھی جملہ حقائق میں سے ہے اور حقائق ایک دوسرے سے ہم آھنگ ہوتے ہیں۔ (چنانچہ) شرع (بعض امور کی) نفی بھی کرتی ہے اور (بعض) ثابت بھی۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے: ("اس کی مثل جیسی کوئی چیز نہیں")۔ اللہ نے نفی اور اثبات دونوں ایک ساتھ کیے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ("وہی سمیع و بصیر ہے")، یہ بعینہ حقیقت کا بیان ہے۔ پس شریعت ہی حقیقت ہے۔''

جو لوگ ظاہر کو معطل کر کے باطنی معنی اختیار کرتے ہیں ان کے بارے میں شیخ کہتے ہیں:

فتوفرت دواعى الناس اكثرهم الى معرفة احكام الشرع فى ظواهرهم، وغفلوا عن الاحكام المشروعة فى بواطنهم الا القليل وهم اهل طريق الله فانهم بحثوا فى ذلک ظاهرا و باطنا، فما من حكم قرره شرعا فى ظواهرهم الا وراوا ان ذلک الحكم له نسبة الى بواطنهم اخذوا على ذلک جميع احكام الشرائع فعبدوا الله بما شرع لهم ظاهرا و باطنا، ففازوا حين خسر الاكثرون- و نبغت طائفة ثالثة ضلت و اضلت فاخذت الاحكام الشرعية و صرفتها فى بواطنهم وما تركت من حكم الشريعة فى الظواهر

---

[42] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص۲۸۸

شيئا تسمى الباطنية وهم فى ذلک على مذاهب مختلفة، وقد ذكر الامام ابو حامد فى كتاب المستظهرى له فى الرد عليهم شيئا من مذاهبهم وبين خطاهم فيها، والسعادة كل السعادة مع الطائفة التى جمعت بين الظاهر والباطن وهم العلماء بالله و باحكامه [43]

"اکثر لوگوں کے ہاں شریعت کے ظاہری احکام جاننے کے اسباب کی بہتات ہوئی، بجر چند کے اکثر لوگ شریعت کے باطنی احکام سے بے خبر رہے اور وہ چند لوگ اہل طریقت ہیں جو احکام شرع میں ظاہری اور باطنی دونوں اعتبارات سے بحث کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جس شرعی حکم کو اپنے ظاہر کے لئے طے کیا اس کی کوئی نہ کوئی باطنی نسبت بھی دیکھی۔ (انہوں نے) اسی انداز سے تمام احکام شریعت لئے، پس ظاہری و باطنی دونوں طرح سے عبادت کی اور دوسروں نے کھویا اور انہوں نے پایا۔ ایک تیسرا گروہ بھی سامنے آیا جو خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ انہوں نے احکام شرع کو اخذ کرکے صرف ان کے باطن کی طرف پھیر دیا، (چنانچہ) انہوں نے ظاہری احکام شرع میں سے کوئی حکم (باقی) نہ چھوڑا۔ انہیں باطنیہ کہا جاتا ہے جن کے مختلف فرقے ہیں۔ امام ابو حامد غزالی نے اپنی کتاب "مستظہری" میں ان کا رد کرتے ہوئے ان کے رجحانات اور ان کی لغزشوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور سعادت تو کلی طور پر اس گروہ کے ساتھ ہے جس نے ظاہر و باطن کو جمع کیا، یہی وہ علماء ہیں جو اللہ اور اس کے احکام دونوں کی معرفت رکھتے ہیں۔"

باطنیہ کے اخروی مقامات سوء کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[43] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۵۰۴

والباطنية ما لهم فی الدرک الاسفل منزل وان منزلهم الاعلی فی جهنم والکفار لهم فی کل موضوع من جهنم منزل [44]

"باطنیہ کا مقام جہنم کے سب سے آخری حصے میں نہیں ہے، ان کا مقام جہنم کے سب سے اوپری حصے میں ہے جبکہ کفار کے لیے جہنم کے ہر طبقے میں ایک پڑاؤ ہے۔"

اس بحث یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ ابن عربی الہام و کشف کے نام پر ایسے معانی اخذ کرنے کے قائل نہیں جو نصوص کا ظاہر معطل کر دیں نیز ایسا کرنے والوں کو وہ گمراہ کہتے ہیں۔ شیخ نے فتوحات مکیہ کی ایک پوری جلد احکامات شریعہ یعنی فقہی احکامات کے بیان کے لئے مختص کی ہے [45] اور آپ نے متعدد بار اور کئی انداز سے شرع پر عمل کرنے کی اہمیت اجاگر کی۔ آخر کیسے مان لیا جائے کہ ایسا شخص شرع کو معطل کرنے کی بات کرے گا؟

خلاصہ بحث یہ کہ نزول وحی سے متعلق جن امور کو خصائص نبوت کہتے ہیں، یعنی تکلیف، تشریع و بعثت، شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ اولیاء پر نازل ہونے والے الہام کے لئے ان میں سے کسی بھی امر کے قائل نہیں۔ لہذا ان پر اس اعتبار سے بھی ختم نبوت کا الزام لگانا غلط ہے۔

عقیدہ ختم نبوت سے متعلق شیخ ابن عربی کے تصور نبوت کی جس قدر تفصیلات کی وضاحت ضروری تھی وہ مکمل ہو چکی۔ اب ہم ناقدین کے اعتراضات و اشکالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تین وجوہ پر مشتمل ہیں:

1۔ پہلی قسم کے اعتراضات کی بنیاد تصور نبوت و الہام میں خلط مبحث پیدا کرنا ہے، اگلے باب میں ان امور سے متعلق بحث کر کے الہام کے شرعی دلائل بیان کئے جائیں گے۔

---

[44] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۴۰۶

[45] اس موضوع استاذ محمود غراب کی کتاب الفقہ عند الشیخ الاکبر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

2۔ دوسری قسم کے اعتراضات کی بنیاد مرزا قادیانی کے دعووں کے لئے شیخ اکبر کو ذمہ دار ٹھہرانا نیز یہ کہنا ہے کہ مزرا قادیانی اور شیخ ابن عربی کی تعلیمات میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔

3۔ تیسری قسم کے اعتراضات شیخ کی بعض عبارات کے غلط فہم پر مبنی ہیں جن میں سے بعض ختم نبوت کی بحث سے متعلق ہیں جبکہ بعض کا تعلق افضلیت انبیاء کے موضوع سے ہے۔ اگلے چار ابواب میں ہم ان پر بالترتیب بحث کریں گے۔

مَن عادى لي وليًّا فقد آذنتُه بالحرب (حديث)

باب ۹:

مباحث نبوت پر ناقدین کے مغالطے

شیخ ابن عربی کے تصور نبوت اور الہام پر گفتگو مکمل ہو چکنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت نبوت کی بحث پر ناقدین شیخ ابن عربی کے مغالطوں کو بھی واضح کر دیا جائے جس سے معلوم ہو گا کہ یہ حضرات نبوت اور ختم نبوت کی تعریف ہی غلط مقرر کرتے ہیں اور اسی بنا پر انہیں الہام کی شرعی حیثیت سمجھنے میں مغالطہ لگا ہے۔

اس باب میں صرف غامدی صاحب پر اس لئے بحث ہو گی کیونکہ حافظ زبیر صاحب نے اپنی کتاب میں اس موضوع پر براہ راست کوئی گفتگو نہیں کی کہ خصائص نبوت سے ان کی مراد کیا ہے اور کیا نہیں۔ یہ امر بذات خود حیرانی کا باعث ہے کہ ایک شخص کو آپ ختم نبوت کا منکر تو قرار دے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے قاری کو یہ نہیں بتا رہے کہ نبوت سے آپ کی مراد کیا ہے۔ حافظ صاحب شیخ کی کتاب میں صرف لفظ "نبوت تشریع" دیکھ کر ہی ان کی تکفیر کے درپے ہو گئے۔ چونکہ اپنی کتاب میں حافظ صاحب نے اس اہم موضوع پر کچھ نہیں لکھا، لہذا ان کی رائے کا جائزہ لینا ممکن نہیں۔ البتہ حافظ صاحب کے ایک تضاد پر بھی روشنی ضرور ڈالی جائے گی۔

غامدی صاحب نے حقیقت نبوت اور ختم نبوت پر جن مغالطوں سے کام لیا ہے، آیئے ان کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ چونکہ غامدی صاحب اہل سنت کے اصولوں کو نظر انداز کر کے براہ راست قرآن وسنت سے دلیل کا تقاضا کرتے ہیں، پس درج ذیل میں اٹھائے گئے ہر سوال کا جواب کتاب وسنت ہی سے دیا جانا چاہئے۔

حقیقت نبوت و ختم نبوت کا ناقص تصور

مباحث نبوت میں جب حقیقت نبوت پر گفتگو کی جاتی ہے تو اس کا مقصد ایسی فصل یا وجہ تمیز بیان کرنا ہوتا ہے جو نبی کو غیر نبی سے ممتاز کر دے۔ دوسرے لفظوں میں ایک نوع (کیٹیگری) کی ایسی صفت (یا صفات) بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جو اس کے تمام افراد میں موجود ہو مگر اس کے غیر میں موجود نہ ہو۔ اگر وہ صفت اس کے غیر میں بھی موجود ہو تو وہ صفت اس نوع کی خصوصیت نہیں کہلاتی۔ انبیاء علیہم السلام بشر ہوا کرتے تھے، اگر کوئی کہے کہ بشر ہونا نبی کی خاصیت ہے تو یہ غلط دعوی ہوگا کیونکہ غیر انبیاء بھی بشر ہوتے ہیں۔ ایسی صفات جو ایک نوع کے افراد کے ساتھ ساتھ اس کے غیر میں بھی پائی جائیں انہیں اس نوع کی صفات کہا جاتا ہے نہ کہ خصائص۔ گویا یوں کہا جائے گا کہ بشر ہونا اگرچہ انبیاء کی صفات میں سے ہے مگر خصائص میں سے نہیں، یعنی یہ ایک ایسی صفت نہیں جو نبی کو غیر نبی سے ممتاز کر سکے۔ بشریت کو خصائص نبوت میں شمار کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر بشر نبی ہو، ظاہر ہے یہ غلط دعوی ہے۔ اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ غامدی صاحب نبی اور حقیقت نبوت کو کس طرح دیکھتے ہیں۔ نبی کی تعریف مقرر کرتے ہوئے اپنی کتاب "میزان" میں وہ کہتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کے ذریعے سے بنی آدم کے لیے اتمام ہدایت کا اہتمام کیا ہے، اُنھیں نبی کہا جاتا ہے۔"[1]

نبی کی یہ تعریف علمائے متکلمین کی تعریف کے مطابق ہے، یعنی نبی اصطلاحاً جس حقیقت نبوت سے متصف ہوتے ہیں اس کی خاصیت انسانوں کی ہدایت کے لئے تبلیغ و بعثت ہے۔ لیکن غامدی صاحب نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] میزان: ص ۱۲۹

"یہ مخاطبۂ الٰہی کے لیے کسی شخص کا انتخاب ہے، اِس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِس منصب کے لیے جب اپنے بندوں میں سے کسی کا انتخاب کرلیتا ہے تو اُس سے کلام فرماتا ہے۔"[2]

غامدی صاحب کا مفروضہ ہے کہ اللہ تعالی کا یہ خطاب انبیاء کی خاصیت ہے اور اسی لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت کا مطلب صرف منصب نبوت ختم ہو جانا نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت ختم ہو جانا بھی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"قرآن کی رو سے نبوت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ اب نہ کسی کے لیے وحی و الہام اور مشاہدۂ غیب کا کوئی امکان ہے اور نہ اِس بنا پر کوئی عصمت و حفاظت اب کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔"[3]

یہی بات وہ آیت وَلَـٰكِن رَّسُولَ اللَّـهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کی تفسیر میں بھی دہراتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی بنا پر نہایت واضح اور قطعی الفاظ میں بار بار اعلان فرمایا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ بلکہ اِس سے آگے یہ بات بھی آپ نے واضح کر دی ہے کہ آپ پر نبوت کا منصب ہی ختم نہیں ہوا، اُس کی حقیقت بھی ختم ہو گئی ہے، لہٰذا اب کسی شخص کے لیے نہ وحی و الہام کا امکان ہے، نہ مخاطبہ و مکاشفہ کا۔ ختم نبوت کے بعد اِس طرح کی سب چیزیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دی

---

[2] میزان: ص ۱۳۰-۱۳۱

[3] برہان: ص ۱۹۲

گئی ہیں۔"[4]

غامدی صاحب ان عبارات میں صاف طور پر امکان الہام و کشف نہ ماننے کو بھی ختم نبوت کا مفہوم بتاتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ختم نبوت کے بعد حقیقت نبوت (یعنی مخاطبہ الٰہی) بھی ختم ہو گئی۔ گویا اللہ سے مخاطبت، یہ انبیاء کی خصوصیت ہے اور غامدی صاحب اس حقیقت نبوت کو انبیاء میں محدود سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت اس حقیقت کے انقطاع کے ہم معنی ہے۔ یہاں یہ بات نوٹ کی جانی چاہئے کہ اگرچہ غامدی صاحب نبی کی تعریف مقرر کرتے ہوئے متکلمین اہل سنت سے نزدیک آ گئے تاہم حقیقت نبوت مقرر کرنے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کہ ختم نبوت کا مطلب الہام و کشف کا امکان ختم ہو چکا، وہ اہل سنت سے الگ کھڑے ہیں۔

غامدی صاحب اہل سنت کے عمومی منہج کو نظر انداز کر کے جس آزادانہ اسلوب پر قرآن سے استدلال کرتے ہیں، اسی طور پر ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خطاب الٰہی صرف نبی کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی دلیل کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ خدا کا خطاب و کلام بصورت وحی غیر انبیاء کی طرف بھی ہوتا ہے۔ اگر نبوت صرف خطاب الٰہی سے عبارت ہے تو آخر غیر انبیاء اس حقیقت نبوت سے محروم کیوں کر قرار دیئے گئے؟ غامدی صاحب نے یہ فرض کر لیا کہ حقیقت نبوت کا تعلق صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے جبکہ نصوص کی رو سے یہ غلط مفروضہ ہے۔ چنانچہ حقیقت نبوت پر بحث کرتے ہوئے مخاطبت الٰہیہ یعنی وحی کو صرف "انسانی شخصیت" اور ان میں سے بھی صرف "انبیاء" کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی متعلقہ دلیل انہوں نے بیان نہیں کی۔

غامدی صاحب کی بیان کردہ حقیقت نبوت کی رو سے ہر وہ شخص حقیقت نبوت کا حامل ٹھہرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خطاب فرمالیں۔ اس صورت میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت بی بی مریم اور

---

[4] البیان: ج ۴: ص ۱۴۵

حضرت موسیٰ کی والدہ علیہا السلام بھی حقیقت نبوت سے بہرہ ور تھیں۔ غامدی صاحب کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہ نتیجہ قبول نہیں۔[5] پھر "حقیقت نبوت" کی یہ تعریف کیسے درست ہوئی جو انہوں نے لکھی؟ اگر غامدی صاحب کہیں کہ انہیں یہ نتیجہ قبول ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسے لوگوں کو بھی حامل نبوت مانتے ہیں جنہیں وہ خود نبی نہیں مانتے۔ اگر غامدی صاحب کہیں کہ نبی کی اطاعت و عصمت وغیرہ کی دیگر صفات پر بھی ہم نے گفتگو کی ہے تو یہ جواب درست نہیں کیونکہ بحث یہ نہیں ہے کہ انہوں نے نبی کی دیگر خصوصیات بیان کیں یا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ حقیقت نبوت کیا ہے؟ اگر حقیقت نبوت سے ان کی مراد انبیاء سے متعلق نبوت ہے اور ان کے نزدیک یہ دیگر صفات (مثلاً لزوم اطاعت و عصمت وغیرہ) سے بھی عبارت ہے تو پھر "حقیقت نبوت" کی تعریف میں اسے مجرداً خطاب الٰہی میں محدود کرکے پھر اسے انبیاء کے ساتھ خاص کرکے الہام و کشف کے خاتمے کے ساتھ جوڑ دینا کیسے درست ہوا؟ اگر وہ انبیاء سے متعلق حقیقت نبوت پر بحث کر رہے ہیں تو انہیں چاہئے تھا کہ "حقیقت نبوت" بیان کرتے ہوئے ان دیگر امور کو بیان کرتے جو اس تصور نبوت کے لئے فصل یا وجہ تمیز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جونہی غامدی صاحب ان دیگر صفات کو حقیقت نبوت قرار دیں گے، کشف و الہام کے خاتمے کے لئے انہوں نے جو عمارت قائم کی وہ خود بخود گر جائے گی۔ باب نمبر 8 میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ شیخ ابن عربی اور اسی طرح دیگر صوفیاء اہل سنت الہام کے لئے ان خصائص کے قائل نہیں جو نبی کی مخاطبت کے ساتھ خاص ہیں۔

غیر انبیاء کے ساتھ مخاطبت الٰہیہ کی جن مثالوں کا قرآن مجید میں ذکر ہوا ممکن ہے غامدی صاحب یا ان کے اصحاب ممکنہ طور پر یہ تاویل کریں کہ یہ خطاب انبیاء کی ازواج یا والدہ کے ساتھ کسی خصوصی ضرورت کے تحت بطور استثناء تھا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر نبی کے ساتھ خطاب

---

[5] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کی گئی وحی کو غامدی صاحب الہام کے مفہوم میں لیتے ہیں، دیکھئے البیان: ج ۳: ص ۲۲۴

الٰہی کی کوئی صورت جائز ہے۔ لیکن یہ تاویل دووجوہ سے غلط ہے۔ پہلی بات یہ کہ جب یہ مان لیا کہ کسی بھی وجہ سے غیر نبی کے ساتھ مخاطبت ہوئی تو یہ نبی کا خاصہ پھر کیسے رہا؟ خاصہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو ایک نوع کے غیر میں نہ پایا جائے اور اس نوع (کیٹیگری) کے ہر فرد میں اس طرح پایا جائے کہ جب بھی وہ خصوصیت کسی فرد میں ہو تو اس پر متعلقہ نوع کا حکم جاری ہو (یعنی جس سے مخاطبت ہو وہ نبی ہو)۔ دوسری بات یہ کہ استثناء و عموم کا مقصد دراصل یہ دکھانا ہوتا ہے کہ ایک اصول جو کسی نص سے ثابت شدہ ہے اس سے ٹکرانے والی کسی بات کو اس طرح حل کیا جائے کہ تضاد بھی جاتا رہے اور اصول بھی قائم رہے۔ لیکن اس کے لئے پہلے یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ اصول فلاں نص سے ثابت ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ انبیاء کی والدہ یا ازواج کے ساتھ جو کلام ہوا وہ نبی کی کسی ضرورت کی وجہ سے ہوا اور اسے استثناء قرار دینا چاہئے، اس مفروضے پر مبنی ہے گویا یہ مقدمہ پہلے کسی آیت سے ثابت ہو چکا کہ خطاب الٰہی صرف نبی کا خاصہ ہوتا ہے اور چونکہ یہ آیات اس مقدمے سے ٹکرا رہی ہیں لہذا انہیں استثناء کے اصول پر حل کیا جائے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ پہلا مقدمہ ہی کسی آیت سے ثابت نہیں ہے، لہذا استثناء و عموم کی ساری بحث کھڑی کرنا بنائے فاسد علی الفاسد ہو گی۔

ممکنہ طور پر تاویلاً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ غیر انبیاء کی طرف ہونے والی یہ وحی کلام کے مفہوم میں شامل نہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ بات قرآن کے الفاظ سے مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ قرآن مجید میں اللہ کی مخاطبت یا کلام کی جن صورتوں کا ذکر ہوا ان میں یہ طریقہ بھی شامل ہے۔ لہذا اسے خطاب یا کلام الٰہی سے خارج کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔

الہام و کشف کا امکان ختم ہو جانے کا دعوی کرنے کی ایک اور ممکنہ صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اسے خصائص نبوت نہیں بلکہ خصائص ختم نبوت قرار دیا جائے۔ غامدی صاحب کی تحریر سے بظاہر یہ مفہوم نکل سکتا ہے کیونکہ انہوں نے الہام و کشف کے خاتمے کا اعلان ختم نبوت کے ساتھ جوڑ کر کیا ہے۔ لیکن مخاطبت الٰہیہ کو نبوت کا خاصا ثابت کئے بغیر یہ کہنا کہ ختم نبوت کے بعد یہ معاملہ ختم

ہو گیا، یہ بنائے فاسد علی الفاسد کی سی کیفیت بن جاتی ہے جس کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے۔ جو چیز نبوت ہی کی خاصیت نہ ہو وہ ختم نبوت سے ختم کیسے ہو سکتی ہے؟ ختم نبوت کا مطلب نبوت یعنی اس کے خصائص ختم ہو جانا ہے، جو صفت نبوت کی خاصیت نہیں وہ ختم نبوت سے ختم کیسے ہو گئی؟[6] اس دعوے کے درست ہونے کے لئے ختم نبوت کا یہ انوکھا مطلب ایجاد کرنا ہو گا کہ ختم نبوت کے بعد وہ امور بھی ختم ہو گئے جن کا تعلق خصائص نبوت سے نہیں۔ الغرض یہ ایک عام فہم بات ہے جسے سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ ان سارے مغالطوں کی بنیاد حقیقت نبوت کا وہ ناقص تصور ہے جو غامدی صاحب نے بیان کیا۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی فائدے سے خالی نہیں کہ اگر غامدی صاحب کی واقعی یہی رائے ہے کہ الہام و کشف کا منقطع ہو جانا خصائص ختم نبوت میں سے ہے تو انہیں جان لینا چاہئے کہ اس بنیادی عقیدے کے باب میں وہ پوری امت سے الگ کھڑے ہیں، امت شیخ ابن عربی کے ساتھ کھڑی ہے۔ ان کی بات کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ پوری امت ہی عقیدہ ختم نبوت کی منکر رہی ہے، صوفیاء کا نام تو انہوں نے امت کی تکفیر و تضلیل کے لئے بطور دروازہ استعمال کیا ہے۔ غامدی صاحب کے سامنے علمائے امت کی بات پیش کرنا سود مند نہیں ہو سکتا، البتہ ہم ان کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتے ہیں کہ کشف و الہام کے امکان و قوع کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی کتاب "تزکیہ نفس" میں لکھتے ہیں:

> "کشف و الہام کے ذریعے سے علم کے حصول کے ہم منکر نہیں ہیں لیکن یہ علم قابل قبول صرف اسی حالت میں ہے جب یہ شریعت کے مطابق ہو۔"[7]

حقیقت ختم نبوت کا جو معیار غامدی صاحب نے قائم کیا ہے اس کی رو سے ان کے استاد امام بھی ختم

---

[6] دھیان رہے ہم خاصیت کی بات کر رہے ہیں نہ کہ صفت کی۔

[7] تزکیہ نفس: ص ۶۱

نبوت کے منکر ٹھہرتے ہیں کیونکہ کسی نہ کسی معنی میں وہ بھی الہام وکشف کے ذریعے حصول علم کے قائل ہیں۔ جب غامدی صاحب نے حقیقت نبوت کی جامع ومانع تعریف مقرر نہ کی تو ختم نبوت کی درست تعریف کیسے کرسکتے ہیں کیونکہ ختم نبوت کے تحت جو چیز ختم ہوئی وہ "نبوت" ہے۔ پس یہ ہے وہ مغالطہ انگیز اور نصوص کے خلاف حقیقت نبوت کا تصور جس کے زور پر غامدی صاحب صوفیاء کو اور شیخ ابن عربی کو ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں۔ غامدی صاحب نے اگرچہ نبی کی تعریف متکلمین کے مطابق مقرر کی، تاہم حقیقت نبوت اور الہام کی حیثیت مقرر کرتے ہوئے وہ متکلمین کی طرح بحث کی پیچیدگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم آہنگی برقرار نہ رکھ سکے اور نتیجتاً حقیقت نبوت وختم نبوت کے تعلق سے ایسا نتیجہ نکال لائے جس سے خود ان کی اپنی بحث ابہامات کا شکار ہوگئی۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک ختم نبوت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب الہام وکشف کا امکان ختم ہوگیا۔

الغرض غامدی صاحب نے تصوف کو متوازی دین ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے مقدمے پر عمارت کھڑی کی جس کا ذکر قرآن وسنت میں کہیں نہیں، نبوت کا یہ مفہوم ان کی اپنی طبع آزمائی کا شاخسانہ ہے۔ چنانچہ متوازی دین وہ ہوتا ہے جس کے عقائد کا سراغ نہ قرآن وسنت میں ہو اور نہ ہی امت کے اجماعی فہم قرآن وسنت میں۔ اس لئے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ متوازی دین کون ایجاد کررہا ہے۔

اصلاحی وغامدی صاحبان کے ہاں نبی کے متبع کو اعزازاً رسول کہنے کا جواز

انبیاء کے متبعین پر لفظ نبی نہیں بلکہ "رسول" کے اطلاق کی ایک مثال مولانا اصلاحی و غامدی صاحبان کی تفاسیر میں ملتی ہے۔ سورہ یس میں دو لوگوں کے واقعے کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں بھیجا اور جب انہیں جھٹلایا گیا تو تیسرے کے ساتھ ان کی مدد کی گئی :

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ

(یس: 14)

"جب ہم نے بھیجے ان کی طرف دو افراد، تو انہوں نے انہیں جھٹلایا، پھر ہم نے تقویت دی انہیں تیسرے سے، تو ان تینوں نے کہا ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے"

اس آیت میں پہلے دو افراد اور آخری ایک فرد کون تھا؟ مفسرین کے ہاں اس بارے میں جو آراء پائی جاتی ہیں وہ ہمارا موضوع نہیں۔ اس بارے میں مولانا اصلاحی صاحب اور خود غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ یہ دو افراد حضرت موسی وھارون علیہما السلام تھے جبکہ تیسرا شخص ان انبیاء کا وہ پیروکار تھا جس کا ذکر سورہ مؤمن میں آیا ہے کہ اس نے وقت آنے پر بھرے دربار میں فرعون کے سامنے ان رسولوں کی تائید کا اعلان کیا۔ یہ تیسری شخصیت رسول نہیں بلکہ ان انبیاء کے صحابی تھے جبکہ درج بالا آیت میں تینوں کے حوالے سے آیا کہ انہوں نے فرمایا: ہم "مرسلون ہیں" اور مرسلون جمع کا صیغہ ہے۔ ان حضرات کی اس تفسیر پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں کو "مرسلون" کیوں کہا گیا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے اصلاحی صاحب کہتے ہیں:

"وہ (تیسرے) اس معنی میں تو رسول نہیں تھے جس معنی میں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ رسول تھے لیکن ان کے سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ جاں نثار اور سب سے بڑے وفادار و راستباز ساتھی ضرور تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تین کے تیسرے کا درجہ دیا۔ قَالُوا اِنَّا اِلَیْکُم مُّرْسَلُونَ یہ جمع کے صیغہ سے ان سب کا یہ کہنا کہ اِنَّا اِلَیْکُم مُّرْسَلُونَ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ یہ تینوں حضرات ایک ہی درجہ کے رسول تھے بلکہ یہ بات علی سبیل التغلیب ارشاد ہوئی ہے۔ ایک سفارت کے تمام ارکان ایک ہی درجہ و منصب کے نہیں ہوتے لیکن اصل ذمہ داری میں چونکہ سب شریک ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کو اس طرح اپنے (آپ) کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا حق ہوتا ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اصل رسول کی حیثیت تو صرف حضرت موسیٰؑ

کو حاصل تھی۔ حضرت ہارونؑ بھی اصل رسول نہیں بلکہ حضرت موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ اسی طرح مرد ثالث کی حیثیت رسول کی نہیں بلکہ ان رسولوں کے سب سے بڑے جاں نثار و مددگار کی تھی لیکن انھوں نے حضرت موسیٰؑ کی دعوت کی پوری ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تھی اور اپنی قوم کو غلط کار لیڈروں کی پیروی سے روک کر حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ اور اپنی پیروی کی دعوت دے رہے تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی زمرے میں شمار فرمایا۔"[8]

غامدی صاحب اپنے استاد امام کی اس تفسیر کو درست قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں :

"ان کا ذکر جس طریقے سے یہاں ہوا ہے، اُس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ رسول نہیں تھے، بلکہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح رسولوں کے ایک خاص مددگار کی حیثیت سے اُن کی حمایت میں کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ جس طرح وہ 'ثانی اثنین' تھے، اُسی طرح یہ بھی 'ثالث ثلثۃ' تھے"[9]

مزید لکھتے ہیں :

"یہ علی سبیل التغلیب فرمایا ہے، گویا حق کی تائید میں جس مقام پر وہ مرد حق کھڑا ہو گیا تھا، اُس کے بعد اگر اُسے بھی خدا کا بھیجا ہوا کہا جائے تو یہ کچھ غلط نہ ہو گا "[10]

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ از روئے قرآن انبیاء کے متبعین اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے

---

[8] تدبر قرآن: ج۶: ص۴۱۳

[9] البیان: جلد ۴: ص۲۳۷

[10] البیان: جلد ۴: ص۲۳۸

والوں کو تغلیب کے اصول پر حفظ مراتب بر قرار رکھتے ہوئے اعزازی طور پر رسول کہنا جائز ہے نیز انہیں ایسا کہنا غلط نہیں ہوتا۔ غور کیجئے کہ اس تیسرے شخص کو ان حضرات کی تفسیر کے مطابق نبی ہی نہیں رسول کہا جارہا ہے جس کی امتیازی صفت ان حضرات کے تفسیری نظام میں اتمام حجت کرنا ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اس تیسرے شخص کو لغوی طور پر رسول کہا گیا ہے تو دو باتیں عرض ہیں: پہلی یہ کہ یہ دونوں حضرات اس لفظ کا اطلاق تیسرے شخص کے لئے اعزازاً نیز سولوں کے کام میں اشتراک عمل کی وجہ سے کر رہے ہیں نہ کہ محض لغوی طور پر، دوسری بات یہ کہ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ نبی و رسول یا نبوت و رسالت کا اطلاق لغوی طور پر کسی غیر نبی و رسول کے لئے کرنا جائز ہے، بشر طیکہ ان احکام کا اطلاق نہ کیا جائے جو خصائص انبیاء و رسل ہیں۔

تصور نبوت اور مجدد الف ثانی: حافظ زبیر صاحب کا تضاد

حافظ زبیر صاحب نے شیخ ابن عربی کے تصور ختم نبوت کے خلاف اپنی کتاب کا انتساب مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی طرف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجدد صاحب نے شیخ ابن عربی کے کفریہ نظریات کا رد کر کے امت کو گمراہی سے بچایا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مباحث نبوت میں شیخ احمد سرہندی اور شیخ ابن عربی کے نظریہ نبوت میں کتنی مماثلت ہے۔ شیخ ابن عربی کی طرح مجدد الف ثانی کا بھی ماننا ہے کہ کمالات و مقامات نبوت میں سے کاملین امت کو حصہ ملتا ہے اور یہ حصہ صحابہ میں بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وافر مقدار میں میسر آیا۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

> حصولِ این مَوْہِبَت در حقِ انبیا عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ بیتوسُّط است و در حقِ اصحابِ انبیا عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کہ بہ تبعیّت و وِراثت باین دولت مشرّف گشتہ اند بتوسُّطِ انبیاست عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالبَرَکَاتُ بَعد از انبیا و اصحابِ ایشان عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ

وَالتَّسلِیمَاتُ کم کسے بااین دولت مشرف گشتہ است ہر چند جائز است کہ دیگریرا نیز بہ تبعیت و وراثت بااین دولت مُہتَد سازند فیضِ روح القدس ارباز مدد فرماید۔ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد۔ آنگارم کہ این دولت درکبار تابعین نیز پرتوے انداختہ است و دراکابرِ تبَعِ تابِعین نیز سایہ افگندہ بعد ازان رُو باستِتار آوردہ تا آنکہ نوبت بألفِ ثانی از بعثتِ آن سرورعَلَیہِ وَعَلیٰ اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسلِیمَاتُ رسیدہ درینوقت نیز آن دولت بہ تبعیّت ووِراثت بر مَنَصّہٴ ظہور آمدہ و آخِر رابأول مُشابِہ ساختہ[11]

"جاننا چاہئے کہ (وصول کمالات نبوت) کا یہ انعام انبیاء کے حق میں بغیر کسی توسط کے ہوتا ہے اور صحابہ کرام جو متابعت اور وراثت کے طور پر اس مقام سے مشرف ہوئے ان کے حق میں یہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ہے۔ انبیاء اور صحابہ کے بعد ایسے افراد بہت کم ہیں جو اس مقام پر فائز ہوئے ہوں، اگرچہ یہ جائز ہے کہ کسی اور کو بھی متابعت اور وراثت میں اس دولت سے بہرور کیا جائے۔ اگر روح القدس کا فیضان دوبارہ دستگیری کرے، دوسرے بھی وہ کریں جو سیدنا مسیح کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت نے کبار تابعین پر بھی اپنا پرتو ڈالا ہے اور اکابر تبع تابعین پر بھی اس کا سایہ پڑتا رہا ہے۔ اس کے بعد اس دولت نے اپنا چہرہ پردے میں رکھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد دوسرا ہزار سال آپہنچا، اس وقت بھی یہ دولت آپ ﷺ کی متابعت اور وراثت سے منصفہ ظہور پر آئی اور آخر کو اول کے قریب کر دیا"

اسی مکتوب میں آپ مزید کہتے ہیں:

"آپ ﷺ کے تابعداروں کو وراثت میں کمالات نبوت کا حصول آپ ﷺ کے خاتم

[11] مکتوبات امام ربانی: ج ۱، مکتوب ۳۰۱: ص ۱۴۲-۱۴۳

الرسل ہونے کے منافی نہیں"[12]

اس مکتوب میں مجدد صاحب کمالات نبوت کے حصول کے دو طرق کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ الغرض مجدد الف ثانی شیخ ابن عربی کے اسی تصور نبوت کے قائل ہیں جس کی وضاحت اس کتاب میں کی گئی، اور مجدد صاحب بھلا ایسا کیوں نہ کرتے کہ صوفیاء شیخ کو اپنی روایت کا "شیخ اکبر" مانتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب شیخ ابن عربی پر ختم نبوت کا الزام لگاتے ہوئے یہ بھول گئے کہ غامدی صاحب نے جن صوفیاء کے تصور نبوت کو اسلام کے متوازی دین قرار دیا ان صوفیاء کی فہرست میں خود مجدد الف ثانی کا نام بھی شامل ہے۔ حافظ صاحب اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ شیخ ابن عربی پر غامدی صاحب کو جو اعتراض ہے وہ درست ہے نیز اس کا معقول جواب بھی ممکن نہیں۔ لیکن اپنی اس کتاب کا انتساب طے کرتے ہوئے انہیں شاید یہ یاد نہ رہا کہ غامدی صاحب کا یہ اعتراض صرف شیخ ابن عربی پر نہیں ہے بلکہ ان کے ممدوح مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پر بھی ہے اور اعتراض کی بنیاد بھی یکساں ہے۔ غامدی صاحب اپنی کتاب "برھان" میں مجدد الف ثانی پر نبوت میں نقب زنی کا الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

"شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:

اید دانست کہ منصب نبوت ختم بر خاتم الرسل شدہ است علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات، اما از کمالات آں منصب بطریق تبعیت متابعان اور انصیب کامل است۔ (مکتوبات ا، مکتوب ۲۶۰)

جاننا چاہیے کہ منصب نبوت، بے شک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا، لیکن اِس منصب کے کمالات آپ کے پیروؤں کو آپ کے پیرو ہی کی حیثیت سے اب بھی پورے حاصل ہو سکتے ہیں۔

---

[12] مکتوبات امام ربانی: ج ا، مکتوب ۳۰۱: ص ۱۴۱

اِس کے بعد وہ آگے بڑھتے ہیں اور حریم نبوت میں یہ نقب لگانے کے بعد یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ، کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے لامکاں کی پہنائیوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔"[13]

چنانچہ حافظ صاحب نے یہ سوال تو پوچھ لیا کہ ختم نبوت کے حوالے سے غامدی صاحب کی طرف سے شیخ ابن عربی پر اٹھائے جانے والے اعتراض کا آخر کیا مطلب ہو سکتا ہے، لیکن نجانے انہوں نے یہ بتانا کیوں ضروری نہیں سمجھا کہ خود مجدد الف ثانی کی عین اسی بات کا کیا مطلب ہے جو مجدد صاحب نے شیخ ابن عربی ہی کے تصور نبوت سے اخذ کی ہے؟ اگر حافظ صاحب اب بھی شیخ ابن عربی پر غامدی صاحب کے اعتراض کو درست سمجھتے ہیں تو انہیں جان لینا چاہئے کہ مجدد صاحب بھی اسی صف میں کھڑے ہیں جس کی طرف وہ شیخ ابن عربی کو کھڑا دیکھ کر کفر و ضلالت اور ختم نبوت کے انکار کے فتووں کا گولہ بارود برسا رہے ہیں۔

امکان وجواز الہام کے شرعی دلائل

تصوف کو متوازی دین اور گمراہی ٹھہرانے کے لئے ظاہریت پسند مفکرین نے اپنی طرف سے اس دعوے کو دلیل بنایا ہے کہ ختم نبوت کا مطلب یہ بھی ہے کہ اب کوئی شخص کشف والہام جیسے کسی ذریعے سے کسی غیبی بات سے واقف نہیں ہو سکتا نیز ایسا امکان ماننا ختم نبوت پر نقب زنی کرنا ہے۔ ختم نبوت کا یہ تصور خود ساختہ ہے اور قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ اس کتاب میں اس دعوے کے غلط ہونے پر متعدد دلائل گزر چکے، یہاں انہیں ترتیب وار جمع کر دیا گیا ہے۔ زیر بحث مسئلہ کا تعلق الہام کے ساتھ ہے۔ لغت میں الہام 'لھم' سے ہے جس کا معنی کسی چیز کو نگلنے کے ہیں۔ الہام کسی چیز کے دل میں القاء کرنے کو کہا جاتا ہے۔ حضرت امام راغب اصفہانی اللہ

---

[13] برھان: ص۱۹۹۔۲۰۰

تعالیٰ کے فرمان: فَأَلْهَمَها فُجُورَها وَتَقْواها کی روشنی میں فرماتے ہیں:الْإِلْهَامُ: إلقاء الشيء في الرّوع یعنی الہام قلب میں کسی چیز کے القاء کو کہا جاتا ہے۔[14]

ا۔ **مخاطبت الٰہیہ انبیاء کا خاصہ نہیں:** پہلی بات یہ جاننا چاہئے کہ شرعی نظائر سے قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ مخاطبت الٰہیہ یا فرشتے کا نظر آجانا، یہ خصائص انبیاء یعنی انبیاء سے متعلق نبوت کے خصائص میں سے نہیں بلکہ یہ غیر انبیاء کے لئے بھی جائز ہیں۔ یہ دعوی کرنا کہ خطاب الٰہی نبی کا خاصہ ہے ان تمام آیات کی رو سے غلط ہے جن میں کہا گیا کہ اللہ تعالی ہر چیز سے رابطے میں ہے نیز متعدد اشیاء سے متعلق کہا گیا کہ ان پر وحی کی جاتی ہے۔ ان آیات کا ذکر باب 2 میں گزر چکا۔ ان پر ہونے والی وحی کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ وہ "کلام" کے باب سے نہیں کیونکہ قرآن کے مطابق وحی کیا جانا، یہ اللہ کے کلام کی ایک صورت ہے۔ یہ دعوی ان نظائر و آیات کی رو بھی سے غلط ہے جن میں حضرت موسی کی والدہ نیز حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں کہا گیا کہ ان پر وحی کی گئی یا فرشتے نے ان سے کلام کرتے ہوئے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت موسی کی والدہ پر وحی کی آیت باب 2 میں گزر چکی، حضرت مریم کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّـهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ- يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿آل عمران: 42-43﴾

"اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم، بے شک اللہ نے آپ کو چن لیا ہے اور خوب پاک کر دیا ہے اور پسند کیا ہے آپ کو سارے جہان کی عورتوں سے، اے مریم خلوص سے عبادت کرتی رہ اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ"

---

[14] المفردات فی غریب القرآن: ص۷۴۸

غامدی صاحب اور ان کے متعبین غور کریں کہ حضرت مریم علیہا السلام کو یہاں با قاعدہ تین امور تعبدی (اقْنُتِي، وَاسْجُدِي، وَارْكَعِي) بجالانے کا امر دیا جارہا ہے۔ آگے جا کر کہا گیا کہ فرشتے نے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی دی۔[15]

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کے ساتھ بھی فرشتے نے کلام کیا۔ جب فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری سنا رہا تھا تو ان کی زوجہ حیران ہو کر مسکرانے لگیں اور با قاعدے فرشتے سے گویا ہوئیں اور فرشتے نے آپ کو جواب بھی دیا:

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ - قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَـٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَـٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ- قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّـهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّـهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ﴿هود: 71-73﴾

"اور آپ کی اہلیہ پاس کھڑی تھیں ہنس پڑیں، تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ سارہ نے کہا اے حیرانی، کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے یہ میاں بھی بوڑھے ہیں؟ بلاشبہ یہ تو عجیب و غریب بات ہے۔ فرشتے کہنے لگے کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور برکت ہو تم پر اے ابراہیم کے گھرانے والو"

اگر حضرت مریم، حضرت موسیٰ کی والدہ اور حضرت ابراہیم کی زوجہ گروہ انبیاء میں سے نہیں تھیں تو ان مثالوں سے یہ بات قطعی طور پر واضح ہو گئی کہ اللہ کا خطاب انبیاء کا خاصہ نہیں۔[16] اگر

---

[15] سورہ مریم میں اس بات کو مؤکد کیا گیا ہے کہ فرشتہ ان کے پاس انسانی صورت میں آیا، دیکھئے آیت ۱۷۔۱۹

[16] چوتھی مثال خضر علیہ السلام کی ہے، البتہ ان کے بارے میں مفسرین کے مابین اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں

محض خطاب الٰہی سے کوئی نبی ہو جاتا ہے تو ختم نبوت سے قبل جن غیر انبیاء کے ساتھ یہ تعلق روا رکھا گیا، وہ سب بھی نبی ہوتے۔

۲۔ حدیث میں بیان کردہ حصر کی نوعیت: غامدی صاحب کا دعوی ہے کہ اب الہام و کشف کا امکان ختم ہو چکا۔ اس دعوے کے لئے وہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ بھی ان کے خلاف ہے:

لَمْ يَبْقَ مِنْ النُّبُوَّة إِلَّا الْمُبَشِّرَات[17]

"نبوت میں سے مبشرات کے سواء کچھ نہیں بچا"

شیخ ابن عربی کے معتقد اس استدلال کا جواب یوں دیں گے کہ عربی زبان سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ اس حدیث کا اسلوب مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ کا ہے، یعنی ایک چیز کو دوسرے سے نکالا گیا ہے، جس میں دو امکان ہیں:

- پہلا یہ کہ یہاں "الا" سے استثنا متصل مراد ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ مستثنیٰ (یعنی جسے استثنا قرار دیا گیا ہے) مستثنیٰ منہ (جس میں استثنا پیدا کیا گیا) میں شامل تھا اور اسے حرف استثنا یعنی "الا" کے ذریعے اس میں سے نکالا گیا۔ اسے حقیقی استثنا کہتے ہیں جو اصلا مراد ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ "مبشرات" نبوت میں شامل تھے جسے اب بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ بطور مثال یہ بات یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ "کھانے میں کوئی چیز نہیں بچی سوائے چاول کے"، یعنی چاول بھی کھانے ہی کی چیز ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں ہے کہ "نبوت میں کچھ نہیں بچا سوائے مبشرات کے"، یعنی مبشرات نبوت ہی کا جزو ہے۔ حدیث کے الفاظ کا یہ مفہوم اس حدیث سے مزید قوی ہو جاتا ہے جس میں کہا گیا: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنْ النُّبُوَّةِ یعنی "رویا صالحہ اجزائے نبوت کا

---

17 صحیح البخاری: ص۱۲۶۹: رقم الحدیث ۶۹۹۰

چھیالیسواں جزو ہے"۔ یعنی اول الذکر حدیث میں جس چیز کو "مبشرات" کہا گیا وہ نبوت ہی کا جزو ہے۔ غامدی صاحب نے جس حدیث کو اپنے مقدمے کے لئے بطور دلیل بیان کیا وہ خود ان کے اپنے مقدمے کے خلاف اور شیخ ابن عربی کے تصور نبوت عامہ کے حق میں جارہی ہے نیز یہ مبشرات عقائد میں بیان ہونے والے علمائے عقیدہ کے اصطلاحی تصور نبوت کے ساتھ خاص نہیں۔

- دوسرا امکان یہ ہے کہ یہاں "الا" کو استثنا منقطع مراد لیا جائے جس صورت میں یہ "البتہ" کے معنی میں ہو گا۔ عربی اصولوں کی رو سے اس کی گنجائش بھی موجود ہے۔ لیکن اگر اس حدیث میں "الا" کو استثنا منقطع قرار دیا جائے تو حدیث کا مفہوم یہ بنے گا کہ نبوت میں سے کچھ باقی نہ رہا، البتہ مبشرات باقی ہیں۔ اس صورت میں "مبشرات" نبوت سے خارج ہو جاتے ہیں، یعنی مبشرات نبوت کا جزو نہیں، لیکن اس صورت میں پھر حدیث کے اندر "الا" کے بعد آگے آنے والی اگلی بات کے لئے کوئی حصر نہیں رہے گا کیونکہ یہ فائدہ استثنا متصل سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع سے۔ یعنی مطلب یہ بنا کہ "نبوت بالکل ختم ہو گئی البتہ مبشرات باقی ہیں"، نہ کہ صرف مبشرات باقی ہیں۔ اس سے ان حضرات کے استدلال کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے جو اس حدیث کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ مبشرات کے سوا الہام، کشف وغیرہ سب کچھ باطل ہے نیز فرشتہ آخری نبی کے بعد کسی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔

الغرض اس حدیث میں استثنا متصل مراد لیا جائے یا منقطع، ہر دو صورت میں غامدی صاحب کا مقدمہ غلط ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں بیان کردہ حصر کی نوعیت کیا ہے، اس کا جواب ائمہ محدثین سے معلوم کرتے ہیں۔ حدیث کی شرح کرنے والے بڑے بڑے محدثین کرام کی رائے شیخ ابن عربی و صوفیاء کے مقدمے کے ساتھ ہم آہنگ اور غامدی صاحب کے خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فَإِن قيل: يرد عَلَيْهِ الإلهام لِأَن فِيهِ إِخْبَارًا بِمَا سَيكون وَهُوَ للأنبياء بِالنِّسْبَةِ للوحي كالرؤيا وَيَقع فِي غير الْأَنْبِيَاء كَمَا تقدم فِي مَنَاقِب عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، قد كَانَ فِيمَن مضى من الْأُمَم محدثون، وَفسّر الْمُحدث بِفَتْح الدَّال بالملهم بِفَتْح الْهَاء، وَقد أخبر كثير من الْأَوْلِيَاء عَن أُمُور مغيبة فَكَانَت كَمَا أخبروا. وَأجِيب: بِأَن الْحصْر فِي الْمَنَام لكَونه يَشْمَل آحَاد الْمُؤمنِينَ، بِخِلَاف الإلهام فَإِنَّهُ مُخْتَصّ بِالْبَعْضِ، وَمَعَ كَونه مُخْتَصًّا فَإِنَّهُ نَادِر[18]

"اگر کہا جائے: اس (حصر) سے الہام (کے جواز کی بنیاد) پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ اس میں مستقبل میں ہونے والے (امور) کی خبر دینا ہے اور وحی کے باب میں اسے انبیاء سے وہی نسبت ہے جو خواب کو ہے اور یہ (الہام) غیر انبیاء پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مناقب عمر رضی اللہ عنہ میں گزرا کہ 'گذشتہ امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے'۔ محدث کی دال زبر سے جس کی تفسیر 'ملہم'، ہا کے زبر سے، کی گئی ہے۔ نیز کئی اولیاء نے غیبی امور کی خبر دی اور وہ ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے انہوں نے خبر دی۔ اس (اشکال) کا جواب یہ دیا گیا کہ اس حدیث کا خواب میں حصر اس لئے کیا گیا کہ خواب تمام مومنین کو آتا ہے، بر خلاف الہام کے کہ وہ کچھ کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور خاص ہونے کی وجہ سے یہ بہت کم پیش آتا ہے۔"

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: پہلی یہ کہ آپ الہام کو جائز بتاتے ہیں اور تمام علمائے اہل سنت کی طرح اسے ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے۔ دوسری یہ کہ اس حدیث میں حصر "مبشرات بذریعہ منام" کا ہے نہ کہ الہام کا۔ اس کی وجہ آپ یہ بتاتے ہیں کہ خواب کا تعلق سب مسلمانوں کے ساتھ ہے جبکہ الہام خواص المؤمنین کو ہوتا ہے۔ گویا حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اجزائے نبوت میں

---

[18] عمدۃ القاری: ج ۲۴: ص ۱۳۴۔۱۳۵

سے جو مبشرات باقی ہیں وہ تمام مسلمانوں کے لئے ہیں، یعنی اس حدیث شریف میں صرف ان مبشرات کا ذکر ہوا ہے جن کا تعلق ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ باب نمبر 2 کے اندر اسی حدیث کی تشریح کے ضمن میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا حوالہ بھی گزر چکا جس کے مطابق آپ ﷺ کے بعد الہام کا سلسلہ جائز ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی بھی مذکورہ بالا سوال کے جواب میں حصر کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَالْجَوَاب أَنَّ الْحَصْر فِي الْمَنَام لِكَوْنِهِ يَشْمَل آحَاد الْمُؤْمِنِينَ بِخِلَافِ الْإِلْهَام فَإِنَّهُ مُخْتَصّ بِالْبَعْضِ ، وَمَعَ كَوْنه مُخْتَصًّا فَإِنَّهُ نَادِر ، فَإِنَّمَا ذُكِرَ الْمَنَام لِشُمُولِهِ وَكَثْرَة وُقُوعه ، وَيُشِير إِلَى ذَلِكَ قَوْله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " فَإِنْ يَكُنْ " وَكَانَ السِّرّ فِي نُدُور الْإِلْهَام فِي زَمَنه وَكَثْرَته مِنْ بَعْده غَلَبَة الْوَحْي إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقَظَة وَإِرَادَة إِظْهَار الْمُعْجِزَات مِنْهُ ، فَكَانَ الْمُنَاسِب أَنْ لَا يَقَع لِغَيْرِهِ مِنْهُ فِي زَمَانه شَيْء ، فَلَمَّا اِنْقَطَعَ الْوَحْي بِمَوْتِهِ وَقَعَ الْإِلْهَام لِمَنْ اِخْتَصَّهُ اللَّهُ بِهِ لِلْأَمْنِ مِنْ اللَّبْس فِي ذَلِكَ ، وَفِي إِنْكَار وُقُوع ذَلِكَ مَعَ كَثْرَته وَاشْتِهَاره مُكَابَرَة مِمَّنْ أَنْكَرَهُ [19]

''اس کا جواب یہ ہے کہ نیند میں اس کا حصر اس لیے ہے تا کہ اس میں تمام اصحاب ایمان بھی شامل ہو جائیں بر خلاف الہام کے کیونکہ الہام صرف بعض کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اس کے خاص ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ نادر ہے۔ خواب کو اس لیے ذکر کیا گیا کہ یہ سب کے ساتھ کو پیش آتا ہے اور بکثرت پیش آتا ہے۔ اس بات کی طرف (کہ الہام بہت نادر ہے) رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی اشارہ کرتا ہے کہ 'اگر میری امت میں کوئی ہوا'۔ الہام کے نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں کم اور بعد میں زیادہ ہونے

[19] فتح الباری: ج ۱۲: ص ۳۷۶

کی وجہ وحکمت آپ ﷺ پر حالت بیداری میں وحی کا غلبہ اور آپ ﷺ سے معجزات کا اظہار تھا۔ یہی مناسب تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی اور سے کوئی ظاہر نہ ہو۔ جب وحی آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ منقطع ہو گئی تو (نبی وغیر نبی میں) شبہ و التباس سے حفاظت کی وجہ سے ان لوگوں کو الہام ہوا جنہیں اللہ نے اس سے خاص کیا۔ الہام کے کثرت سے واقع ہونے اور مشہور ہونے کے باوجود جس نے اس کا انکار کیا، (اس نے) مکابرہ کیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں لفظ "الا" کے بعد جس حصر کا ذکر ہوا یہ حصر مطلق نہیں بلکہ حصر اضافی ہے، یعنی رؤیا صالحہ کہنے کا مقصد ایسی بات کے حصر کا بیان ہے جس کا تعلق تمام مسلمانوں کے اعتبار سے ہے نہ کہ مبشرات کی تمام اقسام کے اعتبار سے۔ جو شخص الہام کے وقوع کا انکار کرتا ہے، علامہ ابن حجر کے نزدیک وہ مکابرہ کرتا ہے۔

درج بالا حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی ایک لطیف نکتے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قَوْله: من النُّبُوَّة كَذَا فِي جَمِيع الطّرق وَلَيْسَ فِيهِ شَيْء مِنْهَا بِلَفْظ: من الرسَالَة، بدل: من النُّبُوَّة، وَكَانَ السِّرّ فِيهِ أَن الرسَالَة تزيد على النُّبُوَّة بتبليغ الْأَحْكَام للمكلفين بِخِلَاف النُّبُوَّة الْمُجَرَّدَة فَإِنَّهَا اطلَاع على بعض المغيبات[20]

"اس حدیث شریف میں 'من النبوۃ' کہا گیا ہے جیسا کہ تمام طرق میں یہی ذکر ہے۔ اس حدیث میں کسی بھی طریق میں 'من النبوۃ' کے بجائے 'من الرسالۃ' کے کلمات نہیں ہیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ رسالت میں نبوت سے بڑھ کر مکلفین کو احکام کی تبلیغ بھی ہے، بر خلاف مجرد نبوت کے، کہ وہ بعض غیبی امور پر آگہی سے عبارت ہے۔"

---

[20] عمدۃ القاری: ج ۲۴: ص ۱۳۴

یعنی اس قبیل کی تمام احادیث میں نبوت کے اجزاء باقی رہنے کا ذکر ہے نہ کہ رسالت۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسالت تبلیغ احکامات اور تکلیف سے عبارت ہے جبکہ مطلقاً نبوت نزول اخبار اور غیبی امور پر مطلع دیئے جانے سے عبارت ہے اور آپ کہتے ہیں کہ بصورت مبشرات اسی کے اجزاء کو باقی رکھا گیا ہے نہ کہ رسالت کے۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ لفظ نبوت کو رسالت سے الگ کر کے غیر تکلیفی و غیر تشریعی معنی میں بھی استعمال کر رہے ہیں اور اس کتاب کے مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ درج بالا بیان شیخ ابن عربی کے نظام فکر سے بہت قریب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیگر علمائے اہل سنت نے بھی ان اصطلاحات کو ضمناً اپنے مباحث میں استعمال کیا ہے۔ اسی طرح شارح بخاری علامہ ابن بطال مبشرات کو نبوت کے مشابہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ان لفظ النبوة مأخوذ من النبأ والإنباء، وهو الإعلام فى اللغة والمعنى أن الرؤيا إنباء صادق من الله، لاكذب فيه كما أن معنى النبوة الإنباء الصادق من الله الذى لايجوز عليه الكذب فتشاهبهت الرؤيا النبوة فى صدق الخبر عن الغيب[21]

"بے شک لفظ نبوت نبا اور انباء سے ماخوذ ہے جس کے معنی لغت میں خبر دینے کے ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ خواب دروغ سے پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی خبر ہے جیسا کہ نبوت کا مطلب اللہ کی طرف سے سچی خبر ہے جس کا جھوٹ ہونا ممکن نہیں۔ تو اس طور پر خواب نبوت کے مشابہ ہے کہ اس میں غیب سے سچی خبر ہوتی ہے۔"

ان حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک اس حدیث کی رو سے ختم

[21] شرح صحیح البخاری لابن بطال: ج۹: ص۵۱۷

نبوت کے بعد الہام کا جواز ماننا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔

۳۔ جاگتی کیفیت میں مبشرات: درج بالا بحث سے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں مبشرات کے ضمن میں خواب کی طرف اشارہ کیا جانا ایک خاص وجہ سے تھا نہ کہ تمام مبشرات کو اس میں محصور کرنے کے لئے۔ مبشرات کا ظہور خواب کے ساتھ خاص نہیں، قرآن و سنت کی نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ جاگتی کیفیت میں بھی ممکن ہیں۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے امتیوں کو خوشخبری دی:

مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ[22]

"جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔"

چنانچہ اس حدیث سے مبشرات کو "خواب" کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں کہا گیا کہ آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنے والا عاشق آپ ﷺ کی حالت بیداری میں بھی زیارت کرے گے۔ فرشتے یا انبیاء کا مشاہدہ کروایا جانا، یہ مبشرات ہی کے باب سے ہے جن کے ذریعے انسان کو اپنے ایمان کی سلامتی اور پختگی کا یقین ہو جاتا ہے اور وہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون کی کیفیت سے سرشار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی جن آیات میں "بشری" اور فرشتے کی طرف سے خوشخبری کی بات ہے اس میں سوتے اور جاگتے کی کوئی قید نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ نے جو "یا ساریة الجبل" کہا وہ خواب میں نہیں جاگتے میں دیکھ کر کہا تھا۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

إِنَّ اللّٰہَ تَعَالَی قَالَ: منْ عادى لي وَلِيّاً. فقدْ آذنتهُ بالْحَرْب. وَمَا تقرَّبَ إِلَيَ عبْدِي

---

[22] صحیح بخاری: ص ۱۲۷۱: رقم الحدیث ۶۹۹۳

بِشْيءٍ أَحبَّ إِلَيَ مِمَّا افْتَرَضْت عليْهِ: وَمَا يَزالُ عَبْدِي يتقرَّبُ إِلى بالنَّوافِل حَتَّى أُحِبَّه، فَإِذا أَحبَبْتُه كُنْتُ سمعهُ الَّذي يسْمعُ بِهِ، وبَصره الَّذِي يُبصِرُ بِهِ، ويدَهُ الَّتي يَبْطِش بِهَا، ورِجلَهُ الَّتي يمْشِي بِهَا، وَإِنْ سأَلنِي أَعْطيْته، ولَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لأُعِيذَّنه [23]

"بے شک اللہ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی میں نے اس سے اِعلان جنگ کر دیا، اور میرا بندہ جن چیزوں سے میرا قُرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض سے زیادہ مجھے کوئی شے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔"

اس حدیث قدسی میں یہ واضح کر دیا گیا کہ نوافل کی کثرت اور عبادت کے ذریعے قرب کے حصول کے نتیجے میں ولی کے باطن کا اثر اس کے ظاہری حواس پر بھی پڑتا ہے۔ اب جو اللہ کی سماعت سے سنتا ہو، اس کی بصارت سے دیکھتا ہو تو یقیناً اس کا دیکھنا اور سننا عام انسانوں سے مختلف ہو گا۔ اسی لیے اولیاء سے کرامات کا صدور ہوتا ہے۔

سورہ انفال میں آیا کہ میدان بدر میں ایک ہزار فرشتوں کا لشکر بھیجا گیا، اس کا ذکر اس طور پر ہوا:

وَمَا جَعَلَهُ اللَّـهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ﴿انفال: 10﴾

---

[23] صحیح بخاری: ص ۱۱۸۵: رقم الحدیث ۶۵۰۲

"اور نہیں بنایا (فرشتوں کے نزول کو) اللہ نے مگر ایک خوشخبری نیز تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل"

یہی بات سورہ آل عمران آیت 126 میں بھی ذکر ہوئی ہے۔ روایات میں ایسے آثار ملتے ہیں کہ لوگوں نے ان فرشتوں کا مشاہدہ بھی کیا۔ مسند امام احمد میں ایک صحابی کی روایت مذکور ہے کہ:

فقتلنا منهم سبعين واسرنا سبعين- فجاء رجل من الانصار قصير بالعباس بن عبد المطلب اسرا، فقال العباس: يا رسول الله، ان هذا والله ما اسرنى، لقد اسرنى رجل اجلح من احسن الناس وجها على فرس ابلق، ما اراه فى القوم- فقال الانصارى: انا اسرته يارسول الله- فقال اسكت، فقد ايدك الله تعالى بملك كريم[24]

"(کفار کے) ستر آدمی ہم نے قتل کر دیئے اور ستر قیدی بنا لئے۔ پس ایک پست قد انصاری حضرت عباس (جو طویل القامت تھے) کو باندھ کر لایا۔ (حضرت عباس نے کہا) یارسول اللہ ﷺ اس (چھوٹے قد کے شخص) نے مجھے نہیں پکڑا بلکہ مجھے لوگوں میں سے ایک خوبصورت چہرے والے گنجے شخص نے پکڑا (جو) چتکبرے گھوڑے پر (سوار تھا) اور میں نے اسے اس قوم (انصار) میں سے نہیں دیکھا۔ (اس پر) انصاری نے کہا یارسول اللہ ﷺ اسے میں نے پکڑا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ، اللہ نے ایک معزز فرشتے سے تمہاری مدد کی۔"

اس آیت اور روایت سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ پہلی یہ کہ فرشتے کا یہ نظارہ جاگتے میں ہوا، دوسری یہ کہ قرآن مجید میں فرشتوں کے اس نزول کو "بشری" قرار دیا گیا ہے اور حدیث شریف

---

[24] مسند الامام احمد بن حنبل: جلد ۲: ص ۲۶۰: رقم الحدیث ۹۴۸

میں آیا کہ مبشرات باقی ہیں نیز قرآن میں اولیاء کے بارے میں آیالَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴿یونس: 63﴾ یعنی ان کے لئے دنیامیں بھی بشری ہے۔اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ فرشتے کا ظہور ہو جانا یہ بھی اس مبشرات میں سے ہے جس کا ذکر حدیث میں ہوا۔ تیسری یہ کہ فرشتے کا نظر آنانہ خصائص انبیاء میں سے ہے نہ ہی ناممکن و ناجائز۔ حدیث جبرائیل سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ نے فرشتے کو انسانی صورت میں ملاحظہ بھی کیا اور اس کی گفتگو بھی سنی۔ ان دلائل کے پیش نظر غیر نبی کو حالت بیداری میں فرشتے کے دیدار کے امکان پر اس حدیث سے بھی کچھ روشنی پڑتی ہے جسے امام بخاری نے باب نزول السکینة و الملائکةعند قراءة القرآن کے تحت بیان کیاہے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنْ اللَّيْلِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوطَةٌ عِنْدَهُ إِذْ جَالَتْ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتْ الْفَرَسُ فَسَكَتَ وَسَكَتَتْ الْفَرَسُ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتْ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا فَأَشْفَقَ أَنْ تُصِيبَهُ فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى مَا يَرَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجَتْ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِي مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ[25]

"حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رات کو سورۃ البقرۃ کی تلاوت

---

[25] صحیح بخاری: ص۹۴۸: رقم الحدیث۵۰۱۸

شروع کی۔ ان کا گھوڑا جو ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا، اس نے اچھلنا کودنا اور بدکنا شروع کر دیا۔ آپ نے تلاوت چھوڑ دی گھوڑا بھی سیدھا ہو گیا۔ آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا۔ گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کیا، آپ نے پھر پڑھنا موقوف کیا، گھوڑا بھی ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ تیسری مرتبہ بھی یہ ہوا۔ چونکہ ان کے صاحبزادے یحییٰ گھوڑے کے پاس ہی لیٹے ہوئے تھے اس لئے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں بچے کو چوٹ نہ آجائے۔ قرآن کا پڑھنا بند کر کے اسے اٹھالیا۔ آسمان کی طرف دیکھا کہ جانور کے بدکنے کی کیا وجہ ہے؟ صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے جاتے اور فرماتے جاتے۔۔۔ اسید پڑھتے چلے جاؤ. حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیسری مرتبہ کے بعد تو یحییٰ کی وجہ سے میں نے پڑھنا بالکل بند کر دیا۔ اب جو نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی چیز سایہ دار ابر (بادل) کی طرح ہے اور اس میں چراغوں کی طرح کی روشنی ہے۔ بس میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر کو اٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو، یہ کیا چیز تھی؟ یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کو سن کر قریب آگئے تھے۔ اگر تم پڑھنا موقوف نہ کرتے تو صبح تک یونہی رہتے اور ہر شخص انہیں دیکھ لیتا، کسی سے نہ چھپتے۔“

اس حدیث شریف میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ قرآن کی تلاوت سے اللہ کے فرشتے قاری کے قریب ہوتے رہے یہاں تک کہ اس بات کا بھی امکان پیدا ہو گیا کہ وہ زمین پر اتر کر ان سے ملاقات کرتے۔ یہ واقعہ ایک صحابی رسول ﷺ کا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اس کیفیت سے محظوظ ہوتے تھے۔

قرآن مجید میں اہل ایمان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّـهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا

تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ- نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴿فصلت 30-31﴾

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم ہو گئے، اترتے ہیں ان پر فرشتے اور انہیں کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو، تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی"

یہ آیت اس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ فرشتے صاحبان استقامت کے ساتھ دنیاوی زندگی میں بھی تعلق رکھتے ہیں جس کی نوعیت "مبشرات" اور "بشریٰ" کے باب سے ہے۔ دنیا و آخرت میں فرشتوں کی ولایت کے بارے میں امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى كَوْنِهِمْ أَوْلِيَاءَ لِلْمُؤْمِنِينَ أَنَّ لِلْمَلَائِكَةِ تَأْثِيرَاتٍ فِي الْأَرْوَاحِ الْبَشَرِيَّةِ، بِالْإِلْهَامَاتِ وَالْمُكَاشَفَاتِ الْيَقِينِيَّةِ، وَالْمَقَامَاتِ الْحَقِيقِيَّةِ، كَمَا أَنَّ لِلشَّيَاطِينِ تَأْثِيرَاتٍ فِي الْأَرْوَاحِ بِإِلْقَاءِ الْوَسَاوِسِ فِيهَا وَتَخْيِيلِ الْأَبَاطِيلِ إِلَيْهَا. وَبِالْجُمْلَةِ فَكَوْنُ الْمَلَائِكَةِ أَوْلِيَاءَ لِلْأَرْوَاحِ الطَّيِّبَةِ الطَّاهِرَةِ حَاصِلٌ مِنْ جِهَاتٍ كَثِيرَةٍ مَعْلُومَةٍ لِأَرْبَابِ الْمُكَاشَفَاتِ وَالْمُشَاهَدَاتِ، فَهُمْ يَقُولُونَ: كَمَا أَنَّ تِلْكَ الْوِلَايَةَ كَانَتْ حَاصِلَةً فِي الدنيا فَهِيَ تَكُونُ بَاقِيَةً فِي الْآخِرَةِ[26]

"اور اس بات کا مطلب کہ فرشتے مومنین کے ساتھی ہیں یہ ہے کہ بے شک فرشتوں کی ارواح بشریہ میں الہامات، یقینی کشف اور حقیقی مقامات کی صورت میں انسانی روحوں پر اثر انداز ہوتے ہے، جیسے شیاطین وساوس اور خیالات باطلہ ڈال کر ارواح میں اثر ڈالتے

[26] تفسیر کبیر: ج ۲۷: ص ۵۶۱

ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں کا پاک اور طاہر روحوں کا ساتھ کئی زاویوں سے تعلق ہے جس کا اہل کشف کو علم ہے۔ پس (فرشتے) کہتے ہیں: بے شک جس طرح سے یہ ولایت دنیا میں حاصل ہوتی ہے اسی طرح سے آخرت میں بھی باقی رہے گی۔"

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّـهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ- الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ- لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّـهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿یونس: 62-64﴾

"سن لو، بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہے، ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، اور اللہ کی باتیں نہیں بدلتیں، یہی بڑی کامیابی ہے"

اس آیت میں کہا گیا کہ بشارتوں کا عطا کیا جانا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ کے کلمات سے متعلق ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتے نیز اس کا تعلق دنیا و آخرت دونوں جہانوں سے ہے۔ اس آیت میں جس بشری کا ذکر ہے، متعدد مفسرین نے اس کی تفسیر میں ان احادیث کو پیش کیا ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا کہ مبشرات کی صورت میں اجزائے نبوت باقی ہیں۔[27]

الغرض ان نظائر سے واضح ہو گیا کہ مبشرات کا ظہور خواب کے ساتھ خاص نہیں اور یہ بات علماء سے مخفی نہیں کہ متعلقہ باب کی تمام احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی کسی مخصوص حدیث سے متعلق کوئی حکم اخذ کیا جاتا ہے۔ محدثین کرام نے اسی اصول کے تحت حدیث کے ظاہری حصر کو "عامۃ المؤمنین کے لئے برقرار مبشرات" پر محمول کیا تا کہ نصوص میں تضاد نہ ہو۔ اگر بر سبیل

[27] تاویلات اہل السنۃ: ج٦: ص٦٠، تفسیر کبیر: ج١٧: ص٢٧٧، تفسیر ابن کثیر: ج٤: ص٢٧٨

تنزل یہ مان بھی لیا جائے کہ مبشرات صرف خواب ہی میں ممکن ہیں تب بھی اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے پاس ایک ایسا ذریعہ علم بہر حال موجود ہے جو اجزائے نبوت میں سے ہے۔ یہ مان لینا بھی اس پورے مقدمے کی نفی ہے جو غامدی صاحب کھڑا کرنے کی کوشش میں ہیں۔

۴۔اس امت میں ملہمین ہوں گے: حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ [28]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے قبل امتوں میں محدث ہوتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہوا تو وہ عمر ہیں۔''

ایک اور روایت میں یہ کلمات ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ [29]

''بنی اسرائیل میں تم سے قبل ایسے افراد ہوتے تھے جو انبیاء نہیں ہوتے تھے مگر ان سے کلام کیا جاتا تھا۔ پس اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوا تو وہ عمر ہوں گے۔''

اسی مفہوم کی حدیث امام مسلم علیہ الرحمۃ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ

---

[28] صحیح بخاری: ص ۶۷۲: رقم الحدیث ۳۶۸۹

[29] صحیح بخاری: ص ۶۷۲: رقم الحدیث ۳۶۸۹

کے ساتھ روایت کی ہے:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ[30]

”نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم سے قبل امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہوا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہوں گے۔“

حضرت امام ترمذی اسی حدیث کو روایت کرنے کے بعد حضرت سفیان بن عیینہ کا قول لکھتے ہیں:

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ مُحَدَّثُونَ يَعْنِي مُفَهَّمُونَ[31]

”سفیان بن عیینہ نے فرمایا: محدثون سے مراد مفھمون ہے یعنی جنہیں فہم عطا کیا جاتا ہے۔“

اس حدیث کو حضرت امام مسلم اور دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ اس کی شرح میں حضرت امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْله :(مُحَدَّثُونَ) بِفَتْحِ الدَّال جَمْع مُحَدَّث ، وَاخْتُلِفَ فِي تَأْوِيله فَقِيلَ : مُلْهَم، قَالَهُ الْأَكْثَر قَالُوا : الْمُحَدَّث بِالْفَتْحِ هُوَ الرَّجُل الصَّادِق الظَّنّ ، وَهُوَ مَنْ أُلْقِيَ فِي رُوعه شَيْء مِنْ قِبَل الْمَلَأ الْأَعْلَى فَيَكُون كَالَّذِي حَدَّثَهُ غَيْره بِهِ ، وَبِهَذَا جَزَمَ أَبُو أَحْمَد الْعَسْكَرِيّ . وَقِيلَ مَنْ يَجْرِي الصَّوَاب عَلَى لِسَانه مِنْ غَيْر قَصْد ، وَقِيلَ مُكَلَّم أَيْ تُكَلِّمهُ الْمَلَائِكَة بِغَيْرِ نُبُوَّة ، وَهَذَا وَرَدَ مِنْ حَدِيث أَبِي سَعِيد

---

[30] صحیح مسلم: ص ۱۱۲۴۔۱۱۲۵: رقم الحدیث ۲۳۹۸

[31] سنن ترمذی: ص ۸۴۱، رقم الحدیث: ۳۷۰۲

الْخُدْرِيِّ مَرْفُوعًا وَلَفْظه " قِيلَ يَا رَسُول اللهَّ وَكَيْف يُحَدَّث؟ قَالَ تَتكَلَّم الْمَلَائِكَة عَلَى لِسَانه "---وَقَعَ فِي مُسْنَد " الْحُمَيْدِيّ " عَقِب حَدِيث عَائِشَة " الْمُحَدَّث الْمُلْهَم بِالصَّوَابِ الَّذِي يُلْقَى عَلَى فِيهِ " وَعِنْد مُسْلِم مِنْ رِوَايَة اِبْن وَهْب " مُلْهَمُونَ ، وَهِيَ الْإِصَابَة بِغَيْرِ نُبُوَّة "[32]

"آپ ﷺ کا فرمان: ("محدثون") دال کے زبر کے ساتھ ہے جو محدث کی جمع ہے۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے ملہم (وہ جسے الہام کیا جاتا ہے) مراد ہے، یہ اکثر کی رائے ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ محدث دال کے فتح کے ساتھ وہ شخص ہے جس کا گمان سچا و درست ہو۔ یہ وہ ہے جس کے دل میں ملأ اعلیٰ کی جانب سے کوئی چیز ڈال دی گئی ہو تو وہ شخص ایسا ہو جاتا ہے گویا اس سے کسی دوسرے نے کلام کیا۔ اس پر ابو احمد عسکری نے جزم کیا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی زبان پر بلا ارادہ حق جاری ہو جائے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس سے مراد 'مکلم' ہے یعنی جس سے اللہ کے فرشتے بغیر منصب نبوت کے ہم کلام ہوتے ہوں۔ اور یہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مرفوعاً مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: عرض کی گئی اے اللہ کے رسول ﷺ اس سے بات کیسے کی جاتی ہے؟ فرمایا: اللہ کے فرشتے اس کی زبان پر بات کرتے ہیں۔۔۔ مسند حمیدی میں ہے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد: محدث وہ ہے جس کے دل پر درست الہام القا کیا جاتا ہے۔ امام مسلم کے ہاں، ابن وہب کی روایت میں، لفظ "ملہمون" آیا ہے جس سے مراد بغیر نبوت کے الہام ہے۔"

یہ حدیث جسے متعدد محدثین نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے الہام اور مخاطبت الٰہیہ کے باب میں صراحتاً جاوید احمد غامدی صاحب کے نظریات کے خلاف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے امت میں مقام

[32] فتح الباری: ج ۱۱: ص ۹۶

محدثیت کی تفصیلات خود بیان فرمادی ہیں۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں یعنی ان کے ماسوا بھی امت میں ایسے افراد موجود ہیں جو محدث اور ملہم ہیں۔ اسی لیے محدثین نے اس حدیث کی شرح میں اسی بات کو رقم کیا ہے کہ غیر انبیاء پر الہام اور حدیث کا سلسلہ جاری ہے نیز اس الہام کو شرعی آداب کے پیش نظر قبول ورد کیا جاتا رہا ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ کے بعد الہام کا امکان عقیدہ ختم نبوت کی نفی ہے تو ان تمام صحیح احادیث، قرآنی آیات اور محدثین کے اقوال کا کیا ہو گا جو اس کے جواز و امکان پر دلالت کر رہی ہیں؟

۵۔ <u>ملہمین کو فہم دین عطا کئے جانے کے دلائل:</u> قرآن مجید میں آتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّـهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا ﴿انفال: 29﴾

"اے ایمان والو، اگر تم اللہ کا تقوی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لئے فرقان مقرر کر دے گا"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان تقوی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے "فرقان" مقرر کر دیتے ہیں جس کے ذریعے انسان حق وباطل میں تمیز کر سکتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّـهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّـهُ ﴿البقرة: 282﴾

"اللہ سے ڈرو، وہ تمہیں علم سکھائے گا"

اسی بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

أَفَمَن شَرَحَ اللَّـهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ﴿زمر: 22﴾

"جس کے سینے کو اللہ اسلام کے لئے کھول دے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہوتا ہے"

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے متعدد مفسرین کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ "فرقان مقرر کئے جانے" نیز "علم سکھائے جانے" سے مراد اللہ کی طرف سے قلب میں حق و باطل کے پیمانوں کا القا کیا جانا بھی ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ: يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقاناً وَالْمَعْنَى أَنَّهُ تَعَالَى يُفَرِّقُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْكُفَّارِ. وَلَمَّا كَانَ اللَّفْظُ مُطْلَقًا وَجَبَ حَمْلُهُ عَلَى جَمِيعِ الْفُرُوقِ الْحَاصِلَةِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَيْنَ الْكُفَّارِ فَنَقُولُ: هَذَا الْفُرْقَانُ إِمَّا أَنْ يُعْتَبَرَ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا أَوْ فِي أَحْوَالِ الْآخِرَةِ. أَمَّا فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا فَإِمَّا أَنْ يُعْتَبَرَ فِي أَحْوَالِ الْقُلُوبِ وَهِيَ الْأَحْوَالُ الْبَاطِنَةُ أَوْ فِي الْأَحْوَالِ الظَّاهِرَةِ، أَمَّا فِي أَحْوَالِ الْقُلُوبِ فَأُمُورٌ: أَحَدُهَا: أَنَّهُ تَعَالَى يَخُصُّ الْمُؤْمِنِينَ بِالْهِدَايَةِ وَالْمَعْرِفَةِ. وَثَانِيهَا: أَنَّهُ يَخُصُّ قُلُوبَهُمْ وَصُدُورَهُمْ بِالِانْشِرَاحِ كَمَا قَالَ: أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلامِ فَهُوَ عَلى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ [الزُّمَرِ: 22][33]

"اللہ کا یہ فرمان: 'کہ وہ تمہارے لئے فرقان مقرر کرے گا' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہارے اور کفار کے مابین امتیاز کر دے گا۔ چونکہ یہ لفظ کسی قید کے بغیر ہے اس سے کفار و مؤمنین کے مابین ہر قسم کا امتیاز مراد لینا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں یہ فرقان یا احوال دنیا کے لحاظ سے ہو یا احوال آخرت کے لحاظ سے۔ جہاں تک احوال دنیا کا تعلق ہے تو وہ قلب کے لحاظ سے ہیں، اور یہ باطنی احوال ہیں، یا ظاہر کے لحاظ سے۔ اب احوال قلب کے لحاظ سے کچھ امور ہیں: پہلا یہ کہ اللہ تعالی صرف اہل ایمان کو ہدایت و معرفت عطا فرماتا ہے اور دوسرا یہ کہ محض ان کے دلوں اور سینوں کو (دین کے لئے) وسعت دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: 'بھلا اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا، وہ اپنے

[33] تفسیر کبیر: ج ۱۵: ص ۴۶۷

رب کی طرف سے نور پر فائز ہو جاتا ہے۔"

اسی طرح امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَاتَّقُوا اللهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللهُ وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) وَعْدٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى بِأَنَّ مَنِ اتَّقَاهُ عَلَّمَهُ، أَيْ يَجْعَلُ فِي قَلْبِهِ نُورًا يَفْهَمُ بِهِ مَا يُلْقَى إِلَيْهِ، وَقَدْ يَجْعَلُ اللهُ فِي قَلْبِهِ ابْتِدَاءً فُرْقَانًا، أَيْ فَيْصَلًا يَفْصِلُ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَاناً[34]

"اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں علم سکھائے گا۔ اور بے شک اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرے گا وہ اسے علم عطا فرمائے گا۔ یعنی اس کے دل میں نور داخل کر دے گا وہ اس نور کے ذریعے اس بات کو سمجھے گا جو اس کی طرف القا کی جاتی ہے۔ اور کبھی شروع ہی سے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں 'فرقان' ڈالتا ہے یعنی وہ فیصلہ کرنے والی (قوت) جس کے ذریعے وہ حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔ اسی سے اللہ کا فرمان ہے: "اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے وہ تمہیں وہ تمہارے لئے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت (وہدایت) مقرر فرمادے گا۔"

اسی رائے کا اظہار کرتے ہوئے قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ياأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقاناً هداية في قلوبكم تفرقون بها

34 تفسیر قرطبی: ج۳: ص۴۰۶

بين الحق والباطل [35]

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقوٰی اختیار کرو گے (تو) وہ تمہارے لئے فرقان مقرر کرے گا"، یعنی ایسی رہنمائی تمہارے دلوں میں ڈالے گا جس سے تم حق و باطل میں امتیاز کرو"

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّـهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ ﴿یوسف: 108﴾

"کہہ دیجئے، یہ میرا رستہ ہے، میں بلاتا ہوں صرف اللہ کی طرف، بصیرت پر ہوں، میں بھی اور وہ بھی جو میری اتباع کرتا ہے"

امام ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

البصيرة: العلم والبيان والحجة النيرة؛ أي هذه سبيلي التي أنا أدعوكم إليها؛ إنما أدعوكم على بصيرة؛ أي على علم وبيان وحجة قاطعة؛ وبرهان نير؛ ليس كسائر الأديان التي يدعى إليها على الهوى والشهوة بغير حجة ولا برهان؛ (وَمَنِ اتَّبَعَنِي) أي: ومن اتبعني، -أيضًا-فإنما يدعوكم أيضًا على حجة وبرهان؛ إذ من يجيبني؛ فإنما يجيب على بصيرة وبيان وحجة [36]

"بصیرت: علم، بیان، روشن حجت کے معنی میں ہے۔ یعنی یہ میرا ایسا رستہ ہے جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں نیز میں تمہیں بصیرت ہی سے دعوت دیتا ہوں، یعنی

[35] تفسیر بیضاوی: ج۳: ص۵۶

[36] تاویلات اہل السنۃ: ج۶: ص۲۹۷

علم، بیان، قطعی حجت اور روشن برہان کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ یہ دیگر ادیان کی طرح سے نہیں ہے جن کی طرف نفسانی خواہش اور شہوت کے ساتھ بغیر حجت اور برہان کے دعوت دی جاتی ہے۔("اور جس نے میری اتباع کی") یعنی جس نے میری اتباع کی وہ بھی۔ وہ بھی تمہیں حجت اور برہان کے ساتھ دعوت دیتا ہے کیونکہ جو میری دعوت کو قبول کرتا ہے وہ بصیرت، بیان و حجت کے ساتھ دعوت قبول کرتا ہے۔"

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حق کی صداقت پر جو بصیرت تھی وہ صرف عقلی و کلامی دلیلوں پر منحصر نہیں ہوتی بلکہ وہ علم حضوری اور ذوق کے باب سے ہوتی ہے۔ آیت میں کہا گیا کہ یہ بصیرت میرے متبعین کو بھی حاصل ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ انہیں بھی اس ذوقی بصیرت میں سے حصہ ملتا ہے۔

اذان کا طریقہ کیسے مقرر کیا گیا، اس حوالے سے ایک روایت میں آتا ہے:

قَالَ اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا فَقِيلَ لَهُ انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ قَالَ فَذُكِرَ لَهُ الْقُنْعُ يَعْنِي الشَّبُّورَ وَقَالَ زِيَادٌ شَبُّورُ الْيَهُودِ فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ وَقَالَ هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ قَالَ فَذُكِرَ لَهُ النَّاقُوسُ فَقَالَ هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ قَالَ فَغَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ قَالَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدْ رَآهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا قَالَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي فَقَالَ سَبَقَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهِ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ فَافْعَلْهُ قَالَ فَأَذَّنَ بِلَالٌ[37]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند ہوئے کہ لوگوں کو کس طرح نماز کے لیے اکٹھا کیا جائے؟ چنانچہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ نماز کا وقت ہونے پر ایک جھنڈا نصب کر دیجیے، جسے دیکھ کر لوگ ایک دوسرے کو باخبر کر دیں، آپ ﷺ کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بگل کا ذکر کیا گیا، زیاد کی روایت میں ہے: یہود کے بگل (کا ذکر کیا گیا) تو یہ تجویز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئی، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس میں یہودیوں کی مشابہت ہے"۔ پھر آپ ﷺ سے ناقوس کا ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس میں نصرانیوں کی مشابہت ہے"۔ پھر عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے لوٹے، وہ بھی (اس مسئلہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فکر مند تھے، چنانچہ انہیں خواب میں اذان کا طریقہ بتایا گیا۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ صبح تڑکے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو اس خواب کی خبر دی اور آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں سونے جاگنے کی کیفیت میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان سکھائی، راوی کہتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس سے پہلے یہ خواب دیکھ چکے تھے لیکن وہ اسے بیس دن تک چھپاتے رہے، پھر انہوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے ان سے فرمایا: "تم نے کیوں نہیں بتایا؟" انہوں نے کہا: چونکہ مجھ سے پہلے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اسے بیان کر دیا اس لیے مجھے شرم آ رہی تھی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلال! اٹھو اور جیسے عبداللہ بن زید

37 سنن ابی داوٗد: ص۳۶۹۔۳۷۰: رقم الحدیث ۴۹۸

تم کو کرنے کو کہیں اسی طرح کرو۔ اس طرح حضرت بلال نے اذان دی۔"

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب میں اذان دیکھنا اور فاروق اعظم کو بھی اسی کے موافق خواب آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں حضرات محدث و ملہم تھے اور یہ درج بالا روایت کی تائید کر رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے الہام کی بذریعہ وحی تصدیق کی اور اسی بنیاد پر اذان کا سلسلہ باقاعدہ رائج کیا گیا جس کے بعد یہ حکم شرعی ہو گیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنْ اللہ فَلْيَحْمَدْ اللہ وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرَى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللہ مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثُمَّ قَرَأَ{الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ}[38]

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان کے لیے ابن آدم کا چھونا ہوتا ہے اور فرشتے کا بھی ابن آدم کو چھونا ہوتا ہے۔ شیطان کا چھونا بری چیز سے ڈرانا اور حق کو جھٹلانا جبکہ فرشتے کا چھونا خیر کا اعادہ اور حق کی تصدیق ہے۔ تو جو کوئی اس بات کو دل میں پائے وہ جان لے یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور اگر کوئی دوسری بات پائے تو اسے چاہیئے وہ اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ طلب کرے۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: شیطان تمہیں (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لئے)

---

[38] سنن ترمذی: ص ۶۷۲: رقم الحدیث ۲۹۸۸

تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔"

اس حدیث شریف سے واضح ہو رہا ہے کہ جس طرح شیطان انسان کے قلب میں شر کا وسوسہ ڈالتا ہے اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح اللہ کا فرشتہ مؤمن کے دل میں خیر کی بات القاء کرتا ہے اور حق کی تصدیق کی طرف ابھارتا ہے۔ اگرچہ انسان اس فرشتے یا شیطان کو دیکھ نہ سکے تاہم عملاً ہر مسلمان کو اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ وہ قلب میں شیطانی اور رحمانی القاء کو محسوس کرتا ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو بنا کر اس سے الگ نہیں ہو گیا بلکہ اس کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہے۔ جو لوگ اس کا تقوی اختیار کرتے ہیں وہ انہیں رزق عطا کرتا ہے (الطلاق: 3) نیز اپنی طرف جدوجہد کرنے والوں کو راہ بھی دکھاتا ہے (العنکبوت: 69) اور یہ سب اب بھی جاری ہے۔ ہر مسلمان اٹھتے بیٹھتے اپنی ہر کامیابی پر یہی کہتا ہے کہ یہ سب اللہ کی عنایت سے ہے جو نصوص میں بیان شدہ اس حقیقت کا بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے قلوب پر خیالات القا فرماتا ہے۔ غامدی صاحب بھی اپنی کتاب "میزان" کے سرورق پر لکھتے ہیں: "اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ کم و بیش ربع صدی کے مطالعہ و تحقیق سے میں نے اس دین کو جو کچھ سمجھا ہے وہ اپنی اس کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ اس کی ہر محکم بات کو پروردگار کی عنایت اور میرے جلیل القدر استاد امام امین احسن اصلاحی کے رشحات فکر سے اخذ و استفادے کا نتیجہ سمجھئے"۔ غامدی صاحب کا یہ دعوی صوفیاء کی اصطلاح میں الہام ہی کا دعوی ہے۔[39] دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اس عبارت میں غامدی صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے جو دین بیان کیا ہے وہ اپنی سمجھ سے بیان کیا ہے نیز اس کی ہر "محکم بات" کو اللہ کی عنایت سمجھا جائے۔ یعنی کتاب میں بیان شدہ کچھ خیالات اگر غیر محکم ہیں تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں، صرف وہی خیالات اللہ کی عنایت ہیں جو محکم ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے قلب میں آنے والے کچھ

---

[39] ملاحظہ کیجئے الہام پر امام غزالی رحمہ اللہ کی بحث، احیاء العلوم: ص ۹۰۴، ۹۰۷

خیالات اللہ کی طرف سے ہیں اور کچھ نہیں، جو محکم ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں جبکہ غیر محکم کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی جائے گی۔ یہ دیگر خیالات کہاں سے آ گئے؟ صوفیاء الہام کو خیالات کے ان مصادر ہی کی بحث میں لاتے ہیں جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نیک و محکم خیالات کا یوں قلب پر وارد ہونا، یہ کوئی الل ٹپ طریقے پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے نبی علیہ السلام کی اتباع لازم ہے۔ شیخ ابن عربی کی اصطلاح میں یہ وارثین انبیاء کی وراثت ہے۔

الغرض اس قبیل کی اس قدر نصوص ہیں کہ ان کے مجموعے سے بننے والے تصور کے امکان کی نفی کرنا اور اس امکان کو کفر و ضلالت قرار دے دینا کسی طور پر درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت بذریعہ کشف و الہام ان امور کے مشاہدے کے امکان کو مانتے چلے آئے ہیں، اس کے امکان کا انکار کرنے کے معاملے میں غامدی صاحب منہج اہل سنت سے باہر اور قرآن و حدیث کے خلاف کھڑے ہیں۔

اس بحث کا خلاصہ یہ کہ انسان جس طرح اپنے ظاہری حواس اور دماغی عقلیت کے ذریعے بعض امور کا ادراک حاصل کرتا ہے، اسی طرح احساسات بھی ادراک حقیقت کا ذریعہ علم ہیں اور احساسات کی کثافت اور صفائی حقائق کے ادراک میں رکاوٹ یا مددگار ہوتے ہیں۔ جس طرح بعض علوم میں حاصل کی گئی مہارت اور دماغی مشقیں ایسے امور تک رسائی کو ممکن بنادیتی ہیں جو اس شخص کے لئے قابل رسائی نہیں ہوتیں جو ان میں ماہر نہ ہو (جیسے علوم دینیہ سے احکامات شرع اخذ کرنے کی لیاقت پیدا ہوتی ہے) اسی طرح کشف کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر نیز بعض قلبی مشاغل و مجاہدات کرنے کے نتیجے میں انسان کو ایسی یکسوئی و باطنی قوت میسر آجاتی ہے کہ اللہ تعالی کے فضل سے بعض غیبی حقائق اور امور سے پردے اٹھنے لگتے ہیں۔ اس ذریعہ علم کا انکار کرنا سوائے تنگ نظری کے کوئی دوسری چیز نہیں کیونکہ اس کے ناممکن ہونے کی کوئی نقلی و عقلی دلیل موجود نہیں جبکہ اس تجربے سے سرشار ہونے والے کثرت سے موجود رہے ہیں۔ اس حقیقت کا انکار اسلامی تاریخ میں اہل سنت کے کسی گروہ نے نہیں کیا یہاں

تک کہ جدید دور میں کچھ نئے لوگ سامنے آ گئے۔

الہام و خصوصیت نبوت پر شیخ ابن تیمیہ کا موقف

اس باب میں جن ناقدین شیخ کا محاکمہ کرنا مقصود ہے، ان میں سے ایک صاحب علم کا تعلق چونکہ سلفی مکتب فکر سے ہے لہذا ان حضرات کے فکری پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الہام و کشف نیز اس ضمن میں نبی کی خصوصیت کے بارے میں اس شخصیت کا موقف بیان کر دیا جائے جس کے "اسلاف" ہونے میں انہیں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ ہماری مراد شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔ وحی اور الہام کے امکان و جواز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپ کہتے ہیں:

وليس كل من اوحى اليه الوحى العام يكون نبيا، فانه قد يوحى الى غير الناس- قال تعالى (وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ: النحل 68)، وقال تعالى (وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا: فصلت 12)، وقال تعالى عن يوسف وهو صغير (فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَـٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ: يوسف 15) وقال تعالى (وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ: قصص 7) وقال تعالى (وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي: المائدة 111) - وقوله (وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّـهُ إِلَّا وَحْيًا: شورى 51) يتناول وحى الانبياء وغيرهم كالمحدثين الملهمين كما فى الصحيحين عن النبى ﷺ انه قال (قد كان فى الامم قبلك محدثون، فان يكن فى امتى احد فعمر منهم)،وقال عبادة ابن صامت (رؤيا المؤمن كلام

يكلم به الرب عبده فى منامه)- فهؤلاء المحدثون الملهمون المخاطبون يوحى اليهم هذا الحديث الذى هو لهم خطاب والهام، وليسو بانبياء معصومين [40]

"ہر وہ چیز جس پر وحی عام ہو وہ نبی نہیں ہوتی کیونکہ وحی تو انسانوں کے علاوہ دیگر اشیاء پر بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے کہا("اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ وہ بنایا کرے پہاڑوں میں اپنے چھتے اور درختوں کی شاخوں میں اور ان کے چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں")، اور اللہ نے فرمایا("اور ہر آسمان میں اسی کے کام کی وحی کی")، اور اللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا جبکہ وہ چھوٹے بچے تھے("پھر جب انہیں لے گئے اور یہ طے کر لیا کہ ڈال دیں گے اسے کسی گہرے کنویں کی تاریک تہہ میں، اور اس وقت ہم نے اس کی طرف وحی کی گھبراؤ نہیں، تم ضرور آگاہ کرو گے انہیں ان کے اس فعل سے جبکہ انہیں احساس بھی نہیں ہو گا")، اور اللہ نے کہا("اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ")۔ نیز اللہ کے فرمان("نہیں ہے کسی بشر کی یہ شان کہ اللہ اس سے کلام کرے سوائے وحی کی صورت") میں انبیاء سمیت دیگر انسان مثلاً ملہمین بھی شامل ہیں جیسا کہ صحیحین میں آپ ﷺ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے فرمایا("تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں کوئی ہوا تو وہ عمر ہو گا")، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:("مؤمن کا خواب در اصل نیند میں بندے سے اللہ کا کلام ہے")۔ تو یہ محدثین و ملہمین ہیں جو اللہ کے مخاطبین ہیں جن کی طرف یہ بات وحی کی جاتی ہے جو ان کے لیے خطاب اور الہام ہے۔ وہ معصوم انبیاء نہیں۔"

---

[40] النبوات: ص ٦٩٠

ایک اور مقام پر ملہمین کی طرف کی جانے والی اسی وحی کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ غیر انبیاء کی طرف جو وحی کی جاتی ہے یہ نیند اور بیداری دونوں حالت میں ہوتی ہے:

فَهَذَا الْوَحْيُ يَكُونُ لِغَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَيَكُونُ يَقَظَةً وَمَنَامًا[41]

"پس یہ وحی غیر انبیاء کے لئے بھی ہوتی ہے اور جو حالت بیداری اور نیند دونوں میں ہوتی ہے۔"

ان عبارات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

- ہر وہ شے یا شخص جس کی طرف وحی ہو وہ نبی نہیں ہوتا
- وحی عام اور انبیاء پر نازل ہونے والی وحی میں فرق ہے، موخر الذکر خاص وحی ہے
- قرآن مجید کی آیت ما كان لبشر الخ میں جس وحی کا ذکر ہے وہ انبیاء اور غیر انبیاء دونوں پر ہونے والی وحی کو شامل ہے
- احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی غیر انبیاء پر وحی (بمعنی الہام) کرتا اور ان سے خطاب کرتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ملہمین ہوں گے
- غیر انبیاء پر یہ وحی نیند اور بیداری ہر دو حالت میں ہوتی ہے

یہاں نوٹ کیا جائے کہ شیخ ابن تیمیہ عام اور خاص وحی میں اسی طرح فرق کر رہے ہیں جیسا کہ باب نمبر 2 میں بیان کیا گیا نیز شیخ ابن عربی بھی یہی فرق روا رکھتے ہوئے نبوت عامہ وخاصہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے لئے کشف وخرق عادت وامور ثابت ہیں، اس کے بارے میں آپ کہتے ہیں:

أَنَّ لِلدِّينِ عِلْمًا وَعَمَلًا إِذَا صَحَّ فَلَا بُدَّ أَنْ يُوجِبَ خَرْقَ الْعَادَةِ إِذَا احْتَاجَ إِلَى

---

[41] مجموع الفتاوی: ج ۱۲: ص ۳۹۷۔۳۹۸

ذَلِكَ صَاحِبُهُ.[42]

"دین علم و عمل سے عبارت ہے، جب یہ دونوں درست ہو جائیں تو اس سے خرق عادت امور کا ظہور ہوتا ہے جب دین دار کو اس کی ضرورت ہو۔"

اس مقام پر شیخ ابن تیمیہ نے کتاب و سنت سے اس کے شواہد و دلائل بھی ذکر کئے ہیں جن میں سے کچھ پچھلے حصے میں گزر چکے۔ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک اولیاء سے جن خوارق عادت کا ظہور ہوتا ہے وہ انبیاء ہی کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے، ان معنی میں یہ انبیاء کے معجزات کی ایک صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

فأولياء الله المقتدون بمحمد صلى الله عليه وسلم، فيفعلون ما أمر به، وينتهون عما عنه زجر، ويقتدون به فيما بين لهم أن يتبعوه فيه، فيؤيدهم بملائكته وروح منه، ويقذف الله في قلوبهم من أنواره، ولهم الكرامات التي يكرم الله بها أولياءه المتقين وخيار أولياء الله، كراماتهم لحجة في الدين، أو لحاجة بالمسلمين، كما كانت معجزات نبيهم صلى الله عليه وسلم كذلك. وكرامات أولياء الله إنما حصلت ببركة اتباع رسوله صلى الله عليه وسلم. فهي في الحقيقة تدخل في معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم[43]

"پس اولیاء اللہ صرف وہ ہیں جو محمد ﷺ کے پیروکار ہیں چنانچہ وہی کرتے ہیں جس کا آپ ﷺ نے حکم دیا اور اس سے رک جاتے ہیں جس سے آپ ﷺ نے منع کیا اور اس چیز میں آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جس کے بارے میں آپ ﷺ نے بیان

---

[42] مجموع الفتاوی: ج ۱۱: ص ۳۳۱۔۳۳۲

[43] الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان: ص ۲۹۱۔۲۹۲

کیا کہ وہ اس میں آپ ﷺ کی اتباع کریں۔ پس اللہ ان کی مدد فرماتا ہے فرشتوں اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے، اور اللہ ان کے دلوں میں اپنے انوار و تجلیات ڈالتا ہے، ان سے کرامات (کا ظہور ہوتا ہے) جن سے اللہ اپنے متقی اور بہترین اولیاء کو عزت بخشتا ہے۔ ان کی یہ کرامات دین کے ثبوت کے لئے ہوتی ہیں یا مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت کے لئے جیسا کہ ان کے نبی ﷺ کے معجزات اسی مقصد کے لئے ہوتے تھے۔ نیز اولیاء اللہ کو یہ کرامات اتباع رسول ﷺ کی برکت ہی سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ کرامات حقیقتاً معجزات رسول ﷺ ہی میں شامل ہیں۔"

علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک اولیاء پر بذریعہ الہام شریعت کا فہم واضح ہو جانا جائز و ممکن ہے نیز الہام کے ذریعے حاصل ہونے والا یہ علم اقوال میں ترجیح دینے کے سلسلے میں بعض طرق اجتہاد سے زیادہ قوی قرینہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں:

وَالَّذِينَ أَنْكَرُوا كَوْنَ الْإِلْهَامِ طَرِيقًا عَلَى الْإِطْلَاقِ أَخْطَئُوا كَمَا أَخْطَأَ الَّذِينَ جَعَلُوهُ طَرِيقًا شَرْعِيًّا عَلَى الْإِطْلَاقِ. وَلَكِنْ إذَا اجْتَهَدَ السَّالِكُ فِي الْأَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ الظَّاهِرَةِ فَلَمْ يَرَ فِيهَا تَرْجِيحًا وَأُلْهِمَ حِينَئِذٍ رُجْحَانَ أَحَدِ الْفِعْلَيْنِ مَعَ حُسْنِ قَصْدِهِ وَعِمَارَتِهِ بِالتَّقْوَى فَإِلْهَامُ مِثْلِ هَذَا دَلِيلٌ فِي حَقِّهِ؛ قَدْ يَكُونُ أَقْوَى مِنْ كَثِيرٍ مِنْ الْأَقْيِسَةِ الضَّعِيفَةِ؛ وَالْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ وَالظَّوَاهِرِ الضَّعِيفَةِ وَالِاسْتِصْحَابات الضَّعِيفَةِ الَّتِي يَحْتَجُّ بِهَا كَثِيرٌ مِنْ الْخَائِضِينَ فِي الْمَذْهَبِ وَالْخِلَافِ وَأُصُولِ الْفِقْهِ[44]

"اور جنہوں نے (حصول علم بذریعہ) الہام ایک طریقے کا کلی طور پر انکار کیا انہوں نے

[44] مجموع الفتاوی: ج ۱۰: ص ۴۱۳

ویسی ہی غلطی کی جیسی خطا ان لوگوں نے کی جو اسے علی الاطلاق (بغیر کسی قید) طریق شرعی کہتے ہیں۔ لیکن اگر سالک ادلہ شرعیہ ظاہرہ میں اجتہاد کرے اور اس میں ترجیح نہ دیکھے پھر اس پر الہام ہو جب اس کا رجحان دو میں سے کسی ایک فعل کی طرف حسن نیت اور تقویٰ کے ساتھ ہو تو اس طرح کا الہام اس کے حق میں دلیل ہے۔ کبھی ایسا الہام ضعیف قیاس، احادیث ضعیفہ، ظواہر ضعیفہ، استصحابات ضعیفہ سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے جس سے بہت سے مذہب، اختلافات اور اصول فقہ میں ڈوبے ہوئے حضرات دلیل پکڑتے ہیں۔"

آپ کہتے ہیں کہ البتہ ولی کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کے الہام میں غلطی واقع ہو جائے، تاہم اس غلطی پر اسے برا بھلا نہیں کہا جائے گا:

ليس من شرط ولي الله أن يكون معصوما لا يغلط ولا يخطئ، بل يجوز أن يخفي عليه بعض علم الشريعة، ويجوز أن يشتبه عليه بعض أمور الدين --- فإن الله سبحانه وتعالى تجاوز لهذه الأمة عن الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه[45]

"ولایت کے لئے شرط نہیں کہ ولی غلطی و کوتاہی سے پاک ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس پر علم شریعت کا کوئی باب مخفی رہ جائے نیز اس پر کوئی دینی معاملہ مشتبہ ہو جائے۔۔۔بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس امت کی خطا، بھول چوک اور ایسی بات سے درگزر فرمایا ہے جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو۔"

علامہ ابن تیمیہ فرما رہے ہیں کہ ولی سے کچھ امور مخفی رہ سکتے ہیں نیز کشف و الہام کے باوجود اس

---

45 الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان: ص ۱۴۴

سے غلطی ہونے کا امکان ہے۔ اسی بات کو مؤکد کرنے کے لئے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال دیتے ہیں جن کی بابت صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ انہیں بذریعہ الہام معاملات کے حقائق کا کشف ہوا کرتا تھا لیکن اس کے باوجود بعض معاملات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے ان کے مقابلے میں زیادہ صائب ثابت ہوئی جیسے مانعین زکوۃ سے جہاد کرنا۔ اس بحث سے دراصل وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ محدث کے لئے بذریعہ الہام کشف حقیقت ہونے کے باوجود غلطی کا امکان موجود رہتا ہے اور اسی لئے اس کی ہر بات ماننا لازم نہیں اور اس بات سے شیخ ابن عربی کو بھی انکار نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ اس مقام پر اس بات کے دلائل بھی دیتے ہیں کہ ایسے لوگ اگر صاحب علم و مجتہد ہوں تو ان کی غلطی پر انہیں گنہگار کہنا جائز نہیں۔ ان دلائل کے بعد اس معاملے میں اعتدال کی راہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والناس في هذا الباب ثلاثة أصناف: طرفان ووسط، فمنهم من إذا اعتقد في شخص أنه ولي الله، وافقه في كل ما يظن أنه حدثه به قلبه عن ربه، وسلم إليه جميع ما يفعله، ومنهم من إذا رآه قد قال او فعل ما ليس بموافق للشرع، أخرجه عن ولاية الله بالكلية وإن كان مجتهدا مخطئا، وخيار الأمور أوساطها، وهو أن لا يجعل معصوما ولا مأثوما إذا كان مجتهدا مخطئا، فلا يتبع في كل ما يقوله، ولا يحكم عليه بالكفر والفسق مع اجتهاده[46]

"اس معاملے میں لوگ تین طرح کے ہیں، دو افراط و تفریط میں ہیں اور ایک معتدل۔ ایک وہ ہیں کہ جب کسی کی ولایت کا وہ اعتقاد کر لیں تو ہر وہ بات جو ان کے خیال میں ان کے رب نے اس کے قلب میں ڈالی اس میں ان کی موافقت کرتے ہیں اور اس کے ہر فعل میں خود کو اس کے سپرد کر دیتے ہیں۔ دوسرے وہ کہ اگر وہ کسی (ولی کو) دیکھیں کہ

[46] الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان: ص ۱۴۷۔۱۴۸

اس نے کوئی ایسی بات کہی یا عمل کیا جو شرع کے موافق نہیں تو وہ اسے کلی طور پر اللہ کی ولایت سے نکال دیتے ہیں اگرچہ یہ اجتہادی غلطی ہو۔ تاہم بہترین رویہ درمیانی ہے اور وہ یہ ہے کہ نہ (ولی کو) معصوم سمجھا جائے نہ گنہگار جب اس سے اجتہادی خطا ہو۔ پس نہ ہر بات میں اسکی پیروی کی جائے نہ اس کے اجتہاد پر کفر و فسق کا حکم لگایا جائے۔''

اس بحث سے معلوم ہوا کہ شیخ ابن عربی اور شیخ ابن تیمیہ رحمہا اللہ کے تصور الہام میں سوائے اس کے فرق نہیں کہ دونوں اس کی الگ جہات پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ ابن عربی کا زور اس بات پر ہے کہ یہ گلاس آدھا بھر بھی سکتا ہے جبکہ شیخ ابن تیمیہ اس بات کو زیادہ اجاگر کرتے ہیں کہ یہ گلاس آدھا خالی بھی رہ سکتا ہے۔ البتہ دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بذریعہ الہام علم عطا کیا جاتا ہے، اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے نیز ملہم مجتہد کو غلطی کرنے پر گنہگار نہیں کہا جائے گا۔
اب آیئے اس سوال کی طرف کہ اگر ولی کے لئے وحی الہام کا امکان و جواز موجود ہے تو نبی اور ولی میں فرق کیا ہے؟ شیخ ابن تیمیہ نبی اور غیر نبی کا فرق واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فان الانبیاء صلوات اللہ علیهم وسلامه یجب لهم الایمان بجمیع ما یخبرون به عن اللہ عز وجل، وتجب طاعتهم فیما یامرون به، بخلاف الاولیاء فانهم لاتجب طاعتهم فی کل ما یامرون به، ولا الایمان بجمیع ما یخبرون به، بل یعرض امرهم وخبرهم علی الکتاب و السنة، فما وافق الکتاب والسنة وجب قبوله، وما خالف الکتاب والسنة کان مردودا، وان کان صاحبه اولیاء اللہ وکان مجتهدا معذورا فیما قال له اجر علی اجتهاده،و لکنه اذا خالف الکتاب والسنة کان مخطاء، وکان من الخطاء المغفور اذا کان صاحبه قد اتقی اللہ ما استطاع فان اللہ تعالی یقول (فَاتَّقُوا اللَّـهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ: تغابن

16) [47]

"انبیاء (کی خصوصیت یہ ہے کہ) وہ اللہ عزوجل کی طرف سے جس بھی بات کی خبر دیں اس پر ایمان لانا واجب ہوتا ہے، جس چیز کا وہ حکم دیں اس میں ان کی اطاعت واجب ہے۔ بر خلاف اولیاء کے کہ ان کی اطاعت واجب نہیں نہ ان کی ہر بات ماننا لازم ہے بلکہ ان کے امر اور خبر کو کتاب و سنت پر پیش کیا جائے۔ اس میں سے جو کچھ کتاب و سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرنا چاہیئے اور جو ان کے خلاف ہو اسے مسترد، اگرچہ وہ بات کہنے والا ولی اللہ ہو۔ نیز وہ مجتہد اپنی کہی ہوئی بات میں معذور ہو گا اسے اس کے اجتہاد پر اجر ملے گا۔ لیکن اگر وہ کتاب و سنت کے خلاف ہو تو وہ غلطی پر ہے، اگرچہ وہ غلطی معاف ہے اگر وہ اللہ سے اپنی استطاعت کے بقدر ڈرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ("تم اپنی استطاعت کے بقدر اللہ سے ڈرتے رہو")۔"

چنانچہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی اور محدث کے درمیان یہ وہی فرق ہے جس کی وضاحت شیخ ابن عربی کے ہاں "تکلیف" کے جامع الفاظ میں ملتی ہے۔ اگر شیخ اکبر کی اصطلاح میں درج بالا اقتباس کو بیان کیا جائے تو شیخ ابن تیمیہ جسے "وحی عام" کہہ رہے ہیں شیخ اکبر کے نزدیک اس کے حاملین "نبوت عامہ" سے متصف تو ہوتے ہیں لیکن نبوت خاصہ کے حامل نہیں ہوتے اور اسی لئے ان محدثین کی ہر بات پر ایمان لانا لازم نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا غامدی صاحب نے جو انوکھا مفہوم مقرر کیا ہے اس کی رو سے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اسی طرح ختم نبوت کے منکر ہیں جیسے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ۔ شیخ ابن تیمیہ کے مباحث نبوت کے بعض اہم پہلو باب نمبر 11 میں پیش کئے جائیں گے۔

---

[47] الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان: ص ۱۵۸

دلالت الہام اور اصولیین کا رویہ

اس بحث کے ضمن میں اس آخری بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اصول فقہ کے ماہرین نے الہام کی شرعی حیثیت کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھا ہے۔ حکم شرعی کے اثبات میں الہام بطور حجت شرعی ہونے پر تین اقوال ہیں:[48]

۱۔ یہ مطلقاً حجت شرعی ہے، یہ قول اکثر اہل تصوف کا ہے

۲۔ یہ ملہم کے لئے تو حجت ہے مگر کسی دوسرے شخص کے لئے حجت نہیں اور نہ ملہم اس کی دعوت دینے کا مجاز ہے

۳۔ یہ مطلقاً حجت نہیں، یعنی ملہم کی اپنی ذات کے لئے بھی نہیں

ماہرین اصول فقہ ان دلائل کا ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں جن کی بنیاد پر صوفیاء کا گروہ الہام کو حجت تسلیم کرتا ہے، اگرچہ انہیں ان صوفیاء کی رائے قبول کرنے میں تامل ہے۔[49] اصولیین کی طرف سے خواب میں آپ ﷺ کے دیدار پر تصحیح حدیث کا اصول قبول نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ایسا واقعہ ہونے کے منکر ہیں بلکہ اس کی بنیاد یہ فنی اعتراض ہے کہ خواب میں بیان شدہ بات کا درست طور پر حافظے میں محفوظ رہنے کا امکان کم ہوتا ہے، لہذا اصول ضبط کی بنا پر ان کی نظر میں ایسا واقعہ لائق اعتماد نہیں رہتا۔[50] البتہ ماضی بعید سے لے کر ماضی قریب تک اہل سنت میں ایسے متعدد اہل علم حضرات گزرے ہیں جو الہام اور تصحیح حدیث بذریعہ خواب کے قائل رہے ہیں۔ طائفہ محدثین کے سرخیل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتب و آراء جمع کرنے والے محققین کا کہنا ہے کہ تین احادیث ایسی ہیں جو امام صاحب نے آپ ﷺ سے بذریعہ خواب

---

[48] البحر المحیط: ج٦: ص١٠٣

[49] البحر المحیط: ج٦: ص١٠٣۔١٠٦، نیز ارشاد الفحول: ١٠١٦۔١٠٢١

[50] البحر المحیط: ج٦: ص١٠٦

روایت کیں۔[51] علامہ ابن الہمام کے شارح کے مطابق امام رازی نیز علامہ ابن الصلاح (م 1245ء) کی طرف الہام کی حجیت تسلیم کئے جانے کے اقوال منسوب ہیں۔[52] اسی طرح اصول فقہ کے ایک امام علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ اگر خواب میں آپ ﷺ کسی بات پر مطلع فرمادیں تو اس کے حجت ہونے پر فقہ شافعی کے بڑے امام علامہ ابو اسحاق ابراہیم اسفرائینی (م 1027ء) کا قول بھی ملتا ہے[53] نیز یہی بات علامہ شوکانی نے بھی لکھی ہے۔[54] شیخ شمس الدین السخاوی (م 1499ء) اپنی کتاب میں شیخ اسماعیل جبراتی (م 1388ء) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک حدیث یٰس لما قُرئت له (سورہ یسین اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے اسے پڑھا جاتا ہے) بطریق کشف قطعی تھی، اگرچہ یہ الفاظ کسی کتاب میں موجود نہیں۔[55] امام جلال الدین سیوطی (م 1505ء)، جو ماہر اصول فقہ ہونے کے ساتھ علم حدیث کے بھی ماہر ہیں، اپنی کتاب میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک ولی کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے، فقیہ نے ایک روایت نقل کی تو ولی اللہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے قریب تشریف فرما ہو کر بتا رہے ہیں کہ یہ حدیث میری نہیں، جب فقیہ نے سر اٹھایا تو اسے بھی آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔[56] ہندوستان کی معروف و معتبر علمی شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م 1762ء)، جو علم کلام، فقہ و تفسیر کے

---

[51] المسائل والرسائل المرویۃ عن الامام احمد بن حنبل فی العقیدہ: ج ا: ص ١٦۔ اس رسالے کا نام "الثلاث احادیث التی رواھا الامام احمد بن حنبل عن النبی ﷺ فی المنام" ہے۔

[52] التقریر والتحبیر: ج ٣: ص ٢٩٥-٢٩٧

[53] البحر المحیط: ج ٦: ص ١٠٦

[54] ارشاد الفحول: ١٠٢١

[55] المقاصد الحسنۃ: ص ٤٧١

[56] تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک: ص ٤٨

علاوہ علم حدیث میں بھی نمایاں نام رکھتے ہیں، اپنے رسائل میں ایسے متعدد مکاشفات کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے احادیث کے مطالب معلوم کئے۔[57] مصر سے تعلق رکھنے والے ماضی قریب کے ایک شافعی متکلم شیخ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ (م 1860ء) طریقہ کشف کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان سے متعلق اس حدیث کی تصحیح کے امکان کو قبول کرتے ہیں: أن الله تعالى أحيى والدي النبي، وأنهما أسلما، ثم أماتهما (اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا، انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر انہیں رحلت عطا فرمائی)۔[58] اس موضوع پر تحقیق کرنے والے اہل علم نے شیخ ابن عربی سے قبل اور بعد کے متعدد اہل علم کے ایسے حوالہ جات جمع کر دیئے ہیں۔[59]

ہمیں یہاں نہ اصولیین کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراض کا جائزہ لینا ہے نہ اس معاملے میں دونوں گروہوں کے دلائل پر کوئی تقابلی تبصرہ کرنا ہے، ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصول فقہ کے ائمہ کے طرز استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ بالعموم الہام کو شرعی حجت تسلیم نہ کرتے ہوں، تاہم وہ اسے حجت ماننے کی رائے کو ختم نبوت کے منافی تو کجا بدعت یا گمراہی بھی نہیں کہتے بلکہ ایک فنی وجہ سے اسے قبول نہیں کرتے۔ اصولیین کی یہ رائے اس وجہ سے بھی قابل فہم ہے کہ ان کے پیش نظر ایسا ظاہری قانونی نظام وضع کرنا ہوتا ہے جو خاص وعام سب پر لاگو ہو سکے اور اسی لئے وہ الہام کو دلالت کی بحث میں ذکر نہیں کرتے کہ یہ خواص سے متعلق شے ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ دروازہ کھلا چھوڑ دینے سے دین میں حرج کا خطرہ ہے جیسا کہ شیخ ابن

---

[57] دیکھئے ان کے رسائل: (۱) فیوض الحرمین: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ: جلد ۲: ص ۳۹۹، (۲) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ: جلد ۶: ص ۹۷

[58] تحفۃ المرید علی جوھرۃ التوحید: ص ۶۸-۶۹

[59] ملاحظہ کیجئے قبُولُ الحديث وردّه عند ابن عربي: التصحيح بالكشف ومنزلته من نظرية الإسناد (محمد أنس سريني)

عربی نے بھی اس کا ذکر کیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کسی فرد کے لئے اس کے امکان کے قائل نہیں یا اسے ختم نبوت پر ڈاکہ زنی قرار دیتے ہوں۔ اس سے واضح ہوا کہ ان کے مابین یہ اسی طرز کا اختلاف ہے جیسے اصول فقہ کے مختلف مناہج کے ہاں بعض طرق استنباط کے حجت ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف ہوتا ہے۔ مگر غامدی صاحب نے اپنی حد سے زیادہ سادہ فکری اور مبالغہ آرائی کے زور پر اسے "دین بمقابلہ متوازی دین" کا مسئلہ بنادیا۔

الہام و تصحیح حدیث بذریعہ منام پر شیخ ابن عربی کی رائے پچھلے باب میں گذر چکی جس کے مطابق راہ اعتدال یہ ماننا ہے کہ یہ امور کم از کم ملہم و محدث کے لئے مخصوص شرائط کے ساتھ حجت ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہوا تو عند اللہ ماجور ہوگا اور اگر جھوٹا ہوا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اساطین علمائے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ ولی کے لئے الہام و کشف جائز و ممکن ہے، یہاں تک کہ غامدی صاحب کے استاد مولانا امین احسن اصلاحی صاحب بھی اس کے کلیتاً منکر نہیں۔ بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ امتی کے لئے امکان الہام و کشف ماننا، یہ اہل سنت کا قریب قریب اجماعی عقیدہ ہے۔

اگر کوئی شخص قرآن و سنت کے ان دلائل اور اہل سنت کے اجماعی فہم سے چشم پوشی برتتے ہوئے اب بھی یہ کہنے پر مصر رہنا چاہتا ہے کہ الہام و کشف کا امکان کفر اور عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے تو ہم اسے وہی جواب دے کر آگے بڑھ جائیں گے جو شیخ ابن عربی ایسے لوگوں کو دے گئے: هذا فراق بيني و بينك۔[60]

---

[60] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۵۶

مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّـهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ (القرآن)

باب 10:
شیخ اکبر رحمہ اللہ اور مرزا قادیانی

سابقہ اوراق میں ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز عقیدہ ختم نبوت پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ آپ سے متعلق شک و طعن کی وجہ بعض لوگوں میں تو تعصب ہے اور بعض میں ان کی اصطلاح پر عدم اطلاع یا معانی غامضہ سے ناواقفیت ہے۔[1] ناقدین شیخ نے حقیقت حال او جھل ہونے کے باعث حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور مرزا قادیانی کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ آیئے اس ضمن میں پہلے ناقدین کا استدلال ملاحظہ کرتے ہیں پھر اس معاملے کا جائزہ لیتے ہیں۔

غامدی صاحب اور حافظ زبیر صاحب کا استدلال

جاوید احمد غامدی صاحب ایک طرف شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کو کذاب مرزا غلام احمد قادیانی سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ مرزا قادیانی کی تکفیر نہیں کرتے۔ تصوف کو وہ متوازی دین قرار دیتے ہیں مگر قادیانیوں کا دعوی اسلام رد نہیں کرتے۔ قادیانیت کے بارے میں ان کا یہ موقف قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ غامدی صاحب سے جب یہ سوال کیا گیا کہ قادیانیوں کے مسلمان ہونے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو انہوں نے جواباً کہا:

---

[1] ملفوظات مہریہ: ص۱۲۹

"میرا نکتہ نظر، اور ذرا دل تھام کر سن لیجئے!، ہمیشہ سے یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ میں اس کا انکار کروں۔۔۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں میں کون ہوتا ہوں اس کو کافر کہنے والا۔"[2]

قادیانی خود کو کافر نہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور پوری امت مسلمہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کفر پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ ان کے باطل اور کفریہ عقائد کی وجہ ہی سے انہیں حکومت پاکستان کی طرف سے کافر قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ تحریک راست اقدام اور تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں سینکڑوں لوگوں کی شہادتوں کے بعد پاکستان میں ۵ اگست ۱۹۷۴ء سے لے کر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں قادیانی مسئلہ پر 'ان کیمرا' بحث ہوتی رہی۔ اس کی ۳۱۰۷ صفحات پر مشتمل رپورٹ میں بالاتفاق یہ طے کیا گیا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اس لحاظ سے قادیانی اور غامدی صاحب دونوں ہی آئین پاکستان کے منکر ہیں۔ آئین پاکستان میں لکھا ہے:

"(الف) مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالی۔۔۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعوی کیا ہو یا جو دعوی کرے۔

(ب) غیر مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص۔۔۔۔ قادیانی گروپ یا لاہوری

[2] غامدی صاحب کا مکمل لیکچر یہاں ملاحظہ ہو:

https://www.youtube.com/watch?v=bTj7kP1t-To

گروپ ۔۔۔۔۔ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص ۔۔۔۔ یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔"[3]

مکہ کانفرنس کے علاوہ ۲۰۱۵ء میں گیمبیا کی اسلامک کونسل نے بھی قادیانیوں کو ریاستی سطح پر غیر مسلم قرار دیا[4] جبکہ اس سے قبل مجمع الفقہ الاسلامی الدولی (International Islamic Fiqh Academy) کی جانب سے ۱۹۸۵ء میں اجماعی طور پر ختم نبوت کے عقیدے کے انکار کے سبب اس گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے۔[5]

---

[3] آئین پاکستان: دفعہ ۲۶۰

[4] ملاحظہ فرمائیں:

https://allafrica.com/stories/201501262078.html
Retreived on 31 May, 2019.

[5] مکمل متن درج ذیل لنک پر ملاحظہ فرمائیں:

http://www.iifa-aifi.org/1576.html
Retreived on 31 May, 2019.

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه أجمعين

قرار رقم: 4 (2/ 4)[1] ،بشأن القاديانية

إن مجلس مجمع الفقه الإسلامي الدولي المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامي في دورة انعقاد مؤتمر الثاني بجدة من 10 – 16 ربيع الآخر 1406هـ، الموافق 22 – 28 كانون الأول (ديسمبر) 1985م،

بعد أن نظر في الاستفتاء المعروض عليه من مجلس الفقه الإسلامي في كيبتاون بجنوب إفريقيا بشأن الحكم في كل من القاديانية والفئة المتفرعة عنها التي تدعي اللاهورية، من حيث اعتبارهما في عداد المسلمين أو عدمه، وبشأن صلاحية غير المسلم للنظر في مثل هذه القضية،

غامدی صاحب مرزا قادیانی کے صریح کفر کو ہلکا دکھانے نیز اسے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی تعلیمات کے ساتھ ملانے کے لئے کہتے ہیں:

"اس طرح کی بہت سی باتیں انہوں نے (یعنی مرزا قادیانی) نے فرمائیں پھر آہستہ آہستہ انہوں نے دبے الفاظ میں ایسی باتیں بھی کہیں جن سے یہ معلوم ہوا کہ گویا وہ نبی بن

وفي ضوء ما قدم لأعضاء المجمع من أبحاث ومستندات في هذا الموضوع عن ميرزا غلام أحمد القادياني الذي ظهر في الهند في القرن الماضي وإليه تنسب نحلة القاديانية واللاهورية،

وبعد التأمل فيما ذكر من معلومات عن هاتين النحلتين وبعد التأكد من أن ميرزا غلام أحمد قد أدعى النبوة بأنه نبي مرسل يوحى إليه، وثبت عنه هذا في مؤلفاته التي ادعى أن بعضها وحي أنزل عليه، وظل طيلة حياته ينشر هذه الدعوة ويطلب إلى الناس في كتبه وأقواله الاعتقاد بنبوته ورسالته، كما ثبت عنه إنكار كثير مما علم من الدين بالضرورة كالجهاد،

وبعد أن اطلع المجمع أيضا على ما صدر عن المجمع الفقهي بمكة المكرمة في الموضوع نفسه،

قرر ما يلي:

أولاً :أن ما ادعاه ميرزا غلام أحمد من النبوة والرسالة ونزول الوحي عليه إنكار صريح لما ثبت من الدين بالضرورة ثبوتاً قطعياً يقينياً من ختم الرسالة والنبوة بسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم، وأنه لا ينزل وحي على أحد بعده. وهذه الدعوى من ميرزا غلام أحمد تجعله وسائر من يوافقونه عليها مرتدين خارجين عن الإسلام. وأما اللاهورية فإنهم كالقاديانية في الحكم عليهم بالردة، بالرغم من وصفهم ميرزا غلام أحمد بأنه ظل وبروز لنبينا محمد صلى الله عليه وسلم.

ثانياً :ليس لمحكمة غير إسلامية، أو قاض غير مسلم، أن يصدر الحكم بالإسلام أو الردة، ولا سيما فيما يخالف ما أجمعت عليه الأمة الإسلامية من خلال مجامعها وعلمائها، وذلك لأن الحكم بالإسلام أو الردة، لا يقبل إلا إذا صدر عن مسلم عالم بكل ما يتحقق به الدخول في الإسلام، أو الخروج منه بالردة، ومدرك لحقيقة الإسلام أو الكفر، ومحيط بما ثبت في الكتاب والسنة والإجماع: فحكم مثل هذه المحكمة باطل.

گئے ہیں کسی ایک زمانہ کے، لیکن میں آپ سے عرض کروں کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جو تحریریں ہیں، جتنی بھی ہیں، ان میں بالصراحت نبوت کے دعویٰ کی کوئی تحریر نہیں ہے۔"

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ (ابن عربی کی) تحریریں جتنی واضح ہیں ان (مرزا قادیانی) کی اتنی واضح نہیں ہیں۔۔۔ مرزا بشیر الدین صاحب محمود جو ان کے فرزند تھے انہوں نے اصل میں اس کو زیادہ صریح کیا اور کہا کہ نہیں یہ باقاعدہ (نبوت تھی)، ورنہ معاملہ ٹھیک ہو جاتا اتنا ہی رہ جاتا جتنا صوفیوں کا ہے۔۔۔ یہ بے چارے (مرزا قادیانی) جن کا مقدمہ آپ بیان کر رہے ہیں، تنہا (انہیں) اگر مجرم قرار دینا ہے (تو) میں اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں اور اگر سب کو قرار دینا ہے تو پھر سب کو قرار دیں"[6]

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کا موقف دراصل یہ ہے کہ قادیانیوں کو مسلمان سمجھا جائے اور اس مقصد کے لئے وہ شیخ ابن عربی اور صوفیاء کی تعلیمات کو بطور دروازہ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ زبیر صاحب نے بھی اپنے مضمون میں حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کے لیے توہین آمیز اور نازیبا کلمات، مثلا "بے وقوف، دماغی توازن خراب، متفق علیہ مردود"، استعمال کرنے کے علاوہ آپ کو عقائد میں مرزا قادیانی کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں:

"قادیانی نے سارا فلسفہ اسی ابن عربی سے لیا ہے۔ البتہ قادیانی کے دعوے اتنے بڑے

---

[6] غامدی صاحب کا مکمل لیکچر یہاں ملاحظہ ہو:

https://www.youtube.com/watch?v=Jl4G8790eI&t=1829s&fbclid=IwAR0s_ltpN2BNU-l-WLToDqXMEDscWCb9QINK2ZRFOEOHwVjmJWjLv7jfOI, Retrieved on 27 Aug, 2020

نہیں جتنے ابن عربی کے ہیں۔ ابن عربی کا کفر تو قادیانی کے کفر سے بڑھ کر ہے [7]۔۔۔ ابن عربی کا دعویٰ بعض اعتبارات سے غلام احمد قادیانی سے بڑھ جاتا ہے۔۔۔ ابن عربی کے تصور نبوت کی بنیادیں آپ کو غلام احمد قادیانی کے ہاں بھی نظر آئیں گی [8]۔۔۔ہاں آپ نے تاویل کرنی ہے تو غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تاویل اس سے زیادہ آسان ہے۔ تاویل کے لیے کیا چاہیے؛ تھوڑی سی ذہانت اور لفظوں کا ہیر پھیر [9]۔۔۔ اور ایسا ہی نہیں ہے یہ ہمارا صرف گمان غالب ہے کہ غلام احمد قادیانی نے ابن عربی سے استفادہ کیا ہے۔ آپ غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں ابن عربی کی کتابوں بالخصوص فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے حوالے اور دیگر متصوفین کے اقوال اور ان کے حوالے بھی کثرت سے دیکھ سکتے ہیں۔ [10] ۔۔۔ غلام احمد قادیانی اپنے تصور نبوت کے لیے فقہاء کا نام کیوں نہیں لیتے ان کی عبارتوں سے استدلال کیوں نہیں کرتے، ظاہری بات ہے کہ فقہاء نے انہیں یہ موقع ہی نہیں دیا البتہ صوفیا نے دے دیا۔۔۔ شیخ ابن عربی کی عبارتوں میں ویسا ہی کفر موجود ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی کی عبارتوں میں موجود ہے بلکہ اس سے زیادہ موجود ہے [11]۔۔۔ تو وہ اپنے آپ کو محمد نہیں بلکہ محمد کا سایہ کہتا ہے۔" [12]

چنانچہ اس بارے میں حافظ صاحب اور غامدی صاحب کے درج ذیل اعتراضات سامنے آتے ہیں:

ا۔ مرزا قادیانی صوفی تھا اور اسے دعویٰ نبوت کا موقع صوفیاء نے دیا۔

---

[7] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۸

[8] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۶۹

[9] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۵

[10] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۷۴

[11] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۷۵

[12] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۶۹

۲۔ مرزا قادیانی نے صریح دعویٰ نبوت نہیں کیا۔
۳۔ مرزا قادیانی سے زیادہ بڑا کفر نعوذ باللہ حضرت شیخ اقدس علیہ الرحمۃ کی کتب میں موجود ہے، شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی تاویلات زیادہ آسان ہیں۔
۴۔ مرزا قادیانی کا تصور نبوت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی کتب سے ماخوذ ہے۔ اس کی کتب میں شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔
۵۔ مرزا قادیانی کو فقہاء نے ایسے دعوے کرنے کی گنجائش نہیں دی بلکہ یہ گنجائش صوفیاء کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

اس باب میں ہم اس بنیادی بات کی وضاحت کریں گے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اور مرزا غلام احمد قادیانی میں عقائد کی مناسبت سے کوئی مماثلت نہیں۔

مرزا قادیانی، اہل تصوف اور بعض علمائے اہل حدیث

معاصر ناقدین کے شور وغل کے سبب یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ مرزا قادیانی حلقہ صوفیاء اور صوفی روایت سے تعلق رکھتا تھا۔ جاوید احمد غامدی صاحب اور حافظ محمد زبیر صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مرزا قادیانی صوفی تھا اور اس نے صوفی ہونے کے سبب دعویٰ نبوت کیا۔ آیئے قادیانیوں کے نزدیک ان کی معتبر کتب سے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ مرزا کی گروہی شناخت کیا تھی نیز اس کی حمایت و مخالفت کس کس نے کی۔ یہ بحث کسی شخص یا گروہ کو الزام دینے کے لئے نہیں کی جارہی بلکہ بوجہ ضرورت صرف ناقدین کی غلط بیانیوں کو صاف کرنے کے لئے کی جارہی ہے۔

مرزا قادیانی نہ صوفی روایت کا نمائندہ تھا نہ اس نے کسی صوفی سلسلے سے وابستہ ہو کر کسی صوفی بزرگ کی خلافت حاصل کی۔ بعض قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کا منہج اہل حدیث منہج سے زیادہ ملتا جلتا تھا۔ مرزا قادیانی کی سوانح پر قادیانی لٹریچر میں ان کے نزدیک سب سے معتبر

اور اہم کتاب سیرت المہدی ہے جسے اس کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے رقم کیا، قادیانی جماعت میں یہ کتاب دیگر تمام مصادر پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کے عقائد کے بارے میں اس کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

"اگر عقائد و تعامل کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ کا طریق حنفیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔"[13]

مرزا قادیانی کا قریب ترین ساتھی اور پہلا خلیفہ حکیم نور الدین بھیروی بھی اہل حدیث تھا۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر نے اس بارے میں لکھا:

"حضرت مولوی صاحب عقیدتاً اہل حدیث تھے۔"[14]

جب ہم فقہ احمدیہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اہل حدیث مکتب فکر سے زیادہ قریب ہے جس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں:

۱۔ "فاتحہ خلف الامام پڑھنا: کیا فاتحہ خلف الامام پڑھنا ضروری ہے؟
ہم بار بار اس کے جواب میں کہیں گے کہ الحمد نماز میں خلف امام پڑھنی چاہئے۔"[15]

۲۔ "نمازیں جمع کرنا: اسی طرح کسی اہم دینی اجتماعی کام کی صورت میں ظہر و عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ جماعت سے بھی اور اکیلے بھی۔ جمع تقدیم یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر اور جمع تاخیر یعنی عصر کے وقت میں ظہر اور

---

[13] سیرت المہدی: ج۱: ص۳۳۴

[14] سیرت المہدی: ج۱: ص۳۳۳

[15] فقہ احمدیہ: ج۱: ص۱۵۱

عصر دونوں صورتیں جائز ہیں۔[16]

۳۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں: ''فقہائے حنفی کے نزدیک اگر اس طرح ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دے دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں گویا طلاق بتہ یعنی قطعی طلاق وقوع میں آجاتی ہے اور مرد کو رجوع یا دوبارہ نکاح کا حق حاصل نہیں رہتا۔ لیکن فقہ احمدیہ اس طرح ایک نشست میں تین طلاق کے استعمال اور اس کے اس اثر کو تسلیم نہیں کرتی اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ جس بات کو شریعت نے ''تین بار'' پر موقوف کیا ہے وہ تین مختلف میں اوقات میں ہی ہونی چاہیئے۔۔۔لہذا فقہ احمدیہ کے نزدیک اگر تین طلاقیں ایک دفعہ ہی دے دی جائیں تو ایک رجعی طلاق متصور ہو گی۔''[17]

یہ بات بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ مرزا کی (جھوٹی) ماموریت کے تیسرے برس ۱۸۸۴ء میں مرزا قادیانی نے دوسری شادی کی جس میں مرزا قادیانی کا نکاح بھی ایک اہل حدیث عالم مولانا سید نذیر حسین صاحب نے پڑھایا۔ تاریخ احمدیت میں ہے:

''خواجہ میر درد کی مسجد میں عصر و مغرب کے درمیان مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے گیارہ سو روپیہ مہر پر نکاح پڑھا جو ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے اور ڈولی میں بیٹھ کر آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس موقع پر مولوی صاحب کو ایک مصلیٰ اور پانچ روپے بطور

---

[16] فقہ احمدیہ: ج۱: ص۱۸۳

[17] فقہ احمدیہ: ج۲: ص۷۹۔۸۰

ہدیہ دیئے۔"[18]

مرزا قادیانی کا سسرال بھی اہل حدیث تھا، اس کی بیوی کا بیان ہے:

"میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کی دوسری شادی دلی میں ہو گی چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا تو چونکہ اس وقت اس کے پاس تمام اہل حدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی اور میر صاحب[19] بھی اہل حدیث تھے اور اس سے بہت میل ملاقات رکھتے تھے اس لیے اس نے حضرت صاحب کے پاس میر صاحب کا نام لیا آپ نے میر صاحب کو لکھا۔ شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بوجہ تفاوت عمر ناپسند کیا مگر آخر کار رضامند ہو گئے اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلی گئے۔ آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ وامل بھی تھے۔ نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھا تھا۔۔۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ روپے اور ایک مصلیٰ نذر دیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت حضرت مسیح موعود کی عمر پچاس سال کے قریب ہو گی۔"[20]

ان قرائن سے مرزا قادیانی کے اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے کہ اس کے مذہب میں جس عورت کو نعوذ باللہ ام المؤمنین کہا جاتا ہے وہ بھی اہل حدیث تھی، اس کا سسر میر ناصر اور سسرال بھی اہل حدیث تھا، اس رشتے میں وسیلہ ایک اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب بنے نیز یہ نکاح بھی ایک اہل حدیث عالم مولانا نذیر حسین صاحب نے پڑھایا۔

---

[18] تاریخ احمدیت: ج ۱: ص ۲۴۵

[19] مرزا کا قریبی ساتھی و سسر

[20] سیرت المہدی: ج ۱: ص ۵۱

مرزا کے دوستوں میں بھی اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل رہے ہیں۔ ابتدائی دور میں مرزا قادیانی کی حمایت میں سب سے زیادہ پیش پیش اس کے ایک ہم جماعت اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب بھی تھے جو ایک عرصے تک اہل تصوف کے رد میں مرزا قادیانی کا دفاع کرتے رہے۔ اس کا واضح ثبوت مولانا بٹالوی صاحب کے زیر ادارت شائع ہونے والے مجلہ "اشاعۃ السنۃ" کے وہ شمارے ہیں جن میں انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں پر ریویو شائع کیا اور ان کی بے حد تعریف و توصیف کی۔ مولانا بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کتاب 'سرمہ چشم آریہ' کے بارے میں لکھا:

> ''یہ کتاب لاجواب مؤلف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی تصنیف ہے ۔۔۔ ہم بجائے تحریر ریویو اس کتاب کے بعض مطالب بہ نقل اصل عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔ وہ مطالب بحکم 'مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطا بگوید' خود شہادت دینگے کہ وہ کتاب کیسی ہے اور ہمارے ریویو کہنے کی حاجت باقی نہ رہے گی ۔۔۔ ایک ایک مسلمان اس کتاب کے دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔''[21]

مرزا قادیانی کی پہلی مطبوعہ تصنیف البراهين الاحمدية على حقيقة كتاب الله القرآن و النبوة المحمدية ہے جو براہین احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کو مرزا اپریل ۱۸۷۹ء تک مکمل کر چکا تھا۔[22] براہین احمدیہ کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء میں، تیسرا ۱۸۸۲ء میں اور چوتھا حصہ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔[23] اس کا پانچواں اور آخری حصہ مرزا نے ۱۹۰۵ء میں لکھا جو ۱۹۰۸ء میں

---

[21] اشاعۃ السنۃ: ج۹: ص۱۴۵۔۱۴۶۔۱۵۷۔۱۵۸

[22] تاریخ احمدیت: ج۱: ص۱۸۹

[23] تاریخ احمدیت: ج۱: ص۱۹۱

شائع ہوا۔[24] مرزا براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں کو عہد نامہ عتیق اور آخری حصے کو عہد نامہ جدید قرار دیتا تھا۔[25] براہین احمدیہ کی اشاعت پر مرزا کے رد میں غیر مسلموں کے اخبار سفیر ہند، نور افشاں اور رسالہ ودیا میں لکھا گیا۔ برہمن سماج لیڈر اگنی ہوتی نے بھی "جیون دھرم" میں اس پر قلم اٹھایا۔ جبکہ پنڈت لیکھرام نے "تکذیب براہین احمدیہ" لکھ ڈالی۔ ان تمام تحریروں میں مرزا قادیانی کے جارحانہ انداز تحریر کے رد عمل کے طور پر خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کیا گیا۔[26] مرزا قادیانی نے ۱۸۸۲ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ الہامی کلمات کے نازل ہونے کا تو مرزا پہلے ہی دعویدار تھا مگر ۱۸۸۲ء میں مرزا نے سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات سے سرقہ کرکے خود ساختہ وحی پیش کی وہ درج ذیل ہے:

یا احمد بارک اللہ فیک ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی الرحمن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اباءھم لتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المؤمنین۔[27]

براہین احمدیہ کی اشاعت کے فوراً بعد ۱۸۸۳ء میں اصحاب فتاویٰ قادریہ مولانا محمد، مولانا عبد اللہ اور مولانا اسماعیل نے مرزا قادیانی کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ فتاویٰ قادریہ (۱۸۸۳ء) میں مرزا کے لدھیانہ میں وارد ہونے کے حوالے سے "تحریر در تکفیر" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"جس روز قادیانی شہر لودیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبد اللہ

---

[24] تاریخ احمدیت: ج ۱: ص ۱۹۲
[25] تاریخ احمدیت: ج ۲: ص ۳۸۲
[26] تاریخ احمدیت: ج ۱: ص ۱۷۹۔ ۱۸۰
[27] تاریخ احمدیت: ج ۱: ص ۲۰۰

صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ کے انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ مصرعہ بر عکس نہند نام زنگی کافور، اور گردونواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کوئی خرید نہ کرے۔"[28]

ایک اور مقام پر لکھا:

"اکثر اہل علم کو کلمات کفریہ قادیانی کے معلوم ہو گئے اور ہمارے فتویٰ کی تصدیق کی ندا ہر طرف سے آنے لگی یہاں تک مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے ایک استفتاء قادیانی کے باب میں علماء حرمین کی خدمت میں روانہ کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ و نہایت تفتیش رسالجات لاہوری کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے باقی علماء حرمین نے اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں۔"[29]

خواجہ غلام دستگیر قصوری نقشبندی پنجاب کے مشہور بزرگ علماء میں سے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا وصال ۱۸۹۷ء میں ہوا۔ مرزائیت کے رد میں آپ کی پہلی تصنیف "تحقیقات دستگیریہ فی رد ھفوات براھینیہ " ہے۔اس کتاب کا عربی ترجمہ آپ نے "رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین" کے نام سے تحریر فرمایا اور اس کتاب پر علمائے حرمین سے تصدیقات حاصل کیں جن میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی مہر تصدیق بھی ثبت ہے۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں تحقیقات دستگیریہ کے آغاز میں لکھا:

---

[28] فتاویٰ قادریہ: ص ۳

[29] فتاویٰ قادریہ: ص ۳

"حمد وصلاۃ کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی جو علماء غیر مقلدین سے ہے غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیقت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام 'براہین احمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ' رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے"۔[30]

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے ۱۸۹۰ء تک مرزا قادیانی کی حمایت کا بیڑہ اٹھائے رکھا جبکہ اس دور میں اہل تصوف میں قادری، چشتی اور نقشبندی سلاسل کے بزرگوں نے مرزا قادیانی کی تردید اور تکفیر کی اور اللہ کی رحمت سے یہ جان لیا کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ مولانا بٹالوی صاحب کو بھی یہ بات بعد میں سمجھ آگئی۔ جن اولیاء سلاسل تصوف نے مرزا قادیانی کے رد میں اوائل دور میں کام کیا ان میں حضرت علامہ مفتی پیر غلام رسول نقشبندی حنفی، حضرت مفتی قاضی فضل احمد نقشبندی اور حضرت علامہ محمد حیدر اللہ خان درانی نقشبندی قابل ذکر ہیں۔ جب تک مرزا نے دعویٰ مسیحیت نہیں کیا، ۱۸۹۰ء تک مولانا محمد حسین بٹالوی اس کا دفاع کرتے رہے۔ البتہ مرزا کے دعویٰ مسیحیت کے بعد انہوں ایک مبسوط فتویٰ مرزا قادیانی کی تکفیر پر مرتب کیا اور "اشاعۃ السنۃ" کو قادیانیت کے رد کے لیے خاص کر دیا۔[31]
اسی طرح ایک اور اہل حدیث عالم مولانا محمد احسن امروہی مرزا قادیانی کے حلقہ بگوش ہوئے اور مرتے دم تک مرزا قادیانی کا دفاع کرتے رہے اور اسی حال میں دنیا سے کوچ کیا۔[32] انہوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ کی مرزا قادیانی کے رد میں لکھی جانے والی کتاب "شمس الهدایت" کا جواب "شمس بازغہ" کے نام سے لکھا تھا۔ اس کتاب کا جواب پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے "سیف

---

[30] تحقیقات دستگیریہ: ص ۳

[31] اشاعۃ السنۃ: ج ۱۳: ص ۵۔۱۴۸

[32] ملاحظہ ہو: http://alsharia.org/2016/mar/taaruf-tabsarah

چشتیائی" میں دے دیا۔

چنانچہ دیکھا جاسکتا ہے کہ جب فتاویٰ قادریہ کے مرتبین بزرگ علماء اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ غلام دستگیر قصوری مرزا قادیانی کی تکفیر کر چکے تھے اس وقت بعض اہل حدیث علماء مرزا قادیانی کا دفاع کر رہے تھے۔ "اشاعۃ السنۃ" جلد نمبر ۷، ۱۸۸۴ء میں صفحہ ۱۵۸ تا ۳۴۸ میں مولانا بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ کے چار حصوں پر ریویو شائع کیا جس میں فتاویٰ قادریہ کے بزرگوں اور حضرت خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمہم اللہ کی مرزا قادیانی کی تکفیر کا جواب لکھنے کی کوشش کی۔ یاد رہے کہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں دعویٰ نبوت کر چکا تھا اور ان چاروں حصوں میں اس نے جگہ جگہ اپنے متعلق عربی، اردو، فارسی اور انگریزی زبان کی وحی کا ذکر کیا ہے۔ جو اہل تصوف اس دور میں مرزا قادیانی کے رد میں کام کر رہے تھے، مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں براہین احمدیہ کا ریویو چھاپتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس کتاب کے چار حصے طبع ہو کر ہماری نظر سے گزرے ہیں۔۔۔حاشیہ در حاشیہ نمبر ا میں مولوی ابو عبد اللہ غلام علی قصوری صاحب کے انکار الہام اولیاء اللہ کا جواب ہے ۔۔۔ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں، لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ اور اس کا مؤلف (یعنی مولانا کی مراد مرزا قادیانی) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔۔۔ مگر صد افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی و بحق اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں نے ہی نکار کیا ہے۔۔ ان کے اس انکار و کفران کا مورد و موجب مؤلف کتاب کے وہی الہامات ہیں جو اس کتاب کے اخص برکات سے ہے۔۔۔ اور یہ کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں فلان فلان امور کفریہ

(دعویٰ نبوت اور نزول قرآن اور تحریف آیات قرآنیہ پائی جاتی ہیں) اس لیے اس کا مؤلف کافر ہے۔۔۔ناظرین انکا یہ حال سن کر متعجب ہوں اور اس امر کے منتظر ہوں گے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء وقت کے مخالف ہو کر ایسے جلیل القدر مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں۔۔انکے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لیے ہم ان حضرات کے نام بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔وہ مولوی عبد العزیز و مولوی محمد وغیرہ پسر ان مولوی عبد القادر ہیں۔۔۔ہماری تحقیق و تجربہ و یقین و مشاہدہ کی رو سے یہ سب نکتہ چینیاں (مذہبی ہوں یا پولیٹیکل) از سر تا پا سوء فہمی یا دیدہ دانستہ دھوکہ پر مبنی ہیں ۔۔۔ہم یہی امید رکھتے ہیں کہ گورنمنٹ ایسے خیر خواہ و وفادار خاندان کو (جنکی جان نثاری اور وفاداری کا وہ نازک وقتوں میں تجربہ کر چکی ہے) کبھی نہ بھولے گی اور یوما فیوما قدر و منزلت کو بڑھائے گی۔۔۔اولیاء اللہ کے اس قسم کے الہامات کا ثبوت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی کتاب فتوح الغیب اور شیخ مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی جلد دوم میں موجود ہے ان کتابوں کو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو کہ یہ شرف (الہام غیبی) صحابہ کے بعد بھی اولیاء امت محمدیہ کو بطور وراثت عطا ہوتا چلا آیا ہے۔۔۔فریق دوم کی استدلال کا ماحصل یہ ہے کہ مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے آپ کو بہت سی آیات قرآن کا (جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و آدم و عیسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے خطاب میں وارد ہیں اور ازانجملہ گیارہ آیات بذیل وجہ انکار فریق دوم بصفحہ ۱۷۳ منقول ہو چکی ہے) مخاطب و مورد نزول ٹھہرایا ہے۔اور ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں (جیسے وجوب اتباع۔ نزول قرآن۔ وحی رسالت۔ فتح مکہ۔ حوض کوثر۔ زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا وغیرہ) محل قرار دیا ہے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ مؤلف براہین احمدیہ کو در پردہ نبوت کا دعویٰ ہے۔اس کے جواب دو ہیں۔۔۔اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعوی سے ان کی مراد (جس کو وہ صریح الفاظ سے خود ظاہر کر چکے ہیں ہم پنی طرف سے

اختراع نہیں کرتے) یہ ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرماتا ہے ان ہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشاہے پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں جو معانی مقصود قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مغایرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں اور وہ معانی ان معانی کے اظلال و آثار ہیں۔۔۔اس کتاب کی نصرت اور اس کی مصارف طبع کی اعانت واجب ہے۔مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے۔"[33]

یہ چند عبارات صرف بطور مثال نقل کی گئی ہیں ورنہ مولانا بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کے دفاع میں جو تاویلات کی ہیں وہ ص۱۵۸ تا ۳۸۴ میں پھیلی ہوئی ہیں۔

تاریخ کے ان اوراق پر یہ بحث ہم پر شاق ہے کیونکہ ہمارے نزدیک مرزا کے جھوٹے دعویٰ نبوت کی بنیاد نہ صوفی تعلیمات ہیں نہ حنفیت و اہل حدیثیت اور نہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ تمام علمائے اہل حدیث مرزا کی حمایت کر رہے تھے، صرف حافظ صاحب کی یاد دہانی کے لئے تاریخ کے ان اوراق سے کچھ گرد جھاڑنا پڑی تاکہ انہیں احساس ہو سکے کہ جو الزام وہ صوفیاء پر لگا رہے ہیں خود ان کے بعض ہم مسلک بھی اس کی زد میں آسکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مولانا بٹالوی صاحب کو مرزا قادیانی کے دفاع کے سبب مطعون کرنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ حق واضح ہونے پر انہوں نے مرزا قادیانی کے دفاع سے ۱۸۹۰ء میں رجوع کر لیا تھا اور مرزا قادیانی کی تکفیر کے بعد پوری زندگی خود کو رد قادیانیت کے لیے مصروف رکھا۔ تاہم یہ تمغہ اہل تصوف[34] کو ملتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے رد میں قلم اٹھانے والوں کی ابتدائی صفوں میں تھے اور انہوں نے قادیانی کو ہر میدان میں شکست دی۔ مرزا قادیانی نے جب یہ دعویٰ کیا کہ:

---

[33] اشاعۃ السنۃ: ۱۸۸۴ء: ج۷: ص۱۵۸۔ ۱۶۳۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۵۔ ۱۹۳۔ ۲۱۰۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۳۴۸

[34] اگرچہ اس دور میں بعض اہل حدیث حضرات کا بھی تصوف کی طرف رجحان تھا، لیکن ہماری مراد ہندوستان میں اہل حدیث تحریک سے باہر حنفی صوفی روایت ہے۔

"اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں سے بعض محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز زمین پر پاؤں نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں۔ اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔"[35]

تو انہی اہل تصوف میں سے ایک بڑا نام جنہیں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے علوم و معارف کا غواص اور امین سمجھا جاتا ہے، یعنی پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ میدان عمل میں آئے اور قادیانیت کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا۔ جب پیر مہر علی شاہ صاحب 1901ء کو مرزا قادیانی کی دعوت مباحثہ پر لاہور تشریف لائے تو جن لوگوں نے پیر صاحب کی قیادت کو مرزا قادیانی کے مقابلے میں قبول کیا ان میں اہل حدیث علماء جناب مولانا عبد الجبار غزنوی صاحب اور مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب بھی شامل تھے جو مسلسل قادیانیت کے رد اور اسلام کے دفاع میں مصروف تھے۔ مکتب اہل حدیث کے پیشوا مولانا عبد الجبار غزنوی نے پیر سید مہر علی شاہ کی کتاب "شمس الھدایۃ" کے مطالعے کے بعد آپ کو خط میں "مجمع خیرات وبرکات، منبع حسنات وفیوضات حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب لا زال للدین و الاسلام ناصرا و للالحاد و الزندقة کاسرا[36] جیسے القابات سے مخاطب کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل حدیث علماء مرزا کی تردید میں بھی کمربستہ تھے۔

چنانچہ مرزا قادیانی کو کسی بھی مقام پر اہل تصوف نے کبھی دعویٰ نبوت کا موقع دیا نہ اس کے دعاوی کی تائید و تاویل کی بلکہ جن لوگوں نے اس کے کفر کو سب سے پہلے کفر سمجھا اور تکفیر کی وہ

---

[35] مہر منیر: ص۲۰۶

[36] مہر منیر: ص۲۰۷

حضرات اولیاء اللہ اور اہل تصوف ہی ہیں۔ لہذا غامدی صاحب اور حافظ زبیر صاحب کا اہل تصوف پر مرزا قادیانی کو موقع فراہم کرنے کا الزام تاریخی واقعات و حقائق کی روشنی میں درست نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہی طبقہ علمی دلائل کے ساتھ اس کے ساتھ کھڑا دکھائی دیتا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

مرزا قادیانی کے دعوے

اب آیئے حافظ زبیر صاحب اور غامدی صاحب کے اس دعوے کی طرف کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کے دعووں کی نوعیت یکساں ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو مرزا کی دعووں کی نوعیت بھی ویسی ہی ہونی چاہیے جیسی اس کتاب کے مباحث سے واضح ہوتی ہے اور جن سے واضح ہو چکا کہ شیخ کی تعلیمات میں ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں جس کی بنیاد پر دعویٰ نبوت کیا جاسکے۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے خلاف متعدد لوگوں نے کتب لکھیں اور آپ پر شدید تنقید بھی کی تاہم ان میں سے کسی بھی معتبر شخصیت نے شیخ کو صریح طور پر مدعی نبوت یا ختم نبوت کا منکر نہیں کہا۔ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کتاب میں گزر چکے کہ آپ فرماتے ہیں:

السوال: ما حظوظ الانبیاء من النظر الیه؟ الجواب: لا ادری فانی لست بنبی، فذوق الانبیاء لایعلمه سواهم [37]

"سوال: اللہ تعالی کے دیدار میں انبیاء علیہم السلام کا نصیب کیا ہے؟ جواب: مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں نبی نہیں ہوں۔ انبیاء کا ذوق ان کے سوا کوئی نہیں جان سکتا"

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا وصال ۶۳۸ھ میں ہوا۔ آپ نے کبھی دعویٰ نبوت کیا نہ آپ کے معتقدین و شارحین میں سے کسی نے کبھی شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کو نبی قرار دیا اور نہ ان

---

[37] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۱۲۸

میں سے کسی نے ان کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دعویٰ نبوت کیا۔ اگر ناقدین شیخ میں سے کسی کو ایسی غلط فہمی ہوئی تو شیخ کے شارحین و معتقدین نے نہ صرف صراحتاً اس کا انکار کیا بلکہ ناقدین کی غلطی بھی واضح کی، یہ کتاب بھی اس کی ایک دلیل ہے۔

غامدی صاحب اور حافظ صاحب کے استدلال سے محسوس ہوتا ہے گویا مرزا قادیانی شیخ ابن عربی کو اپنا پیر و مرشد سمجھتا رہا ہو گا جبکہ حقیقت اس کے عین برعکس ہے۔ مرزا کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کا معتقد نہیں بلکہ آپ کی توہین کرنے والوں میں سے تھا۔ مرزا قادیانی شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کو برا بھلا کہتے ہوئے کہتا ہے:

"شیخ محی الدین سے پہلے اس وحدت الوجود کا نام و نشان نہ تھا۔۔۔ اور دیکھا گیا ہے کہ یہ وحدت الوجود والے عموماً اباحتی ہوتے ہیں۔ اور نماز و روزہ کی ہرگز پابندی نہیں کرتے یہاں تک کہ کنجروں (کنچنوں) کے ساتھ بھی تعلقات رکھتے ہیں۔"[38]

جو شخص اپنے زعم میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے تصورات رکھنے والوں کو برا بھلا کہتا ہو، اس کے بارے میں یہ کیسے فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی فکر سے متاثر ہو کر دعویٰ نبوت کر بیٹھا تھا؟ ہم سابقہ اوراق میں عقیدہ ختم نبوت کے باب میں تفصیلی طور پر شیخ کی عبارات کی روشنی میں یہ بتا چکے ہیں کہ آپ علیہ الرحمۃ نہ صرف عقیدہ ختم نبوت پر مکمل ایمان رکھتے تھے بلکہ مدعی نبوت کو کذاب بتاتے تھے۔ اس کے برعکس مرزا نے صریح کفریہ دعوے کئے جس کی وضاحت کے لیے ہم یہاں صرف مرزا قادیانی کی چند عبارات پر اکتفاء کریں گے تاکہ قارئین ان عبارات کو پڑھ کر خود جان لیں کہ کیا غامدی صاحب اور حافظ زبیر صاحب اپنے ان الزامات میں سچے ہیں کہ شیخ اور مرزا کی گفتگو یکساں نوعیت کی ہے۔

---

[38] ملفوظات: ج۳: ص۱۰۵

صریح دعویٰ نبوت ورسالت

جاوید احمد غامدی صاحب نے کہا کہ ”خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جو تحریریں ہیں جتنی بھی ہیں ان میں بالصراحت نبوت کے دعویٰ کی کوئی تحریر نہیں ہے“۔ اسی طرح حافظ زبیر صاحب کا بھی کہنا ہے کہ ”قادیانی نے سارا فلسفہ اسی ابن عربی سے لیا ہے۔ البتہ قادیانی کے دعوے اتنے بڑے نہیں جتنے ابن عربی کے ہیں۔“۔۔۔ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو محمد نہیں بلکہ محمد کا سایہ کہا ہے۔“

ان دونوں حضرات کے مرزا قادیانی اور حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کے بارے میں خیالات کا باحوالہ ذکر ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد اگر ان سے متعلق حسن ظن رکھ لیا جائے تو یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کا صرف سطحی مطالعہ کیا ہے نیز ان کی تحقیق شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے بارے میں چند صفحات کے مطالعے پر مشتمل ہے اور یا ثانوی مصادر پر۔ قادیانیت میں صرف صریح دعویٰ نبوت و انکار عقیدہ ختم نبوت ہی نہیں بلکہ اللہ رب العزت، محمد رسول اللہ ﷺ، تمام انبیاء کرام علیہم السلام، قرآن مجید، صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی توہین بھی شامل ہے۔ سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ غامدی صاحب نے مرزا قادیانی کی تکفیر سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے قادیانیوں کو کافر قرار دینے سے انکار کرتے ہوئے انکے مسلمان ہونے کے دعوے کو قبول کر لیا۔[39] اب ہم قادیانی لٹریچر سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے متعلق چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں تاکہ

---

[39] غامدی صاحب کے اصولوں کی رو سے قادیانی امام کے پیچھے نماز کا اہتمام رکھنا بھی جائز ٹھہرتا ہے۔ غامدی صاحب "دعوت کے حدود" کے ضمن میں اپنے اصول تکفیر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لیکن اِس (دعوت) کے کسی مرحلے میں بھی یہ حق اُس (داعی) کو حاصل نہیں ہوتا کہ امت میں شامل کسی فرد یا جماعت کو کافر و مشرک قرار دے اور اُن کے جمعہ و جماعت سے الگ ہو کر اور اُن سے معاشرتی روابط منقطع کر کے اپنی ایک الگ امت اِس امت مسلمہ میں کھڑی کرنے کی کوشش کرے۔" (برھان: ص ۳۲۰)

عوام و خواص یہ جان لیں کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اور مرزا قادیانی کے عقائد میں کوئی مماثلت نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

ا۔ ”چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے، وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا، حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے، اس میں ایسے الفاظ، رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں، بلکہ اس وقت تو پہلے زمانے کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری الله فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴، پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“[40]

[40] ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن: ج ۱۸: ص ۲۰۶۔۲۰۷

غور کیجئے کہ مرزا خود کو نعوذ باللہ محمد رسول اللہ اور قرآنی آیت کا مصداق قرار دے رہا ہے۔ وہ مزید کہتا ہے:

۲۔ ”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“[41]

جو بھی شخص شیخ ابن عربی کی فکر سے ذرا برابر مناسبت رکھتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد شیخ کی فکر میں نبوت عامہ کے تحت نبی یا رسول مبعوث ہونے جیسے امکان کا کوئی مطلب و گنجائش موجود نہیں۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ ثانی جماعت احمدیہ نے لکھا:

۳۔ "پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کے بعد مرزا صاحب بھی ایسے نبی ہیں کہ ان کا ماننا ضروری ہے تو پھر مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے ۔۔۔ مسیح موعود کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی لہذا مسیح موعود کے آنے سے نعوذ باللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ باطل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔۔۔ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منھم سے ظاہر ہے، پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آیا تو ضرورت پیش آتی۔

---

[41] دافع البلاء، روحانی خزائن: ج ۱۸: ص ۲۳۱

فتدبروا۔"[42]

الفضل میں قادیانیوں کے اسی عقیدہ کے بارے میں لکھا گیا:

۴۔ ''مسیح موعود محمد است و عین محمد است۔[43]''یعنی مرزا قادیانی محمد ہے اور عین محمد ہے۔"

مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں لکھا:

۵۔ "اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو اس آیت کا مصداق ہے کہ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ"[44]

مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں اپنی ایک وحی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

۶۔ ''انا ارسلناک الیکم رسولاً شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔ اسی رسول کی مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔''[45]

چنانچہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ مرزا نے صریح الفاظ میں دعویٰ نبوت کیا نیز قرآنی آیات سے اس

---

[42] ریویو آف ریلیجنز، کلمۃ الفصل ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء: ج ۱۴: ص ۱۵۷۔۱۵۸

[43] اخبار الفضل، قادیان دار الامان، مؤرخہ ۷ اگست ۱۹۱۵ء: ج ۳، نمبر ۲۴: ص ۷

[44] اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن: ج ۱۹: ص ۱۱۳

[45] حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن: ج ۲۲: ص ۱۰۵

پر استدلال بھی کیا۔ شیخ ابن عربی تو مرزا قادیانی کو ہوشیار کرنے کے لئے کہہ گئے تھے کہ انسان کو گمراہ کرنے کا ایک شیطانی حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو دعویٰ نبوت پر اکساتا ہے۔ مرزا قادیانی شیطان کے اسی حربے کا شکار ہوا۔ اگر وہ شیخ ابن عربی کی اہانت نہ کرتا اور سنجیدگی سے ان کا مطالعہ کرکے ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا تو شاید اللہ کی رحمت سے اس دعوے سے بچ جاتا۔

منکرین کی تکفیر

سابقہ اوراق میں الہام کی بحث میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ شیخ کے نزدیک الہام اور وحی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ الہام سے کسی کو مکلف نہیں بنایا جا سکتا، کسی ولی کے الہام کے قبول ورد میں سامع کو اختیار ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ جو شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کو مرز قادیانی کے ساتھ کھڑا کرنا چاہتے ہیں وہ مرزا قادیانی کی ذیل میں درج تحریر کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کس طرح اپنے نبی ورسول ہونے اور اپنی وحی پر ایمان لانے کا پوری انسانیت کو مکلف بنایا ہے اور منکرین کو گندی گالیاں دیتے ہوئے ان کی تکفیر کی ہے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

> ”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“[46]

مرزا ایک اور جگہ لکھتا ہے:

> ”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ

---

46 تذکرہ: ص ۲۸۰

ہے۔"[47]

حقیقۃ الوحی میں مرزا قادیانی نے لکھا:

"کفر دو قسم پر ہے: (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہی کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔"[48]

ایک اور مقام پر مرزا نے اپنے مخالفین کو یہودی و مشرک کہا:

"اور جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"[49]

اپنے منکرین کو مرزا قادیانی نے غلیظ گالیاں دیں اور لکھا:

''تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبة و المودة و ینتفع من معارفھا و یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریة البغایا الذین ختم الله علی قلوبھم فھم لا یقبلون''[50]

---

47 تذکرہ: ص۵۱۹

48 حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن: ج۲۲: ص۱۸۵

49 نزول المسیح، روحانی خزائن: ج۱۸: ص۳۸۲

50 آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن: ج۵: ص۵۴۸

ترجمہ از مؤلفین: ”ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور مودت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نفع اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے سوائے زانی عورتوں کی نسلوں کے جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے پس وہ قبول نہیں کرتے۔“

مرزا قادیانی نے روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۶۳ پر "ذریۃ البغایا" کا ترجمہ "خراب عورتوں کی نسل" کیا ہے جبکہ روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۱۷۳ پر البغایا کا ترجمہ "زن ہائے زانیہ" کیا۔ ان دو حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مذکورہ بالا عبارت میں "بغایا" کا ترجمہ زانی نہیں بلکہ باغی عورتیں ہے تو اس کا یہ اعتراض درست نہیں ہوگا کیونکہ مرزا قادیانی نے خود ہی اس اجمال کی تفسیر کر دی ہے۔

یہ امکان موجود تھا کہ مرزا قادیانی کی درج بالا عبارات میں لفظ کفر کی کوئی یہ تاویل کر لیتا کہ اس سے صرف تغلیظ مراد ہے نہ کہ حقیقی کفر، جیسے تارک صلوۃ کے لئے تغلیظاً کفر کا لفظ لایا گیا۔ لیکن مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود، خلیفہ ثانی جماعت احمدیہ، نے اس امکان کا دروازہ بند کرتے ہوئے مرزا کی تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

”اگر ہم حضرت مسیح موعود کی شروع کی کتابوں میں کسی ایسی تحریر کو پڑھیں جس میں لکھا ہو کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا تو ہم کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے کیونکہ بعد میں حضرت مسیح موعود کی اس رائے کو اللہ تعالی نے اپنے الہام سے بدل دیا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود عبد الحکیم خان مرتد[51] کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: 'بہر حال جبکہ خدا تعالی نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی

[51] غور کیجئے کہ جو اس قادیانی کو نہیں مانتا اسے مرتد قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا شیخ اکبر یا ان کے پیروکاروں نے یہ کہا کہ جو انہیں نہیں مانتا وہ مرتد و کافر ہے؟

ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ اگر کسی وقت صریح الفاظ میں اپنی توبہ شائع کریں اور اس خبیث عقیدے سے باز آجائیں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے'۔
حضرت مسیح موعود کی اس تحریر سے بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے اطلاع دی کہ تیرا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ اور نہ صرف یہ اطلاع دی کہ تیرا انکار کرنے والا مسلمان نہیں بلکہ حکم دیا کہ تو اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھ۔ دوسرے یہ کہ حضرت صاحب نے عبد الحکیم خان کو جماعت سے اس واسطے خارج کیا کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے۔"[52]

اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے بیٹے جماعت احمدیہ کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے "میرا عقیدہ مسئلہ کفر غیر احمدیان کے متعلق" میں امت مسلمہ کو کافر قرار دیتے ہوئے آئینہ صداقت لکھا:

"اور چونکہ میرے نزدیک ایسی وحی جس کا ماننا تمام بنی نوع انسان پر فرض کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود پر ہوئی ہے اس لیے میرے نزدیک بموجب تعلیم قرآن کریم کے ان کے نہ ماننے والے کافر ہیں خواہ وہ باقی صداقتوں کو مانتے ہوں۔ کیونکہ موجبات کفر

52 ریویو آف ریلیجنز، مارچ اپریل ۱۹۱۵ء کلمۃ الفصل: ج ۱۴، نمبر ۳، ص ۱۲۵

میں سے اگر ایک موجب بھی کسی میں پایا جاوے تو وہ کافر ہوتا ہے۔"[53]

مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانیوں کا عقیدہ بتاتے ہوئے لکھا:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"[54]

ایک غلط فہمی یہ ہے کہ شاید مرزا خود کو محض جزوی، ظلی یا ناقص قسم کا نبی بمعنی محدث سمجھتا تھا اور اس نے اصطلاحی معنی میں کبھی نبی و رسول ہونے کا صریح دعویٰ نہیں کیا۔ مرزا کی درج بالا عبارات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ وہ حقیقی و مستقل حیثیت میں نبی و رسول ہونے کا دعوی دار تھا، ایسا نبی جس کا انکار کفر ہو۔ اسی لئے ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔" [55]

ان عبارات کو پیش کرنے کا مقصد حافظ زبیر اور غامدی صاحبان کو یہ باور کروانا ہے کہ مرزا قادیانی نے صراحت کے ساتھ دعویٰ نبوت و رسالت کیا اور اپنے اوپر ایمان نہ لانے والوں کو کافر و جہنمی کہتے ہوئے گالیاں دیں نیز یہ بھی کہا ہے کہ جو اسے کفر نہ قرار دینے کے لئے تاویلات کرے وہ خبیث باتیں کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کے بیان میں

---

53 انوار العلوم، آئینہ صداقت: ج٦: ص١١٢

54 انوار العلوم، آئینہ صداقت: ج٦: ص١١٠

55 تذکرہ: ص٢٨٠

کوئی ابہام نہیں چھوڑا۔ یاد رہے، یہی عقیدہ مرزا کے ماننے والوں کا ہے۔ چنانچہ قادیانی اگرچہ غامدی صاحب کے نزدیک کافر نہ ہوں مگر غامدی صاحب مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کے نزدیک کافر ہیں۔ دوسری طرف شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی کتب کی روشنی میں الہام اور ولایت کی حقیقت کو واضح کیا جاچکا ہے کہ شیخ کے نزدیک الہام اور وحی میں بنیادی فرق "تکلیف" کا ہے اور تمام امت کے نزدیک نبی و غیر نبی میں یہی بنیادی فرق ہے۔ شیخ ابن عربی نے متعدد مقامات پر اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی محدث یا ملہم کے الہام کو نہیں مانتا تو اسے مطعون نہیں کیا جائے گا، چہ جائیکہ اس کی تکفیر کی جاسکے۔ بلکہ شیخ ملہمین اولیاء کو یہاں تک نصیحت فرماتے ہیں کہ انہیں خود سے اختلاف کرنے والے فقہاء کے اجتہاد کو غلط کہنے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔

وضع اور تنسیخ شریعت

شیخ کی عبارات سے ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ جس ولی کے الہام میں امر و نہی ہو آپ اسے تنبیہ کرتے ہیں کہ یہ شیطان لعین کی طرف سے ہے لہذا وہ فوری طور پر شریعت کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو جائے جبکہ مرزا قادیانی نے صریح دعویٰ نبوت کے ساتھ اپنی وحی میں امر و نہی کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ مرزا قادیانی ایک جگہ لکھتا ہے:

"میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلا یہ الہام قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم- یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔۔۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو

مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔"[56]

اس کے علاوہ دعویٰ نبوت اور دیگر دعاوی کی تفصیلی معلومات کے لیے مرزا قادیانی پر نازل ہونے والی جھوٹی وحی کے مجموعہ 'تذکرہ' کا مطالعہ ضروری ہے جس میں مرزا قادیانی نے قرآن مجید میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی ہے۔ اس جھوٹی وحی میں مرزا قادیانی نے نعوذ باللہ رحمۃ للعالمین ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ مرزا کے مرید اس پر کس طرح کا اعتقاد رکھتے تھے اس کا اندازہ مرزا کے خلیفہ حکیم نور الدین کی اس بات سے لگایا جا سکتا ہے:

"یہ تو صرف نبوت کی بات ہے میرا تو ایمان ہے کہ اگر مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ کر دیں تو پھر بھی مجھے انکار نہ ہو کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور منجانب اللہ پایا ہے تو اب جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہوں۔" [57]

مرزا قادیانی نے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے احکامات کو بھی منسوخ کیا جس کی واضح مثال جہاد کو حرام قرار دینا ہے۔ مرزا قادیانی اپنے منظوم فتویٰ میں کہتا ہے:

"دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستوں خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — ان جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

---

[56] اربعین نمبر ۴، روحانی خزائن: ج ۱۷: ص ۴۳۵-۴۳۶

[57] سیرت المہدی: جلد اول: حصہ اول: ص ۸۸

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد   منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد"[58]

درج بالا تفصیلات سے یہ واضح ہو گیا کہ نہ شیخ ابن عربی اور مرزا قادیانی کے دعووں میں کوئی مماثلت ہے نہ ان دونوں کے معتقدین و حامیوں کے رویے میں کوئی مماثلت ہے۔ غامدی صاحب اور حافظ صاحب کو شدید غلط فہمی لاحق ہوئی کہ مرزا قادیانی اور شیخ ابن عربی کا معاملہ یکساں نوعیت کا ہے بلکہ نعوذ باللہ شیخ ابن عربی کا معاملہ اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

توہین آمیز دعوے

قادیانیت صرف انکار ختم نبوت کا نام نہیں بلکہ قادیانی لٹریچر شرمناک اور توہین سے پُر تحریروں کا مجموعہ بھی ہے۔ حافظ زبیر صاحب کہتے ہیں:

"شیخ ابن عربی کی عبارتوں میں ویسا ہی کفر موجود ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی کی عبارتوں میں موجود ہے بلکہ اس سے زیادہ موجود ہے۔۔۔ البتہ قادیانی کے دعوے اتنے بڑے نہیں جتنے ابن عربی کے ہیں۔ ابن عربی کا کفر تو قادیانی کے کفر سے بڑھ کر ہے۔"

اب ہم مرزا قادیانی کو "بے چارہ"، اس کی تحریروں کی تاویلات کو آسان، دل تھام کر قادیانیوں کو مسلمان قرار دینے اور حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کو مرزا سے بڑا کافر کہنے والے افراد کو مرزا قادیانی کی تحریروں اور بعض قادیانی کتب کے چند حوالہ جات دکھائیں گے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ کیا اس "بے چارے" کی ان "کم کفریہ "عبارات کی تاویل ممکن ہے؟۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ خدا نے اس سے کہا:

---

58 ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن: ج ۱۷: ص ۷۷۔۷۸

ا۔ ''انت من مائنا۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے''[59]

۲۔ ''انت منی بمنزلة ولدی تو مجھ سے بمنزلہ بیٹے کے ہے۔''[60]

۳۔ ''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں ۔۔۔اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔۔۔اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے ۔۔۔الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی۔''[61]

۴۔ ''قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہے۔''[62]

۵۔ ''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبیوں پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔''[63]

حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام[64] کے بارے میں سخت ترین توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے مرزا نے لکھا:

---

[59] تذکرہ: ص ۲۳۳

[60] تذکرہ: ص ۴۴۲

[61] کتاب البریۃ، روحانی خزائن: ج۱۳: ص ۱۰۴

[62] تذکرہ: ص ۷۷

[63] چشمہ معرفت، روحانی خزائن: ج۲۳: ص ۳۳۲

[64] یاد رہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ، یسوع، جیزس اور یوز آسف ایک ہی شخصیت کے نام ہیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں یہ ان کا مزار ہے (راز حقیقت، روحانی خزائن: ج۱۴: ص ۱۷۱)

۶۔ ''مسیح تو صرف ایک معمولی سا نبی تھا۔ ہاں وہ بھی کروڑہا مقربوں میں سے ایک تھا۔ مگر اس عام گروہ میں سے ایک تھا اور معمولی تھا اس سے زیادہ نہ تھا۔۔۔ افسوس کہ اس کی ذات سے دنیا کو کوئی بھی روحانی فائدہ پہنچ نہ سکا۔ ایک ایسی نبوت کا نمونہ دنیا میں چھوڑ گیا جس کا ضرر اس کے فائدے سے زیادہ ثابت ہوا اور اس کے آنے سے ابتلا اور فتنہ بڑھ گیا۔''[65]

۷۔ ''ایسا ہی عیسیٰ بن مریم، مریم کے خون اور مریم کی منی سے پیدا ہوا اور پھر خدا نے کہا کہ ہو جا سو ہو گیا۔ پس اتنی بات میں کون سی خدائی اور کون سی خصوصیت اس میں پیدا ہو گئی۔ موسم برسات میں ہزارہا کیڑے مکوڑے بغیر ماں اور باپ کے خود بخود زمین سے پیدا ہو جاتے ہیں۔''[66]

۸۔ ''وہ ایک زانیہ عورت کو یہ موقعہ دیتا کہ وہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اس سے مل کر بیٹھتی اور نہایت ناز اور نخرہ سے اس کے پاؤں پر اپنے بال ملتی اور حرام کاری کے عطر سے اس کے سر پر مالش کرتی اگر یسوع کا دل بد خیالات سے پاک ہوتا تو وہ ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے ضرور منع کرتا مگر ایسے لوگوں کو حرام کار عورتوں کے چھونے سے مزہ آتا ہے۔۔۔ مگر کون عقلمند اور پرہیز گار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا بغل میں ہے کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور سیاہ بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشہ کر رہی ہے یسوع صاحب اس حالت میں وجد میں بیٹھتے ہیں اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اس کو جھڑک دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت اور پھر

---

[65] اتمام الحجۃ، روحانی خزائن: ج۸: ص۳۰۸

[66] نصرۃ الحق، روحانی خزائن: ج۲۱: ص۵۰۔۵۱

مجرد اور ایک خوبصورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اس پر کیا دلیل ہے کہ اس کسبی کے چھونے سے یسوع کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ یسوع کو یہ بھی میسر نہیں تھا کہ اس فاسقہ پر نظر ڈالنے کے بعد اپنی کسی بیوی سے صحبت کر لیتا۔ کم بخت زانیہ کے چھونے سے اور ناز و ادا کرنے سے کیا کچھ نفسیاتی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہوگا۔"[67]

۹۔ "متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ جاہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن کا آسیب خیال کرتے تھے۔ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنی ادنی بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی ۔۔۔ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے ۔۔۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں ۔۔۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔"[68]

۱۰۔ "ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیّت، آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدّت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اترنے کی جو دی گئی ہے اس کے ہر ایک پہلو سے ہمارے نبی ﷺ کی توہین ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جس کا کچھ عدد

---

[67] نور القرآن نمبر ۲، روحانی خزائن: ج۹: ص۴۴۹

[68] ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن: ج۱۱: ص۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱

حساب نہیں حضرت مسیح سے ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً آنحضرت ﷺ کی سو برس تک بھی عمر نہ پہنچی مگر حضرت مسیح اب قریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفّن اور تنگ اور تاریک اور حشراتُ الارض کی نجاست کی جگہ تھی مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی؟ عزت کس کی زیادہ کی؟ قرب کا مکان کس کو دیا اور پھر دوبارہ آنے کا شرف کس کو بخشا؟"[69]

ان تمام توہین آمیز عبارات سے قارئین پر واضح ہو جانا چاہئے کہ بھلا مرزا قادیانی اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ میں مماثلت کیسے ہو سکتی ہے! آپ علیہ الرحمۃ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی شان و توصیف کو اس قدر اہتمام سے بیان کرتے ہیں جس کا بیان اکثر مفسرین و محدثین کے ہاں بھی مفقود ہے۔ حافظ زبیر صاحب کا کہنا ہے کہ مرزا قادیانی کی عبارتوں کی تاویل کرنا نسبتاً آسان کام ہے، ہم درج بالا عبارات کی طرف ان کی توجہ دلاتے ہوئے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اب بھی حافظ صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہ نعوذ باللہ کمتر کفر ہے؟

مرزا قادیانی کے دعووں کے مصادر

جاوید احمد غامدی صاحب اور حافظ زبیر صاحب کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کی بنیادیں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فراہم کی ہیں اور مرزا قادیانی نے جو کچھ کہا ہے یہ وہی ہے جو شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی کتب میں ملتا ہے اور مرزا قادیانی اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا نیز مرزا قادیانی نے اس ضمن میں شیخ ابن عربی کی کتب کے حوالہ

[69] تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن: ج ۱۷: ص ۲۰۵

جات دیئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے حافظ زبیر صاحب نے ایک عبارت بھی مرزا قادیانی کی کتاب سے پیش کی ہے جس سے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے تھے کہ مرزا قادیانی کا مصدر وحید شیخ اکبر علیہ الرحمۃ اور صوفیا کی کتب ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کو نبوت کے دعوے کا موقع فراہم کیا۔ اس استدلال پر بنیادی سوال یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی کسی مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، متکلم یا صوفی کی عبارت کو غلط مفہوم کا جامہ پہنا کر اپنی جھوٹی نبوت پر استدلال کرے تو کیا اس بنیاد پر ان ائمہ اسلام کو مرزا قادیانی کی اس رکیک حرکت کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر یہ اصول مان لیا گیا تو اس کی کاٹ سے کوئی نہیں بچ پائے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۱۸۴۰ء کو ہوئی جبکہ ظاہری شواہد کے مطابق وہ اپنے جھوٹے دعوی نبوت کے ساتھ ۱۹۰۸ء میں دنیا سے چلا گیا۔ مرزا قادیانی نے تحریر کا آغاز اخباری مضامین سے کیا۔ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں جو کچھ لکھا وہ ۸۳ کتب اور تقریبا ۱۱ ہزار صفحات پر مشتمل ہے جنہیں روحانی خزائن کے نام سے ۲۳ جلدوں میں قدیم و جدید اشاعت کے ساتھ نشر کیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ مرزا کے ملفوظات (۵ جلدیں)، مجموعہ اشتہارات (۳ جلدیں) اور مکتوبات احمدیہ (۷ جلدیں) بھی دستیاب ہیں۔ حافظ زبیر صاحب اور غامدی صاحب کے اس دعوے کی اصل کو تلاش کرنے کے لیے ہم نے مرزا قادیانی کی روحانی خزائن کی ۲۳ جلدوں کی کتابیات اور مصادر کو کھنگالنے کا عمل شروع کیا تو درج ذیل نتائج سامنے آئے:

الف) مرزا قادیانی کی تحریر کے مصادر میں قرآن مجید کے علاوہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ و لغت و کلام کی درج ذیل کتب خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

علم تفسیر: در منثور، فتح البیان، معالم التنزیل، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر حسینی، تفسیر کبیر، تفسیر مظہری، تفسیر کشاف، الاتقان، تفسیر ابو سعود، تفسیر نووی، تفسیر جلالین، تفسیر مدارک، تفسیر طبری، تفسیر بیضاوی، تفسیر جمل، تفسیر صافی، تفسیر مظہری، تفسیر ثنائی، تفسیر فتح البیان از نواب صدیق حسن خان

علم حدیث: صحاح ستہ، ، دار قطنی ، دلائل النبوۃ ازامام بیہقی، عینی شرح بخاری، فتح الباری، کنزل العمال، مشکوٰۃ المصابیح، موطاامام مالک، سنن دارمی، شرح صحیح مسلم از نووی، طبرانی، مسند امام احمد بن حنبل، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مستدرک، اتحاف النبلاء، قسطلانی شرح البخاری، شرح مواہب لدنیہ، مسند الفردوس

متفرقات: حلیہ از ابو نعیم، تاریخ عساکر، توضیح از شوکانی، حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان، شرح عقائد نسفی، طبقات ابن سعد ، معجم الصحابہ، نوادر الاصول ،لسان العرب، تاج العروس، کتاب الوفا، مدارج النبوۃ ،البدایہ و النہایہ، تقویۃ الایمان ، تلویح ، شرح مسلم الثبوت، رشیدیہ، اشاعۃ السنۃ، نور الانوار، منار از حافظ ابن قیم، ، تاریخ طبری، مدارج السالکین از ابن قیم، ہدایۃ النحو، سبعہ معلقہ، مقامات حریری

تصوف: تذکرۃ الاولیاء، مثنوی رومی، مکتوبات امام ربانی، فتوح الغیب، فیوض الحرمین، فتوحات مکیہ، فصوص الحکم۔

ان مصادر کے نام پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتب کا مصدر تصوف کی صرف چند کتب ہیں جن کی تعداد دس سے کم ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بیسیوں کتب دیگر علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔

ب) مرزا قادیانی نے اگر قرآن وحدیث یا علم الکلام ولغت کی کسی کتاب کے حوالہ کو غلط تعبیر کے ساتھ استعمال کیا ہے تو اس بنیاد پر ان مفسرین اور محدثین کی تضلیل نہیں کی جاسکتی۔

ج) مرزا قادیانی کی روحانی خزائن کی تیئس جلدوں میں صرف ۷ مقامات پر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی دو کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ا۔ مرزا قادیانی نے سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن کی جلد ۲، ص: ۱۰۰ پر فتوحات مکیہ کا بلا حوالہ ایک واقعہ خاصیت احراق آگ کے بارے میں درج کیا ہے۔

۲۔ مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن ، جلد: ۴، ص: ۱۲۲۔ ۱۲۳ پر مرزا قادیانی نے اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فتوحات مکیہ کا حوالہ مولانا محمد حسین بٹالوی ہی کی تحریر سے ذکر کیا ہے جس میں ان کو یہ یاد دلایا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی کتاب کا حوالہ مولانا بٹالوی کی تحریر میں بھی ہے۔

۳۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد:۵، ص:۱۶۷ پر مرزا قادیانی نے قرآن مجید کی آیت مقدسہ وحملهاالانسان انه کان ظلوما جهولا، کی تفسیر میں فتوحات مکیہ سے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کا ایک قول بلا حوالہ نقل کیا جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ ظلوم وجہول مقام مدح میں ہے۔

۴۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد: ۲۲، ص:۲۰۹ پر لکھا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فصوص میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح موعود علیہ السلام صینی الاصل ہوں گے۔ اس کا بھی حوالہ مرزا قادیانی نے نہیں دیا۔ ظاہری عبارت یہی بتارہی ہے کہ یہ بات شیخ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے کیونکہ فتوحات مکیہ سے متعدد حوالہ جات ہم اس بارے میں ذکر کر چکے ہیں کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے قرب قیامت میں نزول کے قائل ہیں۔

۵۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد:۱۷، ص:۱۲۶۔۱۲۷ پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے خاتم الاولیاء ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں بتایا ہے کہ مہدی خاتم الاولیاء خاندان چینی کی حدود میں سے ہو گا۔ مرزا قادیانی نے اس مقام پر مسیح اور مہدی ایک ہی شخصیت کو قرار دیتے ہوئے ابن عربی رحمہ اللہ کی طرف بلا حوالہ ایک غلط بات منسوب کی ہے۔ کیونکہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے نزدیک مہدی اور مسیح دو الگ الگ شخصیات ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ امام مہدی اور مسیح علیہ السلام کو چینی قرار دیں؟

۶۔ مذکورہ بالا جلد کے صفحہ ۱۵۷۔۱۵۸ پر فتوحات مکیہ کا بلا حوالہ ذکر کیا کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے مطابق امام مہدی اور حضرت مسیح علیہما السلام کی علماء مخالفت کریں گے اور ان کا نام گمراہ وملحد، کافر

اور دجال رکھیں گے، نیز کہیں گے کہ انہوں نے دین کو بگاڑ دیا اور احادیث کو چھوڑ دیا۔ یہ بات مرزا قادیانی نے غلط طور پر شیخ کی طرف منسوب کی ہے۔

۷۔ ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن، جلد: ۳، ص: ۲۳۱۔ ۲۳۲ پر مرزا قادیانی نے فتوحات مکیہ کی ایک عبارت بلا حوالہ درج کی ہے۔ حافظ زبیر صاحب نے اپنے پورے مضمون میں صرف اسی عبارت کو اپنے بلند بانگ دعووں کے ثبوت میں نامکمل پیش کیا ہے۔ اس حوالہ کو مرزا قادیانی کی کتاب سے نامکمل نقل کرنے کا سبب شاید یہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی نے دو اہل حدیث علماء کے نام بھی ذکر کیے ہیں جن کی تحریر سے مرزا قادیانی نے اپنے دعویٰ پر دلیل پکڑی ہے۔

چنانچہ روحانی خزائن کی ۲۳ جلدوں میں صرف سات یا آٹھ مقامات پر مرزا قادیانی نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی دو کتابوں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا بغیر حوالہ ذکر کیا ہے۔ ان میں صرف ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ سے اتحاد پر دلیل پکڑی ہے۔ ان تمام تر حوالہ جات میں کہیں بھی مرزا قادیانی نے ابن عربی رحمہ اللہ کے تصور نبوت کا ذکر تک نہیں کیا۔ حافظ زبیر صاحب لکھتے ہیں:

> ”ایک اور مقام پر غلام احمد قادیانی نے اپنے تصور ختم نبوت پر شیخ ابن عربی کے اس اقتباس سے استدلال کیا ہے کہ شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ انہوں نے امام ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے میں ایک خواب دیکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے معانقہ کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وجود میں گم ہو گئے ہیں اور دونوں ایک ہو گئے ہیں۔“[70]

حافظ صاحب نے اس مقام پر لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس خواب سے اپنے تصور نبوت پر استدلال کیا ہے۔ اب ہم مرزا قادیانی کی پوری عبارت پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین پر یہ واضح ہو جائے کہ مرزا قادیانی نے فتوحات کی جو عبارت اپنے دوست اور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین

---

[70] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۷۵

بٹالوی صاحب کے مجلہ اشاعۃ السنۃ سے باحوالہ درج کی اس میں کہیں بھی حضرت شیخ اکبر نے نہ تو دعویٰ نبوت کیا ہے اور نہ ہی نبی ہونے کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''اس عاجز کے دوست مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبرے جلدے میں جواز وامکان مثلیت کے بارہ میں بہت کچھ لکھا ہے اور اگرچہ اس عاجز کے اس دعویٰ کی نسبت جو مثیل موعود ہونے کے بارہ میں براہین میں درج ہے اور بتصریح ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبویہ میں اس عاجز کی نسبت بطور پیشگوئی خبر دی گئی ہے مولوی صاحب موصوف نے کھلے کھلے طور پر کوئی اقرار نہیں کیا لیکن امکانی طور پر تسلیم کر گئے ہیں کیونکہ ان کا اس معرض بیان میں جو بمنصب ریویو لکھنے کے ان کے لیے ضروری تھا سکوت اختیار کرنا اور انکار اور منع سے زبان نہ کھولنا دلیل قوی اس بات کی ہے کہ وہ اس بات کے بھی ہرگز مخالف نہیں کہ یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی قرآن اور حدیث میں خبر دی گئی ہے کیونکہ براہین میں صاف طور پر اس بات کا تذکرہ کر دیا گیا تھا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی موعود مسیح ہے جس کی اللہ ورسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ہاں اس بات سے اس وقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو مگر فرق اس وقت کے بیان اور براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اس قدر ہے کہ اس وقت بباعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا بہر حال مولوی صاحب موصوف نے اس عاجز کے مثیل مسیح ہونے کے بارہ میں امکانی ثبوت پیدا کرنے کے لیے بہت زور دیا ہے چنانچہ ایک جگہ وہ محی الدین ابن عربی صاحب کے کلام کو بغرض تائید مطلب ہذا فتوحات مکیہ باب ۲۲۳ سے نقل کرتے ہیں

اور وہ عبارت معہ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

غاية الوصولة ان يكون الشيء عين ما ظهرولا يعرف كما رايت رسول الله ﷺ و قد عانق ابن حزم المحدث فغاب احدهما فى الاخر فلم نر الا واحدا وهو رسول الله ﷺ فهذه غاية الوصلة وهو المعبر عنه بالاتحاد (فتوحات مكيه)

یعنی نہات درجہ کا اتصال یہ ہے کہ ایک چیز بعینہ وہ چیز ہو جائے جس میں وہ ظاہر ہوا اور خود نظر نہ آوے جیسا کہ میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ابو محمد بن حزم محدث سے معانقہ کیا۔ پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا بجز ایک رسول اللہ کے نظر نہ آیا۔

پھر بعد اس کے مولوی صاحب موصوف اپنے اس بیان کی تائید میں نواب صدیق حسن خان مرحوم کی کتاب اتحاف النبلاء میں سے ایک عربی رباعی معہ ترجمہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

توهم واشينا بليل مزارنا　　　فهم ليسعى بيننا بالتباعد

فعانقته حتى اتحدنا تعانقا　　　فلما اتانا ما رأى غير واحد

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہمارے بدگو (رقیب) نے شب کو ہمارے پاس ہمارے معشوق کے آنے کا گمان کیا تو ہم میں جدائی ڈالنے میں کوشش کرنے لگا۔ پس میں نے اپنے معشوق کو گلے سے لگالیا۔ پھر وہ (رقیب) آیا تو اس نے بجز مجھ ایک کے کسی کو نہ دیکھا۔ پھر یہ شعر فارسی نقل کیا ہے۔

جذبۂ شوق بحدیست میان من وتو　　　کہ رقیب آمد ونہ شناخت نشان من وتو

اس کے بعد یہ جملہ دعائیہ لکھا ہے رزقنا الله من الاتحاد فى الدنيا و الاخرة یعنی

خدائے تعالیٰ ہم کو بھی ایسا ہی اتحاد دنیا اور آخرت میں نصیب کرے۔"[71]

یہ ہے وہ مکمل حوالہ جسے حافظ زبیر صاحب نے اپنے مضمون میں سیاق وسباق سے کاٹ کر ذکر کیا اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ مرزا قادیانی نے حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ سے تصور نبوت اخذ کیا ہے۔ قارئین خود انصاف کرسکتے ہیں کہ کیا اس عبارت میں مرزا قادیانی نے شیخ کے تصور نبوت سے کوئی دلیل پکڑی ہے؟

پس مرزا قادیانی کی تحریروں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی رسائی براہ راست حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی کتب تک نہیں تھی۔ مذکورہ بالا حوالہ بھی مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے براہین احمدیہ کی تائید و دفاع میں ریویو لکھتے ہوئے نقل کیا جس کے ذریعے مرزا کی اس تک رسائی ہوئی۔ مرزا قادیانی کی اس عبارت کو بغور پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے مرزا قادیانی نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے ریویو سے ایک اور اہل حدیث عالم مولانا صدیق حسن خان صاحب کی کتاب اتحاف النبلاء کا بھی ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے جب براہین احمدیہ کا ریویو شائع کیا تو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں مرزا قادیانی کے دفاع میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی عبارت سے قبل اور بعد میں لکھا:

"ایسا اتحاد امام محدث ابن حزم ظاہری کا آنحضرت ﷺ سے شیخ محی الدین ابن عربی کے مکاشفہ میں منکشف ہوا ہے چنانچہ فتوحات مکیہ کے باب: ۲۳ میں آپ نے فرمایا: غایۃالوصول ان یکون ۔۔۔۔اس اتحاد پر بعض اس وقت کے لوگوں نے کچھ اعتراض بھی کیے ہیں۔ ہم نے ضمیمہ اخبار سفیر ہند ۱۸۷۸ء کے نمبر ۱۳، ۱۴ میں ان کے

[71] ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن: ج۳: ص ۲۳۲

کافی جواب دیئے ہیں۔ ناظرین ان نمبروں کو دیکھیں۔"[72]

اگر اس عبارت کے نقل کیے جانے سے شیخ مطعون و مغضوب ٹھہرتے ہیں تو حافظ زبیر صاحب کو چاہیے کہ مولانا صدیق حسن خان صاحب اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب پر بھی وہی حکم لگائیں جو وہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی پر لگا رہے ہیں۔ باب اول میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ جس حوالہ پر حافظ صاحب اعتراض کر رہے ہیں علامہ صدیق حسن خان فتوحات کے اسی حوالہ کو ابن حزم علیہ الرحمۃ کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں نقل کر چکے ہیں۔ جس کا ذکر باب اول میں ہم کر چکے ہیں۔
الغرض یہ واضح ہو گیا کہ غامدی صاحب اور حافظ زبیر صاحب نے حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ پر جو یہ الزام لگایا کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعاوی شیخ علیہ الرحمۃ کی تعلیمات و کتب سے اخذ کئے ہیں نیز ان کے دعووں کی نوعیت بھی یکساں ہے، یہ بے بنیاد دعوے ہیں۔

مرزا قادیانی کا اسلوب استدلال

آخر میں ہم مرزا کی کتب سے چند حوالہ جات درج کر دیتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ مرزا قادیانی بغیر کسی اصول کے پیش نظر لا محدود آوارگی کے ساتھ اپنے نبی ہونے پر براہ راست قرآن و حدیث اور علمائے امت کی کتب سے استدلال کرتا تھا۔ یقیناً اس فساد عقیدہ کے باعث قرآن و حدیث کا رد یا ان اکابر علماء کی مذمت کرنے کے بجائے مرزا قادیانی ہی کو اس طرز استدلال پر گمراہ کہا جائے گا۔ چنانچہ مرزا قادیانی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ا۔ "پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا

[72] اشاعۃ السنۃ، براہین احمدیہ ریویو ۱۸۸۴ء: ج ۷: ص ۱۹۰۔ ۱۹۲

اور رسول بھی۔"[73]

یہ حوالہ جات اوپر گزر چکے کہ مرزا قرآنی آیات سے اپنی نبوت پر استدلال کیا کرتا تھا۔ حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام کی وفات اور اپنے مسیح ہونے پر دلیل دیتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے:

۲۔"جس قدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان سب میں زیر تفسیر یاعیسیٰ انی متوفیک یہی لکھا ہے کہ انی ممیتک حتف انفک یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں۔"[74]

بخاری شریف سے احادیث نقل کرنے کے بعد حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ پر جھوٹ باندھتے ہوئے مرزا لکھتا ہے:

۳۔"اب ہم بطور نمونہ امام بخاری صاحب کے افادات کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے اور بیانات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ امام بخاری صاحب اول درجہ پر ہمارے دعاوی کے شاہد اور حامی ہیں اور ہمارے مخالفوں کے لیے ہرگز ممکن نہیں کہ ایک ذرہ بھر بھی اپنے خیالات کی تائید میں کوئی حدیث صحیح بخاری کی پیش کر سکیں۔"[75]

غور کیجئے کہ مرزا قادیانی امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنے نظریات کا مؤید و مددگار قرار دے رہا ہے

---

[73] ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن: ج۱۸: ص۲۰۶۔۲۰۷

[74] ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن: ج۳: ص۲۷۴

[75] ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن: ج۳: ص۵۹۴

جبکہ شیخ ابن عربی کے بارے میں اس نے کہیں ایسا نہیں لکھا۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

۴۔ ''اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بے کار کیے گئے۔ اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے جبکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بے کار ہو جائیں گے جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔ تب اس وقت ان اونٹوں کی نسبت وہ حدیث جو صحیح مسلم میں موجود ہے۔ صادق آئے گی۔ یعنی کہ لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا یعنی مسیح کے وقت میں اونٹ بے کار کیے جائیں گے اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا۔''[76]

مرزا قادیانی مہدی اور مسیح ایک ہی شخصیت کو گردانتا ہے اور خود کو ہی مہدی و مسیح کہتا ہے۔ مہدی اور مسیح کے ایک ہی شخصیت ہونے پر وہ مولانا صدیق حسن خان صاحب اور امام ابن قیم کی عبارت سے استدلال کرتا ہے:

۴۔ ''چنانچہ مولوی صدیق حسن صاحب بھی حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۶۳ اور صفحہ ۳۸۲ میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ علماء وقت کہ جو خوگر تقلید فقہاء و مشائخ ہیں اس مہدی کی تعلیم کو سن کر یوں کہیں گے کہ یہ تو دین اسلام کی بیخ کنی کر رہا ہے اور اس کی مخالفت کے لیے اٹھیں گے اور اپنی قدیمی عادت کے موافق اس کی تکفیر اور تضلیل کریں گے یعنی کافر اور ضال اور دجال اور گمراہ اس کا نام رکھیں گے۔۔۔ حجج الکرامۃ کے صفحہ ۲۸۷ میں لکھا گیا ہے کہ حافظ ابن قیم منار میں فرماتے ہیں کہ مہدی کے بارے میں

[76] ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن: ج ۳: ص ۵۹۴

چار اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ مہدی مسیح ابن مریم ہے۔"[77]

بتایئے کیا اب نعوذ باللہ قرآن وحدیث اور ان علماء اسلام کو بھی برا بھلا کہا جائے کہ مرزا نے ان کا نام اپنی تائید میں پیش کیا؟

حافظ زبیر صاحب نے یہ دلچسپ استدلال بھی کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعووں کے لئے صوفیاء کا نام لیا نہ کہ فقہاء کا کیونکہ فقہاء نے اسے یہ موقع فراہم نہیں کیا جبکہ صوفیاء نے دیا۔ نجانے یہ بات کہتے ہوئے حافظ صاحب سے یہ بنیادی امر کیسے نظر انداز ہو گیا کہ فقہ عقائد سے نہیں بلکہ عملی احکامات سے بحث کرتی ہے جبکہ مسئلہ ختم نبوت کا تعلق عقیدے سے ہے۔ اگر بالفرض مرزا نے کسی فقیہ کا نام نہ بھی پیش کیا ہوتا تو یہ موازنہ معنی خیز نہیں۔ دوسری بات یہ کہ قادیانیوں نے قرآن وحدیث کے علاوہ امام احمد بن حنبل جیسے محدث وفقیہ، امام غزالی جیسے متکلم و اصولی، علامہ راغب اصفہانی جیسے ماہرین لغت اور ملا علی قاری جیسے علماء کے کلام سے بھی مرزا کی نبوت کے حق میں دلائل تراشے ہیں۔ اس کتاب کے باب 7 میں فقہ حنفی کی تمام امہات الکتب میں درج یہ حدیث پیش کی گئی کہ جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز ادا کی اس نے گویا کسی نبی کے پیچھے نماز ادا کی۔ اب اس کے بارے میں حافظ صاحب کیا کہیں گے، یہ بات تو اس فقہ کی چوٹی کی کتب میں درج ہے جو تعداد کے لحاظ سے امت میں سب سے زیادہ مقبول اور تاریخی طور پر سب سے زیادہ قدیم ہے؟ کیا ان ائمہ فقہ کو بھی کوسنا شروع کیا جائے کہ ان کی کتب میں ایسی بات کیوں درج ہے جس سے قادیانیوں کو فائدہ مل سکتا ہے؟ اگر حافظ صاحب قادیانیوں کی ویب سائیٹ ملاحظہ فرمائیں تو یہ دیکھ کر شاید حیران رہ جائیں کہ ان لوگوں نے کیسے کبار علمائے اہل سنت کے اقوال کو اپنے لئے سند بنا رکھا ہے۔ اس کتاب میں ہم اس بحث کو مزید پھیلانا نہیں چاہتے، تاہم حافظ صاحب کو مشورہ ہے کہ ایسے دلائل کے ساتھ صوفیاء کرام کو قادیانیوں کے ساتھ ملانے سے

---

[77] نشانی آسمان، روحانی خزائن: ج ۴: ص ۳۷۸-۳۸۰

احتراز فرمائیں جو تجزیاتی ہی نہیں واقعاتی طور پر بھی غلط ہیں۔

حافظ صاحب اور غامدی صاحب کا استدلال یہ بھی ہے کہ شیخ ابن عربی اور صوفیاء کے ہاں آپ ﷺ کے روحانی فیضان کے سلسلے کا ایسا طریقہ بحث پایا جاتا ہے جس سے مرزا قادیانی کو دعویٰ نبوت کی ہمت ملی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ صوفیاء کا یہ استدلال علمائے عقیدہ کے تصور کرامت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے جس کی رو سے ولی کی کرامت نبی ہی کا فیضان اور اس کا معجزہ ہوتا ہے جو اس کے امتی کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر مرزا کے گمراہ کن دعوے کی وجہ صوفیاء کا ایسا کلام ہے تو کیا اس جرم کا کچھ حصہ ان علمائے عقیدہ کے کھاتے میں بھی ڈالنا شروع کیا جائے نیز کرامت کے اس تصور کا انکار بھی کر دیا جائے جس کے شیخ ابن تیمیہ بھی قائل ہیں؟ فقہاء کا کہنا ہے کہ ہر مجتہد "حکم شرعی" اخذ کرتا ہے۔ اجتہاد کے باب میں فقہاء کی یہ رائے دیکھ کر اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو جائے کہ اس کا مطلب نبی بن جانے کی اجازت ملنا ہے کیونکہ نبی بھی تشریع کرتا ہے اور اس بنیاد پر وہ اپنے لئے نبی کے خصائص ثابت کرنے لگے تو کیا اس کی گمراہی کے لئے فقہاء اور ان کے نظام فکر کو دوش دیا جائے گا؟ بعض لوگ اپنے تئیں کچھ امور میں مماثلت بیان کر کے دہشت گردی کے تانے بانے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تک پہنچاتے ہیں، کیا حافظ صاحب اس استدلال کو بھی قبول کر لیں گے؟ الغرض ایسی جزوی مماثلتوں کو بنیاد بنا کر یہ قطعاً ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ مرزا کے دعووں کی بنیاد صوفیاء کی تعلیمات تھیں۔ کیا شیخ ابن عربی یا اہل سنت کے صوفیاء میں سے کسی نے یہ دعوی کیا کہ وہ نبی ہو گیا ہے، اس پر شریعت کے احکام نازل ہوتے ہیں نیز جو اس کے الہام و وحی کو نہیں مانتا اور اس کی اتباع نہیں کرتا وہ کافر و جہنمی ہے اور صوفیاء نے اس دعوے کی تصدیق بھی کر دی ہو؟ اگر یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا اور بالکل نہیں کیا جا سکتا تو ایسے غلط استدلال کی بنیاد پر صوفیاء پر الزام دھرنا بے سود کاوش ہے کیونکہ ایسی جزوی مماثلت تو کسی بھی شخص کے کلام سے بر آمد کی جا سکتی ہے۔ اس کی ایک مثال ہم غامدی صاحب کے کلام سے گوش گزار کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی اور غامدی صاحب کی تعلیمات میں مماثلت

مرزا قادیانی اور جاوید احمد غامدی صاحب دونوں ہی نصوص متواترہ کا انکار کرتے ہوئے حیات و نزول مسیح کے منکر ہیں جبکہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کو جس خوبصورتی سے بیان کیا ہے وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ مرزا قادیانی ابتدا میں عام مسلمانوں کی طرح نزول و حیات مسیح کا قائل تھا تاہم مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو سری نگر میں ثابت کرنے کی کوشش کی تا کہ یہ بتا سکے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے اور جس مسیح کو آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔ وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنے کے لیے مرزا قادیانی نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے ان میں اور غامدی صاحب کے انکار نزول مسیح میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ تفصیل کے لیے غامدی صاحب کے ویڈیو پروگرامز ملاحظہ فرمائیں۔[78] حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے انکار پر جس قدر بھی خلاف قرآن و سنت دلائل مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں پیش کیے ہیں یا موجودہ دور میں غامدی صاحب ان میں سے چند باتوں کو دہرا رہے ہیں، ان سب کا جواب تقریباً سو سال قبل اہل تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں دے چکے ہیں۔ ان میں سب سے معرکتہ آراء کتب پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کی 'شمس الھدایت فی اثبات حیات المسیح' اور 'سیف چشتیائی' ہیں جو عین مرزا کی زندگی میں تحریر کی گئیں۔ اس موضوع پر غامدی صاحب کے بیان کردہ دلائل مرزا قادیانی کی کتب اور غلام احمد پرویز کی کتاب 'شعلہ مستور' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا:

> ''اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے

---

[78] غامدی صاحب کا حیات و نزول مسیح کا انکار اس ویڈیو میں ملاحظہ فرمائیں:

https://www.youtube.com/watch?v=0wa8ybAX5ks&t=4s
Retrieved on 1 October 2020.

ہیں۔"[79]

ازالہ اوہام میں مرزا نے لکھا:

"مسیح ابن مریم کے فوت جانے کے بارہ میں ہمارے پاس اس قدر یقینی اور قطعی ثبوت ہیں کہ ان کے مفصل لکھنے کے لیے اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔"[80]

تذکرۃ الشہادتین میں مرزا نے لکھا ہے:

"مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند ایک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا

---

[79] کتاب البریہ، روحانی خزائن: ج ۱۳: ص ۲۲۵ حاشیہ

[80] ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن: ج ۳: ص ۲۲۴

اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"[81]

جو لوگ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی بنیادیں حضرت شیخ اقدس قدس سرہ کی کتب میں موجود ہیں، انہیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ مرزا قادیانی کے مطابق اس کے دعوی مسیحیت و نبوت کی بنیاد حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام کی وفات اور قرب قیامت میں آسمان سے نزول کے انکار پر ہے۔ بقول مرزا قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ مرزا قادیانی کے تمام دعووں کا رد ہے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا کا دعویٰ نبوت خود اس کے اپنے استدلال کے مطابق اس مقدمے سے مشروط ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا انتقال ہو چکا اور وہ دوبارہ تشریف نہیں لائیں گے جبکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ صراحتاً کہتے ہیں کہ وہ دوبارہ تشریف لائیں گے اور وہ قرآن و سنت کی روشنی میں آپ کی آمد ثانی کو خوب تاکید کے ساتھ اپنی کتب میں بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ مرزا قادیانی کے بر خلاف حضرت امام امہدی اور حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی دو الگ الگ شخصیتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ گویا شیخ ابن عربی رحمہ اللہ مرزا کے مقدمے کو پہلے ہی رد کر کے جا چکے ہیں جبکہ جاوید احمد غامدی صاحب حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی حیات اور آسمان سے نزول کے منکر ہیں اور اس انکار سے مرزا قادیانی کے دعاوی کو بالواسطہ تقویت فراہم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سوشل میڈیا پر قادیانی گروہ جاوید احمد غامدی صاحب کی حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے انکار سے متعلق ویڈیوز کو زیادہ سے زیادہ شئیر کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات طریقہ مذکورہ بالا سے جو واقعات صحیحہ کے معلوم کرنے کے لیے خیر الطرق ہے، ثابت ہو جائے تو میں اپنے الہام سے

---

[81] تذکرۃ الشھادتین: روحانی خزائن: ج ۲۰: ص ۶۷

دستبردار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث وفات عیسیٰ علیہ السلام میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا اور ان تمام نشانوں کی پرواہ نہیں کروں گا جو میرے اس دعویٰ کے مصدق ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے کوئی حجت بڑھ کر نہیں۔"[82]

ایک اور اشتہار میں مرزا نے لکھا:

"اس قدر تو خود میں مانتا ہوں کہ اگر میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مخالف نصوص بینہ قرآن وحدیث ہے اور دراصل حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریم آسمان پر بجسد عنصری موجود ہیں جو پھر کسی وقت زمین پر اتریں گے۔ تو گو میرا دعویٰ ہزار الہام سے موید اور تائید یافتہ ہو اور گو نہ صرف ایک نشان بلکہ لاکھ آسمانی نشان اس کی تائید میں دکھلاؤں، تاہم وہ سب ہیچ ہیں۔ کیونکہ کوئی امر اور کوئی دعویٰ اور کوئی نشان مخالف قرآن اور احادیث صحیحہ مرفوعہ ہونے کی حالت میں قابل قبول نہیں۔ اور صرف اس قدر مانتا ہوں بلکہ اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر آپ یا حضرت! ایک جلسہ بحث مقرر کرکے میری دلائل پیش کردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پر پیش کریں اور آیات صریحہ بینہ قطعیہ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابنِ مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تالیف کی ہیں، جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا اور بذریعہ

---

[82] مجموعہ اشتہارات: جلد اول: ص۲۳۵۔۲۳۶

اخبارات اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔"[83]

اس تفصیل یہ معلوم ہوا کہ:

- مرزا قادیانی کے نزدیک اس کے دعووں کی بنیاد وفات مسیح علیہ السلام اور آپ کے نزول کے انکار پر ہے۔ قادیانی مرزا کا مقدمہ پیش کرنے کے لئے اس بنیاد کو پوری قوت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کا رد ہے۔
- حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کے قائل ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا مرزا قادیانی کے عقائد کی بیخ کنی ہے۔
- اس کے برعکس جاوید احمد غامدی صاحب حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے منکر ہیں اور قادیانیوں کو کافر بھی نہیں مانتے۔ گویا ان کی یہ رائے قادیانیوں کے مقدمے کو جھوٹی تقویت فراہم کرتی ہے۔

اگر صوفیاء کی تعلیمات کے ساتھ کسی جزوی مماثلت کی بنا پر غامدی صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ مرزا نے دعویٰ نبوت صوفیاء کی تعلیمات کی بنا پر کیا تو کیا پھر یہ بات بھی درست ہو سکتی ہے کہ غامدی صاحب قادیانیوں کے سہولت کار ہیں؟

الغرض اس باب کی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی بنیاد حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فراہم نہیں کیں، نہ مرزا اہل تصوف میں سے تھا نہ اہل تصوف نے اس کا ساتھ دیا اور نہ شیخ ابن عربی کی تعلیمات مرزا قادیانی کے دعووں کی طرح ہیں۔ ایسا کہنا شیخ ابن عربی پر بہتان باندھنے کے مساوی ہے۔ اگر کسی مقام پر مرزا قادیانی نے قرآن کی

---

[83] مجموعہ اشتہارات، اشتہار ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء: جلد اول: ص ۲۴۲

آیات، احادیث، کتب تفاسیر و شروح یا کسی عالم و صوفی کے کلام سے غلط استدلال کیا ہے تو اس کی بنا پر قرآن و سنت کا یا اکابرین کا رد کرنے کے بجائے مرزا قادیانی ہی کی تضلیل کی جائے گی۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (القرآن)

باب ۱۱:
ناقدین کی پیش کردہ عبارات:
ختم نبوت کی بحث

اس باب میں ان عبارات کا مطالعہ کیا جائے گا جن سے جناب جاوید احمد غامدی صاحب، ان کے ایک شاگرد جناب حسن الیاس صاحب اور حافظ زبیر صاحب نے یہ استدلال کیا ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ ختم نبوت کے بعد بھی نبوت جاری مان کر ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اگرچہ شیخ کے نظام فکر اور نبوت سے متعلق آپ کی اصطلاحات کی وضاحت کے بعد ان عبارات پر بحث کی زیادہ ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ کتاب کے تفصیلی مباحث کے بعد ان عبارات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، لیکن ناقدین کی تسلی کے لئے ان عبارات پر بحث کی جاتی ہے۔

غامدی صاحب کی پیش کردہ عبارت

غامدی صاحب تقریباً تین دہائیوں سے اپنی تحریر و تقریر میں شیخ ابن عربی کو منکر ختم نبوت قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ غامدی صاحب اپنے مضمون "اسلام اور تصوف" میں لکھتے ہیں:

> ”وہ بالصراحت کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی صرف یہی ہیں کہ منصب تشریع اب کسی شخص کو حاصل نہ ہو گا۔ نبوت کا مقام اور اس کے کمالات اسی طرح باقی ہیں اور یہ اب بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ 'فتوحات' میں ہے:

ان النبوة التی انقطعت بوجود رسول اللهﷺ انما هی النبوة التشریع لا مقامها، فلا شرع یکون ناسخا لشرعهﷺ، ولا یزید فی حکمه شرعا آخر، وهذا معنی قوله (ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی) ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی، بل اذ کان یکون تحت حکم شریعتی[1]

"چنانچہ جو نبوت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ختم ہوئی، وہ محض تشریعی نبوت ہے۔ نبوت کا مقام ابھی باقی ہے، اس وجہ سے بات صرف یہ ہے کہ اب کوئی نئی شریعت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شریعت کو نہ منسوخ کرے گی اور نہ آپ کے قانون میں کسی نئے قانون کا اضافہ کرے گی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد کہ نبوت ورسالت ختم ہوگئی، اس لیے میرے بعد اب کوئی رسول اور نبی نہ ہو گا، درحقیقت اسی مدعا کا بیان ہے۔ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا جس کی شریعت میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ وہ جب ہو گا تو میری شریعت ہی کا پیرو ہو گا۔"[2]

اپنے مضمون میں جاوید احمد غامدی صاحب نے شیخ اکبر رحمہ اللہ کی اس عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ کے نزدیک ختم نبوت کا محض یہ مطلب ہے کہ اب منصب تشریع کسی شخص کو حاصل نہ ہو گا جبکہ مقام نبوت باقی ہے اور اس کا مطلب گویا یہ ہے کہ وہ نبوت باقی ہے جسے متکلمین کی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں۔ سابقہ ابواب میں شیخ اور عقیدہ ختم نبوت کے بیان میں ہم اس کی وضاحت کر چکے کہ شیخ کل امت مسلمہ کی طرح عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور مدعی نبوت کو کذاب ودجال شمار کرتے ہیں۔ شیخ نے نہ صرف خود کبھی دعویٰ

---

[1] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۶

[2] برھان: ص۱۷۶۔۱۷۷

نبوت نہیں کیا بلکہ آپ کے معتقدین نے بھی کبھی شیخ کے لیے اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا۔ نبوت کے ساتھ تشریع کا لاحقہ وہ اس لئے استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان کے نظام فکر میں نبوت عامہ کا تصور بھی موجود ہے جو ولایت اور مقامات قرب سے عبارت ہے۔ نبوت خاصہ یا تشریع سے ان کے ہاں وہی حقیقت مراد ہوتی ہے جسے علمائے عقیدہ نبوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن غامدی صاحب شیخ کے نظام فکر کی رعایت کئے بغیر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ نبوت کا مقام اور اس کے کمالات شیخ کے نزدیک ان معنی میں باقی ہیں جیسے علمائے عقیدہ کے ہاں مراد لئے جاتے ہیں۔ ہم اس بات کی وضاحت تفصیلی طور پر باب نمبر ۵ میں کر چکے ہیں کہ شیخ کے نزدیک نبوت تشریع اور غیر تشریع سے کیا مراد ہے۔

سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی حیثیت

جاوید احمد غامدی صاحب نے اس مقام پر شیخ کی عبارت کو مکمل ذکر نہیں کیا، اگر وہ اس عبارت کو مکمل ذکر کرتے اور شیخ کے نظام فکر میں رہ کر اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تو یقیناً ان کا یہ اشکال حل ہو جاتا۔ منصب تشریع سے شیخ کی مراد نبوت خاصہ یعنی تشریع تکلیفی والی رسالت ہے۔ نبوت غیر تشریع میں آپ نبوت عامہ یعنی ولایت نیز نبی کریم ﷺ سے قبل تکلیف لازم کرنے والے محافظ اور معاون انبیاء علیہم السلام اور حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد کی حیثیت کو شامل کرتے ہیں۔ شیخ کے نزدیک نبوت و رسالت دونوں ہی منقطع ہو چکے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا۔ تاہم مختلف مقامات پر جب آپ یہ حدیث نقل کرتے ہیں تو وہاں خصوصی طور پر حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے اس سے متعلق احادیث متواترہ اور انقطاع نبوت و رسالت کے بارے میں روایات میں تطبیق کرتے ہوئے اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو آپ نبوت غیر تشریع کے منصب پر فائز ہوں گے۔ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی بعثت سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ

سے قبل دنیا میں ہوئی۔ آپ نبوت خاصہ کے حامل منصب تشریع پر فائز اللہ کے جلیل القدر نبی ہیں۔ لیکن جب آپ دنیا میں نزول فرمائیں گے تو آپ کا ظہور ختم نبوت اور اکمال و اتمام دین کے بعد نبوت غیر تشریع کے طور پر ہو گا۔ اسی لیے شیخ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ بے شک جو نبوت رسول اللہ ﷺ کے وجود مسعود کے ساتھ منقطع ہوئی وہ نبوت تشریع ہے نہ کہ نبوت کا مقام، کیونکہ مقام نبوت حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی صورت میں موجود ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی نئی شریعت نبی کریم ﷺ کی شرع کو منسوخ نہیں کرے گی اور نہ کسی قسم کا اضافہ۔ شیخ اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا جو آپ ﷺ کی شریعت کی مخالفت کرے۔ اس سے ان کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اسی لیے آپ آگے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نبی ہو گا تو وہ آپ ﷺ کی شریعت کے تابع ہو گا۔ یہ بات یاد رہنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو منصب نبوت و رسالت سے کبھی معزول نہیں کیا جاتا، نہ اس دنیا میں نہ ہی رحلت کے بعد۔ یہ بات علماء عقیدہ کے نزدیک مسلم ہے، مثال کے طور امام بزدوی رحمہ اللہ انبیاء کی نبوت و رسالت بعد از رحلت کے بارے میں کہتے ہیں:

يبقى الرسول بعد موته رسولا وكذلك النبى بعد موته نبيا [3]

"رسول اپنی رحلت کے بعد بھی (مرتبہ) رسول پر فائز رہتا ہے اور اسی طرح نبی رحلت کے بعد بھی نبی رہتا ہے۔"

حضور ﷺ نے معراج کی شب مسجد اقصیٰ میں جن اشخاص کی امامت فرمائی وہ اس وقت بھی "نبوت" ہی کے منصب پر فائز تھے، اگرچہ ان کی رحلت ہو چکی تھی۔ چنانچہ شیخ ابن عربی نے یہ کاوش نزول مسیح علیہ السلام سے متعلق احادیث متواترہ اور انقطاع نبوت کے بارے میں روایات

---

[3] اصول الدین: ص ۲۲۹

میں تطبیق دینے کے لیے کی۔ اسی بات کو شیخ اس مقام پر یوں فرماتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا تاہم مقام نبوت حضرت عیسی علیہ السلام کے لحاظ سے باقی ہے۔

یہ بات خوب یاد رہے کہ شیخ جب ختم نبوت سے متعلق اس حدیث کی وضاحت میں کسی نبی کی بابت آپ ﷺ کی شریعت کے تابع ہو کر دنیا میں آنے کی بات کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد کسی 'نئے نبی' کی بعثت نہیں ہوتی بلکہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی دنیا میں آمد ثانی مراد ہوتی ہے جن کی بعثت نبی کریم ﷺ سے قبل دنیا میں ہو چکی۔ عامۃ المسلمین کی طرح شیخ کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ السلام حیات ہیں اور آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا۔ قرب قیامت میں آپ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی امت کے جامع فرد اور خاتم ولایت کی حیثیت سے نزول فرمائیں گے۔ آپ کو منصب نبوت سے معزول کرنے کے بعد دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا تاہم ختم نبوت کے سبب آپ کا منصب تشریع، نبوت غیر تشریع میں تبدیل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مقام پر شیخ کے اس بیان کا مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کا آسمان دنیا سے نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی جتنی عبارت غامدی صاحب نے نقل کی ہے اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں:

ولا رسول ای لا رسول بعدی الی احد من خلق اللہ بشرع یدعوھم الیہ- فھذا ھو الذی انقطع وسد بابہ لا مقام النبوۃ، فانہ لاخلاف ان عیسی علیہ السلام نبی و رسول، وانہ لا خلاف انہ ینزل فی اخر الزمان حکما مقسطا عدلا بشرعنا لا بشرع آخر الذی تعبدہ اللہ بنی اسرائیل من حیث ما نزل ھو بہ، بل ما ظھر من ذلک ھو ما قررہ شرع محمدﷺ، ونبوۃ عیسی علیہ السلام ثابتۃ لہ محققۃ، فھذا نبی ورسول قد ظھر بعدہﷺ وھو الصادق فی قولہ انہ لا نبی بعدہ، فعلمنا قطعا انہ یرید التشریع خاصۃ وھو المعبر عنہ عند اھل

النظر بالاختصاص وهو المراد بقولهم: ان النبوة غير مكتسبة-[4]

''اور نہ کوئی رسول (ہو گا) یعنی میرے بعد اللہ کی مخلوق میں سے کسی کی طرف کوئی رسول کسی نئی شریعت کی دعوت کے ساتھ نہیں بھیجا جائے گا۔ یہ وہ امر ہے جو منقطع ہو چکا اور جس کا دروازہ بند ہو چکا، نہ کہ مقام نبوت ۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام نبی و رسول ہیں نیز وہ آخری زمانے میں ہماری شریعت کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوں گے نہ کہ کسی دوسری شریعت کے مطابق، نہ ان کی اس شریعت کے مطابق-جس کا پابند اللہ نے نبی اسرائیل کو بنایا اس حیثیت سے کہ وہ اسے لے کر آئے-بلکہ ان کی اس شریعت سے جو چیزیں ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گی وہ ایسی ہوں گی کہ-شریعت محمدی ﷺ نے اسے بر قرار رکھا ہو گا۔ الغرض عیسی علیہ السلام کی نبوت ان کے لئے متحقق و ثابت شدہ ہے اور وہ نبی و رسول ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے بعد ظاہر ہوں گے جبکہ آپ ﷺ اس بات میں بھی سچے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ اس سے ہم نے قطعی طور پر جان لیا کہ آپ ﷺ کے اس قول سے کہ 'میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا' مراد نبوت تشریع ہے-۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے اہل نظر کے ہاں اختصاص سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے اس قول سے کہ "نبوت اکتسابی چیز نہیں" یہی مراد ہوتی ہے''

جاوید احمد غامدی صاحب چونکہ آیات مؤولہ اور احادیث متواترہ کے برخلاف نزول مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں، اس لیے اس بات کی اہمیت کو سمجھنا ان کے لئے ممکن نہیں ہو سکتا کہ شیخ مقام نبوت کے جاری رہنے اور انقطاع نبوت کے بعد بھی کسی نبی کے رسول اللہ ﷺ کے تابع نبی کی حیثیت سے آنے کو حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کے تناظر میں کیوں بیان کرتے ہیں۔ پس

---

[4] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۶

جس بات سے شیخ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع کر رہے تھے، غامدی صاحب نے اسی عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر ایک نیا مفہوم پہنایا اور اسے انکار ختم نبوت قرار دے دیا۔
شیخ نے اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں درج بالا بات صرف اسی مقام پر نہیں لکھی بلکہ متعدد مقامات پر اس حدیث کی روشنی میں حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق اسی نوعیت کی تفصیل ذکر کی ہے۔ آیئے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک مقام پر آپ کہتے ہیں:

فوصف بعض أمته بأنهم قد حصل لهم المقام وإن لم يكونوا على شرع يخالف شرعه وقد علمنا بما قال لنا صلى الله عليه وسلم إن عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما مقسطا عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزيرولا نشك قطعا أنه رسول الله ونبيه وهو ينزل فله عليه السلام مرتبة النبوة بلا شك عند الله وما له مرتبة التشريع عند نزوله فعلمنابقوله صلى الله عليه وسلم إنه لا نبي بعدي ولا رسول وأن النبوة قد انقطعت والرسالة إنما يريد بهما التشريع فلما كانت النبوة أشرف مرتبة وأكملها ينتهي إليها من اصطفاه الله من عباده علمنا ان التشريع في النبوة أمر عارض بكون عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما من غير تشريع وهو نبي بلا شك فخفيت مرتبة النبوة في الخلق بانقطاع التشريع[5]

"آپ ﷺ نے اپنی امت میں سے بعض کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ ان کو یہ مقام حاصل ہو گا، اگرچہ وہ ایسی شرع پر نہیں ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی مخالف ہو۔ جبکہ ہم آپ ﷺ سے یہ بات جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل

[5] الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۲۴۷

کریں گے۔ ہمیں اس بارے میں ذرہ برابر شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول اور نبی ہیں۔ آپ (قرب قیامت میں) نازل بھی ہوں گے، پس آپ علیہ السلام کو بلاشبہ اللہ کی بارگاہ میں مرتبہ نبوت حاصل ہو گا البتہ آپ علیہ السلام کو اپنے نزول کے وقت تشریع کا مقام حاصل نہیں ہو گا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے فرمان کہ 'آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے نہ رسول، بے شک نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی ہیں' سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس میں نبوت ورسالت سے 'تشریع' مراد ہے۔ نیز چونکہ نبوت سب سے زیادہ بلند و اعلیٰ مرتبہ ہے اس کو وہی پہنچتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا ہو، اس لئے ہم نے جان لیا کہ بے شک تشریع ایک عارضی امر ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان غیر تشریعی حاکم بن کر نازل ہوں گے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ایک نبی ہوں گے۔ تو نبوت کا مرتبہ خلق میں انقطاع تشریع کے سبب مخفی ہو گیا۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وهو عين خاتم النبيين بقوله تعالى ولكِنْ رَسُولَ الله وخاتَمَ النَّبِيِّينَ لما ادعى فيه أنه أبو زيد نفى الله تعالى عنه أن يكون أبا لأحد من رجالنا لرفع المناسبة وتمييز المرتبة أ لا تراه صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم ما عاش له ولد ذكر من ظهره تشريفا له لكونه سبق في علم الله أنه خاتم النبيين وقال صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم إن الرسالة يعني البعثة إلى الناس بالتشريع لهم والنبوة قد انقطعت أي ما بقي من يشرع له من عند الله حكم يكون عليه ليس هو شرعنا الذي جئنا به فلا رسول بعدي يأتي بشرع يخالف شرعي إلى الناس ولا نبي يكون على شرع ينفرد به من عند ربه يكون عليه فصرح أنه خاتم نبوة التشريع ولو أراد

غير ما ذكرناه لكان معارضا لقوله إن عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما مقسطا يؤمنا بنا أي بالشرع الذي نحن عليه ولا نشك فيه أنه رسول ونبي فعلمنا أنه صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم أراد أنه لا شرع بعده ينسخ شرعه ودخل بهذا القول كل إنسان في العالم من زمان بعثته إلى يوم القيامة في أمته فالخضر والياس وعيسى من أمة محمد صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم الظاهرة ومن آدم إلى زمان بعثة رسول الله صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم من أمته الباطنة[6]

''نبی کریم ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:''لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔'' جب آپ ﷺ کے بارے میں یہ دعوی کیا گیا کہ آپ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باپ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف سے اس بات کی نفی فرمائی کہ آپ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ ہوں تاکہ (اولاد میں کسی کو نبوت منتقل ہونے کی) مناسبت رفع ہو جائے اور دو درجے الگ الگ ہو جائیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کی پشت سے کوئی نرینہ اولاد شرف وبلندی کے لئے نہ رہی کیونکہ اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ آپ ﷺ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت یعنی شریعت کے ساتھ لوگوں کی طرف بعثت اور نبوت منقطع ہو گئی ہیں، اب کوئی ایسا باقی نہیں رہا جس کے لیے اللہ کی طرف سے کسی ایسے حکم کو شرع بنایا جائے جو ہماری شریعت نہ ہو۔ 'میرے بعد کوئی رسول نہیں ہو گا' یعنی میرے بعد ایسا کوئی رسول نہیں ہو گا جو لوگوں کے پاس ایسی شریعت لے کر آئے جو میری شریعت کے مخالف ہو، نہ کوئی ایسا نبی ہو گا جو اپنے رب کی طرف سے کسی شرع میں تنہا و منفرد ہو۔ پس آپ ﷺ نے تصریح فرمائی کہ آپ

[6] الفتوحات المکیۃ: ج:٦: ص٣١٦

ﷺ نبوت تشریع کو ختم کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کی مراد ہماری اس بات کے سواء کچھ اور ہوتی تو وہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے متضاد ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے ہم ہی میں سے ہماری امامت کریں گے یعنی اسی شریعت کے مطابق ہوں گے جس پر ہم ہیں ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ اللہ کے رسول و نبی ہیں۔ پس اس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسی شریعت نہیں ہوگی جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ اس فرمان میں آپ ﷺ کی بعثت کے زمانہ سے صبح قیامت تک اس دنیا کا ہر امتی شامل ہے۔ پس حضرت خضر، حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ظاہرہ میں سے ہیں البتہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ کی بعثت کے زمانہ تک یہ تینوں لوگ رسول اللہ ﷺ کی امت باطنہ میں سے تھے۔"[7]

[7] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا اور آپ بقید حیات ہیں۔ شب اسراء میں آپ علیہ السلام کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی جس کے سبب آپ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کی حین حیات میں زیارت کا شرف حاصل ہوا جس سے آپ کو شرف صحابیت بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے شیخ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ افضل شخصیت ہیں (الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۸۰ نیز ج۳: ص۱۸۶)۔ شیخ ابن عربی کے ہاں حیات کا یہ شرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت ادریس، حضرت الیاس، اور حضرت خضر علیہم السلام کے لیے بھی ثابت ہے جیسا کہ اس عبارت میں مذکور ہے، یہ بات شیخ دیگر مقامات پر بھی فرماتے ہیں (مثلاً الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۰)۔ تاہم صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی بطور خاتم ولایت ظہور ہوگا۔ حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر علماء کا اختلاف ہے، البتہ شیخ ابن عربی ان کے نبی نہ ہونے کے قائل ہیں۔ ان حضرات کی حیات کے بارے میں دیگر علماء کے اقوال بھی موجود ہیں۔ مثلاً ظفر الامانی میں ہے: المراد بالرؤیا هو فی حیاۃ الرائی الدینویة ، فلا یعد من الصحابة من لقیه

اس عبارت میں بھی شیخ نے عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کے بعد اس حدیث کی یہ شرح کرنے کا یہی سبب بیان کیا کہ اگر اس کی تشریح میں یہ کہہ دیا جائے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور نہیں ہو گا تو یہ بات ان احادیث متواترہ سے ٹکرائے گی جن میں حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے

من الانبياء ليلة المعراج فى بيت المقدس و فى السماوات على ما شهدت احاديث قصة معراج و يدخل فيهم عيسٰى على نبينا و عليه الصلاة و السلام بناء على انه رفع الى السماوات حيا، و لقيه ليلة المعراج قبل مماته، و كذا ذكره الذهبي فى الصحابة فى كتابه 'تجريدالصحابة' و كذا يدخل فيهم ادريس على نبينا و عليه الصلاة و السلام على القول بانه رفع حيا، و بقى كذلک فى السماء الرابعة، و كذا يدخل فيهم خضر و الياس على نبينا و عليهما الصلاة و السلام ان صح انهما لقياه و باحد هذه الانبياء الاربعة يجاب عن لغز، و هو اى صحابى افضل من ابى بكر الصديق باجماع اهل السنة و غيرهم؟ (ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی: ص ۴۹۹۔۵۰۰): "رویت سے مراد زیارت کرنے والی کی دنیاوی زندگی میں رویت ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام میں سے جو کوئی بیت المقدس میں شب معراج کو اور آسمانوں میں نبی ﷺ سے ملا اسے صحابہ میں شمار نہیں کیا جائے گا، اس کی گواہی احادیث میں معراج کے واقعے سے ملتی ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامل ہیں جس کی بنیاد یہ ہے کہ انہیں آسمانوں کی طرف زندہ اٹھالیا گیا تھا اور آپ علیہ السلام نے نبی ﷺ سے شب معراج میں اپنے وصال سے قبل ملاقات کی۔ اور اسی طرح امام ذھبی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی کتاب تجرید الصحابہ میں صحابہ کرام میں شامل کیا ہے۔ اسی طرح اس میں حضرت ادریس علیہ السلام بھی شامل ہیں اس رائے کی بنیاد پر جس کے مطابق آپ کو زندہ اٹھالیا گیا تھا اور آپ چوتھے آسمان پر زندہ ہیں۔ اسی طرح صحابہ میں حضرت خضر اور الیاس علیہم السلام بھی شامل ہیں اگر یہ بات صحیح ہے کہ ان دونوں نے بھی نبی ﷺ سے شب معراج میں ملاقات کی۔ اگر یہ پہیلی پوچھی جائے کہ وہ کونسے صحابی ہیں جو اہل سنت اور دیگر کے اجماع کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق سے بھی زیادہ افضل ہیں تو اس کے جواب میں ان چاروں میں سے کسی بھی ایک نبی کا نام لیا جاسکتا ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا ان حضرات کی حیات کا بیان علم کلام کی کتب میں بھی مذکور ہے، مثلاً دیکھئے اصول الدین (للجمال الدین احمد الحنفی): ص146۔151 نیز تحفۃ المرید علی جوھرۃ التوحید: ص52۔ مزید تفصیلات کے لئے سورہ مریم کی آیت 57 کے تحت مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

نزول کا ذکر ہے۔ پس اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت ہی کے لیے اس حدیث سے وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ مقام نبوت باقی ہے اور جس کا ظہور حضرت عیسی علیہ السلام کی صورت میں ہو گا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

إن محمدا خاتم النبيين وإن نزل بعده عيسى [8]

"بے شک محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اگر چہ آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔"

حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کی جس عبارت پر غامدی صاحب نے اعتراض کیا ہے، جب اسے اس کے سیاق وسباق اور شیخ کی دیگر عبارات کے ساتھ ملا کر ان کے نظام فکر کو سامنے رکھتے ہوئے پڑھا جاتا ہے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جب شیخ ختم نبوت کے بیان میں نبوت تشریع کے انقطاع کی قید لگاتے ہوئے کسی نبی کی آمد کا ذکر فرماتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے تابع ہو نہ کہ مخالف، تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام آمد ثانی کے وقت، ختم نبوت کی وجہ سے ، غیر تشریعی مقام پر ہوں گے اور یہ خصوصیت صرف آپ علیہ السلام کو حاصل ہو گی۔ زیر بحث عبارت میں بھی مقام نبوت کے باقی رہنے سے آپ کی یہی مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعد از نزول بطور خاتم ولایت حیثیت کو واضح کرتے ہوئے بھی شیخ ان کی اسی غیر تشریعی حیثیت کو زیر بحث لاتے ہیں۔ ایک مقام پر کہتے ہیں:

الختم ختمان ختم يختم الله به الولاية وختم بختم الله به الولاية المحمدية فأما ختم الولاية على الإطلاق فهو عيسى عليه السلام فهو الولي بالنبوة المطلقة في زمان هذه الأمة وقد حيل بينه وبين نبوة التشريع والرسالة فينزل في آخر

---

[8] الفتوحات المکیۃ: ج۷: ص۲۸۸

الزمان وارثا خاتما لا ولي بعده بنبوة مطلقة كما أن محمدا صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة لا نبوة تشريع بعده وإن كان بعده مثل عيسى من أولي العزم من الرسل وخواص الأنبياء ولكن زال حكمه من هذا المقام لحكم الزمان عليه الذي هو لغيره فينزل وليا ذا نبوة مطلقة يشركه فيها الأولياء المحمديون فهو منا وهو سيدنا فكان أول هذا الأمر نبي وهو آدم وآخره نبي وهو عيسى أعني نبوة الاختصاص فيكون له يوم القيامة حشران حشر معنا وحشر مع الرسل وحشر مع الأنبياء[9]

''خاتمیت' دو طرح کی ہے۔ایک وہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ولایت (عامہ) کو ختم کرتا ہے، دوسرے ختم وہ ہیں جن کے ذریعے اللہ ولایت محمدیہ کو ختم فرماتا ہے۔ ولایت مطلقہ یا عامہ کو ختم کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ اس امت کے عہد میں نبوت مطلقہ کے ولی ہیں۔ البتہ آپ اور آپ کی نبوت تشریع ورسالت کے درمیان (نبی کریم ﷺ کی بعثت سے) رکاوٹ آگئی ہے۔ آپ قرب قیامت میں وارث خاتم کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور آپ کے بعد نبوت مطلقہ کا کوئی ولی نہیں ہو گا جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم نبوت ہیں ان کے بعد کوئی نبوت تشریع نہیں۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے (جلیل القدر نبی) ہوں گے جو اولو العزم رسولوں اور خواص انبیاء میں سے ہیں لیکن آپ کا حکم (شریعت) اس امت کے دور میں حکم (شریعت) کے اعتبار سے ختم ہو گیا ہے جو (دراصل) آپ علیہ السلام کے سوا نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے۔ آپ نبوت مطلقہ والے ولی کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور اس مقام ولایت میں محمدی اولیاء آپ کے شریک ہوں گے۔ آپ علیہ السلام ہم میں

[9] الفتوحات المکیہ: ج۳: ص ۷۵

سے ہوں گے اور ہمارے سردار ہوں گے۔ اس امر کے اول بھی نبی آدم علیہ السلام ہیں اور اس امر کے آخر میں بھی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہاں نبوت سے میری مراد نبوت اختصاص ہے۔ قیامت کے دن آپ علیہ السلام کے دو حشر ہوں گے، ایک حشر ہمارے ساتھ ہو گا اور ایک حشر رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو گا۔"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

أنه لا بد أن ينزل في هذه الأمة في آخر الزمان ويحكم بسنة محمد صلى الله عليه وسلم مثل ما حكم الخلفاء المهديون الراشدون فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويدخل بدخوله من أهل الكتاب في الإسلام خلق كثير أيضا[10]

"معترض یہ بات جان لے کہ وہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ضرور قرب قیامت میں اس امت میں نازل ہوں گے اور محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے جیسا کہ خلفاء راشدین نے فیصلے کیے۔ آپ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور آپ کے سبب اہل کتاب میں سے خلق کثیر بھی اسلام میں داخل ہو گی۔"

نبوت خاصہ کے تناظر میں ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

وهذا باب قد أغلق برسول الله صلى الله عليه وسلم فلا سبيل أن يتعبد الله أحدا بشريعة ناسخة لهذه الشريعة المحمدية وإن عيسى عليه السلام إذا نزل ما يحكم إلا بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم وهو خاتم الأولياء فإنه من شرف محمد صلى الله عليه وسلم ان ختم الله ولاية أمته والولاية مطلقة بنبي

[10] الفتوحات مکیہ: ج ۳: ص ۱۸۶

رسول مكرم ختم به مقام الولاية فله يوم القيامة حشر أن يحشر مع الرسل رسولا ويحشر معنا وليا تابعا محمدا صلى الله عليه وسلم كرمه الله تعالى والياس بهذا المقام على سائر الأنبياء[11]

''یہ دروازہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ساتھ بند ہو گیا ہے، پس اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ اب اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی شریعت کا مکلف بنائے جو شریعت محمدیہ ﷺ کو منسوخ کرنے والی ہو۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپ علیہ السلام محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے اور وہی (یعنی سیدنا مسیح علیہ السلام) خاتم الاولیاء ہیں۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کی ولایت اور ولایت مطلقہ دونوں کو ایک رسول مکرم سے ختم فرمایا اور انہی پر مقام ولایت ختم ہو گا۔ پس روز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسولوں کے ساتھ بحیثیت رسول اٹھایا جائے نیز ہمارے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع کے طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کو اس درجے میں باقی انبیا سے الگ اعزاز بخشا (کہ صرف ان کے دو حشر ہوں گے)۔"

آپ مزید فرماتے ہیں:

واعلم أنه لا بد من نزول عيسى عليه السلام ولا بد من حكمه فينا بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم يوحي الله بها إليه من كونه نبيا فإن النبي لا يأخذ الشرع من غير مرسله فيأتيه الملك مخبرا بشرع محمد الذي جاء به صلى الله عليه وسلم وقد يلهمه إلهاما فلا يحكم في الأشياء بتحليل وتحريم إلا بما كان

[11] الفتوحات مکیہ: ج ۱: ص ۲۲۹

يحكم به رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان حاضرا ويرتفع اجتهاد المجتهدين بنزوله عليه السلام ولا يحكم فينا بشرعه الذي كان عليه في أوان رسالته ودولته، فيما هو عالم بها من حيث الوحي الإلهي إليه بها هو رسول ونبي، وبما هو الشرع الذي كان عليه محمد صلى الله عليه وسلم هو تابع له فيه، وقد يكون له من الاطلاع على روح محمد صلى الله عليه وسلم كشفا بحيث أن يأخذ عنه ما شرع الله له أن يحكم به في أمته صلى الله عليه وسلم، فيكون عيسى عليه السلام صاحبا وتابعا من هذا الوجه، وهو عليه السلام من هذا الوجه خاتم الأولياء، فكان من شرف النبي صلى الله عليه وسلم ان ختم الأولياء في أمته نبي رسول مكرم هو عيسى عليه السلام وهو أفضل هذه الأمة المحمدية[12]

"اور جان لو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔ نیز آپ ہمارے درمیان محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی شریعت پر فیصلہ فرمائیں گے جسے اللہ تعالیٰ آپ پر برائے نبوت وحی کرے گا۔ کیونکہ نبی شریعت اپنے بھیجنے والے (اللہ) ہی سے حاصل کرتا ہے پس فرشتہ آکر آپ کو شریعت محمدی سے باخبر کرے گا۔ نیز آپ کو بذریعہ الہام بھی اس کا علم ہو سکتا ہے۔ پس آپ علیہ السلام چیزوں کی حلت و حرمت میں وہی فیصلہ فرمائیں گے جو اگر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے، تو فیصلہ فرماتے۔ آپ (حضرت عیسیٰ) علیہ السلام کے نزول سے مجتہدین کا اجتہاد اٹھ جائے گا اگرچہ آپ ہمارے درمیان اپنی اس شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے جس پر آپ اپنے حکم اور عہد رسالت میں تھے۔ (چنانچہ) آپ کو اس شریعت کا علم وحی کے ذریعے ہوا، اس لیے آپ

---

[12] الفتوحات مکیہ: ج۱: ص۲۸۰۔۲۸۱

نبی ورسول ہیں اور چونکہ وہ شریعت محمدی ہے، اس لیے وہ اس میں رسول کے تابع ہیں۔ نیز آپ علیہ السلام کا عالم کشف میں روح محمد ﷺ سے رابطہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے لیے امت محمدیہ میں جو مشروع ہے وہ آپ ﷺ سے (براہ راست) حاصل کریں۔ اس جہت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب اور تابع ہوں گے۔ اور اسی جہت سے آپ علیہ السلام خاتم الاولیا بھی ہیں۔ چنانچہ یہ نبی کریم ﷺ کا شرف ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں ولایت ایک نبی ورسول مکرم پر ختم ہو گی، اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو امت محمدیہ ﷺ میں سب سے افضل ہیں۔"

ان تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ غامدی صاحب نے شیخ ابن عربی کی جس کتاب کی عبارت کے الفاظ "مقام نبوت برقرار ہونے" کو اعتراض کی بنیاد بنایا ہے، شیخ نے اسی کتاب میں متعدد مقامات پر خود اس کی تشریح فرمادی ہے۔ یاد رہے کہ شیخ "نبوت عامہ" کے تحت اولیاء کی ولایت اور دنیا و آخرت میں ہر شے میں نبوت کے بصورت اخبار و انباء برقرار ہونے کے بھی قائل ہیں جس کی وضاحت ہم سابقہ ابواب میں کر چکے۔ لہذا جاوید احمد غامدی صاحب کا شیخ کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف عقیدہ رکھنے کا الزام دینا ایک بے بنیاد بات ہے اور اس بے بنیاد بات پر اپنی تقریروں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے گنجائش پیدا کرنا ایک افسوس ناک فعل ہے۔

حسن الیاس صاحب کی پیش کردہ عبارت

کچھ عرصہ قبل جب "فیس بک" پر شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے غامدی صاحب اور حافظ زبیر صاحب کی آراء پر نقد کا سلسلہ شروع ہوا تو غامدی صاحب کے شاگرد اور داماد نیز ان کے ادارے کے ڈائریکٹر جناب حسن الیاس صاحب نے اپنے استاد کے دفاع کے لئے آدھے گھنٹے کی

ویڈیو ریکارڈ کرا کے نشر کروائی۔[13] اس ویڈیو میں انہوں نے شیخ ابن عربی کے حوالے سے غامدی صاحب کے موقف کا دفاع کرنے کے لئے غامدی صاحب کی پیش کردہ عبارت ہی کو سیاق و سباق سمیت نقل کر دیا ہے جس سے وہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ غامدی صاحب نے درج بالا عبارت سے شیخ کے بارے میں جو سمجھا ہے وہی درست ہے۔ حسن الیاس صاحب نے یہ پوری عبارت اس لیے نقل کی تا کہ اپنے خیال میں ایک عالم دین کو جواب دیا جاسکے جنہوں نے غامدی صاحب کو جواب دیتے ہوئے ایک ویڈیو کلپ میں بتایا کہ غامدی صاحب نے اس عبارت میں حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام سے متعلق حصے کو نقل نہیں کیا، اگر اس حصے کو نقل کر دیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ اس عبارت میں کسی نئے نبی کی آمد کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ذکر کر رہے ہیں۔ حسن الیاس صاحب نے فتوحات مکیہ کی جلد ۳ کے ایک صفحے کو ترجمے کے ساتھ پیش کیا جس میں ان کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ انقطاع نبوت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے علاوہ بھی نبوت عامہ کے باقی رہنے کے قائل ہیں اور آپ علیہ السلام کی دنیا میں آمد ثانی کو بھی نبوت عامہ کے تحت ہی بیان کرتے ہیں۔ اس بحث سے حسن الیاس صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ شیخ منکر ختم نبوت ہیں۔ جناب حسن صاحب نے جو عبارت پیش کی وہ درج ذیل ہے:

ان هذا الباب يتضمن اصناف الرجال الذين يحصرهم العدد والذين لا توقيت لهم، ويتضمن المسائل التى لا يعلمها الا الاكابر من عباد الله الذين هم فى زمانهم بمنزلة الانبياء فى زمان النبوة وهى النبوة العامة، فان النبوة التى انقطعت بوجود رسول الله ﷺ انما هى النبوة التشريع لا مقامها، فلا

[13] یہ ویڈیو اس لنک پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

https://www.youtube.com/watch?v=g_0rMNJ2g6A&t=564s

شرع یکون ناسخا لشرعهﷺ، ولا یزید فی حکمه شرعا آخر، وهذا معنی قوله (ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی) ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی، بل اذ کان یکون تحت حکم شریعتی، ولا رسول ای لا رسول بعدی الی احد من خلق الله بشرع یدعوهم الیه- فهذا هو الذی انقطع وسد بابه لا مقام النبوة، فانه لاخلاف ان عیسی علیه السلام نبی و رسول، وانه لا خلاف انه ینزل فی اخر الزمان حکما مقسطا عدلا بشرعنا لا بشرع آخر الذی تعبده الله بنی اسرائیل من حیث ما نزل هو به، بل ما ظهر من ذلک هو ما قرره شرع محمدﷺ، ونبوة عیسی علیه السلام ثابتة له محققة، فهذا نبی ورسول قد ظهر بعدهﷺ وهو الصادق فی قوله انه لا نبی بعده، فعلمنا قطعا انه یرید التشریع خاصة وهو المعبر عنه عند اهل النظر بالاختصاص وهو المراد بقولهم: ان النبوة غیر مکتسبة-

واما القائلون باکتساب النبوة فانهم یریدون بذلک حصول المنزلة عند الله المختصة من غیر تشریع لا فی حق انفسهم ولا فی حق غیرهم، فمن لم یعقل النبوة سوی عین الشرع و نصب الاحکام قال بالاختصاص ومنع الکسب، فاذا وقفتم علی کلام احد من اهل الله من اصحاب الکشف یشیر بکلامه الی الاکتساب کابی حامد الغزالی وغیره فلیس مرادهم سوی ما ذکرناه، قد بینا هذا فی فصل الصلاة علی النبیﷺ فی آخر باب الصلاة من هذا الکتاب، وهؤلاء المقربون الذین قال الله فیهم (عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ: المطففین 28) وبه وصف الله نبیه عیسی علیه السلام فقال (وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ: آل عمران 40) وبه الوصف الملائكة (وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ: النساء 172)-

ومعلوم قطعا ان جبرائيل كان ينزل بالوحى على رسول اللهﷺ علم يطلق عليه فى الشرع اسم نبى، مع انه المثابة، فالنبوة مقام عند الله يناله البشر وهو مختص بالاكابر من البشر، يعطى للنبى المشرع ويعطى للتابع لهذا النبى المشرع الجارى على سنته، قال تعالى (وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا: مريم 53)- فاذ نظر الى هذا المقام بالنسبة الى التابع وانه باتباعه، حصل له هذا المقام سميى مكتسبا والتعمل بهذا الاتباع اكتسابا ولم يات شرع من ربه يختص به ولا شرع يوصله الى غيره، وكذلك هارون، فسددنا باب لفظ النبوة على هذا المقام مع تحققه لئلا يتخيل متخيل ان المطلق لهذا اللفظ يريد النبوة التشريع فيغلط كما اعتقد بعض الناس فى الامام ابى حامد فقال عنه: انه يقول باكتساب النبوة فى كيمياء السعادة وغيره، معاذ الله ان يريد ابو حامد غير ما ذكرناه[14]

"یہ باب اولیاء اللہ کی ایسی اقسام (کے بیان) پر مشتمل ہے جن کا شمار تو ممکن ہے مگر (ان کی موجودگی کے) وقت کا علم نہیں اور ان کی تحدید نہیں کی جا سکتی۔ نیز اس میں ایسے مسائل پر گفتگو ہے جنہیں محض وہ بزرگ شخصیات جانتی ہیں جن کا درجہ اپنے زمانے میں وہی ہے جو زمانہ نبوت میں انبیاء کا تھا، نبوت (سے ہماری مراد) نبوت عامہ ہے کہ جو نبوت رسول اللہ ﷺ کے وجود مسعود پر ختم ہوئی وہ نبوت تشریع ہے نہ کہ مقام نبوت۔ پس اب کوئی شریعت نبی ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے گی نہ کسی نئے حکم کا

[14] الفتوحات المکیۃ: ج ۳: ص ۶۔۷

اضافہ ، آپ ﷺ کے ارشاد ("بیشک رسالت و نبوت منقطع ہو چکے، پس میرے بعد کوئی رسول ہو گا نہ نبی") کا یہی مطلب ہے، یعنی میرے بعد نہ کوئی نبی ہو گا جو میری شریعت کی مخالفت کرے گا بلکہ جب ہوا تو میری شریعت کے حکم کے تابع ہو گا اور نہ کوئی رسول (ہو گا) یعنی میرے بعد اللہ کی مخلوق میں سے کسی کی طرف کوئی رسول کسی نئ شریعت کی دعوت کے ساتھ نہیں بھیجا جائے گا۔ یہ وہ امر ہے جو منقطع ہو چکا اور جس کا دروازہ بند ہو چکا، نہ کہ مقام نبوت۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام نبی ور سول ہیں نیز وہ آخری زمانے میں ہماری شریعت کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوں گے نہ کہ کسی دوسری شریعت کے مطابق، نہ ان کی اس شریعت کے مطابق جس کا پابند اللہ نے بنی اسرائیل کو بنایا اس حیثیت سے کہ وہ اسے لے کر آئے بلکہ ان کی اس شریعت سے جو چیزیں ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گی وہ ایسی ہوں گی کہ شریعت محمدی ﷺ نے اسے بر قرار رکھا ہو گا۔ الغرض عیسی علیہ السلام کی نبوت ان کے لئے متحقق و ثابت شدہ ہے اور وہ نبی ور سول ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے بعد ظاہر ہوں گے جبکہ آپ ﷺ اس بات میں بھی سچے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ اس سے ہم نے قطعی طور پر جان لیا کہ آپ ﷺ کے اس قول سے کہ 'میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا' مراد نبوت تشریع ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے اہل نظر کے ہاں اختصاص سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے اس قول سے کہ "نبوت اکتسابی چیز نہیں" یہی مراد ہوتی ہے۔

رہے وہ حضرات جو اکتساب نبوت کے قائل ہیں تو اس سے ان کی مراد اللہ کے ہاں خاص (مقام قرب) ہوتا ہے جس میں تشریع نہیں ہوتی، نہ ان کی ذات کے لئے اور نہ ہی کسی دوسرے کے لئے۔ پس وہ لوگ جو نبوت سے تشریع اور احکامات مقرر کرنے (یعنی تکلیف) کے علاوہ کچھ مراد نہیں لیتے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ اختصاصی معاملہ ہے جس

میں کسب نہیں ہوتا۔ اگر تم اہل اللہ اور اصحاب کشف میں سے کسی شخص جیسے ابو حامد (غزالی) کے ایسے کلام کو دیکھو جو نبوت کے اکتسابی ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ اس سے ان کی مراد اس کے سوا کچھ نہیں جو ہم نے اوپر بیان کر دی۔ اور یہ بات ہم نے اس کتاب کے باب صلوۃ کے آخر میں آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی فصل میں واضح کر دی ہے۔ یہی وہ مقربین ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ("وہ چشمہ جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں") اللہ تعالی نے اپنے نبی عیسی علیہ السلام کی صفت اسی لفظ سے بیان کی ہے ("عیسی ابن مریم دنیا و آخرت دونوں میں قدر و منزلت والا اور اللہ کے خاص قرب یافتہ بندوں میں سے ہو گا") نیز ملائکہ کو بھی اسی سے موصوف کیا ("اور نہ ہی مقرب فرشتے") جبکہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر وحی لے کر آیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود کہ وہ مقام (نبوت عامہ) کے حامل تھے شرع میں ان پر لفظ نبی کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ نبوت اللہ کے نزدیک ایک ایسا مقام ہے جو انسانوں کو ملتا ہے اور ان میں سے بزرگ شخصیات کے لئے خاص ہے۔ یہ (مقام) عطا کیا جاتا ہے صاحب شرع نبی کو، اور اس کے تابع نبی کو جو اس کی شریعت پر عمل کرتا ہے، اللہ نے فرمایا ("اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ھارون کو نبی بنا کر انہیں بخشا")۔ پس جب اس (مقام نبوت عامہ) کو (نبی کے) تابع کے زاویے سے دیکھا جاتا ہے کہ اسے یہ مقام اس (نبی) کی اتباع سے حاصل ہوا تو یہ مقام کسبی اور اس اتباع کو کسب کہا جاتا ہے، جبکہ اس کے پاس ایسی کوئی شریعت نہیں آتی جو اس کے لیے مخصوص ہو یا اسے دوسروں تک پہنچانا ہو۔ اور اسی طرح حضرت ھارون علیہ السلام کا معاملہ تھا (کہ وہ تابع و غیر تشریعی نبی تھے)۔ پس ہم نے (بھی) لفظ نبوت (یعنی نبی) کے اطلاق کا دروازہ (غیر نبی کے لئے) بند کر دیا ہے، اگرچہ مقام نبوت باقی و ثابت شدہ ہے تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ لفظ کہنے والا نبوت تشریع مراد لے

رہا ہے اور غلط فہمی کا شکار ہو۔جیسا کہ بعض لوگوں کو ابو حامد (غزالی) کے بارے میں یہ گمان گزرا اور کہنے لگے کہ انہوں نے کیمیائے سعادت وغیرہ میں اکتساب نبوت کی بات کی ہیں۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابو حامد کی اس کی علاوہ کچھ اور مراد ہو جو ہم نے بیان کیا۔"

حسن الیاس صاحب کے سوالات

اس پوری عبارت پر حسن الیاس صاحب نے جو اعتراضات کیے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ کے نزدیک نبوت کی دو اقسام ہیں، نبوت خاصہ اور نبوت عامہ۔ان کے نزدیک نبوت تشریع منقطع ہو چکی ہے جبکہ نبوت عامہ جاری ہے اور نبوت عامہ اکتسابی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ غامدی صاحب کا یہ اعتراض درست ہے کہ شیخ کا نظریہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

۲۔ شیخ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے بعد بھی اس اقتباس میں نبوت عامہ کے جاری رہنے اور نبوت کے اکتسابی ہونے کا ذکر کیا ہے۔اس کا مطلب ان کے خیال میں یہ ہوا کہ اگر اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر شامل کر بھی دیا جائے تب بھی شیخ کی بحث عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

۳۔ شیخ نے نبوت کے بارے میں یہ کہا کہ یہ ایک ایسا مقام ہے جو اللہ کے نزدیک انسانوں میں سے اکابر کے لیے خاص ہے اور جو شارع نبی اور اس کے تابع کو بھی دیا جاتا ہے۔ شیخ نے نبوت عامہ کے تحت اولیاء مقربین، ملائکہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت عامہ کو بیان کیا ہے جس کا نتیجہ انکار ختم نبوت ہے کہ غیر نبی کو بھی انقطاع ختم نبوت کے بعد یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ ویڈیو کے آخر میں حسن الیاس صاحب نے اس عبارت میں مقام نبوت، کمالات نبوت، نبوت کے اکتسابی ہونے اور نبوت عامہ پر سوال اٹھاتے ہوئے حضرت مسیح، حضرت ہارون اور حضرت جبریل علیہم السلام کی نبوت عامہ کی نوعیت کی حقیقت دریافت کی ہے۔ حسن الیاس صاحب یہ

سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ آخر ان تمام مباحث کا مصدر قرآن میں کہاں ہے؟

حسن الیاس صاحب نے غامدی صاحب کے دفاع میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی تحریروں میں سے جو مواد پیش کیا ہے وہ فتوحات مکیہ کی ۸ جلدوں میں سے جلد نمبر تین کے تقریباً ایک صفحے پر مشتمل ہے۔ اس سے قبل غامدی صاحب نے بھی فتوحات مکیہ کے اسی حصے کی خط کشیدہ سطور شیخ کو منکر ختم نبوت ثابت کرنے کے لیے پیش کی تھیں۔ ہم سابقہ اوراق میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی سے متعلق شیخ کا عقیدہ لکھ چکے ہیں، حسن الیاس صاحب ان کا مطالعہ فرمائیں۔ حسن الیاس صاحب کو جو یہ التباس ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیر تشریعی نبوت کے سوا بھی شیخ کے نزدیک نبوت عامہ کا ایک سلسلہ الگ سے جاری ہے، اس کی نوعیت ہم باب 3، 5 اور 6 میں واضح کر چکے ہیں، انہیں چاہئے کہ یہ ابواب ملاحظہ کریں۔

حسن صاحب کے لئے شیخ کی تجویز کردہ عبارت

حسن الیاس صاحب نے شیخ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں شیخ نے فرمایا ہے کہ ہم نے نماز کے باب کے آخر میں اس مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے جو باب الصلاۃ میں مرقوم ہے۔ اگر حسن الیاس صاحب اس مقام کا مطالعہ کرتے تو شاید ان کے اکثر و بیشتر اشکالات حل ہو جاتے۔ ہم شیخ کی اس طویل عبارت کو ذکر کئے دیتے ہیں تاکہ شیخ ہی کی زبانی اس مسئلے کی وضاحت ہو جائے۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

واعلم أن آل الرجل في لغة العرب هم خاصته الأقربون إليه وخاصة الأنبياء وآلهم هم الصالحون العلماء بالله المؤمنون وقد علمنا إن إبراهيم كان من آله أنبياء ورسل لله ومرتبة النبوة والرسالة قد ارتفعت في الشاهد في الدنيا فلا يكون بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم في أمته نبي يشرع الله له خلاف شرع محمد صلى الله عليه وسلم ولا رسول وما منع المرتبة ولا

حجرها من حيث لا تشريع ولا سيما وقد قال صلى الله عليه وسلم فيمن
حفظ القرآن إن النبوة أدرجت بين جنبيه أوكما قال صلى الله عليه وسلم
وقال في المبشرات إنها جزء من أجزاء النبوةفوصف بعض أمته بأنهم قد
حصل لهم المقام وإن لم يكونوا على شرع يخالف شرعه وقد علمنا بماقال لنا
صلى الله عليه وسلم إن عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما مقسطا عدلا
فيكسر الصليب ويقتل الخنزيرولا نشك قطعا أنه رسول الله ونبيه وهو ينزل
فله عليه السلام مرتبة النبوة بلا شك عند الله وما له مرتبة التشريع عند
نزوله فعلمنابقوله صلى الله عليه وسلم إنه لا نبي بعدي ولا رسول وأن
النبوة قد انقطعت والرسالة إنما يريد بهما التشريع فلما كانت النبوة أشرف
مرتبة وأكملها ينتهي إليها من اصطفاه الله من عباده علمنا إن التشريع في
النبوة أمر عارض بكون عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما من غير تشريع
وهو نبي بلا شك فخفيت مرتبة النبوة في الخلق بانقطاع التشريع ومعلوم
أن آل إبراهيم من النبيين والرسل الذين كانوا بعده مثل إسحاق ويعقوب
ويوسف ومن انتسل منهم من الأنبياء والرسل بالشرائع الظاهرة الدالة على
إن لهم مرتبة النبوة عند الله أراد رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يلحق
أمته وهم آله العلماء الصالحون منهم بمرتبة النبوة عند الله وإن لم يشرعوا
ولكن أبقى لهم من شرعه ضربا من التشريع فقال قولوا اللهم صل على
محمد وعلى آل محمد أي صل عليه من حيث ما له آل كما صليت على إبراهيم
وعلى آل إبراهيم أي من حيث إنك أعطيت آل إبراهيم النبوة تشريفا
لإبراهيم فظهرت نبوتهم بالتشريع وقد قضيت إن لا شرع بعدي فصل علي

وعلى آلي بأن تجعل لهم مرتبة النبوة عندك وإن لم يشرعوا فكان من كمال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ألحق آله بالأنبياء في المرتبة وزاد على إبراهيم بأن شرعه لا ينسخ وبعض شرع إبراهيم ومن بعده نسخت الشرائع بعضها بعضا وما علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة عليه على هذه الصورة إلا بوحي من الله وبما أراه الله وأن الدعوة في ذلك مجابة فقطعنا أن في هذه الأمة من لحقت درجته درجة الأنبياء في النبوة عند الله لا في التشريع ولهذا بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وأكد بقوله فلا رسول بعدي ولا نبي فأكد بالرسالة من أجل التشريع فأكرم الله رسوله صلى الله عليه وسلم بأن جعل آله شهداء على أمم الأنبياء كما جعل الأنبياء شهداء على أممهم ثم إنه خص هذه الأمة أعني علماءها بأن شرع لهم الاجتهاد في الأحكام وقرر حكم ما أداه إليه اجتهادهم وتعبدهم به وتعبد من قلدهم به كما كان حكم الشرائع للأنبياء ومقلديهم ولم يكن مثل هذا لأمة نبي ما لم يكن نبي بوحي منزل فجعل الله وحي علماء هذه الأمة في اجتهادهم كما قال لنبيه صلى الله عليه وسلم لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِما أَراكَ الله فالمجتهد ما حكم إلا بما أراه الله في اجتهاده فهذه نفحات من نفحات التشريع ما هو عين التشريع فلآل محمد صلى الله عليه وسلم وهم المؤمنون من أمته العلماء مرتبة النبوة عند الله تظهر في الآخرة وما لها حكم في الدنيا إلا هذا القدر من الاجتهاد المشروع لهم فلم يجتهدوا في الدين والأحكام إلا بأمر مشروع من عند الله فإن اتفق أن يكون أحد من أهل البيت بهذه المثابة من العلم والاجتهاد ولهم هذه المرتبة كالحسن والحسين وجعفر وغيرهم من أهل

البيت فقد جمعوا بين الأهل والآل فلا تتخيل أن آل محمد صلى الله عليه وسلم هم أهل بيته خاصة ليس هذا عند العرب وقد قال تعالى أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ يريد خاصته فإن الآل لا يضاف بهذه الصفة إلا للكبير القدر في الدنيا والآخرة --- روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال علماء هذه الأمة كأنبياء سائر الأمم وفي رواية أنبياء بنى إسرائيل وإن كان إسناد هذا الحديث ليس بالقائم ولكن أوردناه تأنيسا للسامعين أن علماء هذه الأمة قد التحقت بالأنبياء في الرتبة[15]

"جان لو کہ عربی لغت میں 'کسی شخص کی آل' سے مراد اس کے قریب ترین خاص لوگ ہوتے ہیں اور انبیاء کے خاص ترین لوگ اور ان کی آل نیک ایمان والے لوگ ہیں جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں انبیاء اور اللہ کے رسول علیہم السلام تھے۔ نیز اس دنیا میں عالم شہادت سے نبوت و رسالت کا مرتبہ اٹھ چکا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت میں کوئی ایسا نبی ورسول نہیں ہو گا جسے محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے مختلف شریعت دی جائے۔ البتہ لا تشریع حیثیت سے مرتبہ نبوت ختم کیا گیا نہ اس پر کوئی پابندی ہے۔ خاص طور پر اس بات کے پیش نظر کہ رسول اللہ ﷺ نے حافظ قرآن کے بارے کچھ ایسا فرمایا کہ نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل ہو گئی ہے، نیز اچھے خوابوں کی بابت فرمایا کہ "یہ نبوت کا ایک جزو ہے"۔ پس آپ ﷺ نے اپنی امت میں سے بعض کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ ان کو یہ مقام حاصل ہو گا، اگر چہ وہ ایسی شرع پر نہیں ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے مختلف ہو۔ جبکہ ہم آپ ﷺ سے یہ بات

---

15 الفتوحات المکیۃ: ج ۲: ص ۲۴۶۔۲۴۸

جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ ہمیں اس بارے میں ذرہ برابر شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول اور نبی ہیں۔ آپ (قرب قیامت میں) نازل بھی ہوں گے، پس آپ علیہ السلام کو بلاشبہ اللہ کی بارگاہ میں مرتبہ نبوت حاصل ہو گا البتہ آپ علیہ السلام کو اپنے نزول کے وقت تشریع کا مقام حاصل نہیں ہو گا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے فرمان کہ 'آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے نہ رسول، بے شک نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی ہیں' سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس میں نبوت و رسالت سے 'تشریع' مراد ہے۔ نیز چونکہ نبوت سب سے زیادہ بلند و اعلیٰ مرتبہ ہے اس کو وہی پہنچتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا ہو، اس لئے ہم نے جان لیا کہ بے شک تشریع ایک عارضی امر ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان غیر تشریعی حاکم بن کر نازل ہوں گے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ایک نبی ہوں گے۔ تو نبوت کا مرتبہ خلق میں انقطاع تشریع کے سبب مخفی ہو گیا۔ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں آپ علیہ السلام کے بعد انبیاو رسل علیہم السلام گزرے ہیں جیسے حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام اور وہ جو ان کی نسل سے شریعت والے نبی اور رسول بنے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے ہاں انہیں مرتبہ نبوت حاصل ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ چاہا کہ اپنی آل، یعنی امت کے نیک علماء بھی، اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ نبوت پر فائز ہوں اگرچہ انہیں تشریع حاصل نہیں ہو گی۔ تاہم ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ تشریع (بصورت اجتہاد) باقی رکھی۔ اسی لیے فرمایا کہ تم یوں کہا کرو: اے اللہ محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر رحمت بھیج یعنی اس حیثیت سے بھی آپ ﷺ پر رحمت نازل فرما کہ ان کی آل ہیں جیسا کہ تو نے ابراہیم و آل ابراہیم علیہم السلام پر درود بھیجا یعنی اس طور پر کہ تو نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعزاز میں ان کی آل کو نبوت عطا کی۔ پس ان کی آل میں نبوت تشریع ہوئی۔ (آگے آپ ﷺ کی زبان پر فرماتے ہیں) پر چونکہ تو یہ فیصلہ کر چکا کہ میرے بعد کوئی شریعت نہیں، اس لیے (اے اللہ!) تو مجھ پر اور میری آل پر اس طرح درود بھیج کہ انہیں اپنے پاس غیر تشریعی مرتبہ نبوت عطا فرما۔ پس یہ رسول اللہ ﷺ کے کمالات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی آل کو مقام و مرتبہ میں انبیاء کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نبی کریم ﷺ کو یہ مزید شرف عطا فرمایا کہ آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہیں ہو گی جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء کی شریعتوں میں باہمی نسخ کا سلسلہ چلتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے اوپر درود بھیجنے کا یہ طریقہ اللہ کی وحی اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دکھایا، اس کے ذریعے ہی سکھایا ہے۔ بے شک آپ ﷺ کی دعا اس بارے میں مقبول ہوئی۔ پس ہم نے قطعی طور پر جان لیا کہ اس امت میں ایسے افراد بھی ہیں جو تشریع کے بغیر اللہ کے ہاں انبیا علیہم السلام کے درجہ میں شامل ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی اور اپنے قول مبارک سے اس کی تاکید کی کہ میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں ہو گا۔ رسالت کے منقطع ہونے کی تاکید اس لیے کی تاکہ تشریع کی نفی ہو جائے۔ پس رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی آل کو گذشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر گواہ بنایا جیسا کہ تمام انبیاء کو اپنی اپنی امتوں پر گواہ بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ ان کے لیے احکام میں اجتہاد مشروع کیا اور اس بات کے حکم کو باقی رکھا جس طرف ان کا اجتہاد ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ انہیں اور ان کے مقلدین کو اس اجتہاد کا پابند بنا دیا جیسا کہ سابقہ شریعتوں کا معاملہ انبیاء اور ان کے پیروکاران کے ساتھ تھا۔ اس سے پہلے یہ معاملہ نبی منزل کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کی وحی (الہام)

اجتہاد میں رکھ دی جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے اللہ نے فرمایا: "آپ ﷺ لوگوں کے درمیان اس چیز سے فیصلہ فرمائیں جو اللہ آپ کو دکھاتا ہے"۔ پس مجتہد بھی کوئی فیصلہ نہیں کرتا مگر وہی جو اللہ اسے اس کے اجتہاد میں دکھاتا ہے۔ یہ تشریع کے جھونکے ہیں عین تشریع نہیں۔ پس آل محمد ﷺ کے لیے جو آپ ﷺ کی امت میں سے مؤمن علماء ہیں، اللہ کے ہاں مقام نبوت ہے جو آخرت میں ظاہر ہو گا۔ البتہ دنیا میں اس کا اثر صرف اسی جائز اجتہاد کے بقدر ہے۔ مجتہدین احکام اور دینی مسائل میں اجتہاد اللہ کی طرف سے امر مشروع کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ پس اگر اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے اندر علم اور اجتہاد کا یہ مقام ہو جائے جیسے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر اور اہل بیت میں سے دیگر رضی اللہ عنہم اجمعین، تو انہوں نے اہل اور آل (کی فضیلتوں) کو سمیٹ لیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ آل محمد ﷺ اہل بیت ہی ہیں۔ عرب کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ("آل فرعون کو داخل کرو")، اللہ کی مراد فرعون کے قریبی اور خاص لوگ ہیں کیونکہ آل کی اضافت اس صفت کے ساتھ کسی ایسے ہی کی طرف کی جاتی ہے جو دنیا اور آخرت میں بڑی قدر و منزلت والا ہو ۔۔۔ نبی کریم ﷺ سے ان کا یہ فرمان مروی ہے کہ اس امت کے علماء دیگر تمام امتوں کے انبیاء کی طرح ہیں۔ ایک روایت میں انبیائے بنی اسرائیل آیا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں لیکن ہم نے اسے اس لیے نقل کیا کہ اس سے سامعین میں انسیت پیدا ہو گی کہ اس امت کے علما اپنے مرتبہ میں انبیا کے ساتھ شامل ہوں گے۔"

حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کے قلم سے نکلنے والی اس تحریر سے نہ صرف حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں آپ کے عقیدے کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے بلکہ حقیقت نبوت کے باب میں دیگر امور کے بارے میں بھی آپ کا موقف واضح ہو جاتا ہے۔ اس عبارت سے متعلق تمام اصولوں کو ہم کتاب میں بیان کر چکے ہیں لیکن چند نکات کی صورت میں ہم قارئین کے لئے کچھ

مسائل کا خلاصہ پیش کئے دیتے ہیں، اگرچہ اس میں تکرار محسوس ہو سکتی ہے۔

شیخ کے نزدیک نبوت غیر تشریع کی دو قسمیں ہیں: ایک نبوت خاصہ کی قسم ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام یا حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول کے وقت نبوت غیر تشریع کا حامل ہونا اور نبوت غیر تشریع کی دوسری قسم نبوت عامہ بمعنی ولایت ہے جیسے حدیث میں مبشرات کو اجزائے نبوت کہا گیا یا حافظ قرآن کے پہلوؤں میں وحی الٰہی کا محفوظ ہو جانا۔ نبوت عامہ کی تفصیلی وضاحت ہم متعلقہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے نظام فکر میں نبوت عامہ بمعنی ولایت ہے۔ یہ پوری کائنات کلمات اللہ ہے کیونکہ اس کی تخلیق کلمہ کن سے ہوئی۔ تمام موجودات سے اللہ کا ربط بصورت انباء و اخبار قائم رہتا ہے۔ اسی وحی اور الہام کے سلسلے کو شیخ نبوت عامہ سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ نبوت و نبا کا سلسلہ دنیا و آخرت میں جاری رہے گا جو بصورت کلمات اللہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ اخبار و انباء کا سلسلہ زمین، آسمان، شہد کی مکھی، جنت، جہنم، ملائکہ، وغیرہ ہر شے میں جاری و ساری رہے گا۔ حسن الیاس اور جاوید احمد غامدی صاحبان نے انقطاع نبوت و رسالت کے بعد نبوت عامہ کو اصطلاحی نبوت خیال کرتے ہوئے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کو منکر ختم نبوت گمان کر لیا جو یقیناً غلط فہمی ہے۔

حسن الیاس صاحب نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی طرف یہ بات غلط منسوب کی ہے کہ شیخ حضرت مسیح علیہ السلام کو بعد از نزول محض نبوت عامہ کی نبوت ہی کا حامل قرار دیتے ہیں۔ شیخ کے نزدیک اگرچہ نبوت عامہ بصورت ولایت جاری ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام نبوت خاصہ کی شناخت کے حامل غیر تشریعی نبی اور آپ ﷺ کے تابع کی حیثیت سے تشریف لائیں گے کیونکہ نبی کو مقام نبوت سے معزول نہیں کیا جاتا۔ آپ علیہ السلام کی بعثت چونکہ محمد ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا میں ہو چکی لہذا آپ علیہ السلام کا نزول فرمانا ختم نبوت کے منافی نہیں۔ شیخ کے نزدیک جب حضرت مسیح علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو آپ علیہ السلام کی ایک جہت یہ ہوگی کہ آپ کو مرتبہ نبوت سے معزول کر کے دنیا میں نہیں بھیجا

جائے گا بلکہ آپ نبوت خاصہ سے متعلق شناخت و مقامات قرب کے حامل ہوں گے۔ اس بات کو شکل نمبر 20 کی مدد سے سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد آپ کی جہت نبوت تشریع منقطع ہو جائے گی البتہ نبوت خاصہ کے تحت جو مقامات قرب الٰہی آپ کو عطا فرمائے گئے تھے وہ برقرار رہیں گے۔ آپ علیہ السلام کی دوسری جہت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا اور آپ بقید حیات ہیں۔ شب اسراء میں آپ علیہ السلام کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی جس کے سبب آپ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کی حین حیات میں زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس لیے آپ علیہ السلام مرتبہ صحابیت سے بھی سرفراز ہوئے۔ آپ جب نزول فرمائیں گے تو ایک جہت سے نبوت خاصہ میں غیر تشریعی نبوت کے حامل اللہ کے نبی ہوں گے اور دوسری جہت سے نبوت مطلقہ یعنی ولایت عامہ محمدیہ کے اس سلسلے کے خاتم الاولیاء ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ شیخ کے نزدیک شریعت محمدی ﷺ سے متعلق آپ علیہ السلام کے علم کے حصول کی تین کیفیتیں ہوں گی: ایک یہ کہ اللہ کا فرشتہ آپ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کی شریعت کا علم وحی کی صورت میں بتائے گا، دوسری صورت الہام کی ہے جبکہ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ کشف رابطے میں ہوں گے۔ تاہم یہ وحی اور الہام کسی امر و نہی یا نئی شریعت سے خالی ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔

ملائکہ اور سلسلہ نبوت

حسن الیاس صاحب نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ختم نبوت کے بعد نبوت عامہ کے تحت حضرت جبریل علیہ السلام کی نبوت کا کیا معنی ہے نیز اس کا مصدر قرآن کی رو سے کیا ہے؟ اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بیان کردیں کہ شیخ کے نزدیک وحی، انباء و اخبار اور مخاطبت کا سلسلہ ملائکہ اور بالخصوص حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ مسلسل جاری ہے۔

اسی تعلق کو شیخ نبوت ورسالت ملکیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کو قابل اعتراض بنا کر غامدی صاحب اور ان کے شاگرد نے پیش کیا ہے اس میں شیخ واضح طور پر فرمار ہے ہیں کہ ان کے نتیجہ فکر کے مطابق قرآن وسنت اس بات پر دلیل ہیں کہ نبوت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک ایسا مقام قرب ہے جسے انسانوں میں سے اکابرین کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ایک اور مقام پر شیخ فرماتے ہیں:

مقام القربة وهي النبوة العامة[16]

"مقام قربت ہی نبوت عامہ ہے۔"

شیخ کے مطابق ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کے خطاب اور وحی کے شرف سے مشرف ہوتے ہیں۔اسے شیخ نبوت ورسالت ملکیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ان ملائکہ میں اللہ کے رسل بھی ہیں جو اللہ رب کریم کی طرف آسمان وزمین میں امر کونی کے نفاذ پر مامور ہیں۔درج ذیل میں قرآن مجید کی کچھ آیات مقدسہ اور احادیث ذکر کی جاتی ہیں تاکہ حسن الیاس صاحب کو معلوم ہو جائے کہ اگر شیخ نے ملائکہ کے لیے نبوت عامہ یعنی وحی اور اخبار وانباء یا فرشتوں کے لئے رسل کا لفظ استعمال کیا ہے تو وہ قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ایک مقام پر فرشتوں کی طرف کی جانے والی وحی کا ذکر یوں ہوتا ہے:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿الأنفال: ١٢﴾

"(اے حبیبِ مکرم! اپنے اعزاز کا وہ منظر بھی یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں

---

16 الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۳۸

کو پیغام بھیجا کہ (اَصحابِ رسول کی مدد کے لئے) میں (بھی) تمہارے ساتھ ہوں، سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی کافروں کے دلوں میں (لشکرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں سو تم (کافروں کی) گردنوں کے اوپر سے ضرب لگانا اور ان کے ایک ایک جوڑ کو توڑ دینا۔"

اللہ کی طرف سے وحی پا کر ملائکہ اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں جن کی قسم اللہ تعالیٰ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا ﴿الذاریات: ٤﴾

"اور کام تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قَسم"

لیلۃ القدر کے بارے میں ذکر ہے کہ اس رات جبریل امین اور فرشتے اللہ کے امر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں:

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿القدر: ٤﴾

"اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں۔"

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قرآن مجید میں فرشتوں کو 'رسل' کہا گیا۔ درج ذیل آیات مقدسہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ سورہ فاطر میں پروں والے فرشتوں کو 'رسل' فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ﴿فاطر: ١﴾

"سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن

کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں۔"

وہ فرشتے جو نگہبان ہیں یا روح قبض کرتے ہیں انہیں بھی 'رسل' کہا گیا:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿الأنعام: ٦١﴾

"اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر (فرشتوں کو بطور) نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے (تو) ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ خطا (یا کوتاہی) نہیں کرتے۔"

جو فرشتے لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں انہیں بھی 'رسل' کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿الزخرف: ٨٠﴾

"کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں (ضرور سنتے ہیں)! اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے بھی اُن کے پاس لکھ رہے ہوتے ہیں۔"

وہ فرشتہ جو نبی کے پاس وحی لے کر حاضر ہوتا ہے اسے بھی رسول کہا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿الشورى: ٥١﴾

"اور کسی بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات

کرے جیسے موسٰی علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالمِ بشریت کے لئے خطابِ اِلٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہو گا)، بیشک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ انسانوں اور فرشتوں میں سے 'رسل' کو منتخب فرماتا ہے کہ وہ اس کے حکم کے مطابق جن کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کا پیغام پہنچائیں۔ سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا:

اللہ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ﴿الحج: ٧٥﴾

"اللہ فرشتوں میں سے (بھی) اور انسانوں میں سے (بھی اپنا) پیغام پہنچانے والوں کو منتخب فرمالیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام، انباء و ندا کا سلسلہ جو حضرت جبریل علیہ السلام اور ملائکہ سے جاری رہتا ہے اس کی مثالیں احادیث میں بھی موجود ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ باب: كَلَام الرَّبِّ مَعَ جِبْرِيلَ وَنِدَاءِ اللهِ الْمَلَائِكَةَ کے تحت روایت فرماتے ہیں:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ الله عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ[17]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو ندا دیتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تو آپ بھی اس سے محبت کریں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان

[17] صحیح بخاری: ص ۱۳۵۳: رقم الحدیث ۷۴۸۶

والوں میں ندا کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کے لیے زمین (والوں) میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔"

حضرت امام مسلم روایت فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لله تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُونِي قَالُوا يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونَنِي قَالُوا مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا وَيَسْتَغْفِرُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ فَيَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمْ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ[18]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور مجالس ذکر کو تلاش

[18] صحیح مسلم: ص ۱۰۳۷: رقم الحدیث ۲۶۸۹

کرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی مجلس کو پا لیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو ان اہل ذکر کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ر ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک کہ ان سے لے کر آسمان دنیا کے درمیان کا خلا بھر جاتا ہے پس جب اہل ذکر منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں، اللہ عزوجل ان سے پوچھتا ہے -حالانکہ وہ بخوبی جانتا ہے- کہ: تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم زمین میں تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح، تکبیر، تہلیل، تعریف اور تجھ سے سوال کرنے میں مشغول تھے۔ اللہ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: نہیں اے میرے رب، اللہ فرماتا ہے: اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ وہ عرض کرتے ہیں: اور وہ تجھ سے پناہ بھی مانگ رہے تھے، اللہ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب تیری جہنم سے، تو اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری جہنم کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: نہیں۔ اللہ فرماتا ہے: اگر وہ میری جہنم کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: اور وہ تجھ سے مغفرت بھی مانگ رہے تھے، تو اللہ فرماتا ہے کہ: یقیناً میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اور انہوں نے جو مانگا میں نے انہیں عطا کر دیا اور میں نے انہیں پناہ دے دی جس سے انہوں نے پناہ مانگی، فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب ان میں فلاں بندہ خطاکار ہے وہ وہاں سے گزرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا، تو اللہ فرماتا ہے: میں نے اسے بھی معاف کر دیا اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے کو بھی محروم نہیں کیا جاتا۔“

ان تمام آیات مقدسہ اور احادیث کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے فرشتوں

کے لیے بھی قرآن و سنت میں 'رسل' کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہی بھیجے جاتے ہیں۔ ملائکہ کو اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اذن حضوری نصیب ہوتا ہے اور وہ مخاطبت، وحی اور انباء و ندا کا شرف پاتے ہیں۔ قرآن و سنت کی ان نصوص کے پیش نظر شیخ نبوت کی درجہ بندی کرتے ہوئے اسے نبوت و رسالت ملکیہ کہتے ہیں۔

اکابرین میں نبوت عامہ یعنی ولایت

شیخ کے نزدیک اکابرین امت نبوت عامہ کے حامل ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

وإن كانت النبوة العامة سارية في أكابر الرجال[19]

''اگرچہ نبوت عامہ اکابر امت میں پھیلی ہوئی ہے۔''

ہم اس کی وضاحت تفصیلی طور پر کر چکے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس مفہوم میں نبوت عامہ ولایت کے معنی میں آتی ہے۔ جب شیخ یہ کہتے ہیں کہ نبوت ایک ایسا مقام ہے جو اللہ کے نزدیک انسانوں میں سے اکابر کے لیے خاص ہے جو شارع نبی اور اس نبی کے تابع کو بھی دیا جاتا ہے، تو اس عبارت میں آپ نے نبوت کی کئی صورتوں میں سے تین صورتوں کو بیان کیا ہے:

- پہلی صورت وہ جو نبوت خاصہ سے متصف نبی کی جہت ولایت کی صورت میں ہے اور جس میں وہ اللہ رب العالمین کی طرف مقام قرب میں متوجہ ہوتا ہے۔
- دوسری صورت کسی رسول کے تابع و غیر تشریعی نبی کی ہے جو تکلیف شرعی کو لازم کرتا ہے، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عامہ کی صورت میں ولایت نصیب ہوتی ہے۔
- اس کی تیسری صورت نبوت عامہ بمعنی ولایت اکابرین امت کو نصیب ہوتی ہے جن سے شیخ کی مراد اولیاء اور صالح علماء و مجتہدین ہیں۔

---

[19] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۳۶

شیخ کے نزدیک یہ امر واضح ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری رہا، نبی کریم ﷺ کی امت میں نیابت و خلافت کا سلسلہ جاری ہے جس کے امین آپ ﷺ کی امت کے اکابر صالح علماء باللہ اور مجتہدین ہیں۔ انہیں حدیث میں انبیاء کا وارث، بنی اسرائیل کے انبیاء جیسا اور نبی کریم ﷺ کا نائب و خلیفہ کہا گیا۔ یہ اصحاب تقویٰ مجتہدین اللہ کے عطا کردہ علم و استعداد اور بموجب لتحکم بین الناس بما اراک اللہ[20] رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں وحی بمعنی الہام کی مدد سے قانون سازی کرتے ہیں۔ انہیں از روئے قرآن قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتوں پر گواہ بنایا جائے گا[21] نیز حدیث کے مطابق

---

[20] ''تاکہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے۔'' ﴿النساء: ۱۰۵﴾

[21] قرآن میں آیا: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴿البقرة: ۱۴۳﴾ ''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہو۔''

اس ضمن میں بخاری شریف کی یہ حدیث قابل غور ہے:

یجیء نوح وامته فیقول اللہ هل بلغت فیقول نعم ای رب، فیقول لامته هل بلغکم فیقولون لا، ما جاءنا من نبی، فیقول لنوح من یشهد لک فیقول محمد و امته، فنشهد انه قد بلغ قبله کذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس (بخاری، رقم الحدیث:۳۳۳۹):''(قیامت کے دن) نوح علیہ السلام اور ان کی امت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اللہ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، کیا تم نے (میرا پیغام لوگوں تک) پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے میرے رب میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ پھر اللہ ان کی امت سے پوچھے گا کہ کیا (نوح علیہ السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا، تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں، ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، آپ کی طرف سے گواہی کون دے گا؟ تو وہ عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ ہم یہ شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچا دیا تھا

شریعت کی محافظت اور معاونت کے سبب قیامت کے دن انہیں انبیاء علیہم السلام کی صفوں میں رکھا جائے گا تا کہ ان کا یہ مرتبہ ظاہر ہو۔ حدیث کے مطابق ان اولیاء کے لیے منبروں کو نصب کیا جائے گا اور ان کے مقام و مرتبہ کو دیکھ کر دیگر امتوں کے انبیاء بھی رشک کریں گے۔ امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمْ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنْ اللّٰهِ تَعَالَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللّٰهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ { أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ }[22]

"بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء (مگر) انبیاء اور شہداء اللہ کے ہاں ان کے مقام کے سبب ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمیں خبر دیجئے کہ وہ کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ قوم ہو گی جو بغیر خونی رشتوں اور مالی مقاصد کے اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو وہ ڈرنے والے نہیں ہوں گے اور جب لوگ غمزدہ ہوں گے تو وہ غمزدہ نہیں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: خبر دار اللہ کے ولیوں پر نہ

اور یہی مفہوم اللہ کے اس ارشاد کا ہے "اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا، تا کہ تم لوگوں پر گواہی دو۔"

[22] سنن ابی داؤد: ص ۵۶۱: رقم الحدیث ۳۵۲۷

خوف ہے نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے۔"

ان کا یہ مقام نبوت عامہ وولایت آخرت میں ظاہر ہو گا جبکہ دنیا میں اس کے ظہور کی صورت یہ ہے کہ مجتہد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق قانون سازی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ یہ ہیں وہ اکابرین جنہیں اللہ کی طرف سے ولایت نصیب ہوتی ہے اور جسے شیخ اپنی اصطلاح میں نبوت عامہ بھی کہتے ہیں جسے ختم نبوت کا انکار قرار دے دیا گیا۔
اکابرین کے لئے اجزائے نبوت کے ضمن میں شیخ یہ قابل غور استدلال بھی فرماتے ہیں کہ درود شریف میں آتا ہے "کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم" یعنی اے اللہ محمد ﷺ اور ان کی آل پر اس طرح درود بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا۔ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت میں انبیاء بھی شامل ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی آل پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کی طرح درود بھیجنے کا کیا مطلب ہوا؟ شیخ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی شخص کی آل سے مراد محض اس کے اہل بیت نہیں ہوتے بلکہ اس سے مراد اس کے پیروکار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ میری امت کا الحاق بھی بنی اسرائیل کے انبیاء کے ساتھ کیا جائے تو آپ ﷺ کی امت میں مبشرات کی صورت میں اجزائے نبوت اور اجتہاد کی صورت میں اجزائے تشریع رکھ دیئے گئے، یوں آپ ﷺ کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہو گئے۔
حسن صاحب نے ایک سوال یہ بھی اٹھایا ہے کہ شیخ کے نزدیک کمالات نبوت سے کیا مراد ہے؟ "کمالات نبوت" کی اصطلاح شیخ نے اس حصہ میں کہیں استعمال نہیں کی، البتہ مقامات نبوت سے شیخ کی مراد اللہ تعالی کی ولایت و قرب کی وہ منازل ہیں جو اللہ کے خطاب سے عبارت ہیں اور یہ اس کائنات کی ہر شے کو کسی نہ کسی صورت حاصل ہے۔ شیخ کے مطابق مخلوق اسمائے الٰہیہ کی تجلیات کے تحت جس قدر خطاب الٰہی سے فیض یاب ہوتی ہے اسی قدر وہ اس کے شعور بندگی سے

متصف ہوتی ہے اور نتیجتاً مقام نبوت عامہ یا ولایت سے سر فراز ہوتی ہے۔

اکتساب نبوت اور امام غزالی کا کلام

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی عبارت کو بنیاد بنا کر حسن الیاس صاحب نے اکتساب نبوت سے متعلق سوال کیا ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہے نیز اس ضمن میں شیخ نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے جو بات لکھی ہے اس کا کیا مفہوم ہے۔ اس امر کی وضاحت باب نمبر ۳ میں گزر چکی ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے نزدیک نبوت تشریع غیر مکتسب ہے، یعنی یہ اللہ کا اختصاص ہے اور اس کا بذریعہ عمل حصول ممکن نہیں۔ نبوت کے غیر مکتسب ہونے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

فإن النبوة غير مكتسبة بلا خلاف بين أهل الكشف من أهل الله[23]

"بے شک نبوت غیر مکتسب ہے، اس بارے میں اہل اللہ میں سے اہل کشف کا کوئی اختلاف نہیں۔"

اسی لیے اس عبارت میں شیخ فرماتے ہیں کہ جن اہل علم نے اکتساب نبوت کی بات کہی اس سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک ایسا مقام قرب، یعنی مقام ولایت، ہوتا ہے جس میں تشریع عام یا تشریع خاص نہ ہو۔ شیخ کہتے ہیں کہ جو لوگ نبوت کی اصطلاح صرف شریعت اور نصب احکام کے لیے استعمال کرتے ہیں جیسے علمائے عقیدہ، وہ نبوت کے اختصاصی ہونے اور غیر کسبی ہونے کی بات کرتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کے کسب کی کوئی صورت مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ ان کے نظام فکر میں نبوت عامہ کو ولایت کہا جاتا ہے اور جو ان کی فکر میں نبوت سے الگ و منفرد مقام سمجھا جاتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اگر اہل اللہ میں سے کسی نے اپنی کتب میں اکتساب نبوت کی بات کی ہو تو قاری کو سمجھ جانا چاہیے کہ وہاں ان کی مراد اللہ کے نزدیک یہی مقام قرب و ولایت

---

[23] الفتوحات المکیۃ: ج ۴: ص ۷۳۳

یعنی نبوت عامہ ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہی رائے حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے کیمیائے سعادت میں اختیار کی ہے، یعنی اس سے امام غزالی کے نزدیک یہی نبوت عامہ بمعنی ولایت کا کسب مراد ہوتی ہے نہ کہ نبوت خاصہ۔ مناسب محسوس ہوتا ہے کہ اس بارے میں کیمیائے سعادت سے امام غزالی کے الفاظ بھی پیش کر دیئے جائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ امام صاحب کس چیز کے کسب کی بات کرتے ہیں:

"اے عزیز یہ خیال نہ کر کہ دل کا دوازہ عالم ملکوت کی جانب بغیر موت اور خواب کے نہیں کھلتا۔ یہ غلط ہے بلکہ بیداری میں اگر کوئی ریاضت کرے اور دل کو غضب اور شہوت اور اخلاق بد سے پاک کرے اور تنہائی میں بیٹھے۔ آنکھ بند کر لے اور حواس کو معطل کر دے اور دل کو عالم روحانی کی طرف لگائے اور دل سے ہمیشہ ہمیشہ اللہ اللہ کہے نہ زبان سے اور یہاں تک کہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے اور تمام جہان سے سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کے بے خبر ہو جائے اور جب ایسا ہو جائے اگرچہ بیداری ہو لیکن اس کے دل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جو کچھ دوسرے خواب میں دیکھتے ہیں وہ بیداری میں دیکھتا ہے اور فرشتوں کی ارواح اس پر نیک صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ پیغمبروں کو بھی دیکھتا ہے اور ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور مدد پاتا ہے۔ زمین و آسمان کے ملکوت اسے نظر آتے ہیں اور جس کسی کے لیے یہ راستہ کھل جاتا ہے وہ عجیب عجیب باتیں دیکھتا ہے جو حدود وصفات میں نہیں آتیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے زمین دکھائی گئی تو میں اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿الأنعام: ٧٥﴾

"اور اسی طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہتیں (یعنی عجائبات خلق) دکھائیں اور (یہ) اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔"
سب اسی سلسلہ میں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے تمام علوم اسی طرح سے تھے حواس اور سیکھنے سے نہ تھے۔ سب کا آغاز ریاضت و مجاہدہ سے تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿المزمل: ۸﴾
"اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں۔"
رَّبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿المزمل: ۹﴾
"وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اُسی کو (اپنا) کارساز بنا لیں۔"
وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿المزمل: ۱۰﴾
"اور آپ ان (باتوں) پر صبر کریں جو کچھ وہ (کفار) کہتے ہیں، اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔"
۔۔۔اے عزیز! گمان نہ کر کہ یہ تمام باتیں خاص پیغمبروں ہی کے لیے ہیں بلکہ تمام انسانوں کی فطرت اس کی قابلیت رکھتی ہے۔"[24]

امام غزالی رحمہ اللہ نے کیمیائے سعادت کی ابتدا میں اسلام اور مسلم سے متعلق بحث کے اندر بیداری دل کی فصل میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو مقام قرب و خطاب انبیاء علیہم السلام کو اللہ رب العزت کی طرف سے اختصاصاً نصیب ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ کی اتباع و

---

[24] کیمیائے سعادت: ص۵۷۔۵۸: مترجم مولانا شریف نقشبندی

اطاعت کی بدولت کسی امتی کو ریاضت و مجاہدہ، ذکر قلبی، خود کو اخلاق حسنہ سے مزین کرنے اور اخلاق رذیلہ سے بچانے کے انعام کے طور پر عطا کیا جاسکتا ہے۔ اس بحث میں امام غزالی نے کہیں بھی نبوت خاصہ (متکلمین کے نزدیک مراد لی جانے والی نبوت) کے اکتسابی ہونے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تزکیہ نفس کی بدولت اس منزل کے اکتساب کی بات کی ہے جس کی طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے۔ نبوت خاصہ تو کجا امام غزالی اللہ کی طرف سے محدثین و ملہمین پر نزول الہام کو بھی ان معنی میں کسبی نہیں کہتے گویا یہ کسی عمل کے لازمی نتیجے کے طور پر ظاہر ہو جائیں بلکہ اس معاملے میں بندے کا کام محنت کر کے اللہ کی بارگاہ میں اس دروازے پر دستک دیتے رہنا اور انتظار کرنا ہے، دروازے کا کھول دیا جانا یہ صرف اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ چنانچہ احیاء العلوم میں درج بالا عبارت میں مذکور محنت کا ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:

فليس على العبد الا الاستعداد بالتصفية المجردة واحضار الهمة مع الارادة الصادقة والتعطش التام والترصد بدوام الانتظار لما يفتحه الله تعالى من الرحمة--- وليس له اختيار فى استجلاب رحمة الله تعالى، بل هو بما فعله صار متعرضا لنفحات رحمة الله- فلا يبقى الا الانتظار لما يفتح الله من الرحمة[25]

"بندے پر صرف (باطنی) صفائی، ہمت، کھرا ارادہ، کامل پیاس اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے انتظار میں لگے رہتے ہوئے اپنے آپ کو آمادہ کرنا ہے۔۔۔۔ البتہ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو (لازماً) متوجہ کر لینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جھونکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ (اس کے بعد) بس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے چشم بہ راہ رہنا ہے۔"

---

[25] احیاء العلوم: ص ۸۹۵

امام غزالی نے ان امور کی وضاحت بھی کی ہے کہ سب کے لئے یہ دروازہ کھولا جانا لازم نہیں، یہ اللہ کا اختصاص ہے جسے چاہے یہ عطا فرمادے۔ اس معاملے میں یہی خیال شیخ ابن عربی کا بھی ہے کہ بندے کا کام صرف رحمت الٰہی کے دروازے پر دستک دینا ہے، اسے کھول سکتا نہیں۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

لما لزمت قرع باب الله کنت المراقب لم اکن باللا ھی[26]

"جب میں نے لازم کرلیا کہ میں اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاتا رہوں تو میں ہمہ تن متوجہ ہو گیا اور میں غافل نہ تھا۔"

اب ہم شیخ ابن عربی کی بحث کی طرف پلٹتے ہوئے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا شیخ کے نزدیک نبوت کے اکتسابی ہونے کا معنی یہ ہے بندہ نبوت خاصہ کو اپنی کوشش اور محنت و ریاضت کے ذریعے سے حاصل کرسکتا ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ شیخ کے نظام فکر میں کوئی شخص نبوت خاصہ و تشریع کو اپنے اکتساب و تعمل سے حاصل نہیں کرسکتا۔ البتہ نبوت عامہ بمعنی ولایت کا حصول کسی سبب ظاہری اور تعمل سے ممکن ہے۔ حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ اکتساب کی کیفیت اور مفہوم کے بارے میں فرماتے ہیں:

ونحن نعلم أن ثم علما اكتسبناه من أفكارنا ومن حواسنا وثم علما لم نكتسبه بشيء من عندنا بل هبة من الله عز وجل أنزله في قلوبنا وعلى أسرارنا فوجدناه من غير سبب ظاهر وهي مسألة دقيقة فإن أكثر الناس يتخيلون أن العلوم الحاصلة عن التقوى علوم وهب وليست كذلك وإنما هي علوم مكتسبة بالتقوى فإن التقوى جعلها الله طريقا إلى حصول هذا العلم فقال

---

[26] الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۲۵

إِنْ تَتَّقُوا الله يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقاناً وقال واتَّقُوا الله ويُعَلِّمُكُمُ الله كما جعل الفكر الصحيح سببا لحصول العلم لكن بترتيب المقدمات كما جعل البصر سببا لحصول العلم بالمبصرات والعلم الوهبي لا يحصل عن سبب بل من لدنه سبحانه فاعلم ذلك حتى لا تختلط عليك حقائق الأسماء الإلهية فإن الوهاب هو الذي تكون أعطياته على هذا الحد بخلاف الاسم الإلهي الكريم والجواد والسخي فإنه من لا يعرف حقائق الأمور لا يعرف حقائق الأسماء الإلهية ومن لا يعرف حقائق الأسماء الإلهية لا يعرف تنزيل الثناء على الوجه اللائق به فلهذا نبهتك لتنتبه فلا تكونن من الجاهلين فالنبوات كلها علوم وهبية لأن النبوة ليست مكتسبة فالشرائع كلها من علوم الوهب عند أهل الإسلام الذين هم أهله وأريد بالاكتساب في العلوم ما يكون للعبد فيه تعمل كما إن الوهب ما ليس للعبد فيه تعمل[27]

''ہم جانتے ہیں کہ ایک علم عقل وحس سے حاصل ہوا۔ پر ایک علم وہ ہے جو ہماری ان چیزوں میں سے کسی سے حاصل نہیں ہوا بلکہ وہ محض اللہ عزوجل کی عطا ہے جسے اللہ نے ہمارے دلوں اور ہمارے باطن پر اتارا۔ پس ہم نے اسے کسی ظاہری سبب کے بغیر پایا۔ یہ ایک باریک بات ہے۔ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ علوم جو تقویٰ کی بدولت نصیب ہوتے ہیں وہ وہبی علوم ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ کسبی علوم ہیں کہ اللہ تعالی نے تقوی کو ان کا ذریعہ بنایا اور فرمایا: ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کروگے (تو) وہ تمہارے لئے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت (وہدایت) مقرر فرمادے گا۔'' اور فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں علم عطا فرمائے گا۔'' بالکل ایسے جیسے اللہ تعالی

---

[27] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۳۸۳۔۳۸۴

نے راست فکر و نظر کو، مقدمات کے ملانے سے، حصول علم کا زینہ بنایا جیسا کہ بصارت کو قابل بصارت چیزوں کے علم کا ذریعہ بنایا۔ وہبی علم کسی بھی ذریعے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ محض اللہ سبحانہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ بات جان لو تا کہ تم پر اسمائے الٰہیہ کے حقائق گڈ مڈ نہ ہوں۔ چناچہ 'وہاب' وہ ذات اقدس ہے جس کی عطا اس طور پر ہو (یعنی جو بلا سبب عطا فرمادے) بر خلاف 'کریم'، 'جواد' اور 'سخی' ناموں کے۔ جو حقائق امور سے واقف نہیں، وہ اسمائے الہیہ سے بھی بے خبر ہے۔ جو اسمائے الٰہیہ کی حقیقت سے دور ہے، اسے صحیح طرح ثنا و تعریف کرنی نہیں آتی۔ اس لیے میں نے تمہیں خبر دار کر دیا تا کہ تم نادانوں میں سے نہ ہو۔ نبوی علوم سراسر وہبی ہیں کہ کیونکہ نبوت اکتسابی نہیں۔ پس اہل اسلام کے نزدیک جو واقعی اہل اسلام ہیں، تمام شریعتیں وہبی علوم میں سے ہیں۔ اور علوم کے بارے میں جب یہ کہا جائے کہ وہ اکتسابی ہیں تو اس سے مراد وہ علوم ہیں جن میں بندے کا کوئی عمل شامل ہو۔ اسی طرح وہبی علم اسے کہا جاتا ہے جس میں بندے کا کوئی عمل شامل نہ ہو۔"

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے عطا کئے جانے والے اسرار و الہام جہاں بذریعہ تقوی، مجاھدہ و ریاضت حاصل ہوتے ہیں وہاں یہ بطور ھبۃ اللہ یعنی اللہ کی طرف سے بطور انعام و اختصاص بھی حاصل ہوتے ہیں۔ غور کیجئے کہ شیخ نے اللہ کے اسماء کی معنویت کے پیش نظر نبوت خاصہ، جو تشریع و تکلیف سے عبارت ہے، کو کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ یہ اللہ کے اسم "وھاب" کا مظہر ہے اور وھاب وہ ذات ہے جو ہر قسم کے ظاہری سبب و شرط کے بغیر کچھ عطا کرے۔ چنانچہ ان معنی میں نبوت کلیتاً اختصاص (original assignment) ہے جس میں اکتساب و تعمل کا کوئی پہلو شامل نہیں۔ ایک اور مقام پر شیخ فرماتے ہیں:

فأشرف العلوم ما ناله العبد من طريق الوهب وإن كان الوهب يستدعيه

استعداد الموهوب إليه بما اتصف به من الأعمال الزكية المشروعة ولكنه لما لم يكن ذلك شرطا في حصول هذا العلم لذلك تعالى هذا العلم عن الكسب فإن بعض الأنبياء تحصل لهم النبوة من غير أن يكونوا على عمل مشروع يستعدون به إلى قبولها وبعضهم قد يكون على عمل مشروع فيكون ذلك عين الاستعداد فربما يتخيل من لا معرفة له أن ذلك الاستعداد لولاه ما حصلت النبوة فيتخيل أنها اكتساب والنبوة في نفسها اختصاص إلهي يعطيه لمن شاء من عباده[28]

"بندے کے لیے سب سے اعلیٰ علم وہبی علم ہے۔ اگرچہ وہبی علم کے لیے بندے میں پاک و مشروع اعمال کی آمادگی ہوتی ہی ہے لیکن چونکہ یہ شرط نہیں اس لئے یہ علم کسب کی پرواز سے دور ہے۔ چناچہ بعض انبیاء علیہم السلام کو کسی مشروع عمل پر ہوئے بغیر نبوت مل گئی جبکہ بعض (انبیاء) کسی مشروع عمل پر (پہلے سے) قائم ہوتے ہیں۔ اور یہی استعداد ہوتی ہے شاید بے خبر یہ گمان کرے کہ اگر یہ استعداد و آمادگی نہ ہوتی، تو نبوت نہ ملتی۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ کوشش سے حاصل کی جا سکتی ہے جبکہ نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتیاز ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔"

اکتساب نبوت سے متعلق ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے نزدیک اکتساب سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی سبب ظاہر کی وجہ سے اگر کسی کو علم حاصل ہو تو اسے اکتساب ہی کہا جائے گا۔ 'اکتساب' کے مقابلے میں شیخ 'موہوب' کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ علم موہوب وہ ہے جو اللہ کی جناب سے بغیر کسی تعمل، کسی بندے کی مداخلت اور سبب ظاہر کے حاصل ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ تمام شرائع علم موہوب اور اللہ کا اختصاص ہیں وہ

---

[28] الفتوحات المکیۃ: ج ۴: ص ۳۳۶

جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، یہ کسی بندے کی دعا، عمل اور سبب ظاہری کی وجہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی جن آیات مقدسہ میں تقویٰ کے سبب علم کے عطا کیے جانے کا ذکر ہے لوگ اسے 'وہبی' علم خیال کرتے ہیں جبکہ شیخ کے نزدیک اس کا سبب ظاہر تقویٰ ہے جس میں بندے کا دخل ہے لہذا شیخ کے نزدیک تقویٰ کے سبب حاصل ہونے والا علم بھی اکتسابی علم کہلائے گا۔

شیخ کا یہ فرمانا کہ "بعض انبیاء کسی مشروع عمل پر پہلے سے قائم ہوتے ہیں" اس سے حضرت ھارون علیہ السلام (یا ان جیسے دیگر غیر تشریعی انبیاء) کی طرف اشارہ ہے جو نبوت عطا کئے جانے سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے۔ شیخ کہتے ہیں کہ ان انبیاء کے معاملے کو دیکھ کر کسی شخص کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ شاید نبوت اکتسابی، یعنی شریعت پر عمل پیرا ہونے سے بھی عطا ہو سکتی، ہے جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے، یہ خالصتاً اللہ کا اختصاص ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام

درج بالا بحث سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ حسن الیاس صاحب نے جو عبارت پیش کی، اس میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے اکتساب نبوت کے ضمن میں حضرت ہارون علیہ السلام کا نام مبارک بطور مثال کیوں ذکر کیا۔ اس کا اشارہ شیخ کی پچھلی عبارت میں آ چکا کہ جب اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ ایسے غیر تشریعی انبیاء پہلے کسی نبی کی شریعت پر عمل پیرا تھے پھر انہیں نبوت عطا کی گئی، اس تابعیت کی جہت سے دیکھنے پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں نبوت گویا کسی کسب کی بنیاد پر مل گئی جبکہ اصلا یہ معاملہ یوں نہیں۔

عمومی طور پر اکتساب نبوت کا معنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی ریاضت و مجاہدہ کے نتیجے میں جس طرح اللہ کا قرب پاتا ہے اسی طرح وہ نبوت پر بھی فائز ہو جاتا ہے، جبکہ شیخ کے نظام فکر میں اگر کسی بھی قسم کا سبب ظاہری یا کسی بندے کا عمل کسی علم کے حصول کا ذریعہ بنے تو وہ اکتساب ہی

کہلاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب مقام نبوت کو اس نقطہ نظر سے تابع کی نسبت سے دیکھا جائے کہ وہ صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ نبی مشرع کا تابع ہے اور اسے یہ مقام نبی کے تابع کی جہت سے ملا ہے تو اس صورت میں اس تابع نبی کو مکتسب یعنی اکتساب کرنے والا اور متابعت کے اس عمل کو اکتساب کہا جائے گا۔ قرآن مجید سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب و شریعت عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جب بعثت ہوئی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بخش دیا۔ نبوت اختصاص عطا کئے جانے سے قبل حضرت ھارون علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع نبی تھے، آپ انہی کی شریعت پر عمل پیرا تھے نیز آپ کو یہ مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے سبب نصیب ہوا اسی لیے شیخ نے آپ کی نبوت کو اکتساب کے ضمن میں بیان کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے ہم کلام ہونے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى ﴿طه:۱۱تا۳۶﴾

"تم فرعون کے پاس جاؤ وہ (نافرمانی و سرکشی میں) حد سے بڑھ گیا ہے، (موسٰی علیہ السلام نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے، اور میرا کارِ (رسالت) میرے لئے آسان فرما دے، اور میری زبان کی گرہ کھول دے، کہ لوگ میری بات (آسانی سے) سمجھ سکیں، اور میرے گھر والوں میں سے میرا ایک وزیر بنا دے، (وہ)

میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) ہو، اس سے میری کمرِ ہمت مضبوط فرمادے، اور اسے میرے کارِ (رسالت) میں شریک فرمادے، تاکہ ہم (دونوں) کثرت سے تیری تسبیح کیا کریں، اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کیا کریں، بیشک تو ہمیں (سب حالات کے تناظر میں) خوب دیکھنے والا ہے، (اللہ نے) ارشاد فرمایا: اے موسٰی! تمہاری ہر مانگ تمہیں عطا کر دی۔"

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا (جس آیت کو شیخ نے بھی نقل کیا ہے):

وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿مریم: ٥٣﴾

"اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو نبی بنا کر انہیں بخشا (تاکہ وہ ان کے کام میں معاون ہوں)۔"

قرآن مجید کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ رب کریم نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس تبلیغ رسالت کے لیے بھیجا تو آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو مددگار اور وزیر بنائے جانے کی التجا کی، اس کے جواب میں اللہ نے ارشاد فرمایا: "اے موسٰی! تمہاری ہر مانگ تمہیں عطا کر دی" اور جس کی صورت یہ تھی کہ حضرت ھارون علیہ السلام کو بھی نبی بنا کر انہیں بخش دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام وزیر یعنی تابع نبی تھے جنہیں اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاون کی حیثیت سے آپ کے کار نبوت میں شریک بنا دیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قابل اعتماد شخصیت تھے، ان کی انہی خصوصیات کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی کہ آپ علیہ السلام کو بھی نبوت کے تاج سے سرفراز فرما کر بطور مددگار ان کے ساتھ کر دیا جائے۔ حضرت موسی علیہ السلام کی بنسبت حضرت ھارون علیہ السلام کی رسالت کا مقام کیا تھا، قرآن کی آیت انا رسولا ربک (بے شک ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں) کی تفسیر کرتے ہوئے

غامدی صاحب کے استاد مولانا امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

"اگرچہ رسول کی حیثیت صرف حضرت موسی علیہ السلام ہی کو حاصل تھی حضرت ہارون علیہ السلام صرف ایک نبی تھے لیکن یہاں علی سبیل التغلیب دونوں ہی حضرات کے لئے رسول کا لفظ استعمال ہوا ہے" [29]۔۔۔"(حضرت موسی علیہ السلام کی) یہ درخواست ایک بڑی اہم درخواست تھی اس لئے کہ حضرات انبیاء کرام میں سے، جیسا کہ سورہ مریم کی آیت 53 کے تحت ہم ذکر کر چکے ہیں، کسی نبی کے متعلق یہ بات معلوم نہیں کہ ایک دوسرا نبی اس کا وزیر بنایا گیا ہو، لیکن اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو یہ شرف بخشا اور ان کی یہ درخواست قبول فرمائی"[30]

معلوم ہوا کہ حضرت ھارون علیہ السلام کو نبوت حضرت موسی علیہ السلام کی درخواست پر عطا کی گئی اور جو حضرت موسی علیہ السلام کے لئے بطور ایک تحفہ تھی۔ شیخ ابن عربی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور آپ کی اس دعا کو 'عمل عبد' شمار کرتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت کو اکتسابی کہہ دیتے ہیں کہ اس اختصاص الٰہی میں اللہ کے نبی کی دعا سبب ظاہر کے طور پر موجود ہے۔ البتہ اس سے آپ کی ہر گز یہ مراد نہیں کہ کوئی شخص مجاہدہ و ریاضت سے نبوت خاصہ کو پا سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ شیخ نے کسی نبی کی دعا کی بدولت اپنے تابع شخص کو نبوت خاصہ عطا کیے جانے کی یہ بات ختم نبوت سے قبل بطور مثال کی ہے، ختم نبوت کے بعد ان کے نزدیک اب کسی بھی طور پر اس کی گنجائش موجود نہیں۔

نبی کی دعا کے سبب نبوت عطا کئے جانے کی ایک مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے سبب آپ کی نسل میں نبوت کا جاری رہنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[29] تدبر قرآن: ج۵: ص۵۴

[30] تدبر قرآن: ج۵: ص۴۱

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿البقرة: ١٢٤﴾

''اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دیں، (اس پر) اللہ نے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، انہوں نے عرض کیا: (کیا) میری اولاد میں سے بھی؟ ارشاد ہوا: (ہاں! مگر) میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ رب کریم نے آپ کی نسل میں سے کئی افراد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بخش دیا:

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿العنكبوت: ٢٧﴾

''اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب (علیہما السلام بیٹا اور پوتا) عطا فرمائے اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر فرما دی اور ہم نے انہیں دنیا میں (ہی) ان کا صلہ عطا فرما دیا، اور بیشک وہ آخرت میں (بھی) نیکوکاروں میں سے ہیں۔''

اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حسن الیاس صاحب کی پیش کردہ عبارت میں حضرت ھارون علیہ السلام کے ضمن میں جس اکتساب نبوت کی بات کی گئی اس کی نوعیت کیا ہے۔ البتہ اکتساب نبوت کا ایک معنی شیخ کی فکر میں یہ بھی ہے کہ امتی مقامات ولایت کا کسب کرے۔ پس شیخ کی عبارت سے یہ اخذ کرنا کہ آپ اب بھی کسی نئے نبی کی بعثت کے بصورت اکتساب قائل ہیں، یہ بات آپ پر بہتان باندھنا ہے۔ اب ہم حافظ زبیر صاحب کی عبارات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

حافظ زبیر صاحب کی پیش کردہ عبارات

حافظ صاحب کی کتاب کا عنوان "شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت" ہے۔ کتاب کے موضوع کا تقاضا تھا کہ وہ قاری کو یہ بتاتے کہ خود ان کے نزدیک نیز شیخ ابن عربی کے نزدیک نبوت کا مفہوم کیا ہے، لیکن انہوں نے اس پر ایک بھی سطر نہیں لکھی۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے شیخ ابن عربی کے تصور توحید، تصور نبوت اور تصور ولایت کی جزیات کو آڑے ہاتھوں لے کر ان پر متعدد فتاوی جات جاری کر دیئے۔ ان کے خیال میں شیخ ابن عربی خود کو نہ صرف انبیاء سے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔ ہم کتاب کے موضوع کی مناسبت سے ان کی پیش کردہ عبارات پر بحث کرتے ہیں۔ حافظ صاحب کے اعتراضات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: (1) جن کا تعلق ختم نبوت کی بحث سے ہے اور (2) جن کا تعلق افضلیت انبیاء کی بحث سے ہے۔ آیئے پہلے حافظ صاحب کی ان دو عبارات کا تجزیہ کرتے ہیں جن کا تعلق عقیدہ ختم نبوت کے موضوع سے ہے۔ دوسرے اعتراضات کا جائزہ ان شاء اللہ اگلے باب میں لیا جائے گا۔

پہلی عبارت: نبوت قیامت تک جاری ہے

شیخ کے تصور ختم نبوت کے خلاف حافظ صاحب کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ کے نزدیک نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ تاقیامت جاری ہے۔ اس ضمن میں وہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت پیش کرتے ہیں:

فالنبوة سارية الي يوم القيامة فى الخلق وان كان التشريع قد انقطع، فالتشريع جزء من اجزاء النبوة فانه يستحيل ان ينقطع خبر الله و اخباره من العالم اذ لو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذى به فى بقاء وجود

جس کا ترجمہ زبیر صاحب یوں کرتے ہیں:

"نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری رہے گی البتہ نبوت تشریعی ختم ہو گئی ہے لیکن تشریعی نبوت کل نبوت نہیں ہے بلکہ نبوت کا ایک حصہ ہے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے خبر اور عالم کی اخبار یعنی وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اگر یہ سلسلہ رک جائے تو اس عالم کے لیے اپنے وجود کو باقی رکھنے کی غذا کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔"[31]

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ شیخ کے نظریات ہی مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے لئے ذمہ دار ہیں، حافظ صاحب ان الفاظ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں:

"شیخ ابن عربی بھی اس بات کے قائل تھے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور نبوت تا قیامت جاری رہے گی"[32]

اس عبارت سے زبیر صاحب کا استدلال یہ ہے کہ شیخ کے نزدیک نبوت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور نبوت سے مراد گویا وہی نبوت ہے جو متکلمین مراد لیتے ہیں۔[33] چونکہ شیخ اس نبوت کو جاری مانتے ہیں، لہذا یہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار ہے۔ اس عبارت کے جس جزو کو حافظ صاحب نے پیش کیا ہے ہم اسے مکمل نقل کئے دیتے ہیں:

السوال: کم اجزاء النبوة؟ الجواب: اجزاء النبوة علی قدر آی الکتب المنزلة والصحف والاخبار الالھیة من العدد الموضوع فی العالم من آدم الی آخر نبی یموت مما وصل الینا و مما لم یصل، علی ان القرآن یجمع ذلک کله، فان النبی ﷺ یقول فیمن حفظ القرآن ادرجت النبوة بین جنبیه، فھی وان کانت

---

31 شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۴۷

32 شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۴۳

33 عبارت کا یہ حصہ اور اس پر یہی اعتراض اس کتاب میں بھی درج ہے: ابن عربی وعقیدتہ: ص ۱۷۸

مجموعة فی القرآن فھی مفصلة معینة فی آی الکتب المنزلة مفسرة فی الصحف متمیزة فی الاخبار الالھیة الخارجة عن قبیل الصحف والکتب، ویجمع النبوة کلھا ام الکتاب ومفتاحھا بسم اللہ الرحمن الرحیم- فالنبوة ساریة الی یوم القیامة فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع، فالتشریع جزء من اجزاء النبوة فانه یستحیل ان ینقطع خبر اللہ و اخباره من العالم اذ لو انقطع لم یبق للعالم غذاء یتغذی به فی بقاء وجوده (قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا: الکھف: 119) (وَلَوْ أَنَّمَا فِي ٱلْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَٰمٌ وَٱلْبَحْرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ: لقمان 27)، وقد اخبر اللہ انه ما من شیء یرید ایجاده الا یقول له (إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ : النحل 40)- فھذه الکلمات لا تنقطع، وھي الغذاء العام لجمیع الموجودات فھذاجزء واحد من اجزاء النبوة لاینفد، فاین انت من باقی الاجزاء التی لھا؟[34]

"اس کائنات میں آدم علیہ السلام سے آخری نبی تک، جو فوت ہوں خواہ ہمیں ان کی خبر پہنچی ہو خواہ نہ پہنچی ہو، جس قدر آسمانی کتابوں کی آیات ہیں و جس قدر صحیفے، پس جس قدر اخبار الٰہیہ ہیں اسی قدر نبوت کے اجزاء ہیں۔ البتہ قرآن مجید ان سب اجزاء کا جامع ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حافظ قرآن سے متعلق فرمایا: "نبوت اس کے پہلوؤں میں سمٹ گئی"۔ اگرچہ نبوت (کے اجزاء) قرآن میں سمٹ آئے لیکن تمام آسمانی کتب و صحف کی آیات میں یہ اجزاء تفصیل و تفسیر سے آئے ہیں۔ نیز اخبار الٰہیہ میں یہ اجزاء

[34] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۱۳۵

الگ سے آئے ہیں جو آسمانی کتب و صحف سے الگ ہیں۔ (اس بات کو ایک الگ پہلو سے دیکھئے کہ) ساری کی ساری نبوت ام الکتاب (سورہ فاتحہ) میں سمٹ آئی اور سورہ فاتحہ کی کنجی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ پس نبوت (عامہ) اس کائنات میں قیامت تک جاری و ساری ہے اگرچہ تشریع کا سلسلہ رک گیا۔ (یہ) اس لئے (ہے) کہ تشریع نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کائنات سے اللہ کی خبر اور اللہ سے عالم کی طرف اخبار رک جائیں کیونکہ اگر یہ رک جائیں تو اس کائنات کے بقا کے لئے درکار غذا رک جائے گی۔ اللہ کا فرمان ہے: ("فرما دیجئے: اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہوتے تو وہ میرے رب کے کلمات رکنے سے قبل سوکھ جاتے اگرچہ ہم اس کی مثل اور (سمندر) لے آتے") دوسرے مقام پر فرمایا: ("اور اگر زمین میں موجود (سب) درخت قلم ہوتے اور سمندر کو ہفت آب بڑھاتے چلے جاتے تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوتے۔ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے") اور اللہ نے فرمایا کہ جب وہ کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔ پس یہ کلمات ختم نہیں ہوتے اور یہی ہر مخلوق کی غذا ہیں۔ اب یہ نبوت کا (صرف) ایک جزو ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا، تو باقی اجزاء کا کیا کہنا!"

درج بالا عبارت ہماری کتاب کے باب نمبر 3 میں گزر چکی ہے اور اس کے خط کشیدہ حصے کا حرف حرف بتا رہا ہے کہ یہاں جس نبوت کے تا قیامت جاری رہنے کی بات کی جارہی ہے یہ وہ نبوت عامہ ہے جو شیخ کے نظام فکر میں خدا اور کائنات کے مابین ترسیل انباء و اخبار کی وجودیاتی حقیقت اور انسانوں میں ولایت سے عبارت ہے اور جو کبھی منقطع نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ نبوت ہے جو تا قیامت ہی نہیں بلکہ قیامت میں بھی جاری رہے گی کیونکہ قیامت میں بھی اللہ تعالی کا اپنی مخلوق سے رابطہ بر قرار رہے گا اور وہ ان سے کلام فرمائے گا۔ حیرت ہے کہ حافظ صاحب نے وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى

النَّحْلِ ، يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا،وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا اور دیگر قرآنی آیات مقدسہ کو یکسر نظر انداز کر دیا جن میں مخلوقات کی طرف وحی اور اخبار کے سلسلہ کے جاری رہنے کی صورت میں خالق سے زندہ تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ گذشتہ ابواب میں ہم شیخ اور آپ کے معتقدین کے عقیدے کی وضاحت تفصیل کے ساتھ کر چکے ہیں کہ سلسلہ اکبریہ کے تمام افراد عقیدہ ختم نبوت پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح امت مسلمہ کا ہر فرد ایمان رکھتا ہے۔ نبوت عامہ اور اس عبارت کی شیخ اکبر کے نظام فکر میں تفصیلی وضاحت کے لئے قارئین باب نمبر 3 میں نبوت عامہ کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

دوسری عبارت: صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے

ختم نبوت کے بیان سے متعلق حافظ صاحب کی پیش کردہ دوسری عبارت فصوص الحکم کی ایک عبارت کا یہ جزو ہے۔ اس مجموعی عبارت کی وضاحت افضلیت انبیاء کی بحث میں آگے بیان ہو گی، یہاں ختم نبوت سے متعلق حصہ ملاحظہ فرمائیں:

فان الرسالة والنبوة اعنى نبوة التشريع ورسالته تنقطعان، والولاية لا تنقطع ابدا"

جس کا ترجمہ زبیر صاحب یوں کرتے ہیں:

"رسالت و نبوت یعنی نبوت تشریعی اور رسالت دونوں ختم ہو جائیں گی لیکن ولایت کبھی ختم نہیں ہو گی"[35]

اس عبارت سے حافظ صاحب نے جو کفر کشید کیا ہے اسے وہ یوں بیان کرتے ہیں:

[35] شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۳

"چوتھا کفر یہ کہ نبوت میں سے صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ مطلق نبوت"[36]

حافظ صاحب کو یہ سمجھنے میں مشکل پیش آئی کہ صرف نبوت تشریع ختم ہونے کی بات کیوں کی گئی، ہم کتاب کے باب 3 تا 6 میں اس کی تفصیلی وضاحت کر چکے ہیں۔ یہ غلط فہمی اپنی وضع میں بعینہ اسی نوعیت کی ہے جو غامدی صاحب کو لاحق ہوئی اور غامدی و حسن الیاس صاحبان کے جواب میں بھی اس پر تفصیلاً بحث ہو چکی۔ اگر حافظ صاحب فصوص الحکم کی فص عزیریہ کی طرف مراجعت فرماتے تو انہیں اس بات کا اشارہ مل جاتا کہ اس جملے سے شیخ کی کیا مراد ہے۔ اس فص میں یہ عبارت درج ہے:

و اعلم ان الولایة هي الفلک المحیط العام، و لهذا لم تنقطع و له الانباء العام- واما نبوة التشریع والرسالة فمنقطعة، وفی محمدﷺ قد انقطعت، فلا نبی بعده مشرعا او مشرعا له ولا رسول وهو المشرع --- ان الله لطیف بعباده فابقی لهم النبوة العامة التی لا تشریع فیها و ابقی لهم التشریع فی الاجتهاد فی ثبوت الاحکام و ابقی لهم الوراثة فی التشریع فقال: العلماء ورثة الانبیاء- وما ثم میراث فی ذلک الا فیما اجتهدوا فیه من الاحکام فشرعوا[37]

"اور جان لو کہ ولایت ایک فلک محیط ہے جو عام ہے۔ اسی لیے اس کا انقطاع نہیں ہوا ہے اور اس فلک کے لیے انباء عام ہے۔ جبکہ نبوت تشریع اور رسالت منقطع ہو چکی ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ تو آپ ﷺ کے بعد کوئی شریعت دینے والا رسول یا جس کو اللہ کی طرف سے شریعت دی جائے نہیں ہو گا اور نہ ہی ایسا رسول ہو گا جو شارع ہو۔۔۔ (نبوت و سالت کے منقطع ہونے کے بعد

---

36 شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۴

37 فصوص الحکم: ج ۲: ص ۷۶

بھی) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے تو اس نے ان کے لیے نبوت عامہ کو باقی رکھا جس میں تشریع نہیں ہوتی اور تشریع کو ثبوت احکام میں بطور اجتہاد باقی رکھ دیا اور یوں پنے بندوں کے لیے تشریع میں بھی وراثت کو باقی رکھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے ورثاء ہیں۔''

قارئین خود مطالعہ فرماسکتے ہیں کہ شیخ کتنی صراحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں کہ نبوت تشریع کے بعد جو شے باقی ہے وہ نبوت عامہ یعنی انبائے عام اور وہ وراثت ہے جس کا تعلق اجتہاد سے ہے۔ زیر بحث عبارت میں بھی شیخ نے یہی فرمایا ہے کہ ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی جبکہ نبوت تشریع منقطع ہو چکی ہے۔ سابقہ ابواب میں ہم تفصیل سے اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ شیخ جب عقیدہ ختم نبوت کے اقرار کے بعد یہ بیان کرتے ہیں کہ نبوت غیر تشریع باقی ہے تو آپ کی اس سے مراد اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمانے اور عقیدہ ختم نبوت میں تطبیق کرنا ہوتا ہے۔ یہ وضاحت آپ بار بار اس لیے ذکر فرماتے ہیں کہ آپ کے قارئین اس گمراہی سے بچ سکیں جس میں قادیانی مبتلا ہو گئے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں رفع کے بعد نزول فرمائیں گے تو آپ علیہ السلام کیونکہ اللہ کے نبی ہیں لہذا آپ کی آمد سے ختم نبوت کا انکار لازم آئے گا۔ اسی بات کی تصریح کے لیے شیخ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے ساتھ نبوت ورسالت منقطع ہو گئی اب کسی بھی قسم کا کوئی تشریعی اور غیر تشریعی نبی نئی بعثت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ جو شخص بھی یہ عقیدہ رکھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ البتہ یہ ذہن میں رہے کہ یہ غیر تشریعی نبوت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں باقی ہے جن کی بعثت نبی کریم ﷺ سے قبل ہو چکی ہے، لہذا آپ کا آسمان دنیا سے نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ یاد رہے کہ شیخ کی اصطلاح میں نبوت عامہ یا ولایت بھی غیر تشریعی نبوت ہے لہذا شیخ کے فلسفہ تصوف میں اصطلاح کے خاص استعمال کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو منکر ختم نبوت قرار دینا درست نہیں ہے۔ افسوس

کی بات ہے کہ جس بنیاد پر شیخ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع کر رہے ہیں حافظ صاحب نے بھی اسی بات سے شیخ کو منکر ختم نبوت قرار دے دیا۔ اسی مفہوم کی عبارات شیخ کی کتب میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے سابقہ ابواب میں تشریعی و غیر تشریعی نبوت اور غامدی صاحب کی پیش کردہ معین عبارت کے جوابات سے متعلق مباحث ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن عربی کے طریقہ بحث میں مماثلت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بعینہ اسی قبیل کے کلام پر غور و فکر کی دعوت دی جائے جو خود ان کے اور ان کے مکتب فکر کے نزدیک مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جس طرح شیخ ابن عربی ہر شے کی طرف وحی اور انباء کے نزول کی بنا پر ان الفاظ کے مفاہیم کی عمومیت اور وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے نبوت عامہ و نبوت خاصہ یا تشریعی کا فرق کرتے ہیں، بعینہ شیخ ابن تیمیہ لفظ رسالت اور بعثت کی عمومیت کو مد نظر رکھتے ہوئے رسالت عامہ و خاصہ نیز بعثت عامہ و خاصہ یا تشریع کا فرق کرتے ہیں۔ اس تقسیم کے بعد شیخ ابن عربی اور شیخ ابن تیمیہ کے نظام فکر میں بظاہر سوائے الفاظ و اصطلاحات کے کوئی جوہری فرق نہیں رہ جاتا۔ آیئے شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرماتے ہیں:

> والإرسال: اسمٌ عامٌ يتناول إرسال الملائكة، وإرسال الرياح، وإرسال الشياطين، وإرسال النار؛ قال تعالى: {يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ: رحمن}، وقال تعالى: {جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُوْلِي أَجْنِحَةٍ}؛ فهنا جعل الملائكة كلهم رسلاً. والملك في اللغة: هو حامل الألوكة؛ وهي الرسالة. وقد قال في موضع آخر: {اللهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاس}. فهؤلاء الذين يرسلهم بالوحي؛ كما قال: {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَاّ وَحْياً أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاء}،

وقال تعالى: {وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ [بُشْرَاً] بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ}، وقال تعالى: {إِنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزّاً}- لكن الرسول المضاف إلى الله: إذا قيل: رسول الله، فهم مَنْ يأتي برسالة من الله؛ من الملائكة، والبشر؛ كما قال: {اللهُ يَصْطَفِي مِنَ المَلائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاس} 1، وقالت الملآئكة: {يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ}---فرسل الله الذين يبلّغون عن الله أمره ونهيه: هي رسل الله عند الإطلاق. وأما من أرسله الله ليفعل فعلاً بمشيئة الله وقدرته: فهذا عامٌ يتناول كلّ الخلق --- وهذا كلفظ [البعث]: يتناول البعث الخاص؛ البعث الشرعي فصل الحجة على من أنكر قدرة الله وحكمته كما قال: {هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُمْ} ويتناول البعث العام الكوني؛ كقوله: {فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُوْلاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَاداً لَنَا أُوْلِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلالَ الدِّيَارِ}، وقال تعالى: {وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ العَذَابِ}. فالعامّ بحكم مشيئته وقدرته، والخاصّ هو أيضاً [بحكم مشيئته وقدرته] --- وصاحب الخاصّ من أولياء الله يكرمه ويثبّته، وأمّا من خالف أمره، فإنّه يستحقّ العقوبة[38]

"ارسال (یعنی بھیجنا): یہ عام اسم ہے جو ارسال ملائکہ، ارسال ہواؤں، ارسال شیاطین اور ارسال آگ سب کو شامل ہے۔ اللہ نے فرمایا: ("تم دونوں پر آگ کے خالص شعلے بھیج دیئے جائیں گے اور دھواں بھی")، اللہ نے فرمایا: ("(اللہ) جو فرشتوں کو پروں والے رسول بنانے والا ہے") یہاں سب فرشتوں کو رسل قرار دیا گیا اور لغت میں

[38] النبوات: ص ۷۲۰۔۷۲۲

ملک یعنی فرشتے "الوکة" اٹھانے والا ہے اور الوکة پیغام کو کہتے ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ("اللہ چن لیتا ہے فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول ")۔ پس یہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں وہ بھیجتا ہے وحی کے ساتھ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ("کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے سوائے وحی کے یا پردے کی اوٹ سے اور یا بھیجے اس کی طرف پیغام رساں (فرشتہ) جو وحی کرے اللہ کے اذن سے جو وہ چاہے") اور اللہ نے فرمایا: ("وہی ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے") اور اللہ نے فرمایا: ("ہم نے شیطانوں کو کافروں پر بھیجا جو انہیں اکساتے رہتے ہیں")۔ لیکن جب رسول کی اضافت اللہ کی طرف کی جاتی ہے (یعنی) جب یہ کہا جائے گا کہ 'اللہ کا رسول'، تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس سے مراد وہ ہستی ہے جو اللہ کی طرف سے پیغام یعنی رسالت لے کر آئے ہیں فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ("اللہ چن لیتا ہے فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول ") اور فرشتوں نے کہا (اے لوط علیہ السلام ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے یعنی رسول ہیں)۔۔۔(البتہ) اللہ کے جو رسول اس کی طرف سے اس کے امر اور نہی پہنچاتے ہیں، انہیں علی الاطلاق (اصطلاحاً) اللہ کے رسول کہا جاتا ہے۔ جبکہ وہ جنہیں اللہ اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ اس کی مشیت و قدرت کے ساتھ کوئی کام کریں، اور یہ (ارسال) عام ہے جو تمام مخلوقات کو شامل ہے۔۔۔ اور یہ لفظ بعثت کی طرح ہے جو بعثت خاص یا بعثت شرعی کو بھی شامل ہے (یعنی وہ بعثت) جو اس شخص پر فیصلہ کرنے والی حجت ہوتی ہے جو اللہ کی قدرت و حکمت کا انکار کرے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ("وہی اللہ ہے جس نے امیوں میں رسول بھیجا ان میں سے ") اور یہ لفظ بعثت کائناتی بعثت عام کو بھی شامل ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ("جب ان دونوں میں سے پہلی مرتبہ کا وعدہ آ پہنچا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے بھیجے جو سخت جنگ جو تھے، پھر وہ تمہارے (پیچھے) گھروں تک جا

گھسے ") اور اللہ نے فرمایا: ("اور جب آپ کے رب نے حکم سنایا کہ ان پر روز قیامت تک ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو انہیں بری تکلیفیں پہنچاتے رہیں گے")۔ پس بعثت عام اس کی مشیت و قدرت کے حکم کے تحت ہے اور اسی طرح بعثت خاص بھی۔۔۔ اور اولیاء اللہ میں سے بعثت خاص کے حامل کی اللہ عزت کرتا ہے اور اسے ثابت قدم رکھتا ہے، اور جو اس کے امر کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔"

غور کیجئے کہ شیخ ابن تیمیہ قریب وہی بات کر رہے ہیں جو شیخ ابن عربی کہتے ہیں۔ اگر شیخ اکبر کے ہاں نبوت عامہ وخاصہ کی تقسیم وحی عام وخاص کے فرق پر مبنی ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے ہاں یہی بات بعثت عامہ و خاصہ کی اصطلاحات میں بیان ہو رہی ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کی اصطلاحات کے مطابق حقیقت نبوت کی بحث کی نوعیت شکل نمبر 28 میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شکل 28: حقیقت نبوت میں لفظ بعثت کے معنی کی تقسیم: شیخ ابن تیمیہ کا طریقہ
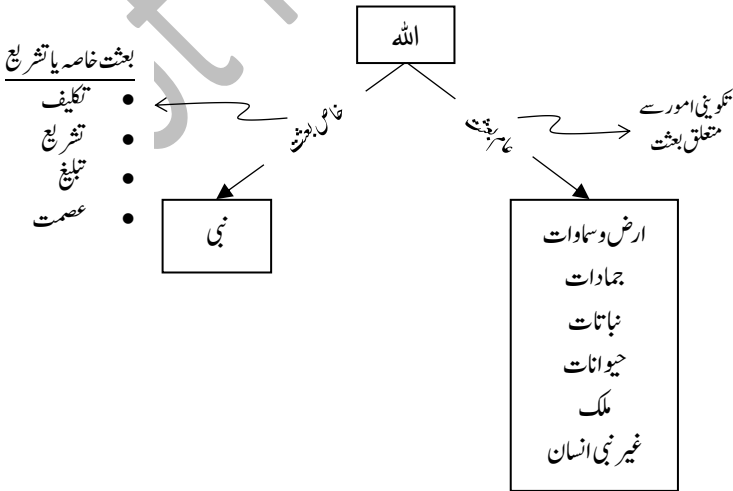
یہ شکل ظاہر کر رہی ہے کہ بعثت عامہ پوری کائنات میں جاری ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی جبکہ بعثت خاصہ اصطلاحی نبوت سے متعلق بعثت سے عبارت ہے۔ یاد رہے کہ وحی اور بعثت، یہ دونوں انبیاء کی بنیادی صفات میں سے ہیں، یعنی انبیاء پر وحی بھی ہوتی ہے اور ان کی بعثت بھی ہوتی ہے اور یہ دونوں مل کر متکلمین کے تصور نبوت کا وہ مفہوم پیدا کرتے ہیں جس کی تفصیل باب نمبر 2 میں بیان کی گئی۔ ملاحظہ کیا جائے کہ شیخ ابن عربی وحی عام و خاص کی بنا پر اپنا اصطلاحی نظام بیان کرتے ہیں تو شیخ ابن تیمیہ بعثت عام و خاص کی اصطلاحات پر۔ جسے شیخ ابن تیمیہ بعثت خاصہ یا تشریع کہتے ہیں اسے شیخ ابن عربی نبوت خاصہ یا تشریع کہتے ہیں، جیسے شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک بعثت عامہ پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے شیخ ابن عربی کے نزدیک نبوت عامہ کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان دونوں حضرات کے نظام فکر کے اس اشتراک اور فرق کو شکل نمبر 29 سے ظاہر کیا گیا ہے۔

شکل 29: شیخ ابن عربی اور شیخ ابن تیمیہ کے طریقہ بحث میں مماثلت و فرق
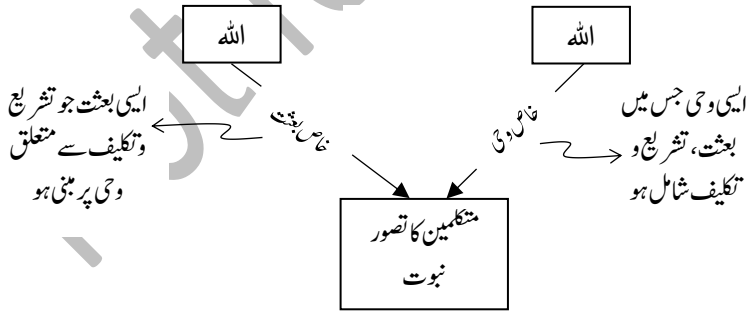
اب اگر شیخ ابن تیمیہ کی اصطلاحات کو مد نظر رکھتے ہوئے ختم نبوت کو بیان کیا جائے تو یوں ہی کہا جائے گا کہ صرف بعثت تشریعی یا خاصہ ختم ہوئی ہے نہ کہ بعثت عامہ کیونکہ وہ پوری کائنات میں جاری و ساری ہے اور تا قیامت ختم نہیں ہو گی بلکہ قیامت میں بھی جاری رہے گی نیز مقام بعثت

اب بھی باقی ہے۔ بتائیے، اس بیان میں اور شیخ ابن عربی کے بیان میں جوہری طور پر سوائے الفاظ کے کیا فرق ہے؟ کیا حافظ صاحب اپنی ذہانت سے یہاں بھی یہ مفہوم اخذ کریں گے کہ شیخ ابن تیمیہ ختم نبوت کے منکر ہیں؟

باب نمبر 9 میں یہ تفصیل گزر چکی کہ شیخ ابن تیمیہ کے ہاں اولیاء کو کشف، الہامات و کرامات کی صورت مبشرات کے باب سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ نبی ﷺ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ شیخ ابن عربی اسے یوں کہتے ہیں کہ اولیاء کو مبشرات کی صورت میں ولایت یعنی نبوت عامہ سے متعلق جو مقامات حاصل ہوتے ہیں وہ نبی ﷺ کی وراثت ہوتی ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ شیخ ابن تیمیہ درج بالا تجزیئے میں شیخ ابن عربی سے بہت نزدیک آجاتے ہیں بلکہ نبی و رسول کا فرق بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی وہ شخصیت ہوتی ہے جن کی بعثت اہل ایمان کی طرف ہوتی ہے نیز وہ معین واقعات و معاملات میں شریعت کے احکامات کی اسی طرح تشریح بیان کیا کرتے تھے جیسے اس امت کے علماء بذریعہ اجتہاد کیا کرتے ہیں، یوں اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں:

الأنبياء يأتيهم وحي من الله بما يفعلونه ويأمرون به المؤمنين الذين عندهم؛ لكونهم مؤمنين بهم؛ كما يكون أهل الشريعة الواحدة يقبلون ما يبلّغه العلماء عن الرسول. وكذلك أنبياء [بني] إسرائيل يأمرون بشريعة التوراة، وقد يُوحى إلى أحدهم وحي خاص في قصّة معينة، ولكن كانوا في شرع التوراة كالعالِمِ الذي يُفهِّمه الله في قضية معنى يطابق القرآن ---فالأنبياء ينبئهم الله؛ فيُخبرهم بأمره، ونهيه، وخبره. وهم يُنبئون المؤمنين بهم ما أنبأهم الله به من الخبر، والأمر، والنهي. فإن أُرسلوا إلى كفار يدعونهم إلى توحيد الله، وعبادته وحده لا شريك له، ولا بُدّ أن يكذّب الرسلَ قومٌ ----

فقوله: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلا نَبِيٍّ} 2: دليلٌ على أن النبيّ مرسل، ولا يسمى رسولاً عند الإطلاق؛ لأنّه لم يرسل إلى قوم بما لا يعرفونه، بل كان يأمر المؤمنين بما يعرفونه أنّه حقّ؛ كالعالِم، ولهذا قال النبيّ صلى الله عليه وسلم: "العلماء ورثة الأنبياء"- ليس من شروط الرسول أن يأتي بشرع جديد وليس من شرط الرسول أن يأتي بشريعة جديدة؛ فإنّ يوسف كان على ملة إبراهيم، وداود وسليمان كانا رسولين، وكانا على شريعة التوراة[39]

"انبیاء کرام کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے جس پر وہ عمل کرتے ہیں اور اسی کا حکم ان اہل ایمان کو دیتے ہیں جو ان کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اہل ایمان ان پر ایمان لاچکے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک شریعت کے لوگ اس بات کو قبول کرلیتے ہیں جو علماء رسول سے روایت کرکے پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح سے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں جو تورات کی شریعت کا حکم دیتے ہیں، ان میں سے کسی کی طرف کسی خاص واقعے میں خاص وحی ہوتی ہے لیکن تورات کی شریعت میں وہ اس عالم کی طرح ہوتے ہیں جسے اللہ تعالی کسی خاص معاملے میں ایسے معنی سمجھا دیتے ہیں جو قرآن کے مطابق ہو۔۔۔ پس انبیاء علیہم السلام پر اللہ نبا (خبر) بھیجتا ہے تو انہیں اپنے امر اور نہی اور خبر کی نبا دیتا ہے اور وہ اہل ایمان کو اس بات کی خبر دیتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ان پر انباء کی جاتی ہے جس میں خبر، امر و نہی ہوتی ہے۔ پس اگر انہیں کفار کی طرف اس لئے بھیجا جائے کہ وہ انہیں اس اللہ کی توحید اور عبادت کی دعوت دیں جو یکتا ولا شریک ہے، تو قوم رسولوں کی تکذیب کرتی ہے، اللہ کا فرمان ہے: ("اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی

[39] النبوات: ۷۱۶-۷۱۸

بھیجا") یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی بھی مرسل ہوتا ہے اور اسے علی الاطلاق رسول نہیں کہا جاتا کیونکہ اسے کسی قوم کی طرف نہیں ایسی تعلیمات کے ساتھ نہیں بھیجا جاتا جنہیں وہ نہ جانتے ہوں بلکہ وہ اہل ایمان کو ایسی بات کا حکم دیتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتے ہوں کہ یہ حق ہے جیسے کہ عالم۔ اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا علماء انبیاء کے ورثاء ہیں۔ رسول کی شرائط میں یہ شامل نہیں کہ وہ کسی نئی شریعت کے ساتھ آئے، بے شک یوسف علیہ السلام حضرت ابراہیم کی ملت پر تھے، (اور) داوٗد و سلیمان علیہما السلام دونوں رسول تھے جبکہ وہ تورات کی شریعت پر تھے۔"

یعنی اس امت کے علماء جو تشریعی فرائض بذریعہ اجتہاد سرانجام دیتے ہیں، بنی اسرائیل کی امت میں یہی فریضہ انبیاء بذریعہ وحی سرانجام دیا کرتے تھے۔ شیخ ابن عربی اسے یوں کہتے ہیں کہ تشریع بذریعہ اجتہاد، یہ بھی نبی ﷺ کی وراثت کی صورت ہے۔ گویا مبشرات ہوں یا تشریع، شیخ ابن تیمیہ بھی ہر دو صورت کی وراثت کے قائل ہیں اگرچہ وہ یہ اصطلاحات استعمال نہیں کرتے۔ اہل علم کا یہ شیوا نہیں کہ صرف اصطلاحات میں جھگڑا کریں۔

اس بحث کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ اگرچہ شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بعض مباحث میں شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے سخت ناقد ہیں، تاہم مباحث نبوت والہام کے ضمن میں شیخ ابن عربی اور شیخ ابن تیمیہ کے موقف میں بظاہر کوئی جوہری فرق نہیں بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شیخ ابن تیمیہ نے شیخ ابن عربی کے طریقہ بحث و تقسیم سے استفادہ کیا ہو۔

حافظ صاحب کا ایک دلچسپ استدلال

حافظ صاحب نے شیخ ابن عربی کو منکر ختم نبوت قرار دینے کے لئے چند دلچسپ دلائل بھی دیئے ہیں۔ مثلاً افضلیت انبیاء کی بحث سے متعلق شیخ کی ایک تفصیلی عبارت جس پر ہم ان شاء اللہ اگلے باب میں بحث کریں گے، اس پر تنقید کے تناظر میں حافظ صاحب لکھتے ہیں:

"ابن عربی کا پہلا دعوی اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا ہے اور یہ کہ وحدت الوجود کا علم انبیاء ورسل خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں، جو ہمارے نزدیک ختم نبوت کے تصور میں کفر کے مترادف ہے۔ اب اس پر بات آگے بڑھائیں۔ تو ہم تو یہ مان رہے ہیں کہ دونوں نے یعنی مرزا اور ابن عربی نے ختم نبوت میں کفریہ تصورات اپنے اپنے انداز میں داخل کیے ہیں۔ تو ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عربی نے نبی ہونے کا دعوی سیدھی طرح ایک مقام پر نہیں کیا بلکہ فصوص الحکم میں تمام انبیاء سے افضل ہونے کا دعوی کیا ہے، اور وہ بھی ان انبیاء کی ولایت کی جہت میں۔ اور فتوحات مکیہ میں اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا دعوی کر دیا"[40]

پوری کوشش کے باوجود ہم سمجھ نہیں پائے کہ اس استدلال میں ختم نبوت کے انکار کے لئے وجہ استدلال کیا ہے؟ کیا کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہنا یا ماننا، یہ اس کے لئے نبوت ماننے کا دعوی ہوتا ہے؟[41] کسی غیر نبی انسان کے لئے انبیاء سے مجموعی افضلیت کا ایسا دعوی کرنا قرآن وسنت کی نصوص کی رو سے یقیناً کفر ہے اس لئے کہ اہل سنت والجماعت کے مطابق قطعی نصوص سے ثابت ہونے والے مراتب سعادت سے یہ بات معلوم ہے کہ انبیاء ہی سب انسانوں میں سب سے افضل ہیں، لہذا انبیاء کے سوا کسی غیر نبی انسان کو انبیاء سے افضل ماننا کفر ہے۔ لیکن سوال یہ نہیں ہے کہ یہ کفر ہے یا نہیں بلکہ یہ ہے کہ یہ ختم نبوت کا انکار کیسے ہے جیسا کہ حافظ صاحب نے دعوی کیا ہے؟ کیا ہر کفر نبوت کا دعوی کرنا ہوتا ہے؟ پس جو بات اپنے نفس مدعا میں واضح ہو نہ مضبوط اور نہ ہی اس کے مقدمات ثابت شدہ ہوں، اس سے بات کیسے شروع کی جائے؟ اس مقام پر بحث ختم

---

[40] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۹۷

[41] علمائے عقیدہ کے ہاں ایک بحث یہ رہی ہے کہ کیا فرشتے انبیاء سے افضل ہیں یا نہیں۔ جن لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ فرشتے افضل ہیں ان پر یہ الزام نہیں لگایا گیا کہ یہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ افضلیت کی بحث کو ختم نبوت کے ساتھ جوڑنا ایک انوکھا طرز استدلال ہے۔

ہو جاتی ہے اور ہم بھی یہی کئے دیتے ہیں۔
حافظ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ ابن عربی نے کھل کر نبوت کا دعوی نہیں کیا:

"یہ بہت چالاک آدمی ہے کہ اپنی حیثیت کو اس طرح پردوں میں چھپا چھپا کر پیش کرتا ہے کہ کھلم کھلا دعووں کو لوگ رد کر دیں گے اور اس پر فتوے لگا دیں گے۔"[42]

حافظ صاحب خود مان رہے ہیں کہ شیخ نے اس حوالے سے کوئی کھلم کھلا دعوی نہیں کیا بلکہ چھپ چھپا کر نیز اشاروں کنایوں میں کیا ہے۔ جب معاملہ خود آپ کے بقول ایسا ہی ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ خود آپ کے نزدیک شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کا کفر ویسا ظاہر نہیں جیسا کہ مرزا قادیانی کا کفر ہے کیونکہ اس نے تو کھلم کھلا دعوے کئے ہیں جیسا کہ خود حافظ صاحب اپنی کتاب کے آخر میں بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عربی نے نبی ہونے کا دعوی سیدھی طرح کسی ایک مقام پر نہیں کیا بلکہ فصوص الحکم میں تمام انبیاء سے افضل ہونے کا دعوی کیا ہے اور وہ بھی ان انبیاء کی ولایت کی جہت میں۔ اور فتوحات مکیہ میں اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا اعلان کر دیا۔ کیا کیا فلسفے بنا رکھے ہیں۔ ان سے مرزا قادیانی کا مقصد پورا ہو سکتا تھا لیکن اس بیوقوف میں اتنی گہرائی نہیں تھی لہذا حلاج کی طرح سیدھا سیدھا دعوے کرنے لگ گیا۔"[43]

جب معاملہ آپ کے بقول ایسا ہے، پھر خود آپ کی اس بات کا کیا مطلب رہا کہ اس معاملے میں شیخ ابن عربی کا کفر مرزا قادیانی سے بڑھا ہوا اور واضح ہے؟ جب شیخ کے دعوے آپ کے بقول ڈھکے

---

[42] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۲۱
[43] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۷۹

چھپے ہیں تو اپنے ہی اصولوں کی رو سے بتایئے کہ ایسے خفیہ دعووں کی بنیاد پر جنھوں نے شیخ کی تکفیر کی ان کا یہ عمل کیا شرع وعدل کے تقاضوں پر مبنی تھا؟

شیخ کے تصور ختم نبوت پر ناقدین کے اعتراضات کی غلطی واضح ہو جانے کے بعد اب ہم اس عبارت کی طرف بڑھتے ہیں جسے حافظ صاحب نے اپنے نقد کی کل بنیاد قرار دیا ہے۔

باب ۱۲:
ناقدین کی پیش کردہ عبارات:
افضلیت انبیاء کی بحث

حافظ زبیر صاحب نے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی کتاب "فصوص الحکم" میں درج فص شیث علیہ السلام کی ایک ایسی عبارت کو اپنے مقدمے کے طور پر پیش کیا ہے جو صدیوں سے محل نزاع ہے۔ حافظ صاحب نے اپنے پیش رو ناقدین کے انہی اعتراضات کو دہرایا ہے جس کا جواب شیخ کے شارحین اپنے اپنے انداز میں دیتے آئے ہیں مگر حافظ صاحب نے ان کی طرف رجوع کرنے کے بجائے پرانے اعتراضات کو دہرا دیا ہے۔ یہاں ہم ان اعتراضات کا جائزہ لیتے نیز عبارت کا درست مفہوم بیان کرتے ہیں۔

مشکوۃ علم اور دیوار کی تمثیل

متعلقہ عبارت کے تین حصے ہیں، حافظ صاحب نے اکثر ناقدین کی طرح اس کے دو حصے ذکر کر کے کئی کفر کشید کئے ہیں جبکہ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان کے پیش کردہ دو حصوں سے متصل عبارت کا تیسرا حصہ ان کے تنقیدی مفہوم میں کیسے معنی خیز ہو سکتا ہے۔ عبارت کے اس تیسرے حصے نیز شیخ کی دیگر تعلیمات کو مد نظر رکھا جائے تو ناقدین کی غلطی از خود واضح ہو جاتی ہے۔ اس عبارت پر ناقدین کے اعتراضات کی غلطی سمجھنے کے لئے باب نمبر 7 میں مقامات سعادت کی وہ ترتیب ملحوظ رہنا ضروری ہے جسے شیخ کی صریح اور واضح عبارات کی روشنی میں بیان کیا جا چکا۔ شیخ کی محکم

عبارات پر مبنی تناظر پیش نظر نہ ہو تو اس عبارت کو سمجھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ پہلے متعلقہ عبارت کا وہ ترجمہ دیا جائے گا جو حافظ صاحب نے کیا تا کہ ان کا استدلال بھی معلوم ہو سکے اور غلطی بھی۔ عبارت کے تیسرے حصے پر ان عبارات کے درست مفہوم کے ضمن میں بحث ہو گی۔

حصہ اول اور حافظ صاحب کے اعتراضات

وليس هذا العلم إلا لخاتم الرسل وخاتم الأولياء، وما يراه أحد من الأنبياء و الرسل إلا من مشكاة الرسول الخاتم، ولا يراه أحد من الأولياء إلا من مشكاة الولي الخاتم، حتى أن الرسل لا يرونه- متى رأوه- إلا من مشكاة خاتم الأولياء: فإن الرسالة والنبوة- أعني نبوة التشريع، ورسالته- تنقطعان، والولاية لا تنقطع أبداً. فالمرسلون، من كونهم أولياء، لا يرون ما ذكرناه إلا من مشكاة خاتم الأولياء، فكيف من دونهم من الأولياء؟ وإن كان خاتم الأولياء تابعاً في الحكم لما جاء به خاتم الرسل من التشريع، فذلك لا يقدح في مقامه ولا يناقض ما ذهبنا إليه، فإنه من وجه يكون أنزل كما أنه من وجه يكون أعلى. وقد ظهر في ظاهر شرعنا ما يؤيد ما ذهبنا إليه في فضل عمر في أسارى بدر بالحكم فيهم، وفي تأبير النخل

حافظ صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں (ترجمے میں شامل کردہ ان کے مفاہیم کو خط کشید کیا گیا ہے):

"یہ (وحدت الوجود کا) علم صرف خاتم رسل اور خاتم اولیاء کو حاصل ہے۔ اور تمام نبیوں اور رسولوں کو یہ علم خاتم رسل کے واسطے سے ہی حاصل ہوتا ہے جبکہ تمام اولیاء کو یہ علم خاتم اولیاء سے ملتا ہے بلکہ تمام رسول بھی اس علم کو خاتم اولیاء سے حاصل

کرتے ہیں۔ تو رسالت اور نبوت یعنی نبوت تشریعی اور رسالت تشریعی دونوں ختم ہو جائیں گی لیکن ولایت کبھی ختم نہیں ہو گی۔ تو جب تمام رسول اپنے اولیاء ہونے کی جہت سے یہ علم خاتم اولیاء سے حاصل کرتے ہیں تو رسولوں سے کم درجہ اولیاء کا کیا حال ہو گا؟ (یعنی وہ تو ضرور یہ علم خاتم اولیاء ہی سے حاصل کریں گے)۔ اگرچہ خاتم اولیاء، شرعی احکامات میں خاتم رسل کا پابند ہوتا ہے لیکن اس سے خاتم اولیاء کا مقام کم نہیں ہو جاتا اور یہ ہماری پہلی بات کے مخالف بھی نہیں ہے کیونکہ خاتم اولیاء ایک اعتبار سے رسول سے کم ہوتا ہے (یعنی رسالت کی جہت سے کہ شریعت رسول سے لیتا ہے) جبکہ دوسرے اعتبار سے رسول سے افضل ہوتا ہے (یعنی ولایت کے اعتبار سے کہ اس کا اللہ کی طرف رجوع، رسول سے زیادہ ہوتا ہے)۔[1] اور ہماری ظاہر شریعت میں بھی آپ کو ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گے کہ جن سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بہتر ہونے کا واقعہ ہے یا تابیر نخل کا واقعہ ہے۔[2]

حافظ صاحب نے عبارت کے اس حصے سے جو کفر بر آمد کئے انہیں وہ یوں بیان کرتے ہیں:

"اب اس سے بڑھ کر کفریہ عبارت کیا ہو گی کہ ولی کو رسول سے افضل بنا دیا۔ اور دوسرا کفریہ کہ خود خاتم اولیاء بن کر تمام رسولوں کو اپنا محتاج بنا لیا۔ اور تیسرا کفریہ کہ وحدت الوجود جیسے کفریہ نظریے کا علم تمام رسول خاتم الاولیاء شیخ ابن عربی سے حاصل کرتے

---

[1] شیخ کی عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا ترجمہ "رسول سے افضل ہوتا ہے" کیا جا سکے، نیز قوسین کے اندر لکھے گئے الفاظ سے یہ مفہوم پیدا کرنا کہ ولایت کے اعتبار سے خاتم ولایت خاصہ کا اللہ کی طرف رجوع رسول سے زیادہ ہوتا ہے، عبارت میں یہ مفہوم حافظ زبیر صاحب کا بے جا اضافہ ہے جیسا کہ آگے واضح ہو گا۔

[2] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۴

ہیں۔ اور چوتھا کفریہ کہ نبوت میں سے صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ مطلق نبوت۔ اور پانچواں کفریہ کہ اپنے کفریہ نظریے کے لیے غزوہ بدر اور تابیر نخل کے واقعات جیسی روایات کو دلیل بنایا۔ کیا غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا قبول کیا جانا اور اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کا رد کیا جانا اور تابیر نخل کے واقعے میں خود اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا اپنے بارے یہ کہنا کہ تم امور دنیا کو مجھ سے بہتر جانتے ہو، اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ ابن عربی، اللہ کی ذات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہتر جانتا ہے یا اللہ کی ذات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا علم اس کے علم کے مقابلے میں غلط ہو سکتا ہے۔ کہاں سے اس کا کفر بولتا ہے!"[3]

ان اعتراضات کو موکد کرنے کے لئے انہوں نے یہ اعتراض بھی ساتھ جوڑا ہے: "خود ہی خاتم الاولیاء بن کر تمام رسولوں کو نعوذ باللہ اپنا محتاج بنا لیا نیز ابن عربی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر جانتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلے میں غلط ہو سکتے ہیں۔" پھر حافظ صاحب نے چند اقتباسات سے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ شیخ ابن عربی خود کو خاتم الاولیاء کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس عبارت سے ان کا اخذ کردہ مفہوم ایسا واضح اور قطعی ہے کہ اس عبارت کے سیاق وسباق کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی کوئی معقول توجیہ ممکن ہی نہیں:

"کیا ابن عربی کی عبارات کا سیاق وسباق وہ تاویلیں قبول کرتا ہے جو یہ (تاویل کرنے والے) حضرات کرتے ہیں؟ اٹھا کر پھینک دیتا ہے"[4]

---

[3] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۴۔ ۱۵

[4] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۵

ان اعتراضات کو وزنی دکھانے کے لئے شیخ ابن تیمیہ، علامہ علاؤالدین بخاری، علامہ سعد الدین تفتازانی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ کے ایسے حوالہ جات بھی نقل کیے گئے ہیں جن کے مطابق ان علماء نے اس عبارت کی بنیاد پر شیخ کی تکفیر و تضلیل کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حافظ صاحب نے علامہ علاؤالدین بخاری حنفی (م ۸۴۱ھ) رحمہ اللہ کی کتاب 'فاضحۃ الملحدین' سے شیخ ابن عربی کی تکفیر کا قول نقل کیا ہے، یہی علامہ علاؤالدین بخاری شیخ ابن تیمیہ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔ علامہ بخاری شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر میں اس قدر سخت تھے کہ شیخ ابن تیمیہ کے بارے میں ان کا فتویٰ یہ تھا ''من سمی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کان کافرا، لا تصح الصلاۃ وراءہ ''[5] یعنی جو کوئی ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔ اگر علامہ علاؤالدین بخاری کا فہم شیخ ابن عربی کے تناظر میں حجت ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے بارے میں ان کے اس فتوے کا کیا کیا جائے؟[6] اگر یہ غلط ہے تو شیخ ابن عربی کے بارے میں وہ غلط کیوں نہیں ہو سکتے؟ ملا علی قاری شرح فقہ الاکبر میں نبی کی جہت ولایت اور رسالت کی افضلیت کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے شیخ ابن عربی کے بارے میں حسن ظن کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: اما ما حکی عن ابن العربی من خلاف ذلک فحسن الظن بہ انہ من المفتریات علیہ المنسوب الیہ یعنی "رہی وہ باتیں جو اس کے خلاف ابن عربی سے منقول ہیں، اس بارے میں حسن ظن رکھنا چاہئے کہ وہ ان کی طرف منسوب جھوٹی باتیں ہیں۔"[7]۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شیخ ابن عربی سے حسن ظن بھی رکھتے تھے۔ علامہ تفتازانی کی جس کتاب کا حوالہ دیا گیا وہ اب تک مخطوطات کی صورت

---

[5] الرد الوافر: ص ٦٧

[6] حافظ صاحب نے کہا ہے کہ کیا شیخ ابن تیمیہ کی بھی اتنی تعداد میں علماء نے تکفیر کی جیسے شیخ ابن عربی کی گئی؟ تکفیری اقوال جمع کر کے پیش کرنے کا ہمارا ذوق نہیں، ورنہ شیخ ابن تیمیہ کے بارے میں اس نوع کے فتاوی جات متعدد علماء نے دے رکھے ہیں۔

[7] منح الروض الازھر فی شرح فقہ الاکبر: ص ۳۵۰-۳۵۱

موجود ہے جسے تحقیق و تنقیح کی منازل سے گزرنا ابھی باقی ہے۔ حافظ صاحب نے چونکہ ان سب ناقدین ہی کی باتوں کو دہرایا ہے، لہذا ذیل میں دیا گیا تجزیہ ان سب کی غلطی سمجھنے میں مفید ہو گا۔

اعتراضات کی غلطی

اس عبارت میں دو بحثیں ہیں:

1۔ ناقدین کے فہم کی غلطی واضح کرنا، یعنی یہ واضح کرنا کہ ناقدین کا یہ مقدمہ کیوں کر غلط ہے کہ شیخ نے اس عبارت میں خود کو آپ ﷺ نیز دیگر انبیاء سے افضل قرار دیا ہے

2۔ شیخ کی عبارت کا درست مفہوم واضح کرنا

حافظ صاحب نے اس عبارت سے اپنے تئیں جو ناقابل تاویل پانچ کفر بر آمد کئے ہیں، ان میں سے چوتھے ("صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ مطلق نبوت") کا جواب پچھلے باب میں گزر چکا۔ عبارت سے کشید کردہ تیسرے کفر کا تعلق وحدت الوجود کی بحث سے ہے اور یہ اس کتاب کا موضوع نہیں۔ اس حصے سے جو دیگر تین کفر (پہلا، دوسرا اور پانچواں) انہوں نے اخذ کئے ہیں ان سب کا عنوان "غیر نبی کی نبی پر افضلیت" ہے۔ یہ اعتراضات تین مفروضات پر مبنی ہیں اور شیخ کی فکر کی رو سے یہ تینوں مفروضے غلط ہیں۔ آیئے ان تین مفروضات کی غلطی سمجھتے ہیں، جونہی ان مفروضات کی غلطی واضح ہو گی عبارت کے مفہوم سے متعلق ناقدین کی قائم کردہ عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔

الف) خاتم الاولیاء کا مصداق سمجھنے میں غلطی

ناقدین کا مفروضہ ہے کہ اس حصے میں ہر مقام پر خاتم الولایت سے مراد شیخ ابن عربی نیز خاتم الرسل سے مراد آپ ﷺ ہیں۔ گویا عبارت میں خاتم ولایت سے شیخ ابن عربی کے سوا کوئی دوسرا امکان مراد لینے کی معقول گنجائش شیخ کی فکر میں موجود نہیں ۔ باب نمبر 7 میں مقامات سعادت کی ترتیب کے بیان میں واضح کیا جا چکا کہ خاتم ولایت کے متعدد مصداق ہیں: (1)

آپ ﷺ بطور حقیقی خاتم الاولیاء، (2) خاتم ولایت سے مراد خاتم ولایت کبری یا مطلقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں نیز (3) آپ ﷺ کے امتی جو خاتم ولایت خاصہ ہیں، اس دائرے میں شیخ ابن عربی نے خود اپنے سوا امام مہدی کو بھی خاتم الاولیاء کہا ہے۔ شیخ کی فکر میں ان دونوں اقسام کے خاتم ولایت آپ ﷺ کی جہت ولایت کے مظاہر ہیں نیز آپ ﷺ ان سب سے ارفع و اکمل ہیں۔ جب یہ معلوم ہے کہ شیخ کے نظام فکر میں خاتم الاولیاء کے متعدد مصداق ہیں، پھر کوئی وجہ نہیں رہ جاتی کہ متعلقہ عبارت میں ہر جگہ خاتم الاولیاء سے صرف شیخ ابن عربی ہی مراد لئے جائیں۔

ب) خاتم ولایت خاصہ اور خاتم الرسل ﷺ کی نسبت سمجھنے میں غلطی

ناقدین کا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ خاتم ولایت یعنی شیخ ابن عربی کا موازنہ تمام انبیاء بشمول خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ کر کے خاتم ولایت کو ان سب سے افضل قرار دیا گیا ہے نیز خاتم ولایت کو یہ افضلیت گویا آزاد و مستقل حیثیت میں حاصل ہے۔ باب نمبر 7 سے واضح ہے کہ شیخ کے ہاں خاتم ولایت کی حامل شخصیات اپنے اپنے مرتبے کے اعتبار سے در حقیقت ولی اور انسان کامل حضور ﷺ ہی کے مظہر اور وارث ہیں۔ حضور ﷺ کے علم کی وسعت اور بزم ہدایت و نور میں آپ ﷺ کی مرکزیت کا بیان گزر چکا جس سے یہ بات قطعی طور پر واضح ہے کہ شیخ کے اصولوں میں خاتم ولایت خاصہ کو خاتم الرسل ﷺ سے افضل کہنے کی گنجائش موجود نہیں۔ اگر اس عبارت کے تیسرے حصے پر ہی غور کر لیا جاتا تو یقیناً یہ غلط فہمی دور ہو جاتی کہ شیخ ابن عربی اس خاتم ولایت خاصہ کو جو خاتم الرسل کا وارث ہے، اسے خاتم الرسل ﷺ سے افضل سمجھتے ہیں۔ ناقدین جس عبارت سے کفر کشید رہے ہیں اس کے تیسرے حصے میں صاف درج ہے:

وخاتم الأولياء الولي الوارث الآخذ عن الأصل المشاهد للمراتب. وهو

حسنة من حسنات خاتم المرسل محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم [8]

''اور خاتم الاولیاء (نبی کا) ولی و وارث ہے جو ایسے مصدر سے فیض یاب ہوتا ہے جو مرتبوں کو دیکھنے والا ہے نیز وہ خاتم المرسل محمد ﷺ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔''

اسی طرح فتوحات مکیہ کا وہ حوالہ گزر چکا جس میں شیخ آپ ﷺ کے سامنے خاتم ولایت خاصہ کی یہ حیثیت بتاتے ہیں:

ومنزلته من رسول الله صَلَّى اللهُ عَلیهِ وسَلَّم شعرة واحدة من جسده صَلَّى اللهُ عَلیهِ وسَلَّم [9]

''خاتم الاولیاء کا مقام رسول اللہ ﷺ کی نسبت آپ ﷺ کے جسم مبارک کے ایک بال کی طرح ہے۔''

غور کیجئے شیخ کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ اسی عبارت میں کہہ رہے ہیں کہ وہ خاتم ولایت جو آپ ﷺ کا وارث یعنی امتی ہے، اس کا مقام آپ ﷺ کے سامنے ایسے ہے جیسے آپ ﷺ کی ان گنت نیکیوں میں سے ایک نیکی نیز آپ ﷺ کے جسم مبارک پر ایک بال۔ باب 7 میں یہ تفصیل بھی گزر چکی کہ شیخ کے نزدیک دین کے گھر کے سب سے جامع ارکان رسل ہیں نہ کہ غیر نبی اولیاء۔ ان حقائق کے پیش نظر ناقدین کی یہ بات کیسے مانی جاسکتی ہے کہ اسی عبارت کے ابتدائی حصے میں شیخ یہ ثابت کررہے تھے کہ وہ خود اپنی مستقل حیثیت میں خاتم الرسل ﷺ سے افضل ہیں؟ کیا یہ مانا جائے کہ شیخ ایک ہی عبارت میں پہلے خود اپنے متعدد اصولوں کی خلاف ورزی کرتے

---

8 فصوص الحکم: ج۱: ص۱۵۷

9 الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص۳۱۷

رہے اور پھر چند سطروں بعد خود کو جھٹلا بھی دیا؟ ناقدین اگر یہ معلوم کرتے کہ شیخ کے نزدیک ہر نبی اور امتی کا چراغ کس کے چراغ سے منور ہوا، تو وہ عبارت سمجھنے میں غلطی نہ کرتے۔

ج)اساری بدر اور تابیر نخل پر شیخ ابن عربی کی رائے سمجھنے میں غلطی

ناقدین کا تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ عبارت میں خاتم ولایت اور خاتم الرسل کے مابین موازنہ کر کے اول الذکر کو موخر الذکر پر فضیلت دی گئی ہے، اس کی دلیل شیخ کی طرف سے اساری بدر اور تابیر نخل کے واقعات سے استدلال کیا جاتا ہے جس کا مقصد ایک امتی کا موازنہ نبی کے ساتھ کر کے امتی کو افضل کہنا ہے۔ ناقدین کے استدلال کی عمارت اس مفروضے پر بھی مبنی ہے کہ اساری بدر اور تابیر نخل کے واقعات پیش کرنے سے شیخ کا مقصود ایک امتی کی حضور ﷺ سے افضلیت کی دلیل لانا ہے۔ زبیر صاحب کہتے ہیں ''کیا غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر کے فیصلے کا قبول کیا جانا اور اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کا رد کیا جانا اور تابیر نخل کے واقعے میں خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بارے یہ کہنا کہ تم امور دنیا کو مجھ سے بہتر جانتے ہو، اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عربی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر جانتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلے میں غلط ہو سکتے ہیں''۔[10] آیئے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ واقعات کیا تھے، چند دیگر علماء نے ان پر کیا لکھا ہے نیز شیخ نے اپنی تحریروں میں ان واقعات کو کس طرح دیکھا ہے۔ اس سے یہ بحث بالکل صاف ہو جائے گی کہ ناقدین کو عبارت سمجھنے میں کیوں مشکل پیش آئی۔

چند علماء کی رائے: فصوص الحکم میں درج اساری بدر کا واقعہ سورۃ الانفال ۶۸ کی تفسیر کے ضمن میں متعدد کتب تفاسیر اور مسند امام احمد بن حنبل و دیگر کتب احادیث میں موجود ہے۔ غزوۂ بدر کے

---

[10] زبیر صاحب کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں واقعہ تابیر نخل اور غزوہ بدر کے قیدیوں سے متعلق روایات کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی تعالیٰ عنہ کی رائے کا مقبول ہونا ان کے لیے قابل قبول ہے، انہیں محض اس بات پر اعتراض ہے کہ اس سے نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ پر شیخ کی فضیلت ثابت کی جا رہی ہے۔

قیدیوں سے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴿الأنفال:٦٧-٦٨﴾

"نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے لئے (کافر) قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں ان (حربی کافروں) کا اچھی طرح خون نہ بہالے۔ تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو، اور اللہ آخرت کی (بھلائی) چاہتا ہے، اور اللہ خوب غالب ہے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس (مال فدیہ کے بارے) میں جو تم نے (بدر کے قیدیوں سے) حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتا۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس بارے میں روایت فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَضَلَ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِأَرْبَعٍ بِذِكْرِ الْأَسْرَى يَوْمَ بَدْرٍ أَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ {لَوْلَا كِتَابٌ مِنْ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ}[11]

"ابو وائل سے مروی ہے کہ عبد اللہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت رکھتے ہیں آپ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔"

---

[11] مسند امام احمد بن حنبل: ج۳: ص۴۲۶: رقم الحدیث ۴۳۶۲

ایک اور روایت میں آپ نقل فرماتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اسْتَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فِي الْأُسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمْكَنَكُمْ مِنْهُمْ قَالَ فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ قَالَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ عَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ قَدْ أَمْكَنَكُمْ مِنْهُمْ وَإِنَّمَا هُمْ إِخْوَانُكُمْ بِالْأَمْسِ قَالَ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ عَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلنَّاسِ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ تَرَى أَنْ تَعْفُوَ عَنْهُمْ وَتَقْبَلَ مِنْهُمْ الْفِدَاءَ قَالَ فَذَهَبَ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ فِيهِ مِنْ الْغَمِّ قَالَ فَعَفَا عَنْهُمْ وَقَبِلَ مِنْهُمْ الْفِدَاءَ[12]

"از حسن مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشاورت کی تو فرمایا اللہ عز وجل نے انہیں تمہاری قدرت میں دے دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ان کی گردنیں مار دیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا اعادہ فرمایا اور فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے یہ کل تمہارے بھائی تھے۔ راوی کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ان کی گردنیں مار دیجئے۔ آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اسی کا اعادہ فرمایا اور لوگوں سے وہی ارشاد فرمایا،

[12] مسند امام احمد بن حنبل: ج ۸: ص ۵۳۵: رقم الحدیث ۱۳۴۸۹

پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ چاہیں تو ان کو معاف فرمادیں اور ان سے فدیہ قبول فرمالیں۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کے آثار چلے گئے۔ تو آپ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا اور ان سے فدیہ قبول کر لیا۔"

آیئے اس واقعے پر چند فقہائے کرام کی رائے معلوم کرتے ہیں۔ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدْ أَشَارَ عَلَيْهِ بِالْفِدَاءِ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُشِيرُ بِالْقَتْلِ ، فَمَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَأْيِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِحَاجَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ إِلَى الْمَالِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ {لَوْ نَزَلَ مِنْ السَّمَاءِ عَذَابٌ مَا نُجِّيَ مِنْ ذَلِكَ إلَّا عُمَرَ }[13]

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا جھکاؤ اس وقت صحابہ کی مالی حاجت کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف ہوا۔ اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ اگر اللہ کا عذاب آسمان سے نازل ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نجات نہ پاتا۔"

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

(وَأَمَّا) أَسَارَى بَدْرٍ فَقَدْ قِيلَ : إنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إنَّمَا فَعَلَ

---

[13] المبسوط: ج ۱۰: ص ۲۹

ذَلِكَ بِاجْتِهَادِهِ وَلَمْ يَنْتَظِرْ الْوَحْيَ فَعُوتِبَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ - سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى - {لَوْلَا كِتَابٌ مِنْ الله سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ} حَتَّى قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ {لَوْ أَنْزَلَ الله مِنْ السَّمَاءِ نَارًا مَا نَجَا إلَّا عُمَرُ رَضِيَ الله عَنْهُ} --- وَإِنَّمَا عُوتِبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ {لَوْلَا كِتَابٌ مِنْ الله سَبَقَ} لَا لِخَطَرِ الْمُفَادَاةِ ، بَلْ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَنْتَظِرْ بُلُوغَ الْوَحْيِ، وَعَمِلَ بِاجْتِهَادِهِ[14]

"جہاں تک بدر کے قیدیوں کا تعلق ہے ان کے بارے میں کہا گیا ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل اپنے اجتہاد سے کیا اور اس میں وحی کا انتظار نہیں کیا جس پر اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ ﷺ پر اپنے فرمان ("اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا") میں عتاب فرمایا، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ("اگر اللہ آسمان سے آگ کا عذاب نازل فرماتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نجات نہ پاتا")۔۔۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو آیت ("اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا") میں فدیے کے خطرے ونقصان پر نہیں بلکہ وحی کا انتظار کئے بغیر اجتہاد پر عمل کرنے پر عتاب کیا۔"

قاضی عیاض مالکی اس آیت کی توجیہ اس طرح فرماتے ہیں:

وأما قوله في أسارى بد (ما كان لنبى أن يكون له أسرى) الآيتين فليس فيه إلزام ذنب للنبى صلى الله عليه وسلم بل فيه بيان ما خص به وفضل من بين سائر الأنبياء فكأنه قال ما كان هذا لنبى غيرك كما قال صلى الله عليه

[14] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج٦: ص٩٤

وسلم (أحلت لی الغنائم ولم تحل لنبی قبلی) فإن قیل فما معنی قوله تعالی: (تریدون عرض الدنیا) الآیة، قیل معنی: الخطاب لمن أراد ذلك منهم وتجرد غرضه لغرض الدنیا وحده والاستكثار منها ولیس المراد بهذا النبي صلی الله علیه[15]

"اللہ کا بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمان (''کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے'') سے نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کا بیان ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا کہ 'یہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کے لیے جائز نہ تھا' جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: 'میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا اور مجھ سے قبل کسی نبی کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔' اگر کہا جائے کہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا معنی ہیں: 'تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو'۔ (اس کے جواب میں) کہا جائے گا کہ یہ خطاب ان سے ہے جن کی یہ چاہت تھی اور جن کا مقصد صرف دنیا اور اس کی بہتات تھی، اس سے نبی کریم ﷺ مراد نہیں ہیں۔"

اس کتاب میں ہمارا مقصود نہ اس واقعے سے متعلق علماء کی بیان کردہ تمام تفصیلات پیش کرنا ہے نہ اپنا موقف بیان کرنا کیونکہ یہ اس کتاب کا موضوع نہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ علمائے اہل سنت کے ہاں اس واقعے کو دیکھنے کے متعدد زاویہ نگاہ موجود رہے ہیں جنہیں کفر و بدعت نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح واقعہ تابیر نخل امام مسلم اور دیگر محدثین کی کتب میں مروی ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

---

[15] الشفا: ص ۲۸۸۔۲۸۹

حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَأْبُرُونَ النَّخْلَ يَقُولُونَ يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوهُ فَنَفَضَتْ أَوْ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ[16]

''حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور لوگ کھجور کی پیوند کاری کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ نر کھجور کا گابھا لے کر مادہ میں ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم تو اسی طرح کرتے ہیں (یعنی اس کا طریقہ بیان کیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ نہ کرو تو شاید زیادہ بہتر ہو۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا جس سے پھل (پکنے سے پہلے) گر گیا یا کم ہوا۔ انہوں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں جب تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اسے لے لو اور جب کسی بات کا محض حکم اپنی رائے سے دوں تو میں ایک بشر ہوں۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ان کو جواب میں فرمایا:

قَالَ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ[17]

''فرمایا: تم اپنے دنیا کے معاملہ کو زیادہ بہتر جانتے ہو۔''

اس حدیث کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں:

---

[16] صحیح مسلم: ص ۹۲۳: رقم الحدیث: ۲۳۶۲

[17] صحیح مسلم: ص ۹۲۳: رقم الحدیث ۲۳۶۳

أَيْ فِي أَمْر الدُّنْيَا وَمَعَايِشهَا لَا عَلَى التَّشْرِيع . فَأَمَّا مَا قَالَهُ بِاجْتِهَادِهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَرَآهُ شَرْعًا يَجِبُ الْعَمَل بِهِ ، وَلَيْسَ إِبَارُ النَّخْل مِنْ هَذَا النَّوْع، بَلْ مِنْ النَّوْع الْمَذْكُور قَبْله ، مَعَ أَنَّ لَفْظَةَ الرَّأْي إِنَّمَا أَتَى بِهَا عِكْرِمَة عَلَى الْمَعْنَى لِقَوْلِهِ فِي آخِرِ الْحَدِيث : قَالَ عِكْرِمَة : أَوْ نَحْو هَذَا ، فَلَمْ يُخْبِرْ بِلَفْظِ النَّبِيّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَقَّقًا . قَالَ الْعُلَمَاء : وَلَمْ يَكُنْ هَذَا الْقَوْل خَبَرًا ، وَإِنَّمَا كَانَ ظَنًّا كَمَا بَيَّنَهُ فِي هَذِهِ الرِّوَايَات . قَالُوا : وَرَأْيه صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُمُور الْمَعَايِش وَظَنّه كَغَيْرِهِ[18]

"یعنی کاروبار زندگی سے متعلق نہ کہ شریعت کے طور پر۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اگر کوئی شرعی بات اپنے اجتہاد سے فرمائی تو اس پر عمل واجب ہے۔ کھجور کی پیوند کاری اس قبیل سے نہیں بلکہ اس نوع سے ہے جس کا ذکر اس سے قبل کیا گیا ہے (یعنی جس کا تعلق محض کاروبار زندگی سے ہے) نیز 'رائے' کا لفظ عکرمہ روایت بالمعنی کے طور پر لائے ہیں کیونکہ حدیث کے آخر میں وہ فرماتے ہیں 'یا جیسی بات فرمائی'۔ پس عکرمہ نے بعینہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ بیان نہیں کئے۔ علماء کا کہنا ہے کہ (اللہ کے نبی ﷺ کی) یہ بات وحی و خبر نہ تھی بلکہ محض ایک خیال تھا جیسا کہ ان روایات میں بیان ہوا نیز ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے اور گمان دنیاوی امور میں دیگر لوگوں کی طرح سے ہے۔"

شیخ اکبر کا طریقہ بحث: ان روایات میں فَضَلَ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنْهُ بِأَرْبَعٍ اور أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ کے کلمات بظاہر رسول اللہ ﷺ پر صحابہ کرام کی جزوی فضیلت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اب یہ معلوم کرتے ہیں کہ شیخ ابن عربی نے اپنے مخصوص

[18] المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج: ص ۱۱۵

نظام فکر کے اندر رہتے ہوئے ان واقعات کو کس طرح دیکھا ہے۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے فتوحات مکیہ میں فی معرفۃ الاسماء الحسنیٰ التی لرب العزۃ کے عنوان سے باب باندھا جس میں اسمائے حسنیٰ کے اسرار و رموز بیان کئے۔ اس ضمن میں اسم 'الرزاق' کے حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں رزق معنوی، رزق حسی اور رزق معقول کی تفصیل بیان فرمائی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے خواب میں بندوں پر تجلیات پڑتی ہیں جو در حقیقت رزق کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ پس ان صورتوں کی جو تعبیر ہوتی ہے، وہی ان سے مقصود رزق ہوتا ہے۔ اسی تناظر میں شیخ ابن عربی حضور ﷺ کے خواب کا ذکر فرماتے ہیں جس میں آپ ﷺ دودھ نوش فرمارہے ہیں اور وہ دودھ ناخن مبارک سے نکل رہا ہے۔ پھر بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ صحابہ کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے اس دودھ کو علم قرار دیا۔[19] حضور ﷺ سے پہنچنے والے اسی رزق کے فیض کو شیخ رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اساری بدر اور حجاب کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے موافقت کا سبب قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> فإذا تصورت المعاني كالعلم في صورة اللبن والثبات في الدين في صورة القيد فرزق تلك الصورة ما أريدت له فإن كانت رؤيا فأصاب عابرها ما

---

[19] اس ضمن میں بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں: بينا انا نائم، اتيت بقدح لبن فشربت حتى إني لارى الري يخرج في اظفاري، ثم اعطيت فضلي عمر بن الخطاب، قالوا: فما اولته يا رسول الله، قال: العلم. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا تو میں نے خوب اچھی طرح پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ تری میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم۔" (باب فضل العلم: رقم الحدیث ۸۲)

أراد الله بها بتلك الصورة فذلك رزقها فدامت حياتها وبقاؤها وصورة ذلك ما يناله الرائي والمكاشف من ذلك كما رأى النبي صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم يشرب اللبن حتى خرج الري من أظافره مما تضلع منه فقيل له ما أولته يا رسول الله فقال العلم يعني أن العلم ظهر في صورة اللبن ولما كان العلم لبنا وصف نفسه بالشرب منه والتضلع إلى أن خرج الري من أظافره فنال كما قال علم الأولين والآخرين وما خرج منه من الري هو ما خرج إلى الناس من العلم الذي أعطاه الله لا غير ثم أعطى ما فضل في الإناء عمر فكان ذلك الفضل القدر الذي وافق عمر الحق فيه من الحكم كحكمه في أسارى بدر وفي الحجاب وغير ذلك ففاز به دون غيره من عند الله[20]

"جب معانی حسی صورتیں اختیار کرتے ہیں جیسے علم کے لئے دودھ کی صورت اور دین میں استقامت کے لئے بیڑی کی صورت تو ان صورتوں سے جو مقصود ہوتا ہے وہی اس کا رزق ہوتا ہے۔ پس اگر صورت خواب ہو اور تعبیر دینے والا اللہ کی مراد پالے، تو یہی اس کا رزق ہے اور اسی صورت کو حیات جاویدانی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی صورت وہی ہے جو بندہ خواب یا کشف میں دیکھنے والی چیز سے پاتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ آپ ﷺ دودھ نوش فرما رہے ہیں یہاں تک کہ اس کی تراوٹ سیر اب ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے مبارک ناخنوں سے پھوٹ نکلی۔ آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ نے اس کی کیا تاویل فرمائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علم۔ یعنی علم دودھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پس جب علم کی صورت دودھ ہے تو آپ ﷺ نے اپنی ذات مبارکہ کا وصف ایسے بیان فرمایا کہ آپ

---

[20] الفتوحات المکیۃ: ج ۷: ص ۳۲۲

ﷺ اس دودھ کو پی رہے ہیں اور اس سے سیر اب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ اس کی تراوٹ آپ ﷺ کے مبارک ناخنوں سے نکلنے لگی۔ پس آپ ﷺ نے جیسا کہ بیان فرمایا کہ اولین و آخرین کے علم کو حاصل کر لیا۔ اور جو تراوٹ آپ ﷺ کے مبارک ناخنوں سے خارج ہوئی وہ اس علم کے سوا کچھ نہیں جو آپ ﷺ سے لوگوں کی طرف منتقل ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے برتن میں بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ پس وہ بچا ہوا دودھ ہی تھا جس قدر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حق کی موافقت نصیب ہوئی جیسے آپ رضی اللہ عنہ کا بدر کے قیدیوں کے بارے اور حجاب اور دیگر امور کے بارے میں فیصلہ (بطور مشورہ) پیش کرنا۔ پس صرف آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ (بچا ہوا دودھ) حاصل ہوا جس کے سبب وہ دوسروں پر سبقت لے گئے۔"[21]

پس شیخ کے مطابق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کا اساری بدر کے معاملے میں اللہ کی منشا کے مطابق ہونا رسول اللہ ﷺ ہی کے نور علم کا فیضان تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اس واقعے کو کسی مقام پر یہ ثابت کرنے کے لئے پیش نہیں کر سکتے کہ نعوذ باللہ وہ خود یا کوئی امتی آپ ﷺ سے افضل ہے۔

حضور ﷺ کے ان تمام تر فضائل و کمالات کے ساتھ شیخ اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بحیثیت کامل بشر نسیان و سہو کا صدور بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ رب کریم کی منشا

---

[21] شیخ نے اس عبارت میں ایک حدیث بھی بالاختصار نقل فرمائی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شیخ نقل فرماتے ہیں: ضرب بيده بين كتفي فوجدت برد أنامله بين ثديي فعلمت علم الأولين والآخرين یعنی اللہ رب کریم نے اپنا دست قدرت اپنی شان کے مطابق میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھا تو میں نے اللہ کریم کی انامل کی ٹھنڈک کو اپنے سینے کے درمیان میں محسوس کیا پس میں نے اولین اور آخرین کے علم کو جان لیا۔" الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۲۱۰

کے مطابق یہ اس لیے ہے کہ ان تمام تر کمالات اور عصمت کے ساتھ کوئی یہ گمان نہ کر لے کہ اللہ کے رسول ﷺ بشر نہیں یا نعوذ باللہ اہل کتاب کی طرح غلو کا شکار ہو کر نبی کریم ﷺ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار نہ دے۔ مسلم شریف کی حدیث "دین سراسر خیر خواہی ہے، اللہ کے لیے اور اللہ کے رسول ﷺ کے لیے اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے"، اس کے تحت اساری بدر کے واقعے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

وأما النصيحة لرسول الله صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم ففي زمانه إذا رأى منه الصاحب أمرا قد قرر خلافه والإنسان صاحب غفلات فينبه الصاحب رسول الله صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم على ذلك حتى يواصل فعله بالقصد فيكون حكما مشروعا أو فعله عن نسيان فيرجع عنه فهذا من النصح لرسول الله صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم مثل سهوه في الصلاة فالواجب عليه في الرباعية أن يصليها أربعا فسلم من اثنتين فقيل له في ذلك فهذه نصيحة لرسول الله صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم فرجع وأتم صلاته وسجد سجدتي السهو وكان ما قد روى في ذلك وأمثال هذا ولهذا أمر الله عز وجل نبيه صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم بمشاورة أصحابه فيما لم يوح إليه فيه فإذا شاورهم تعين عليهم أن ينصحوه فيما شاورهم فيه على قدر علمهم وما يقتضيه نظرهم في ذلك أنه مصلحة كنزوله يوم بدر على غير ماء فنصحوه وأمروه أن يكون الماء في حيزه صَلَّى اللهُ عَليهِ وسَلَّم ففعل ونصحه عمر بن الخطاب رضي الله عنه في قتل أسارى بدر حين أشار بذلك[22]

"اللہ کے رسول ﷺ کے لیے خیر خواہی ان کے عہد سے تعلق رکھتی ہے جب

---

[22] الفتوحات المكية: ج٨: ص٢٦٨۔٢٦٩

آپ ﷺ کے کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسے امر کو دیکھا جس کے برخلاف آپ ﷺ خود حکم مقرر فرما چکے ہوں، انسان کبھی بے توجہی کی کیفیت میں ہوتا ہے، آپ ﷺ کے صحابی آپ ﷺ کی اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس سے (یہ یقین ہو جاتا کہ) قصد و ارادے سے عمل فرما رہے ہیں اور وہ شرعی حکم بن جائے، اگر آپ ﷺ نے بھول سے وہ کام کیا تو آپ ﷺ اس سے رجوع فرمالیں۔ یہ اس خیر خواہی میں سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے جیسے نماز میں سجدہ سہو کرنا۔ آپ ﷺ پر چار رکعات والی نماز میں چار رکعات ہی واجب تھیں۔ پس آپ ﷺ نے دو رکعات ہی پر سلام پھیرا تو آپ ﷺ سے اس بارے میں عرض کی گئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی تھی۔ آپ ﷺ نے رجوع فرما کر نماز مکمل کی اور دو سجدے سہو کے ادا فرمالیے۔ اس بارے میں اور اسی کی مثل باتوں میں اسی طرح مروی ہے۔[23] اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے صحابہ

---

[23] شیخ نے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ سے بحیثیت بشر سہو یا نسیان کے سبب کسی عمل کے صدور پر کسی صحابی رسول ﷺ کا نبی کریم ﷺ کو مطلع کرنے میں سجدہ سہو کی مثال پیش کی ہے۔ شیخ نے یہ مثال اپنی طرف سے نہیں بلکہ بخاری شریف کی احادیث کے پیش نظر ذکر کی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيْ الْعَشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا أَقَصُرَتْ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلَى قَدْ نَسِيتَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ (صحیح بخاری: ص۲۲۹: رقم الحدیث ۱۲۲۹)

صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنَى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ

رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں مشاورت فرمائیں جس بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی۔ جب آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کریں گے تو ان پر لازم ہوا کہ اپنے علم اور جیسے وہ مصلحت سمجھیں اس کے مطابق مشورہ دے کر خیر خواہی کریں جیسے آپ ﷺ کا بدر کے دن بغیر پانی والے مقام پر اترنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیر خواہی فرمانا اور التجا کرنا کہ پانی آپ ﷺ کے قبضے میں ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کے بارے میں خیر خواہی فرمائی جب آپ نے اس کا مشورہ دیا۔"

اسی طرح شیخ نے 'وشاورھم' کے پیش نظر یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ وہ امور جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خیر خواہانہ مشورہ پیش کرتے، اسی کی مثال میں شیخ نے اساری بدر کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض علماء کے ہاں اگرچہ اساری بدر اور تابیر نخل کے واقعات میں ایسی باتیں بھی منقول ہیں جن میں بظاہر نبی پر غیر نبی کی جزوی فضیلت ثابت ہوتی ہے، تاہم شیخ کے نزدیک اس میں کہیں بھی نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی تنقیص شان یا توہین کا کوئی پہلو نہیں کہ وہ اس مثال کو کسی مقام پر رسول اللہ ﷺ پر کسی دوسرے کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے بیان کر رہے ہوں۔

اساری بدر کے واقعے کی طرح شیخ اکبر نے تابیر نخل کے واقعے کو بھی اپنے منفرد انداز میں بیان کیا ہے جس سے آپ ﷺ کی نعت بیان ہوتی ہے۔ شیخ اس واقعے کو اپنی کتاب کے باب 'معرفة دورة فلک سیدنا محمد ﷺ وهی دورة السیادة' (ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کے

سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي (صحیح بخاری: ص۹۰: رقم الحدیث ۴۰۱)

فلک کے دائرے کا بیان جو دائرہ سیادت ہے) کے باب میں لائے ہیں۔ یہاں شیخ واضح فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی شریعتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کی شریعت کا فیضان تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کے وجود سے عالم میں عدل قائم ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اولین و آخرین کے تمام علوم عطا کیے گئے اسی لیے اس امت میں تمام سابقہ امتوں کی نسبت کشف زیادہ سریع ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی سیادت و قیادت علم اور حکم کی دنیا میں ثابت ہے، اگر آپ کی بعثت سب سے پہلے ہوتی تو سب انبیاء بھی آپ کے امتی ہوتے، اسی طرح قیامت کے دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیادت تمام بنی نوع انسان پر ثابت ہو گی جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ شیخ فرماتے ہیں فبه ابتدأت الاشياء و به كملت یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی سے چیزوں کی ابتداء ہوئی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی پر مکمل ہوئیں۔ اس تفصیل کے بعد شیخ بیان فرماتے ہیں:

لا يعطي السعادة في القرب الإلهي إلا بالإيمان فنور الايمان في المخلوق أشرف من نور العلم الذي لا إيمان معه فإذا كان الايمان يحصل عنه العلم فنور ذلك العلم المولد من نور الايمان أعلى وبه يمتاز على المؤمن الذي ليس بعالم فيرفع الله الذين أوتوا العلم من المؤمنين درجات على المؤمنين الذين لم يؤتوا العلم ويزيد العلم بالله فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لأصحابه أنتم أعلم بمصالح دنياكم فلا فلك أوسع من فلك محمد صلى الله عليه وسلم فإن له الإحاطة وهي لمن خصه الله بها من أمته بحكم التبعية فلنا الإحاطة بسائر الأمم ولذلك كنا شهداء على الناس[24]

"قرب الٰہی میں سعادت صرف ایمان سے عطا ہوتی ہے۔ پس مخلوق میں ایمان کا نور اس علم کے نور سے زیادہ بلند مرتبہ ہے جس کے ساتھ ایمان نہ ہو۔ پس جب ایمان سے

[24] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۲۲۱

علم بھی حاصل ہو تو ایمان سے جنم لینے والا یہ علم زیادہ عالی ہو گا۔ اسی نور سے وہ غیر عالم ایمان والے سے نمایاں ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اہل علم ایمان والوں کے درجات ان مومنین سے بڑھاتا ہے جن کے پاس علم نہیں اور انہیں اپنی معرفت میں ترقی دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں کہ تم اپنی دنیا کے معاملات زیادہ جانتے ہو۔ پس کوئی دائرہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فلک سے زیادہ وسیع نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے لیے (صفت) 'احاطہ' ہے (یعنی آپ ﷺ تمام افلاک علم کا احاطہ فرمانے والے ہیں) اور اس صفت سے آپ ﷺ کی امت میں جو خصوصیت سے سرفراز ہوا، وہ آپ ﷺ کی پیروی سے ہوا۔ پس ہمارے لیے (بھی) تمام امتوں کا احاطہ ہے، اسی لیے ہم قیامت کے دن تمام امتوں پر گواہ ہوں گے۔"

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ واقعہ اساری بدر اور تابیر نخل کو جن مقامات پر رکھتے ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ ہی کے علم کا اظہار امت کے ذریعے ہوتا ہے کیونکہ شیخ کے نزدیک علم کا کوئی بھی پہلو رسول اللہ ﷺ کے فلک علم سے باہر نہیں ہے کہ آپ ﷺ تمام علوم کا احاطہ فرمانے والے ہیں۔ لہذا شیخ کے نظام فکر میں اساری بدر کا واقعہ یا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ "تم اپنے دنیا کے امور کو زیادہ جانتے ہو"، ان میں کسی بھی طور پر کسی صحابی کی رسول اللہ ﷺ پر جزوی فضیلت کا اظہار نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی کے علم کا اپنے صحابہ کرام کے ذریعے ظہور ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیخ ان واقعات سے یہ استدلال نہیں کرتے کہ آپ ﷺ کا کوئی امتی آپ ﷺ سے افضل ہو گیا جیسا کہ ناقدین نے متعلقہ عبارت کو معنی دیتے ہوئے یہ فرض کر لیا اور اگر بالفرض شیخ ایسا کرتے تو بھی اہل سنت کے طریقہ فہم سے باہر نہ ہوتے کیونکہ بعض علماء نے ان واقعات کو ایک غیر نبی کی نبی پر جزوی افضلیت کے تناظر میں دیکھا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کے انہی اقوال کے پیش نظر ناقدین نے یہ فرض کر لیا کہ شیخ ابن عربی بھی ان واقعات کو اسی طرح سمجھ کر نعوذ باللہ حضور ﷺ پر اپنی کلی افضلیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

پس اس بحث سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ناقدین کے تینوں مفروضے غلط ہیں، ان کا اخذ کردہ مفہوم شیخ کے اصولوں، اساری بدر اور تابیر نخل کے واقعات پر شیخ کے موقف، شیخ کی متعدد دیگر عبارات اور خود اسی عبارت کے داخلی قرائن کی رو سے غلط ہے۔ اب ہم حافظ صاحب سے وہی گزارش کرتے ہیں جو انہوں نے ناقدین سے کی: "کیا شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی عبارات کا سیاق و سباق اور ان کا نظام فکر وہ تنقیدی مفہوم قبول کرتا ہے جو ناقدین اس عبارت میں شامل کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں کرتا، بلکہ اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔"

عبارت کے پہلے حصے کا درست مفہوم

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عبارت کا مفہوم کیا ہے؟ ابتدائی حصے میں خاتم الرسل اور خاتم ولایت سے کون مراد ہیں؟ شیخ یہاں کیا بحث کر رہے ہیں؟ اساری بدر اور تابیر نخل واقعات کا ذکر کیوں کیا گیا؟ چونکہ شیخ ابن عربی کے نظام فکر میں خاتم اولیاء سے مختلف شخصیات مراد ہوتی ہیں، اسی لئے شارحین شیخ نے اس عبارت کی توجیہ مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے کی ہے۔ بحث کو بہت زیادہ طول دینے کے بجائے ہم متن میں مختلف امکانات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ قاری کو اندازہ ہو سکے کہ اس عبارت کو پڑھنے کے متعدد امکانات موجود ہیں۔

پہلا امکان

شیخ ابن عربی کی فکر میں ختم ولایت ایک مقام ہے جس میں معین شخصیات اپنے مراتب کے لحاظ سے موجود ہیں، بالکل اسی طرح جیسے ولایت کے دائرے میں انبیاء و غیر انبیاء اپنے مراتب کے لحاظ سے موجود ہیں۔ چنانچہ شیخ مراتب و مقامات کی بحث میں شخصیات نہیں بلکہ مقامات کے اعتبار سے بحث کرتے ہیں نیز اس ضمن میں اصول یہ ہے کہ نبی کے مقابلے پر نبی اور غیر نبی کے مقابلے

پر غیر نبی ہوتا ہے۔ باب 7 میں درج اس بحث کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔[25] ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اب عبارت کے پہلے حصے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ عبارت کے مختلف اجزاء کا مطالعہ کرنے کے بعد عبارت سے جو مجموعی مفہوم بنتا ہے، آخر میں اس کی وضاحت کی جائے گی۔

ا۔ولیس هذا العلم إلا لخاتم الرسل وخاتم الأولیاء

"اور یہ علم (باللہ) نہیں ہے مگر خاتم الرسل اور خاتم الاولیا کے لیے۔"

شیخ فرمارہے ہیں کہ معرفت الٰہیہ کا وہ علم جو ہر آن بڑھتا ہے اور جس کے بعد اللہ تعالی کی معرفت کے بیان سے عاجز ہو کر انسان سکوت اختیار کر لیتا ہے، یہ علم خاتم الرسل اور خاتم الاولیاء کو حاصل ہے۔ یہاں خاتم الرسل سے مراد خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور خاتم الاولیاء سے مراد وہ تمام شخصیات جن پر شیخ کے نزدیک خاتم الاولیاء کا اطلاق ہوتا ہے یعنی حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام، امام مہدی علیہ السلام اور خود شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ۔ چونکہ خاتم الاولیاء سے خود آپ ﷺ کی ذات اقدس بھی مراد ہوتی ہے، اس اعتبار سے مطلب یہ بنے گا کہ ایسا علم اصلاً حضور ﷺ کو حاصل ہے جبکہ دیگر خواتم کو آپ ﷺ کے توسط سے حاصل ہوتا ہے۔ عبارت کے اس حصے کے بارے میں شیخ مہائمی فرماتے ہیں:

لکونهما اجمع لاسرار الرسالة و الولایة فناسبهما هذا العلم بالذات[26]

"کیونکہ یہ دونوں (یعنی خاتم الرسل اور خاتم الاولیاء بالترتیب) اسرار رسالت اور اسرار ولایت کے جامع ہیں۔ اسی لیے بالذات یہ علم ان دونوں کے لئے مناسب ٹھہرا۔"

---

[25] بالخصوص دیکھئے: ص 277 تا 287

[26] خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم: ص ۱۲۳

۲۔وما یراہ أحد من الأنبیاء و الرسل إلا من مشکاۃ الرسول الخاتم

”اس علم کو انبیاء اور رسول نہیں دیکھتے مگر رسول خاتم کے مشکوٰۃ سے۔“

مشکوۃ خاتم الرسل ﷺ: عبارت کے اس حصے میں ’مشکوٰۃ‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مشکوٰۃ کے معنی ’طاق یا چراغ دان‘ کے ہیں جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ نے فتوحات مکیہ میں اس لفظ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف شیخ کے ہاں اس لفظ کی نسبت کا مصدر قرآن مجید کی درج ذیل آیت مقدسہ ہے:

اللہ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللہُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللہُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللہُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿النور: ۳۵﴾

”اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا، اس کے نور کی مثال ایک چراغ دان جیسی ہے جس میں ایک چراغ ہو وہ چراغ ایک فانوس میں ہو وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہو موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہو برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا، قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے، اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“

شیخ اکبر کے افکار کی روشنی میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ کائنات میں ہر مقام سعادت اور ہر علم کی مشکوۃ محمد رسول اللہ ﷺ کی مشکوۃ ہے اور اسے ہی اللہ نے سب سے پہلے منور

فرمایا۔ اس عبارت میں اسی نور کی مثال بیان کی گئی ہے یعنی وہ طاق جس میں نور الٰہی جگمگا رہا ہے اور تمام انبیاء، رسل و اولیاء جس سے علم باللہ یعنی اللہ کی معرفت حاصل کر رہے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا سینہ مبارک ہے۔ چنانچہ شیخ واضح فرماتے ہیں کہ "مثل" سے یہاں وصف مراد ہے:

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكاةٍ فِيها مِصْباحٌ أي صفة نوره صفة المصباح[27]

"اللہ کے نور کی مثال ایک طاق کی جیسی ہے جس میں چراغ ہے یعنی اللہ کے نور کی صفت چراغ کی صفت ہے۔"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

فأين نور الشمس من نور السراج في الإضاءة ومع هذا فأخذ الشمس من السراج اسمه وافتقر إليه مع كونه أضوأ منه وجعل نبيه في هذا المقام سراجا منيرا وبه ضرب الله المثل في نوره الذي أنار به السموات والأرض فمثل صفته بصفة المصباح --- وذكر المشكاة وما هي للشمس فلنور السموات والأرض الذي هو نور الله مشكاة يعرفها من وحده بهذا التوحيد المبارك[28]

"سورج کی روشنی کا 'سراج' کی روشنی سے کیا مقابلہ! چنانچہ اگرچہ سورج سراج سے روشن تو ہے اور سورج نے اسی سے اپنا نام پایا اور اسی کا محتاج ہوا اور اللہ نے اس مقام پر اپنے نبی ﷺ کو 'سراجا منیرا' بنایا[29] اور اسی (چراغ) سے اپنے نور کی صفت بیان کی

---

[27] الفتوحات المکیۃ: ج۳: ص۲۳۲

[28] الفتوحات المکیۃ: ج۴: ص۳۷

[29] شیخ یہاں ان آیات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن میں سورج کو "سراج" کہا گیا، مثلاً وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿نوح: ١٦﴾ نیز آپ ﷺ کو سراج منیر کہا گیا: وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿الأحزاب: ٤٦﴾

جس سے تمام آسمان و زمین کو روشن کیا۔ پس اللہ نے اپنے نور کی صفت کو چراغ کی صفت کی مانند قرار دیا۔۔۔ اور اللہ نے طاق کا ذکر کیا جبکہ سورج کا طاق نہیں ہوتا۔ پس آسمانوں اور زمین کے نور کا، جو اللہ کا نور ہے، ایک طاق ہے جس کا عرفان وہی رکھتا ہے جو اللہ کی مبارک توحید کے قائل ہیں۔"

باب معرفت منزل افعال میں آپ فرماتے ہیں:

ومشكاته الرسول فهو محفوظ من الأهواء التي تطفيه وذلك المصباح في زجاجة قلبه وجسمه المصباح واللسان ترجمته والإمداد الإلهي زيته[30]

"اس نور کی مشکوٰۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہوائے نفس سے محفوظ ہیں جو اسے گل کر دیں۔ اور وہ چراغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے فانوس میں ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک چراغ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر اس کی ترجمان اور اللہ کی مدد اس چراغ کا تیل ہے۔"

شیخ کی ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنی آیت میں اسی مشکوۃ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان ہوئی ہے جسے اللہ نے سب سے پہلے منور فرمایا اور اس کا نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مطہر سے پورے عالم کو روشن کر رہا ہے اور اسی نور کی نسبت سے ہر ولی کے دل میں معرفت کا چراغ روشن ہے جو دیگر اولیاء و اہل ایمان کو بھی فیض یاب کر رہا ہے۔ اس لیے جب شیخ یہ فرما رہے ہیں کہ "اس علم کو انبیاء اور رسل نہیں دیکھتے مگر رسول خاتم کے مشکوٰۃ سے" تو آپ کی مراد یہی مشکوۃ محمدی ہے جس سے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام یہ خاص علم باللہ حاصل کرتے ہیں۔

---

[30] الفتوحات المکیۃ: ج۶: ص ۹۳۔۹۴

۳۔ ولا يراه أحد من الأولياء إلا من مشكاة الولي الخاتم
''اور اس علم کو اولیاء میں سے کوئی نہیں دیکھتا مگر ولی خاتم کے مشکوٰۃ سے''

خاتم اولیاء کے تصور کی تفصیلات سے واضح ہے کہ خاتم الاولیاء سے مراد اس مقام کے تمام افراد ہیں۔ شیخ فرمارہے ہیں کہ یہ علم خاتم الرسل یعنی آپ ﷺ سے نیز ان سے حاصل ہوتا ہے جو خاتم الاولیاء کے مقام پر فائز ہیں۔ باب 7 اور درج بالا تصریحات سے یہ واضح ہے کہ خاتم الاولیاء سے تین شخصیات مراد ہوسکتی ہیں: (1) اس اعتبار سے کہ حضور ﷺ کی ولایت ہی خاتم الاولیاء کا مشکوٰۃ ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور خاتم ولایت کبری اور (3) آپ ﷺ کے امتی شیخ ابن عربی بطور خاتم ولایت خاصہ۔ اسی بات کو باب 7 میں واضح کیا گیا تھا کہ موخر الذکر دونوں خواتم دو الگ دائروں کے خاتم ہیں۔ اس مقام پر کسی ایک خاتم کو معین کرنے کا قرینہ موجود نہیں۔ چونکہ حضور ﷺ کے سوا تمام تابع خواتم کی مشکوٰۃ، مشکوٰۃ محمدیہ ہی ہے، اسی بات کے پیش نظر شارح فصوص حضرت مؤید الدین جندی فرماتے ہیں:

اعلم ان الولاية المحمدية التى هي مشكاة خاتم الاولياء منها مادة الولايات كلها المتفرعة فى انبياء الامم و رسلهم و عامة الاولياء و خاصتهم [31]

''جان لو کہ ولایت محمدیہ ہی جو کہ خاتم الاولیاء کا مشکوٰۃ (طاق) ہے تمام ولایتوں کا مایہ ہے جو تمام امتوں کے انبیاء و رسل اور عام و خاص اولیاء میں پھیلا ہوا ہے۔''

یعنی آپ ﷺ کی ولایت ہی تمام ولایتوں کی اصل ہے اور اسی ولایت محمدیہ کو خاتم ولایت خاصہ و عامہ کی مشکوٰۃ کہا گیا ہے۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ کی ولایت رسل، انبیاء اور تمام خاص و عام اولیاء کا

[31] شرح مؤید الدین جندی: ص ۲۱۲

ماخذ ہے۔ چنانچہ شیخ کہہ رہے ہیں کہ مقامات ولایت کے ہر دائرے کا ہر ولی اس علم کو اپنے ولی خاتم سے دیکھتا ہے۔ یاد رہے کہ جب ہر رسول کی امت کے اولیاء کے خاتم یعنی اس امت کے رسول بھی ولایت میں رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں تو خاتم ولایت محمدیہ بدرجہ اولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہوں گے اور یہ سب مشکوۃ خاتم الرسل سے یہ علم حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ حتى أن الرسل لا يرونه- متى رأوه- إلا من مشكاة خاتم الأولياء: فإن الرسالة والنبوة- أعني نبوة التشريع، ورسالته- تنقطعان، والولاية لا تنقطع أبداً. فالمرسلون، من كونهم أولياء، لا يرون ما ذكرناه إلا من مشكاة خاتم الأولياء، فكيف من دونهم من الأولياء؟

"یہاں تک کہ رسل بھی جب اس علم کو دیکھتے ہیں تو خاتم الاولیاء ہی کے مشکوۃ سے دیکھتے ہیں، کیونکہ تشریعی رسالت و نبوت اگرچہ دونوں منقطع ہونے والے ہیں لیکن ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ (جب) اللہ کے رسول اولیاء ہونے کے اعتبار سے اس علم کو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے خاتم الاولیاء کے مشکوۃ سے دیکھتے ہیں، تو ان سے کم مرتبہ اولیاء کا کیا حال ہو گا؟"

متعلقہ عبارت کے پہلے جملے میں شیخ کہتے ہیں کہ "انبیاء ورسل میں سے ہر ایک اسے خاتم الرسل کی مشکوۃ سے دیکھتا ہے"، جبکہ درج بالا عبارت میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء ورسل خاتم الاولیاء کی مشکوۃ سے یہ علم حاصل کرتے ہیں جو بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ شیخ کے نظام میں آپ ﷺ کی ذات میں ولایت ایمان، ولایت رسالت اور ولایت نبوت جمع ہیں اور آپ ﷺ سب کے خاتم ہیں (دیکھئے شکل 25)۔ یہ ظاہری تضاد اس لئے جنم لے رہا ہے کیونکہ خاتم الرسل ہونا ایک طرف آپ ﷺ کی ذات کی خصوصیت ہے اور دوسری طرف آپ ﷺ کی جہت ولایت کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ایک الگ جہت۔ اس ظاہری تضاد کے پیش

نظر اب شیخ کہتے ہیں کہ رسول اپنی جہت ولایت سے جب اس علم کو دیکھتے ہیں تو اپنے خاتم الاولیاء یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی جہت ولایت کی مشکوٰۃ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اس عبارت میں خاتم الاولیاء سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ خاتم ولایت رسل بھی ہیں، خاتم ولایت انبیاء بھی ہیں اور خاتم ولایت اولیاء بھی۔ پس شیخ کہتے ہیں کہ عام اولیاء ہی نہیں بلکہ انبیاء و رسل بھی ولی ہونے کے اعتبار سے اس علم کو خاتم الاولیاء یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی جہت ولایت ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اس کی دلیل اپنے نظام فکر میں یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ درجہ معرفت الٰہی سے عبارت ہے جو انبیاء کی جہت ولایت سے متعلق ہے نہ کہ تشریع و تبلیغ سے کہ وہ احکام پہنچانے سے عبارت ہے نیز یہ بات معلوم ہے کہ نبوت تشریع اور احکام پہنچانے کا عمل مکمل ہو جاتے ہیں جبکہ ولایت برقرار رہتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رسل بھی یہ علم اپنے خاتم الاولیاء یعنی آپ ﷺ کے مشکوٰۃ سے حاصل کرتے ہیں، جب انبیاء کا یہ معاملہ ہے تو دیگر غیر نبی اولیاء خاتم الاولیاء سے کیسے مستغنی ہو سکتے ہیں؟

اس علم کے معاملے میں ہر ولی اپنے دائرے کے خاتم ولایت نیز ہر خاتم ولایت حقیقی خاتم الاولیاء سے کس طرح متصل ہے، اسے شکل 30 میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ عبارت سے متعلق ہستیوں کو شیخ کی فکر کے مطابق سعادت کے لحاظ سے تین مراتب میں دکھایا گیا ہے۔ پہلے مرتبے میں صرف آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے جو بطور رسول خاتم الرسل اور بطور ولی خاتم الاولیاء ہیں۔ دوسرے مرتبے پر انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں جو براہ راست حضور ﷺ سے مستفید ہوتے ہیں اور ان کے لئے خاتم الاولیاء خود آپ ﷺ ہیں۔ شیخ کے ان الفاظ کہ "حتی کہ رسل بھی اسے خاتم الاولیاء ہی سے دیکھتے ہیں" کا یہی مفہوم ہے۔ تیسرا مرتبہ یا مقام انبیاء کے متبعین اولیاء کا ہے جس میں دو سلسلہ ولایت کے خواتم الاولیاء بھی شامل ہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ خاتم الاولیاء ہونے کی حیثیت میں یہ تینوں ایک نوع یا مقام میں ہیں، تاہم بطور شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں سے افضل ہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کو مقام نبوت و رسالت بھی حاصل ہے۔

شکل 30: علم باللہ کے ماخذات کی ساخت
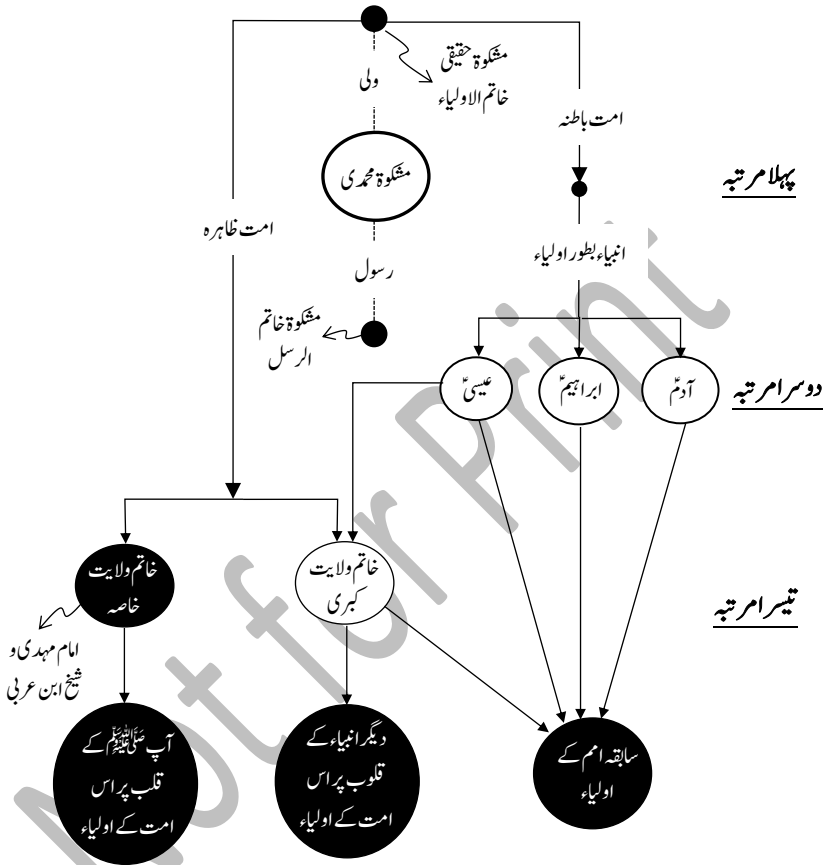
شیخ کا یہ اصول باب 7 میں بیان کیا جا چکا کہ مراتب کے موازنے کے لحاظ سے اس امت کے اولیاء پچھلی امتوں کے اولیاء کے مقابلے میں آتے ہیں نہ کہ انبیاء کے۔ ان سب خواتم کی مشکوۃ کا منبع حضور ﷺ کی مشکوۃ ہے۔ غور کیجئے کہ خاتم ولایت خاصہ کے ذریعے علم پہنچنا ان اولیاء کے لئے متعلق ہے جو ولایت خاصہ سے متعلق ہیں۔ پس اس عبارت سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ انبیاء و رسل

بشمول خود آپ ﷺ بھی خاتم ولایت خاصہ یعنی شیخ ابن عربی کی مشکوۃ سے اس علم کو دیکھتے ہیں، یہ شیخ کے نظام فکر سے ہم آہنگ بات نہیں۔ چونکہ اس علم کا معدن واحد آپ ﷺ کی مشکوۃ ہے، اسی لئے اس مکمل عبارت کے تیسرے حصے میں شیخ فرماتے ہیں:

فكل نبی من لدن آدم الی اخر نبی ما منهم احد ياخذ الا من مشكاة خاتم النبيين[32]

"پس ہر نبی حضرت آدم علیہ السلام سے (آپ ﷺ سے پہلے) اللہ کے آخری نبی تک کوئی ایک بھی اسے حاصل نہیں کرتا مگر خاتم النبیین ﷺ کے مشکوٰۃ سے۔"

یعنی ہر ایک حضور ﷺ ہی کی مشکوۃ سے یہ علم حاصل کرتا ہے، دیگر محض آپ ﷺ کے مظاہر ہیں۔ فصوص الحکم کی اس عبارت کے تیسرے حصے میں اسی سے آگے شیخ فرماتے ہیں:

فخاتم الرسل من حيث ولايته، نسبته مع الخاتم للولاية نسبة الأنبياء والرسل معه، فإنه الولي الرسول النبي و خاتم الاولياء الولى الوارث آلاخذ عن الاصل المشاهد للمراتب[33]

"خاتم رسل ﷺ کو باعتبار ولایت کے خاتم ولایت سے وہی نسبت حاصل ہے جو انبیاء اور رسولوں کو ان (ﷺ) کے ساتھ حاصل ہے کیونکہ آپ ﷺ ولی، رسول اور نبی ہیں۔ اور خاتم الاولیاء ولی وارث ہیں جو اصل سے (فیض) لینے والے اور تمام مراتب کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔"

شیخ کہہ رہے ہیں کہ خاتم الرسل کو جو نسبت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہے، وہی نسبت انہیں اس

---

32 فصوص الحکم: ج۱: ص۱۵۴

33 فصوص الحکم: ج۱: ص۱۵۷

خاتم ولایت سے ہے جو آپ کا وارث ہے۔ انبیاء سے آپ ﷺ کو ایک نسبت یہ ہے کہ سب آپ ﷺ ہی سے شریعت اخذ کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ ان کے لئے خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح خاتم ولایت خاصہ بھی آپ ﷺ ہی سے مقامات اخذ کرتا ہے اور حقیقتاً آپ ﷺ ہی اس کے لئے خاتم ہیں۔ معلوم ہوا کہ مشکوۃ حقیقتاً ایک ہی خاتم الاولیاء کی ہے جو آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ شیخ مزید فرمارہے ہیں کہ آپ ﷺ ولایت، نبوت ورسالت تمام جہات کے جامع ہیں، اسی لئے آپ کو سب سے یہ نسبت ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر شارح فصوص علامہ عبد الرحمن جامی فصوص الحکم کی زیر بحث عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(ولا يراه أحد من الأولياء إلا من مشكاة الولي الخاتم) التي هي جهة باطنية الرسول والخاتم (حتى أن الرسل) أيضا من حيث أنهم أولياء (لا يرونه متى رأوه إلا من مشكوة خاتم الأولياء) التي هي مشكوة ولاية الرسول الخاتم وإلا لم يصح كلا الحصرين معا حصر رؤية المرسلين أولا في مشكوة خاتم الأنبياء وحصرها ثانية في مشكاة خاتم الأولياء فمشكاة خاتم الأنبياء في الولاية الخاصة المحمدية وهي بعينها مشكوة خاتم الأولياء لأنه قائم لمظهريتها[34]

"(اور اسے اولیاء میں سے کوئی نہیں دیکھتا مگر ولی خاتم کے مشکوٰۃ سے)جو کہ رسول و خاتم کی جہت باطنی ہے۔ (یہاں تک کہ رسل) اپنے ولی ہونے کے اعتبار سے (اس علم کو جب بھی دیکھتے ہیں صرف خاتم الاولیاء کی مشکوٰۃ سے) دیکھتے ہیں جو رسول خاتم ﷺ کی ولایت کا مشکوٰۃ ہے ورنہ (یعنی اگر یہ معنی مراد نہ لئے جائیں تو) یہ دونوں حصر ایک ساتھ درست نہیں بیٹھتے کہ پہلے رسولوں کا دیکھنا خاتم الانبیاء کی مشکوٰۃ کے ساتھ خاص کر

---

34 شرح الجامی علی الفصوص: ص۹۹

دیا اور دوسری مرتبہ حصر خاتم الاولیاء کے ساتھ۔ پس خاتم الانبیاء ﷺ کا مشکوۃ ولایت خاصہ محمدیہ میں ہے اور یہی بعینہ خاتم الاولیاء کا مشکوٰۃ ہے کیونکہ خاتم الاولیاء اسی ولایت محمدیہ کا مظہر ہونے کی وجہ سے قائم ہے۔"

اسی طرح شاہ محمد مبارک العلی فرماتے ہیں:

"یعنی نہیں دیکھتا ہے حق تعالیٰ کو اور نہیں اخذ کرتا ہے علم اور شہود کو کوئی انبیاء اور رسولوں سے اس اعتبار سے کہ یہ لوگ اولیاء ہیں نہ کہ اس اعتبار سے کہ یہ لوگ رسول ہیں مگر مشکوٰۃ اور فانوس سے خاتم الانبیاء ﷺ کے اور نہیں دیکھتا ہے حق تعالیٰ کو کوئی اولیاء میں سے مگر مشکوٰۃ سے خاتم الاولیاء کے اس اعتبار سے کہ وہ مشکوٰۃ جہت باطنی خاتم الانبیاء کی ہے اس لیے کہ مشکوٰۃ ولایت خاصہ محمدیہ بعینہ مشکوٰۃ ولایت خاتم الاولیاء کی ہے۔ جان تو اے سالک! رسول اللہ ﷺ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مظہر اسم اعظم اللہ کے ہیں کہ جامع ہیں جمیع اسماء حق تعالیٰ کو ظاہر ان کا نبوت اور رسالت ہے اور باطن ان کا ولایت۔"[35]

مولانا عبد القدیر صاحب فرماتے ہیں:

"یہ شہود و معرفت و القابلا واسطہ، بالذات، بالاصالۃ صرف خاتم الرسل و خاتم الاولیاء کو ہے، انبیاء و رسل جو دیکھتے ہیں وہ مشکوۃ خاتم الانبیاء والرسل سے دیکھتے ہیں۔ اور کوئی ولی کچھ نہیں پاتا مگر مشکوۃ خاتم الاولیاء سے۔۔۔ انبیاء و رسل اولیاء ہونے کی وجہ سے مشکوۃ خاتم الاولیاء یعنی افضل الانبیاء ﷺ سے ہی دیکھتے ہیں۔ تو پھر دوسرے اولیاء کا کیا

---

[35] فصوص الحکم کنوز اسرار القدم: ص۲۸

ذکر ہے۔"[36]

اس عبارت میں یہ بحث ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ بطور خاتم الاولیاء اپنے خاتم الرسل ہونے سے افضل ہیں اور اس اعتبار سے مقام خاتم الاولیاء مقام خاتم الرسل سے افضل ہے۔ البتہ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ خاتم الاولیاء کے مقام میں شامل ہر ہر فرد خاتم الرسل سے افضل ہے، یہ معنی اخذ کرنا وہی غلطی ہو گی جس کی وضاحت باب 7 میں کی گئی کہ "ولایت افضل ہے رسالت سے" کا مطلب یہ نہیں کہ ولایت کی حامل ہر شخصیت رسول سے افضل ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ نبی بطور ولی نبی بطور رسول سے افضل ہوتا ہے۔ یہی مقدمہ یہاں بیان ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کا خاتم الاولیاء ہونے کا مقام " خاتم الرسل "ہونے سے افضل ہے نہ کہ ختم ولایت کا حامل ہر فرد خاتم الرسل سے افضل ہے۔ ان دو مقامات کے اندر جب معین شخصیت کے موازنے کی بات ہو گی تو خاتم الرسل بطور معین شخصیت یعنی محمد ﷺ کے مد مقابل خود آپ ﷺ ہی کی جہت ولایت بطور خاتم الاولیاء ہو گی نہ کہ حضرت عیسی علیہ السلام یا آپ ﷺ کے کسی امتی کی جہت خاتم الاولیاء۔ ناقدین کو معنی سمجھنے میں اس لئے غلطی لگی کیونکہ وہ "مقامات" کی بحث کو "شخصیات" کی بحث سے خلط ملط کر دیتے ہیں۔

۵۔وإن كان خاتم الأولياء تابعاً في الحكم لما جاء به خاتم الرسل من التشريع، فذلك لا يقدح في مقامه ولا يناقض ما ذهبنا إليه فإنه من وجه يكون أنزل كما أنه من وجه يكون أعلى

"اور اگرچہ خاتم الاولیاء اس شریعت کے حکم کے تابع ہے جو خاتم الرسل لے کر آئے، تاہم یہ اس کے مقام کو کم نہیں کرتا نہ اس بات کے خلاف ہے جس کی طرف ہم گئے

---

[36] فصوص الحکم از عبد القدیر صدیقی: ص ۳۳

باباذہین شاہ تاجی صاحب بھی یہی بات کہتے ہیں (فصوص الحکم، تنبیہات و تشریحات: ص ۹۲)۔

کیونکہ اگر وہ کسی اعتبار سے کم ہے تو کسی اعتبار سے اعلی۔"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ خاتم الاولیاء تو خاتم الرسل کی لائی ہوئی شریعت کا تابع بھی ہوتا ہے، پھر خاتم الاولیاء کا مقام خاتم الرسل کے مقام سے اعلی کیسے ہوا؟ اس کا جواب سمجھنے کے لئے یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا تفصیلات کے مطابق خاتم الاولیاء بطور مقام میں چار افراد ہیں جبکہ خاتم الرسل صرف آپ ﷺ اپنی جہت رسالت کے اعتبار سے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ اگرچہ خاتم الاولیاء بطور مقام بعض اعتبار (یعنی تابع خاتم الاولیاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام، امام مہدی و شیخ ابن عربی) کے لحاظ سے خاتم الرسل کی شریعت کے تابع ہے یعنی آپ ﷺ کی جہت رسالت کے تابع ہے، تاہم یہ بات خاتم الاولیاء بطور مقام کی اس فوقیت کے خلاف نہیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا کیونکہ یہ مقام کسی شخصیت کے تابع ہونے کے لحاظ سے اگر انزل معلوم ہوتا ہے تو دو وجوہ سے اعلی ہے: (1) مقام خاتم الاولیاء میں حضور ﷺ بطور "فرد" کے اعتبار سے نیز (2) "برقرار بمقابلہ منقطع"[37] کے اعتبار سے آپ ﷺ کا مقام خاتم الاولیاء (نہ کہ اس کا ہر ہر فرد) اعلی ہے۔ پس اگر ایک اعتبار سے یہ مقام انزل معلوم ہو رہا ہے تو دوسری جہت سے اعلی ہے۔ مکرر عرض ہے کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مقام خاتم الاولیاء کا ہر فرد (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، امام مہدی و شیخ ابن عربی) حضور ﷺ کی جہت خاتم الرسل سے افضل ہے بلکہ معاملہ یوں ہے کہ چونکہ خود آپ ﷺ بطور خاتم الاولیاء اپنی جہت خاتم الرسل سے افضل ہیں اس لئے حضور ﷺ کے اعتبار سے یہ مقام افضل ہے۔

اس بات کو شکل 30 سے بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، تاہم بات کی مزید وضاحت کے لئے شکل نمبر 31 کی مدد لی گئی ہے۔ غور کیجئے کہ خاتم الرسل صرف آپ ﷺ ہیں۔ اس کے برعکس خاتم

[37] اس کی تشریح باب 7 میں بیان ہوئی اور اوپر بھی گزری کہ ولایت ابدی و سرمدی ہے جبکہ عمل رسالت عمل مکمل ہو کر منقطع ہو جاتا ہے۔

الاولیاء کے مقام میں اپنے اپنے دائرے یا مرتبے کے اعتبار سے متعدد افراد ہیں۔ خاتم ولایت کبری اور خاتم ولایت خاصہ کے اعتبار سے جہت خاتم الاولیاء جہت خاتم الرسل کے تابع ہے، تاہم یہ اس معاملے کو دیکھنے کا صرف ایک زاویہ ہے۔ دیگر زاویوں سے خاتم الاولیاء کا مقام خاتم الرسل کے مقام سے اعلی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

شکل 31: مقام خاتم الاولیاء و خاتم الرسل اور خاتم الاولیاء کے تابع ہونے کا مفہوم
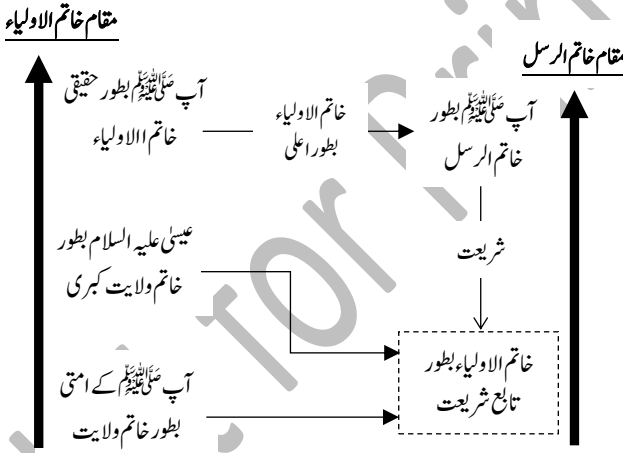
یہ عبارت اپنی وضع میں اسی شعر کی طرح ہے جس کا ذکر باب 7 میں شیخ ابن تیمیہ کی غلط فہمی کے ضمن میں کیا گیا۔ اسکی غلط فہمی وہاں واضح کی جا چکی، وہ بحث سمجھنا اس عبارت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

٦۔وقد ظهر في ظاهر شرعنا ما يؤيد ما ذهبنا إِليه في فضل عمر في أسارى بدر بالحكم فيهم، وفي تأبير النخل، فما يلزم الكامل أن يكون له التقدم في

كل شيء وفي كل مرتبة- وإنما نظرُ الرجال إلى التقدم في رتبة العلم باللهَّ: هنالك مطلبهم،و أما حوادث الأكوان فلا تعلق لخواطرهم بها فتحقق ما ذكرناه

"ظاہر شریعت میں ہماری رائے کی تائید موجود ہے (جیسے) بدر کے قیدیوں کے حکم کے بارے میں حضرت عمر کی فضیلت اور تابیر نخل کے واقعے میں ہے۔ پس کامل کے لئے لازم نہیں کہ اسے ہر شے اور ہر مرتبے میں تقدیم حاصل ہو، مردان خدا کی نگاہ اللہ کی معرفت میں آگے بڑھنے کی طرف ہوتی ہے، یہی ان کا مقصود ہے۔ جبکہ تکوینی واقعات سے ان کے خواطر کا تعلق نہیں ہوتا۔ پس اس کی حقیقت کو جان لو جو ہم نے ذکر کیا ہے۔"

شیخ کہتے ہیں کہ تابع کا کسی اعتبار میں آگے نکل جانا، اس کی مثال ظاہر شریعت میں اساری بدر اور تابیر نخل کی صورت میں موجود ہے، یعنی بعض اوقات تابع کسی جہت میں متبوع سے آگے ہو جاتا ہے۔ مقامات کے تناظر میں بات سمجھانے کے لئے ان مثالوں سے یہاں اسی قدر مقصود ہے کہ ایک شے تابع ہوتے ہوئے بھی کسی جہت میں آگے ہو سکتی ہے، اس میں حیرانی کی بات نہیں۔ اسی طرح خاتم الاولیاء کی جہت کا کسی اعتبار میں خاتم الرسل کی جہت کے تابع ہونے کے باوجود بطور نوع (نہ کہ بلحاظ ہر ہر فرد) اس سے مقدم ہونا ممکن ہے۔ پس سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کسی مقام یا نوع کے مجموعی طور پر افضل ہونے کے لئے یہ لازم نہیں کہ وہ ہر اعتبار اور ترتیب میں مقدم ہو۔

چنانچہ اس عبارت میں تین امور بیان ہوئے ہیں:

1۔ علوم الٰہیہ کے ماخذ حقیقی یعنی آپ ﷺ کی جہت ولایت کی مرکزیت کو اجاگر کرنا جیسا کہ دیگر مقامات پر شیخ اس کی صراحت کرتے ہیں۔ شیخ یہاں صرف شخصیات نہیں بلکہ اپنے عام طریقہ کار کے مطابق خاص طور پر مقامات کی بحث کر رہے ہیں

2۔ اس علم کی تقسیم کے معاملے میں ہر دائرے میں خاتم الاولیاء کے مقام کو اجاگر کرنا
3۔ جہت ولایت کی جہت رسالت سے افضل ہونے کی دلیل دینا نیز اس پر وارد ہونے والے ایک ممکنہ اعتراض کا جواب دینا

چنانچہ جو عبارت علم باللہ کی تقسیم میں مراتب مقامات کے بیان سے متعلق تھی، ناقدین نے اسے شیخ ابن عربی کی تمام انبیاء سے افضیلت کا موضوع بنا کر فضا کو دھندلا دیا اور یوں ایک کے بعد دوسرا ناقد شیخ کی تکفیر و تضلیل کرنے لگا۔

دوسرا امکان

اس عبارت کو حل کرنے کے لئے مقامات سعادت سے متعلق شیخ کی فکر کے جن کم از کم تصورات کی ضرورت تھی، اس کتاب میں اس بحث کو صرف اسی قدر پھیلایا گیا۔ البتہ شیخ کی فکر کے چند مزید پہلوؤں کو اگر تفصیلاً کھول دیا جائے تو اس عبارت کو سمجھنے کے نئے زاویے سامنے آتے ہیں۔ ایک اہم تصور "حقیقت محمدیہ ﷺ" کا تصور ہے جسے سمجھنے کے لئے شیخ کی فکر میں وجود اور خدا کے ساتھ اس کی نسبتوں کی تفصیلات معلوم ہونا ضروری ہے، اس کے بعد ہی حقیقت محمدیہ ﷺ کا تصور سمجھنا ممکن ہو پاتا ہے۔ مقامات سعادت کی ترتیب اور اس کی تقسیم میں آپ ﷺ کی مرکزیت کے باب میں جو کچھ بیان کیا گیا، شیخ کی فکر میں وہ حقیقت محمدیہ ﷺ کی ایک جہت ہے۔ شیخ کا تصور وجود چونکہ ہماری کتاب کا موضوع نہیں، اس لئے ہم بحث کو اس رخ پر نہیں لے کر گئے تاکہ کتاب میں بحث کی پیچیدگی نسبتاً کم رہے۔ تاہم اس عبارت کو حل کرنے کے دوسرے امکان کی طرف ہم یہاں اشارہ کئے دیتے ہیں۔

عبارت کے الفاظ وإن كان خاتم الأولياء تابعاً في الحكم لما جاء به خاتم الرسل من التشريع، فذلك لا يقدح في مقامه ولا يناقض ما ذهبنا إليه فإنه من وجه يكون أنزل كما أنه من وجه يكون أعلى وقد ظهر في ظاهر شرعنا ما يؤيد ما ذهبنا إليه في فضل

عمر في أسارى بدر بالحكم فيهم، وفي تأبير النخل کو بعض شارحین نے درج بالا تشریح کے بجائے دوسرے طرز پر بھی دیکھا ہے۔ اس مفہوم کی رو سے یہاں خاتم الاولیاء سے مراد حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں اور یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگرچہ یہ حضرات تشریع میں محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں، اس سے نہ نبی کریم ﷺ کے مقام میں کوئی کمی لازم آتی ہے نہ شیخ کے مذہب و موقف میں تضاد پیدا ہوتا ہے کیونکہ آپ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے مظہر ہیں۔ شیخ داؤد قیصری اس عبارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

فان الشيخ صرح بانه عيسىٰ عليه السلام [38]

"بے شک شیخ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔"

شیخ اکبر کے نزدیک ولایت نبوت کا باطن ہے اور خاتم الاولیاء دراصل نبی کریم ﷺ ہی کے مظہر ہیں۔ یہاں خاتم الاولیاء سے مراد حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں کہ اگرچہ آپ خاتم ولایت ہیں، تاہم تشریع میں محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں اس سے نہ شیخ کے مذہب و موقف میں تضاد پیدا ہوتا ہے نہ ہی اس سے نبی کریم ﷺ کے مقام میں اس اعتبار سے کوئی قباحت لازم آتی ہے کہ خاتم الاولیاء رسول اللہ ﷺ کے مظہر ہیں۔ پس اگر خاتم الاولیاء خاتم الرسل ﷺ کے تابع ہیں تو اس جہت سے اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ ہی کے مظہر ہیں تاہم یہ آپ ﷺ کی انزل جہت ہے۔ اگر خاتم الاولیاء تمام اولیاء کے خاتم ہیں تو یہ رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ جہت ہے۔ اس پر دلیل کے طور پر شیخ نے تابیر نخل اور اساری بدر کی مثال پیش کی ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان دونوں واقعات میں چونکہ صحابہ کرام کا علم رسول اللہ ﷺ ہی کے علم کا مظہر ہے اسی لیے اگر وہ امر ربی میں موافقت کرتے ہیں یا ان سے بظاہر بحیثیت تابع کسی جزوی فضیلت کی بات ظاہر

---

38 مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ج۱: ص۲۴۴

ہوتی ہے تو یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی کے نور علم کی برکت ہے کیونکہ فلک علم کا احاطہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ کا مشورہ کرنا، یا ان کا کسی مسئلہ میں بظاہر بہتر بات کہنا یا سہو و نسیان میں آپ ﷺ کو ان کا یاد دہانی کروانا، یہ تمام رسول اللہ ﷺ ہی کے علم کا ظہور ہے۔ اس کی تفصیل ہم مقامات سعادت کے باب میں خاتم الاولیاء کے ضمن میں کر چکے ہیں کہ شیخ کے نظام میں خاتم الاولیاء خواہ وہ ختم ولایت محمدیہ ہوں یا ختم ولایت عامہ، نبی کریم ﷺ ہی کے علم کا فیض ہے جو ان صورتوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔ پس اس بحث میں رسول اللہ ﷺ پر شیخ اپنی فضیلت ثابت نہیں کر رہے بلکہ نبی کریم ﷺ کی مختلف جہتوں سے فضلیت کو بیان فرما رہے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں:

وأما القطب الواحد فهو روح محمد صلى الله عليه وسلم وهو الممد لجميع الأنبياء والرسل سلام الله عليهم أجمعين والأقطاب من حين النشء الإنساني إلى يوم القيامة --- ولهذا الروح المحمدي مظاهر في العالم أكمل مظهره في قطب الزمان وفي الأفراد وفي ختم الولاية المحمدي وختم الولاية العامة الذي هو عيسى عليه السلام [39]

"جہاں تک قطب واحد کا تعلق ہے: وہ روح محمد ﷺ ہے، آپ ہی تمام انبیاء و رسل، اللہ کا ان سب پر سلام ہو، نیز اقطاب کو آفرینش نوع انسانی سے قیامت تک (حصول منازل قرب الٰہیہ میں) فیض یاب کرنے والے ہیں۔۔۔ اور اس روح محمدی ﷺ کے عالم میں مظاہر ہیں جن میں سب سے کامل مظہر قطب زمان، افراد اور ولایت محمدیہ و ولایت عامہ کے خاتم ہوتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔"

---

[39] فصوص الحکم: ج ۱: ص ۲۳۱۔ ۲۳۲

متعدد شارحین نے اس پہلو کو اپنے اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ عبد الرحمن جامی فرماتے ہیں:

اعلم ان الحقیقة المحمدیة مشتملة علی حقائق النبوة و الولایة کلها، فاحدیة جمع حقائق النبوة ظاهرها و احدیة جمع حقائق الولایة باطنها فالانبیاء من حیث انهم انبیاء مستمدون من مشکوٰة نبوته الظاهرة و من حیث انهم اولیاء مستمدون من مشکوٰة ولایته الباطنة و کذ االاولیاء التابعون یستمدون من مشکوة ولایته، فالاولیاء و الانبیاء کلهم مظاهر لحقیقته، الانبیاء لظاهر نبوته و الاولیاء لباطن ولایته ، و خاتم الاولیاء مظهر احدیة جمعه لحقائق ولایته الباطنة فالاستمداد من مشکوٰة خاتم الاولیاء بالحقیقة هو استمداد من مشکوٰة خاتم الانبیاء[40]

"جان لو کہ حقیقت محمدیہ ﷺ نبوت وولایت دونوں کے کل حقائق پر مشتمل ہے۔ پس حقیقت محمدیہ ﷺ کا ظاہر تمام حقائق نبوت کی اکائی ہے اور اس کا باطن تمام حقائق ولایت کی۔ پس انبیاء انبیاء ہونے کے اعتبار سے آپ ﷺ کی نبوت ظاہرہ کے مشکوٰۃ سے مدد طلب کرتے ہیں اور اولیاء ہونے کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ولایت کے باطن کے مشکوٰۃ سے۔ اسی طرح تابع اولیاء بھی آپ ﷺ کی ولایت کے مشکوٰۃ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پس اولیاء و انبیاء سب کے سب آپ ﷺ کی حقیقت کے مظاہر ہیں، انبیاء آپ ﷺ کی نبوت کے ظاہر کے اور اولیاء آپ ﷺ کی ولایت کے باطن کے۔ اور خاتم الاولیاء آپ ﷺ کے تمام حقائق نبوت کی اکائی کا مظہر ہے، پس

[40] شرح الجامی علی الفصوص: ص۱۰۱

خاتم الاولیاء سے فیض یابی حقیقت میں خاتم الانبیاء ﷺ کے مشکوٰۃ سے ہے۔"

یعنی مولانا عبد الرحمن جامی اس بات کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ کل انبیاء و رسل کا مشکوۃ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے اور یہی مشکوۃ خاتم الاولیاء کے لئے بھی ہے۔ یاد رہے کہ مشکوۃ چونکہ ایک ہی ہے، لہذا تمام انبیاء، رسل اور خواتم کا مرجع آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہی ہے۔ اس کی مثال آپ ﷺ کے کسی امتی کا یوں کہنا ہے کہ "میرے نبی کی شان یہ ہے کہ انہوں نے سب انبیاء کی امامت فرمائی" تو اس سے آپ ﷺ کی انبیاء پر فضیلت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اس امتی کی۔

مجدد الف ثانی کی رائے

حافظ صاحب کے لئے اس عبارت کے بارے میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی درج ذیل وضاحت پیش کی جاتی ہے:

> "ولی کو نبی پر اس قسم کی فضیلت کے علماء قائل ہیں کیونکہ یہ جزوی ہے جو کلی کا مقابلہ کرنے کی مجال نہیں رکھتی۔ اور وہ جو صاحب فصوص کہتے ہیں کہ خاتم الانبیاء علوم و معارف خاتم الولایت سے حاصل کرتے ہیں اسی معرفت کی طرف رائج ہے جس سے اس فقیر کو ممتاز فرمایا گیا ہے اور سراسر شریعت کے موافق ہے۔"[41]

حافظ صاحب غور فرمائیں کہ جن کی طرف انہوں نے اپنی کتاب کا انتساب کیا، شیخ ابن عربی کی اس عبارت کو نہ صرف قبول کر رہے ہیں بلکہ اس کی ایسی تاویل بھی فرماتے ہیں جو جزوی فضیلت جائز ہونے کے مقدمے پر مبنی ہے۔[42] دیکھنا یہ ہے کہ حافظ صاحب مجدد صاحب پر کتنے فتوے

---

[41] مبدا و معاد: ج ۲: ص ۴۴۸۔۴۵۷

[42] علمائے اہل سنت کے ہاں ایک اصولی سوال یہ ہے کہ کیا کسی غیر نبی کی کسی نبی پر جزوی افضلیت کی بات ماننے

جاری فرماتے ہیں کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ جو ان عبارات کی تاویلیں کرتا ہے وہ شیخ ابن عربی ہی کے حکم میں ہو جاتا ہے: "پہلا گروہ تو کفر کے دفاع میں لگا ہے لہذا جو ابن عربی کی کفریہ اور شرکیہ عبارات کی تاویل کرتے ہیں تو یہ ابن عربی کے حکم میں ہیں۔"[43] مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی اس رائے کی تشریح مولانا عبد القدیر صاحب یوں کرتے ہیں:

"ایک کامل ایک اعلی مسئلے کی طرف توجہ کرتا رہے، اس کا شاگرد اس کی توجہ (سے) ایک چھوٹے سے ضروری مسئلے کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے، یہ ضروری مسئلہ بھی خود اس کامل سے سیکھا ہوا ہوتا ہے۔"[44]

نیز یہی بات بابا ذہین شاہ تاجی نے بھی لکھی ہے۔[45]

حصہ دوئم اور حافظ صاحب کے اعتراضات

ولمَّا مثّل النبي صلى الله عليه وسلم النبوة بالحائط من اللَّبِن وقد كَمُلَ سوى موضع لبنَة، فكان صلى اللهَّ عليه وسلم تلك اللبنة. غير أنه صلى الله عليه وسلم لا يراها الا كما قال لبِنَةً واحدةً. وأما خاتم الأولياء فلا بد له من هذه الرؤيا، فيرى ما مثله به رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويرى في الحائط موضع لبنَتين ، واللّبِنُ من ذهب وفضة. فيرى اللبنتين اللتين تنقص

سے کفر لازم آتا ہے؟ اس سوال پر علمائے اہل سنت نے حضرت خضر علیہ السلام کے واقعے کے تحت بحث کی ہے، تفصیل کے لئے متعلقہ کتب تفاسیر، شروحات حدیث وکتب عقیدہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

[43] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۲

[44] فصوص الحکم از عبد القدیر صدیقی: ص ۳۴

[45] فصوص الحکم، تنبیہات و تشریحات: ص ۹۲-۹۳

الحائط عنهم وتكمل بهما، لبنة ذهب ولبنة فضة. فلا بد أن يرى نفسه تنطبع في موضع تينك اللبنتين، فيكون خاتم الأولياء تينك اللبنتين فيكمل الحائط. والسبب الموجِب لكونه رآها لبنتين أنه تابع لشرع خاتم الرسل في الظاهر وهو موضع اللبنة الفضة، وهو ظاهره وما يتبعه فيه من الأحكام، كما هو آخذ عن الله في السر ما هو بالصورة الظاهرة متبع فيه، لأنه يرى الأمر عَلَى ما هو عليه، فلا بد أن يراه هكذا وهو موضع اللبنة الذهبية في الباطن، فإِنه أخذ من المعدن الذي يأخذ منه الملك الذي يوحي به إِلى الرسول. فإِن فهمت ما أشرت به فقد حصل لك العلم النافع بكل شيء

اس کا ترجمہ وہ یوں کرتے ہیں (اس ترجمے کے جو حصے غلط ہیں ان کے نیچے خط دیا گیا ہے):

"رسول اللہ ﷺ نے نبوت کو اینٹوں کی ایک دیوار سے تشبیہ دی ہے کہ جو مکمل ہو گئی لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی اور وہ اینٹ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو (وحدت الوجود یا علم کا باطنی پہلو) کو نہیں دیکھا کہ آپ کے بقول آپ نے صرف ایک اینٹ دیکھی ہے۔[46] اسی طرح خاتم اولیاء کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ویسا ہی ایک خواب دیکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہے لیکن وہ یہ دیکھے کہ نبوت کی دیوار[47] میں دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے؛ ایک سونے کی اینٹ اور دوسری چاندی کی اینٹ۔ تو یہ دو اینٹیں یعنی سونے اور چاندی کی ایسی اینٹیں ہیں کہ اگر نہ

---

[46] عبارت میں صرف "ایک اینٹ دیکھنے" کی بات ہے جبکہ حافظ صاحب نے اس بات کو قوسین لگا کر "وحدت الوجود یا علم کا باطنی پہلو" نہ دیکھنے کا ذکر بنا دیا۔ آگے اس کی غلطی واضح کی جائے گی۔

[47] عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا ترجمہ "نبوت کی دیوار" ہو سکے، عبارت کے الفاظ میں "دیوار" دیکھنے کا ذکر ہے نہ کہ نبوت کی دیوار۔

ہوں تو نبوت کی دیوار نامکمل ہے اور اگر ہوں تو نبوت کی دیوار مکمل ہے۔ تو اب خاتم اولیاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ وہ خود ان دو اینٹوں کی جگہ لے رہا ہے۔ تو خاتم اولیاء ہی یہ دو اینٹیں ہیں اور اسی سے نبوت کی یہ دیوار مکمل ہو گی۔ اب خاتم اولیاء اپنے آپ کو دو اینٹوں کے برابر کیوں دیکھ رہا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ظاہر شریعت میں خاتم رسل کے تابع ہے۔ اور خاتم رسل چاندی کی اینٹ ہے جو کہ اس علم کا ظاہری پہلو ہے۔[48] اور اس پہلو میں خاتم اولیاء، خاتم رسول کا متبع ہوتا ہے۔ اور خاتم اولیاء، اللہ سے اس علم کے باطنی پہلو کو بھی حاصل کر رہا ہوتا ہے کہ جس علم کے ظاہری پہلو میں وہ خاتم رسل کا متبع ہوتا ہے کیونکہ خاتم اولیاء حقیقت کو جیسے کہ وہ ہے، دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو خاتم اولیاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ خواب اسی طرح دیکھے کہ خاتم الاولیاء کی جگہ سونے کی اینٹ کی جگہ ہے جو کہ اس علم کی حقیقت ہے کیونکہ خاتم اولیاء نے بھی یہ علم وہیں سے حاصل کیا ہے کہ جہاں سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے جو رسول پر وحی نازل کرتا ہے۔ پس اگر تمہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ آگئی کہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے تو تمہیں ہر چیز کا علم بہت اچھی طرح حاصل ہو جائے گا۔"[49]

حافظ صاحب نے فصوص الحکم کی عبارت کے اس حصے پر درج ذیل اعتراضات کئے ہیں:

"اس میں پہلا کفر تو یہ ہے کہ اپنے علم کو سونے کی اینٹ بنا دیا اور رسول اللہ ﷺ کے علم کو چاندی کی اینٹ۔ دوسرا کفر یہ ہے کہ یہ ہذیان بکا کہ نبوت کی دیوار ان دو اینٹوں کے بغیر مکمل نہ ہو گی۔ تیسرا کفر یہ بک دیا کہ خاتم اولیاء یعنی ابن عربی دو اینٹوں کے

---

[48] وھو ظاھرہ وما یتبعه فیه من الأحکام میں حافظ صاحب نے "ھو" کی ضمیر کا مرجع خاتم الرسل کو قرار دیا جبکہ یہاں خاتم الرسل کی بات ہو ہی نہیں رہی بلکہ روئے سخن خاتم ولایت ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

[49] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۷

برابر ہے اور اس طرح اپنی فضیلت رسول اللہ ﷺ سے دو درجے بڑھا دی کہ آپ ﷺ کا علم تو چاندی کی اینٹ ہے جبکہ یہ سونے اور چاندی دونوں کی اینٹوں کے قائم مقام ہے کیونکہ اس کے پاس علم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔"[50]

عبارت کے دوسرے حصے کا درست مفہوم

ناقدین چونکہ عبارت کے پہلے حصے کا مفہوم غلط مقرر کرتے ہیں، لہذا اس دوسرے حصے میں بھی انہیں افضلیت انبیاء کی بحث سے متعلق کفر نظر آتے ہیں۔ حافظ صاحب کے یہ اعتراضات درج ذیل مفروضات پر مبنی ہیں:

الف) یہاں خاتم ولایت یعنی خود شیخ ابن عربی کی فضیلت کے اعتبار سے خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ موازنہ کیا جارہا ہے اور یہ موازنہ دونوں کے علم کے تناظر میں کیا جارہا ہے اور اس موازنے کا مقصد بھی خاتم الرسل ﷺ کے علم کو کم قرار دینا ہے

ب) خاتم الرسل صرف چاندی کی ایک اینٹ کے برابر ہے جبکہ خاتم ولایت سونے کی اینٹ اور چاندی کی یعنی دو اینٹوں کے برابر ہے۔ یوں خاتم ولایت خاصہ آپ ﷺ سے بڑھ گیا

ج) دونوں نے ایک ہی دیوار کو دیکھا جو نبوت کی دیوار تھی اور نبوت سے مراد متکلمین کے ہاں مراد لی جانے والی نبوت ہے

اس عبارت کی تفہیم کے لئے سات باتوں کا سمجھنا ضروری ہے:

1۔ خاتم الرسل نے ایک اینٹ کیوں دیکھی؟

2۔ خاتم ولایت یہ خواب کیوں دیکھتا ہے؟

3۔ اس عبارت میں دو اینٹوں کا مصداق کون ہے؟

4۔ خاتم نبوت کے دیوار میں نصب ہونے کا ختم نبوت سے کیا تعلق ہے؟

---

[50] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص۱۸۔۱۷

5۔ جو ان اینٹوں کا مصداق ہے، اس کے سونے اور چاندی کی اینٹ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا خاتم ولایت خاصہ کو اینٹوں کی تعداد اور رنگت کے لحاظ سے خاتم الرسل سے افضل کہا گیا ہے؟

6۔ عبارت کے اندر خاتم الرسل اور خاتم ولایت کے مابین مشابہت کی جہت کیا ہے؟

7۔ خاتم ولایت کے اس معدن سے علم حاصل کرنے سے کیا مراد ہے جس سے فرشتہ علم حاصل کرتا ہے؟

ان باتوں کا جواب معلوم ہونے پر عبارت کا ربط نیز ناقدین کی غلطی خود بخود معلوم ہو جائے گی۔ اب ہم عبارت کی تشریح کرتے ہیں۔

ا۔ولمَّا مثّل النبي صلى الله عليه وسلم النبوة بالحائط من اللَّبِن وقد كَمُلَ سوى موضع لبنَة، فكان صلى اللهّ عليه وسلم تلك اللبنة. غير أنه صلى الله عليه وسلم لا يراها الا كما قال لبِنَةً واحدةً.

"چونکہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کو اینٹوں کی ایسی دیوار سے تشبیہ دی جو ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ کر مکمل تھی، اس لیے آپ ﷺ خود وہ (آخری) اینٹ تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو محض ایک اینٹ ہی دیکھا جیسا کہ بیان فرمایا۔"

رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک دیوار دیکھنے کی مثال حدیث شریف میں مذکور ہے جس کی بنیاد پر شیخ نے یہ بات تحریر فرمائی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ

اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ[51]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کی مثال ایک آدمی کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا پھر اسے حسین و جمیل بنایا مگر اس نے عمارت کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگوں نے اس گھر کا طواف شروع کر دیا اور تعجب سے کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ میں وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک اینٹ دیکھنا: خاتم الرسل صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک اینٹ دیکھنے کی وجہ شیخ کے نظام فکر کی روسے یہ تھی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام مقامات سعادت یعنی ولایت، نبوت و رسالت کے جامع اور خاتم ہیں نیز آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مخلوقات میں کسی کے تابع نہیں، لہذا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی جامعیت کی بنا پر اس دیوار کا بحیثیت مجموعی مشاہدہ کیا اور اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک ہی اینٹ دکھائی دی جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام مقامات کی جامع تھی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بطور خاتم و آخری اینٹ اس دیوار میں نصب ہونا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام مقامات کی خاتمیت کی جامعیت کا بیان ہے۔ حافظ صاحب نے ناقدین شیخ کی متابعت کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک اینٹ دیکھنے کو اس پر محمول کیا ہے کہ معاذ اللہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے علم باللہ کے ایک ایسے پہلو کو نہیں دیکھا جو شیخ ابن عربی نے دیکھ لیا۔ شیخ کے الفاظ کو ایسا مفہوم وہی شخص پہنا سکتا ہے جو شیخ کے نظام فکر سے لاعلم ہو۔

۲۔ وأما خاتم الأولياء فلا بد له من هذه الرؤيا

"جہاں تک خاتم الاولیاء کی بات ہے تو اسے بھی یہ خواب دیکھنا ہے۔"

---

[51] صحیح بخاری: ص ۶۴۸: رقم الحدیث: ۳۵۳۵

خاتم ولایت کا خواب دیکھنا: سابقہ اوراق میں عبارت کے پہلے حصے کی شرح سے واضح ہوا کہ شیخ نے یہ مقدمہ بیان کیا کہ جہت ولایت جہت رسالت سے افضل ہے۔ اب صفت خاتمیت کی وراثت کے تقاضے کو بیان کرتے ہوئے درج بالا مقدمے پر ایک خاتم ولایت کے تجربے کو بیان کر رہے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ خاتم الاولیاء بھی ضرور وہ چیز خواب میں دیکھے گا جیسی خاتم الرسل ﷺ نے تمثیل بیان فرمائی۔ فتوحات مکیہ کی ایک عبارت (جو آگے آرہی ہے) میں شیخ یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے کعبے کی عمارت کو دیکھا جس میں ہر طرف سونے اور چاندی کی اینٹیں نصب ہیں، بس دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے۔ شیخ کے مطابق یہ خواب دیکھنا اس لئے ضروری ہے کیونکہ یہ صفت "خاتمیت" کی وراثت کا تقاضا ہے۔ یعنی شیخ کے خیال میں ہر خاتم ولایت، بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یہ تمثیل دیکھیں گے کہ وہ ایک نامکمل دیوار کو مکمل کر رہے ہیں۔ چونکہ شیخ نے بھی یہ خواب دیکھا، اس لئے انہیں یہ گمان تھا کہ وہ بھی خاتم الاولیاء ہیں اور اسی بنا پر ان کا یہ گمان ہے کہ ہر خاتم یہ تمثیل دیکھے گا۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں درج خواب کی شیخ نے یہی تعبیر سمجھی:

استيقظت فشكرت الله تعالى وقلت متأولا إني في الاتباع في صنفي كرسول الله صلى الله عليه وسلم في الأنبياء عليهم السلام[52]

"میں بیدار ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی تاویل کرتے ہوئے میں نے کہا کہ میں پیروی کے حوالے سے اپنے قسم (اولیاء) میں ایسے ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ (دیگر) انبیاء علیہم السلام میں۔"

یعنی مجھے خود میرے جیسے اولیاء میں اسی طرح خاتم کا مقام حاصل ہے جیسے آپ ﷺ کو انبیاء میں خاتمیت کا یہ مقام حاصل ہے۔

[52] الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۴۸۱

۳۔فيرى ما مثله به رسول الله صلى اللهؐ عليه وسلم ويرى في الحائط موضع لبنَتين، واللّبِنُ من ذهب وفضة. فيرى اللبنتين اللتين تنقص الحائط عنهم وتكمل بهما،لبنة ذهب ولبنة فضة- فلا بد أن يرى نفسه تنطبع في موضع تينك اللبنتين، فيكون خاتم الأولياء تينك اللبنتين فيكمل الحائط

"پس وہ (بھی) اس (دیوار) کو دیکھے گا جس کی مثال رسول اللہ ﷺ نے دی۔ اور وہ اس دیوار (جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے ہو گی) میں دو اینٹوں کی جگہ (خالی) دیکھے گا، ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی جن سے یہ مکمل ہونی ہے (یعنی) سونے کی اینٹ اور چاندی کی اینٹ سے۔ اس نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ ان دونوں اینٹوں کی جگہ پر نصب ہو کر دونوں اینٹوں کی شکل اختیار کرلے گا جس سے دیوار کی تکمیل ہو گی۔"

دو اینٹوں کا مصداق: خاتم ولایت اس خواب میں دیکھے گا کہ اس دیوار میں دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے، ایک سونے کی اینٹ اور دوسری چاندی کی اینٹ اور ان دو اینٹوں کے لگنے کے بعد وہ دیوار مکمل ہو جاتی ہے۔ سونے اور چاندی کی یہ دونوں اینٹیں خاتم ولایت خود ہے۔ یہی بات فتوحات مکیہ کی عبارت میں بھی درج ہے کہ شیخ نے خود کو دو اینٹوں کی جگہ لیتے ہوئے دیکھا۔ شیخ ابن عربی کا خاتم ولایت خاصہ کو سونے اور چاندی کی دو اینٹوں کی صورت میں دیکھنا، یہ خود خاتم ولایت خاصہ کی اپنی دو جہات کے موازنے کا بیان ہے نہ کہ خاتم ولایت خاصہ کا خاتم الرسل ﷺ کی اینٹ کے ساتھ تقابلی موازنے کا کوئی بیان۔

خاتم الرسل ﷺ اور خاتم ولایت خاصہ کا دیوار میں نصب ہونا: حافظ صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ خاتم ولایت خاصہ کے نصب ہوئے بغیر نبوت کی دیوار نامکمل تھی جس سے معلوم ہوا کہ نبوت ختم نہ ہوئی تھی بلکہ اسے شیخ ابن عربی نے مکمل کیا۔ حافظ صاحب کا یہ اعتراض اس مفروضے پر مبنی ہے کہ خاتم الاولیاء نے جس نبوت کو مکمل کیا یہ وہ نبوت تھی جسے علمائے عقیدہ

کے ہاں مراد لی جانے والی اصطلاحی نبوت کہتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ مفروضہ غلط ہے کیونکہ انہوں نے شیخ کی عبارت کو شیخ کی اصطلاح پر پیش کرنے کے بجائے علمائے عقیدہ کے تصور نبوت پر پیش کرکے پڑھا ہے جو ظاہر ہے غلط ہے۔ شیخ کی عبارت کو شیخ کی اصطلاح پر پڑھنا ضروری ہے، بصورت دیگر ان کی سینکڑوں عبارات سمجھ نہ آسکیں گی۔ شیخ کی اصطلاح کے لحاظ سے خاتمیت کے اعتبار سے نبوت کے تین مصداق سامنے آتے ہیں:

1۔ نبوت تشریع جس کے خاتم آپ ﷺ ہیں

2۔ نبوت عامہ بصورت ولایت کبریٰ جس کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں

3۔ نبوت عامہ بصورت ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ جس کے خاتم شیخ ابن عربی ہیں[53]

ان تین جہات خاتمیت کو شکل نمبر 32 میں واضح کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے نظام فکر میں نبوت متعدد جہات یا اطراف کا ایک محل ہے۔ فتوحات مکیہ میں شیخ ابن عربی نے اپنے خاتم ولایت ہونے سے متعلق جس خواب کا ذکر کیا ہے، اس کے مطابق انہوں نے کعبے کی عمارت کو دیکھا جس کی متعدد جہات تھیں۔ چنانچہ عبارت یوں ہے:

لقد رأيت رؤيا لنفسي في هذا النوع وأخذتها بشرى من الله فإنها مطابقة لحديث نبوي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حين ضرب لنا مثله في الأنبياء عليهم السلام فقال صلى الله عليه وسلم مثلي في الأنبياء كمثل رجل بنى حائطا فأكمله إلا لبنة واحدة فكنت أنا تلك اللبنة فلا رسول بعدي ولا نبي فشبه النبوة بالحائط والأنبياء باللبن التي قام بها هذا الحائط وهو تشبيه في غاية الحسن فإن مسمى الحائط هنا المشار إليه لم يصح ظهوره إلا باللبن فكان صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين فكنت بمكة سنة تسع

[53] امام مہدی علیہ السلام بھی ہیں

وتسعين وخمسمائة (599هـ) أرى فيما يرى النائم الكعبة مبنية بلبن فضة وذهب لبنة فضة ولبنة ذهب وقد كملت بالبناء وما بقي فيها شئ وأنا أنظر إليها وإلى حسنها فالتفت إلى الوجه الذي بين الركن اليماني والشامي هو إلى الركن الشامي أقرب فوجدت موضع لبنتين لبنة فضة ولبنة ذهب ينقص من الحائط في الصفين في الصف الأعلى ينقص لبنة ذهب وفي الصف الذي يليه ينقص لبنة فضة فرأيت نفسي قد انطبعت في موضع تلك اللبنتين فكنت أنا عين تينك اللبنتين وكمل الحائط ولم يبق في الكعبة شئ ينقص وأنا واقف أنظر واعلم إني واقف واعلم إني عين تينك اللبنتين لا أشك في ذلك وأنهما عين ذاتي واستيقظت فشكرت الله تعالى وقلت متأولا إني في الاتباع في صنفي كرسول الله صلى الله عليه وسلم في الأنبياء عليهم السلام وعسى أن أكون ممن ختم الله الولاية بي[54]

"میں نے اپنے بارے میں اسی نوع کا خواب دیکھا اور اسے میں نے اللہ کی طرف سے بشارت سمجھا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ سے مروی حدیث نبوی کے مطابق ہے جب آپ ﷺ نے ہمارے لیے انبیاء علیہم السلام کی مثال بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کی بنسبت میری صفت ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک دیوار بنائی پھر اسے مکمل کیا سوائے ایک اینٹ کے۔ میں وہ اینٹ ہوں، میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی۔ آپ ﷺ نے نبوت کو دیوار سے تشبیہ دی اور انبیاء کو اینٹوں سے جن سے یہ دیوار قائم ہوئی۔ یہ تشبیہ انتہائی خوبصورت ہے۔ یہاں جس چیز کی طرف اشارہ کرکے دیوار کہا گیا اس کا ظہور اینٹوں ہی سے ہوا۔ نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ چنانچہ میں سن ۵۹۹ھ مکہ

---

54 الفتوحات المکیۃ: ج۱: ص۴۸۰۔۴۸۱

میں تھا کہ میں نے خواب میں کعبے کو سونے و چاندی سے بنا ہوا دیکھا۔ اس کی عمارت مکمل ہو چکی اور اس میں کوئی چیز باقی نہیں۔ میں اس کی خوبصورتی ملاحظہ کر رہا ہوں، پھر میں رکن یمانی و شامی کے درمیانی حصے کو مڑا اور وہ جگہ رکن شامی سے زیادہ قریب تھی۔ میں وہاں دو اینٹوں کی جگہ دو صفوں (یا لائنوں) میں خالی پاتا ہوں۔ ایک سونے کی اینٹ اور دوسری چاندی کی اینٹ۔ اوپر والی صف میں سونے کی اینٹ اور اس کے ساتھ والی صف میں چاندی کی اینٹ کم ہے۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں ان دو اینٹوں کی جگہ پر نصب ہو جاتا ہوں اور میں بعینہ وہی دو اینٹیں ہوں۔ دیوار مکمل ہو جاتی ہے اور کعبہ میں کوئی چیز کم نہیں رہتی۔ میں کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ میں کھڑا ہوا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں عین ان دو اینٹوں کی جگہ ہوں۔ مجھے اس میں شک بھی نہیں ہوتا کہ وہ بعینہ میرا وجود ہے۔ میں بیدار ہوا تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں پیروی کے حوالے سے اپنی قسم کے اولیاء میں ایسے ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ (دیگر) انبیاء علیہم السلام میں۔ اور شاید میں ان میں سے ہوں جس کے ذریعے اللہ ولایت کو ختم فرمادے۔"

غور کیجئے کہ اس خواب میں شیخ نے جس چیز کا مشاہدہ کیا وہ "ایک دیوار" نہیں بلکہ کعبے کی عمارت ہے جس کے چار ارکان رکن اسود، رکن شامی، رکن یمانی اور رکن عراقی ہیں۔ چنانچہ فتوحات مکیہ کی اس عبارت کی روشنی میں شیخ کے نظام فکر میں مراد لی جانے والی نبوت کو ایک قصر یا محل سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ شیخ ابن عربی عبارت میں فرمارہے ہیں خاتم ولایت کو خواب میں وہ دیوار کعبہ کی صورت دکھائی دیتی ہے جس کے چار ارکان ہیں اور یہ عمارت ہر طرف سے مکمل ہے۔ خاتم ولایت خاصہ اس قصر نبوت کے ارد گرد دیکھتا ہوا وہاں پہنچا جہاں رکن یمانی اور رکن شامی ہے اور وہ جگہ رکن شامی سے زیادہ قریب تھی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اس نے بطور خاتم ولایت نصب ہونا تھا اور اسی لئے اسے وہاں اینٹوں کی جگہ خالی نظر آئی۔

شکل نمبر 32: شیخ کے خواب میں مذکور قصر نبوت کی تین جہات
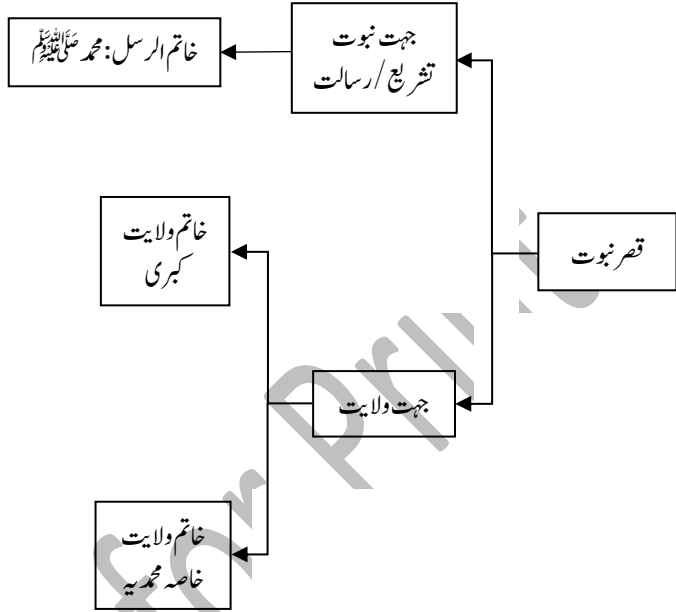
یہ اس قصر کی ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ سے متعلق جہت تھی نہ کہ دیگر جہات جن کے خاتم الگ ہیں۔ چنانچہ خاتم ولایت خاصہ نے دیکھا کہ یہ اینٹیں ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ کی دیوار میں نصب ہو رہی ہیں جس کے بعد قصر نبوت مکمل ہو گیا کیونکہ شیخ کی فکر کی رو سے قصر نبوت کی دیگر جہات یا دیواروں کے خاتم پہلے ہی اس میں نصب ہو چکے ہیں۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ اس خواب میں خاتم ولایت خود کو قصر نبوت کے ایک الگ حصے یا جہت میں نصب ہوتا دیکھ رہا ہے، تو یہ بات صاف ہو گئی کہ اس عبارت میں ایسا کوئی مفہوم نہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہو۔

۴۔والسبب الموجِب لكونه رآها لبنتين أنه تابع لشرع خاتم الرسل في الظاهر وهو موضع اللبنة الفضة ، وهو ظاهره وما يتبعه فيه من الأحكام،

كما هو آخذ عن الله في السر ما هو بالصورة الظاهرة متبع فيه، لأنه يرى الأمر عَلَى ما هو عليه، فلا بد أن يراه هكذا وهو موضع اللبنة الذهبية في الباطن فإنه أخذ من المعدن الذي يأخذ منه الملك الذي يوحي به إِلى الرسول، فإِن فهمت ما أشرت به فقد حصل لك العلم النافع بكل شي

"خاتم الاولیاء کا (ایک اینٹ کے مقام کو) دو اینٹیں دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے ظاہری احکام میں خاتم رسل ﷺ کا پیروکار ہے اور وہی چاندی کی اینٹ کی جگہ ہے اور یہ (ظاہر شرع) اس (خاتم الاولیاء) کا ظاہر ہے جس کی پیروی شریعت کے ظاہری احکام میں وہ (خاتم الاولیاء) خاتم الرسل کی کرتا ہے، جیسا کہ وہ (خاتم الاولیاء) جن ظاہری احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے، اس کا باطنی فیض اللہ تعالی سے حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ چیزوں کی حقیقت و کنہ کا ادراک کرتا ہے۔ اس لیے اسے ایسا ہی دیکھنا ہے کہ باطن میں وہ سونے کی اینٹ کی جگہ ہے کہ وہ اسی منبع و مصدر سے فیض یاب ہوتا ہے جس سے فرشتہ لے کر رسول پر اترتا ہے۔ پس اگر تم میرا اشارہ سمجھ گئے تو تمہیں ہر باب میں علم نافع ملے گا۔"

دو اینٹیں دیکھنے کا سبب اور معنی: اب شیخ یہ بتاتے ہیں کہ خاتم ولایت دو اینٹیں کیوں دیکھتا ہے۔ یاد رہے کہ ولایت نبوت کا باطن ہے۔ اگر امتی رسول اللہ ﷺ کی پیروری کرتا ہے تو یہ اس کا ظاہر ہے اور جب وہ اپنے باطن میں رسول اللہ ﷺ کے مشکوٰۃ سے اسرار الٰہی کا فیض پاتا ہے تو یہ اس کا باطن ہے۔ شیخ اس مقام پر خاتم ولایت کے انہی دو پہلوؤں کا ذکر فرمارہے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ خاتم ولایت خاصہ خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کا پیروکار ہے، وہ خود کو چاندی کی اینٹ دیکھتا ہے اور یہ خاتم ولایت خاصہ کا ظاہری پہلو ہے۔ اسے ظاہری پہلو ان معنوں میں کہا گیا ہے کہ شرعی احکامات پر قانونی یا فقہی معنی میں عمل پیرا ہونا ظاہری چیز ہے جو دکھائی دیتی ہے۔ یہ ظاہری مقام

خاتم ولایت خاصہ کا چاندی کا مقام ہے۔ یاد رہے کہ شیخ نے چاندی کا یہ مقام خود خاتم ولایت خاصہ کے لئے تحریر کیا ہے نہ کہ حضور ﷺ کے لئے، عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ "خاتم الرسل چاندی کی اینٹ ہے" جیسا کہ زبیر صاحب نے ترجمے میں یہ الفاظ شامل کر دیئے۔ اسی خاتم ولایت خاصہ کی دوسری جہت یہ ہے کہ خاتم الرسل ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں اسے جو مقامات قرب الٰہی میسر آتے ہیں اور اس کے سبب اللہ تعالیٰ اس پر جو علوم و اسرار الہام و القاء کرتا ہے، اس اعتبار سے وہ خود کو سونے کی اینٹ دیکھتا ہے اور یہ خاتم ولایت خاصہ کا باطن ہے۔ یعنی شرع پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں اس خاتم ولایت کو عرفان و قرب الٰہی کی جو سعادتیں میسر آتی ہیں، وہ اس کے سونے کی اینٹ کا مقام ہے۔ جب خواب کی رو سے دونوں اینٹوں کا مصداق خاتم ولایت خاصہ خود ہے تو عبارت کا قطعاً یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ یہاں خاتم ولایت خاصہ کی سونے یا چاندی کی اینٹ کا رسول اللہ ﷺ کی آخری اینٹ کے ساتھ کوئی موازنہ کیا گیا ہے۔ باب نمبر 7 میں ان امور کی تفصیلاً وضاحت ہو چکی کہ خاتم ولایت خاصہ ہو یا انبیاء کرام علیہم السلام، ہر علم، نور و معرفت مشکوٰۃ محمدیہ ﷺ ہی سے مستفاد ہے نیز اس امت کے اولیاء کو ولایت قمریہ نبی ﷺ کی وراثت یعنی قول، فعل اور حال کو اپنائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ الغرض اینٹوں[55] کی تعداد یا رنگت کی اس بحث کا عبارت سے تعلق نہیں کیونکہ عبارت میں یہ درج نہیں کہ حضور ﷺ چاندی یا سونے کی اینٹ ہیں۔

تمثیل میں مشابہت کی جہت کیا ہے؟ واضح ہو گیا کہ اس عبارت میں شیخ ابن عربی جس اعتبار سے

---

[55] شیخ کے نزدیک آپ ﷺ کی جہت ولایت خود آپ ﷺ کی جہت رسالت سے افضل ہے۔ فیضان تشریع کا تعلق رسالت سے ہے جو منقطع ہو چکی جبکہ قرب الٰہی اور فیضان معرفت الٰہی کے اسرار و رموز کا تعلق آپ ﷺ کی جہت ولایت سے ہے جو برقرار ہے۔ شیخ کی فکر کی رو سے یہاں یہ اشارہ ہے کہ خاتم ولایت خاصہ جس جہت میں آپ ﷺ کی شریعت کے تابع ہے یعنی آپ کی جہت رسالت سے متصل ہے اس جہت میں وہ خود کو چاندی کی جہت دیکھتا ہے اور جس جہت میں آپ ﷺ کی جہت ولایت سے متصل ہونے کی وجہ سے مبشرات کی وراثت پاتا ہے، اس جہت میں خود کو سونے کی اینٹ دیکھتا ہے۔ گویا خاتم ولایت خاصہ پر اپنا کوئی رنگ نہیں۔

خاتم ولایت خاصہ اور خاتم الرسل ﷺ کے مابین مشابہت کی بات کر رہے ہیں وہ "صفت خاتمیت" کے فیضان کے حصول کا بیان ہے۔ فتوحات مکیہ کی عبارت کا متعلقہ حصہ اوپر ذکر کیا گیا کہ شیخ نے اس خواب سے یہی تعبیر لی کہ وہ آپ ﷺ کی متابعت کرنے والے اولیائے محمدیہ ﷺ میں اسی طرح خاتم ہیں جیسے آپ ﷺ گروہ انبیاء میں خاتم ہیں۔ یعنی اس تمثیل اور رؤیا میں وجہ تشبیہ صرف دونوں کی "خاتمیت" کا بیان ہے نہ کہ باہمی تقابل۔ جب خواب دیکھنے والے نے خود ہی اس کی تعبیر واضح کر دی ہو تو اپنی طرف سے عبارت میں کفریہ مفاہیم کیوں کر شامل کئے جائیں؟ اوپر یہی بات کہی گئی کہ شیخ کے نزدیک یہ خواب دیکھنا صفت خاتمیت کی وراثت کی بنا پر ہے۔

مکفرین شیخ ابن عربی کو یہ بات مد نظر رکھنا چاہئے کہ زیر بحث عبارت کا یہ حصہ رؤیا کے باب سے ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ رؤیا تعبیر کا متقاضی ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر انہیں شیخ کے نظام فکر کی اصطلاحات پر عدم اطلاع کی بنا پر اس عبارت کو سمجھنے میں مشکل پیش آ بھی رہی تھی، تب بھی علم و عدل کا تقاضا یہ تھا کہ اس بنیادی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے تکفیر یا تضلیل جیسے سنگین معاملے میں کف اللسان سے کام لیتے۔ مگر اللہ کے ولی شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کے ناقدین کے ہاتھوں سے عدل کا پیمانہ چھوٹ گیا۔ اے ولی، تجھ سے انصاف کہاں!

معدن علم ایک ہونے کا مطلب: عبارت کے ان الفاظ پر بھی ناقدین خوب برستے ہیں کہ خاتم الاولیاء (شیخ ابن عربی) بھی رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں اسی مبدا یعنی اللہ تعالی سے علم حاصل کرتا ہے جہاں سے فرشتہ حاصل کر کے انبیاء پر وحی لے کر آتا ہے اور اس سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے گویا شیخ اس معاملے میں خود کو انبیاء کے مساوی سمجھتے ہیں۔ کیا علم کا ماخذ ایک قرار دینے سے یہ خود بخود لازم آ گیا کہ شیخ اس ذوقی معاملے میں ہر قسم کی مساوات کے قائل تھے جبکہ شیخ نے دیگر مقامات پر صراحت کر رکھی ہے کہ نبی اور ولی کے ذوقی مقام میں فرق ہے، جہاں ولی کے ذوق کی پرواز ختم ہو جاتی ہے وہاں سے نبی کی پرواز شروع ہوتی ہے؟ شیخ کہتے ہیں کہ انبیاء پر وحی اپنی کلی

صورت میں نازل ہوتی ہے جبکہ اولیاء کے لئے بصورت مبشرات اجزائے نبوت ہیں، اولیاء پر جو معارف نازل ہوتے ہیں ان میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے جبکہ انبیاء اس بات سے معصوم ہیں کہ شیطان ان کے دل میں کچھ القا کر سکے، ولی کے الہام و کشف کو نبی کی وحی کے میزان پر جانچا جائے گا جبکہ نبی کی وحی خود میزان ہے، نیز نبی کی وحی تکلیف لازم کرتی ہے جبکہ ولی کے الہام میں ایسا کچھ نہیں۔ اتنے فرق ثابت ہونے کے بعد یہ کیسے مان لیا جائے کہ شیخ دونوں کے مقام ذوق کو یکساں قرار دے کر اپنی مساوات یا فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا یہ بات اصولاً غلط ہے کہ عام انسان ہو یا نبی، ہر دو کے قلب پر اللہ اور اس کے فرشتے کی طرف سے خیالات القا کئے جاتے ہیں؟ لیکن کیا اس سے غیر نبی ایک نبی کے مساوی ہو جاتا ہے؟ کیا یہ بات درست نہیں کہ علمائے مجتہدین کے مطابق رسول اللہ ﷺ بھی خداداد عقلی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بعض امور میں اجتہاد فرماتے تھے اور یہ علمائے مجتہدین خود بھی عقلی کاوشوں سے اجتہاد کرتے ہیں، کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ مجتہدین رسول اللہ ﷺ کے ہم مقام ہونے کا دعوی کرتے ہیں؟ چونکہ شیخ کے ناقدین ان سے بدگمان ہیں، لہذا انہیں جابجا، خواہ مخواہ، کفر کی بو آنے لگتی ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ مقامات کی ترتیب کی بحث میں جو ان اشارات کو سمجھ گیا، اسے علم نافع حاصل ہوا۔

اب تک کی بحث سے واضح ہو گیا کہ اس مکمل عبارت کے دو حصوں میں شیخ ایک ہی مضمون بیان کر رہے ہیں اور اس میں ایسا کوئی مواد موجود نہیں جسے خاتم ولایت خاصہ کی خاتم الرسل ﷺ سے افضلیت پر محمول کیا جاسکے۔ عبارت کے دوسرے حصے میں شیخ نے پہلے حصے میں بیان کردہ مقدمے کی اپنے رؤیا سے دلیل بیان فرمائی ہے، یعنی بطور خاتم ولایت خاصہ اپنے تجربے سے دلیل بیان کر رہے ہیں کہ خاتم ولایت خاصہ نے بھی یہ خواب دیکھا۔

درج بالا بحث کے بعد شیخ آپ ﷺ کی ثنا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وخاتم الأولياء الولي الوارث الآخذ عن الأصل المشاهد للمراتب وهو

حسنة من حسنات خاتم الرسل محمد صلى الله عليه وسلم مقدَّمِ الجماعة وسيد ولد آدم في فتح باب الشفاعة

”اور خاتم الاولیاء ولی وارث ہیں جو اصل سے (فیض) لینے والے اور تمام مراتب کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ وہ خاتم (ولایت) خاتم الرسل محمد ﷺ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں جو تمام جماعت (انبیاء و اولیاء) کے پیشوا اور در شفاعت کھولنے میں نوع آدم کے سردار ہیں۔“

غور کیجئے کہ شیخ نے اسی طویل عبارت کے آخر میں ایسے اشارات دے رکھے ہیں جن کی مدد سے ان کی فکر سے واقف شخص عبارت کا مفہوم سمجھ سکتا ہے، تاہم ناقدین عبارت کے اس حصے سے اغماض برتتے ہیں یا اس پر غور نہیں کرتے۔ شیخ اس عبارت کے آخر میں آپ ﷺ کی نعت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خاتم الرسل ﷺ کا مقام یہ ہے کہ وہ سب کے پیشوا اور باب شفاعت کھولنے میں اولاد آدم کے سردار ہیں اور یہ اللہ تعالی کا آپ ﷺ کے لئے خاص انعام و مقام ہے۔ شیخ مزید فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کے حق میں شافع ہونے کے اس خاص حال کے اعتبار سے آپ ﷺ اسمائے الٰہیہ میں سب سے مقدم ہیں اس لئے کہ اللہ کی صفت رحمت اللہ کی صفت منتقم کی طرف شافع المرسلین ﷺ کی شفاعت کے بعد شفاعت مغفرت کے لیے متوجہ ہو گی۔ پس محمد ﷺ اس خاص مقام قرب میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ کتب حدیث میں درج ہے کہ قیامت والے روز جب لوگ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تب آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں مغفرت کے لئے شفاعت فرمائیں گے جسے شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اللہ تعالی ہر اس شخص کو جہنم سے نکال دیں گے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوا۔ اس کے بعد باقی رہ جانے والوں میں سے کچھ کو اللہ تعالی اپنی صفت رحمت سے معاف فرما کر جہنم سے نکال دیں گے۔ شیخ دراصل یہاں اسی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ بیان فرما رہے

ہیں۔[56]

خود سوچئے جو شخص اس عبارت کے آخر میں حضور ﷺ کی ایسی شان بیان کرتا ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ اسی عبارت کی ابتداء میں خود کو آپ ﷺ سے افضل ثابت کرنے کا مقدمہ بیان کر رہا ہو جو ناقدین کو نظر آتا ہے؟ آخر میں شیخ کہتے ہیں کہ جو شخص مراتب مقامات کی ہماری بحث کو سمجھتا ہے، اس کے لئے ہمارا ایسا کلام قبول کرنا دشوار نہیں (فمن فهم المراتب والمقامات لم يعسر عليه قبول مثل هذا الكلام)۔ چنانچہ شیخ نے آخر میں اشارہ دے دیا کہ یہاں وہ مقامات سعادت کی ترتیب کی بحث کر رہے ہیں اور اس ضمن میں ان کا موقف باب نمبر 7 میں بیان ہو چکا، اس عبارت میں شیخ نے انہی اصولوں کو لاگو کیا۔ تاہم شیخ کے نظام فکر سے ناواقف لوگوں نے اس کلام کو نہ سمجھتے ہوئے ان کی تکفیر و تضلیل کی اور یہ افسوس ناک سلسلہ آج تک جاری ہے۔

عبارت کے مطالعے سے واضح ہو گیا کہ ناقدین اس میں جو کفریہ مفہوم شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ نہ صرف شیخ کے اصولوں و متعدد عبارات کی رو سے غلط ہے بلکہ عین اس عبارت کے داخلی قرائن کے بھی خلاف ہے۔ جب شیخ کے اصولوں سے عبارت کا صاف مفہوم اخذ کرنا ممکن ہے تو ناقدین کی کج فہمی و تضادات پر مبنی تشریح کی طرف کیوں توجہ کی جائے؟ ماہرین علم عقیدہ کا کہنا ہے کہ اگر صاحب ایمان شخص کی عبارت میں دس احتمالات ہوں جن میں سے نو کفر کو لازم کرتے ہوں جبکہ ایک کفر سے برات کا مفہوم پیدا کرے تو اس ایک کا اعتبار کیا جائے گا۔ البتہ شیخ کے ناقدین نے اس اصول کو الٹ کر یہ بنا دیا ہے کہ شیخ کی ایک ایسی عبارت جسے پڑھنے کے ایک سے زیادہ صاف ستھرے طریقے موجود ہیں مگر کج بحثی سے کام لیتے ہوئے ان کے اپنے فہم کے مطابق امکانی طور پر ایک کفریہ مفہوم بھی پیدا کیا جا سکتا ہے اگرچہ وہ مفہوم شیخ کی متعدد عبارات و اصول اور خود اسی عبارت کے داخلی قرائن کے خلاف ہو، تاہم شیخ کی اس عبارت کے بارے میں

---

[56] دیکھئے الفتوحات المکیۃ: ج ۱: ص ۲۲۱

اسی ایک مفہوم کا اطلاق کیا جانا لازم ہے اور اگر کوئی اس عبارت کے درست معنی واضح کرے تو اسے "تاویل" کرنے کا طعنہ دیا جائے۔ برا ہو تعصب کا!

حافظ صاحب شیخ ابن عربی کی اس عبارت سے اپنے پیش رو ناقدین کے اور اپنے اخذ کردہ معنی کو درست قرار دیتے ہوئے غصے کے ساتھ فرماتے ہیں:

"عجیب گورکھ دھندا بنالیا ہے کہ جو ابن عربی کا نظریہ صحیح طور بیان کر دے، اسے ابن عربی سمجھ نہیں آیا۔ تو بھئی سمجھ نہیں آیا تو آپ سمجھا دیں۔ یہ عربی عبارات ہیں اور ان کا ترجمہ بھی۔ بتلائیں کہاں ترجمہ غلط ہوا ہے؟۔ بتائیں کیسے آپ تاویل کے بغیر[57] ایسی عبارتوں کا دفاع کر سکتے ہیں!"[58]

ہم نے بغیر کسی "تاویل" کے شیخ کے اصولوں اور عبارت کے داخلی قرائن سے عبارت کا مفہوم بیان کیا ہے۔ ناقدین کو دعوت بحث ہے کہ اس عبارت کے بیان کردہ معنی کی کمزوری واضح فرمائیں اور بتائیں کہ آخر ان کا بیان کردہ معنی کیوں کر درست اور واحد معنی ہو سکتا ہے، نیز یہ بھی بتائیں کہ ہماری اس کتاب میں شرح وبسط کے ساتھ شیخ ابن عربی کی صریح عبارات کی روشنی میں ان کی فکر کے جن اصولوں کو بیان کیا گیا، ناقدین کے بیان کردہ معنی کے بعد دیگر عبارات کا کیا کیا جائے جو شیخ کی کتب میں جابجا بکھری ہوئی ہیں؟ چند عبارات کو من مانے معنی پہنا کر شیخ کی سینکڑوں عبارات کو لایعنی بنا دینے سے زیادہ غیر علمی طریقہ بحث کیا ہو گا؟

---

[57] "تاویل کے بغیر" اصطلاح خود محل نظر ہے کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ تاویل ہر صورت مسترد نہیں ہوتی اور علمائے اصول وعقیدہ کا اس پر تفصیلی کلام موجود ہے۔ اس لئے حافظ صاحب کا یہ مطالبہ کہ تاویل کے بغیر دفاع کر کے دکھایا جائے بذات خود محل نظر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان صفحات میں ایسی "تاویل" کے بغیر ہی معنی واضح کر دیئے گئے جو دور از کار یا پر تکلف معلوم ہوں۔

[58] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ص ۱۵

آخری امکان

فصوص الحکم کا مذکورہ حصہ ناقدین و شارحین شیخ کے مابین دیرینہ نزاع کا موضوع رہا ہے جسے ہم نے اپنی بساط کے مطابق حل کرنے کی کوشش کی۔ اگر ناقدین کو ان میں سے کوئی تعبیر و توجیہ پسند نہیں تو وہ یہ رائے بھی اختیار کرسکتے ہیں کہ یہ عبارت شیخ ابن عربی کی نہ ہو بلکہ مدرج ہے۔ ماہرین شیخ کا ایک گروہ اس بات کا قائل رہا ہے کہ شیخ کی کتب میں اضافہ جات ہوئے اور اسی بنا پر وہ اس نوع کی بعض عبارات سے شیخ کی برات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس باب میں جس عبارت پر ہم نے بحث کی، عصر حاضر میں شیخ ابن عربی کے علوم کے ماہر استاذ محمود غراب صاحب کے مطابق فصوص الحکم کا یہ مقام 'ام المشکلات' میں سے ہے۔[59] شیخ اکبر رحمہ اللہ (متوفی:۶۳۸ھ) نے فصوص الحکم ۶۲۷ھ میں لکھی جبکہ فتوحات مکیہ آپ علیہ الرحمۃ نے ۵۹۹ھ سے ۶۳۵ھ کے عرصے میں مکمل فرمائی۔ استاذ غراب کا کہنا ہے کہ شیخ کی طرف منسوب اس عبارت کا پہلا حصہ فتوحات مکیہ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور ان کے خیال میں فتوحات مکیہ کے سوا دیگر کتب میں درج انہی باتوں کی نسبت شیخ کی طرف ثابت ماننا چاہئے جو اس کتاب کے خلاف نہ ہوں۔[60] سابقہ ابواب و اوراق میں فتوحات مکیہ اور فصوص کی متعدد عبارات سے تفصیلی طور پر ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہر مقام پر شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے ولایت کو نور نبوت سے مستفاد ہی قرار دیا ہے۔ جو شخص یہ عقائد رکھتا ہو کہ ہمیں رسولوں کے مقامات کا کوئی ذوق نہیں، تابع صرف تابع ہی کے مقابلے پر آسکتا ہے، قطب واحد روح محمدی ﷺ ہی ہے جس سے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اور تمام اقطاب مدد حاصل کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو وہ علوم عطا کیے گئے جو کسی کو عطا نہیں ہوئے ، آپ ﷺ کو اولین اور آخرین کا علم عطا کیا گیا جس میں ہر معقول و محسوس بھی شامل ہے، نبی کریم ﷺ اعلم الخلق ہیں، ہر علم میراث محمدی ﷺ ہے، خاتم الاولیاء کا مقام ایسا ہی ہے جیسے

---

[59] شرح فصوص الحکم من کلام الشیخ الاکبر: ص۴۹

[60] شرح فصوص الحکم من کلام الشیخ الاکبر: ص۴۹

رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر میں آپ ﷺ کا ایک بال مبارک، خاتم ولایت خاصہ خاتم الرسل ﷺ کی حسنات میں سے ایک نیکی ہے نیز یہ عقائد اس کی کتب کے ہزاروں صفحات میں مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے ہوں، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تابیر نخل اور اساری بدر کے واقعات سے نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی افضلیت کا قائل ہو؟ اسی کے پیش نظر ماہرین شیخ میں سے بعض کا ماننا ہے کہ شیخ کی کتب میں ایسی بعض عبارات کتابت یا فہم وغیرہ کی غلطی کی وجہ سے درج ہو گئی ہیں۔ استاذ غراب اس عبارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسماعیل بن سودکین، جو شیخ کے دوست وشاگرد تھے، ان کے نسخے میں اس عبارت کا پہلا حصہ درج نہیں:

لذلک نجد ان الکلام فی ص ۴۹ من قوله (حتی ان الرسل متی رأوه) الی قولی فی ص ۵۰ (فتحقق ما ذکرنا) غیر موجود فی کتاب المسائل لمؤلفه اسماعیل بن سودکین کما تلقاها من الشیخ فی المسألة رقم ۲۴ --- لذلک لا نجد اشارة الی مسألة ختم الولایة فی کتاب نقش الفصوص لاسماعیل بن سودکین و فیه اختصار الفصوص مما یدل علی ان الکلام فی هذا الموضوع مدرج فی الفص[61]

"اسی طرح ہم یہ پاتے ہیں کہ ص ۴۹ میں شیخ کا فرمان (حتی ان الرسل متی رأوہ) سے ص ۵۰ تک آپ کا فرمان (فتحقق ما ذکرنا) کتاب المسائل جس کے مؤلف اسماعیل بن سودکین ہیں موجود نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے شیخ سے مسئلہ نمبر ۲۴ میں حاصل کیا۔۔۔ اسی لیے ہم اس مسئلہ کی طرف کوئی اشارہ ختم ولایت کی طرف نقش الفصوص میں جو اسماعیل بن سودکین کی ہے اور اس میں فصوص کا اختصار ہے، نہیں

[61] شرح فصوص الحکم من کلام الشیخ الاکبر: ص ۵۵

پاتے جو اس پر دلیل ہے کہ یہ کلام اس فص میں مدرج ہے۔"[62]

استاذ غراب سے قبل بھی بعض ماہرین شیخ کی یہ رائے رہی ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کا بعض کلام مغلق اور پیچیدہ ہے، اگر کسی عبارت کا مفہوم شیخ کی اصطلاح پر عدم اطلاع یا معانی غامضہ سے ناواقفیت کی بنا پر سمجھ نہ آئے تو شیخ اکبر رحمہ اللہ کے بارے میں بدگمانی کرنے کے بجائے اس کی نسبت شیخ کی طرف غیر ثابت شدہ ماننی چاہئے۔ ان شارحین کے مطابق شیخ کی کتب میں کچھ عبارتوں کو شامل کر دیا گیا ہے۔ حضرت امام عبد الوھاب شعرانی فرماتے ہیں:

وقد اخبرنی العارف باللہ تعالیٰ، الشیخ ابو طاهر المزنی الشاذلی رضی الله عنه ان جمیع ما فی کتب الشیخ محی الدین مما یخالف ظاهر الشریعة مدسوس علیه- قال لانه رجل کامل باجماع المحققین و الکامل لا یصح فی حقه شطح عن ظاهر الکتاب و السنة لا ن الشارع امنه علی شریعته[63]

"مجھے عارف باللہ تعالی، شیخ ابو طاہر مزنی شاذلی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ شیخ محی الدین کی کتب میں جو کچھ بھی ظاہر شریعت کے خلاف ہے وہ شیخ کی کتب میں سازش سے شامل کر دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیونکہ آپ محققین کے اجماع کے مطابق مرد کامل ہیں اور کامل ظاہر کتاب و سنت سے نہیں ہٹتا بلکہ شارع نے اسے شریعت کا امین بنایا ہے۔"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

و جمیع ما لم یفهمه الناس من کلامه انما هو لعلو مراقیه و جمیع ما عارض

---

[62] ماہرین شیخ میں سے بعض کو استاذ محمود غراب کی اس رائے سے اتفاق نہیں۔ مثلاً دیکھئے استاذ عبد الباقی مفتاح کی کتاب الرد على محمود الغراب في تشريحه لفصوص الحكم لابن العربي

[63] الیواقیت والجواہر: ص ۴

من کلامه ظاهر الشریعة و ما علیه الجمهور وهومدسوس علیه کما اخبرنی بذلک سیدی الشیخ ابو الطاهر المغربی نزیل مکةالمشرفةثم اخرج لی نسخة الفتوحات التی قابلها علی نسخة الشیخ التی بخطه فی مدینة قونیة فلم ار فیها شیئا مما کنت توقفت فیه وحذفته حین اختصرت الفتوحات-[64]

"شیخ کی جو باتیں لوگوں کو سمجھ نہیں آئیں وہ آپ کے بالا زینوں سے ہے اور جو ظاہر شریعت یا جمہور سے ٹکراتا ہے وہ آپ کے خلاف سازش ہے۔ جیسا کہ مجھے سیدی شیخ ابو طاہر مغربی نے بتایا جو مکہ شریفہ میں مقیم ہیں۔ پھر آپ نے فتوحات کا ایک ایسا نسخہ نکال کر دکھایا جس کا تقابل انہوں نے شیخ کے اس قلمی نسخے سے کیا تھا جو آپ کے خط (سائن) سے قونیہ شہر میں ہے۔ میں نے اس میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں مجھے تامل تھا اور بوقت اختصار جسے چھوڑ دیا۔"

اسی نوع کی رائے کا اظہار علامہ حصکفی نیز علامہ ابن عابدین شامی نے بھی کیا ہے۔[65] ان آراء کو پیش کرنے کا مقصد یہ کہنا ہے کہ اگر کسی کو درج بالا امکانات یا شیخ کے دیگر شارحین کے بیان کردہ معانی پر تسلی نہیں تو اس کے سامنے یہ رستہ بھی کھلا ہوا ہے کہ شیخ ابن عربی کی محکم اور ایمان سے بھرپور عبارات و تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ حسن ظن رکھ لے کہ یہ عبارت شیخ کی نہ ہو گی۔ البتہ حافظ صاحب نے اس ضمن میں بھی ایک انوکھا مشروط حل تجویز فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"(اگر) فریقین اس بات پر متفق ہو جائیں کہ شیخ ابن عربی کی عبارتیں ان کی نہیں ہیں، وہ کسی نے اضافہ کی ہیں، آئندہ وہ پبلش نہیں ہوں گی، ان کی شروحات نہیں لکھی جائیں گی، ان کی تدریس نہیں ہو گی، ان کی تاویل نہیں ہو گی تو میری رائے میں پھر شیخ

---

[64] الیواقیت والجواہر: ص۹

[65] درمختار وردالمحتار: ج۶: ص۳۷۸۔۳۷۹

ابن عربی کو مطعون کرنے کی کوئی ضرورت اور وجہ باقی نہیں رہ جاتی ہے "[66]

بہت سے علماء کے نزدیک بخاری و مسلم سمیت احادیث کی امہات الکتب میں بھی ضعیف بلکہ بعض علماء کے نزدیک ایسی احادیث موجود ہیں جنہیں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ علماء اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث فلاں آیت یا فلاں احادیث یا عقیدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے لیکن کوئی یہ مطالبے سامنے نہیں رکھتا کہ اب ان حدیثوں کو ان کتب سے خارج کرو، ان کی چھپائی بند کرو نیز ان کی تعلیم اور تاویل بند کرو ورنہ میں امام بخاری اور امام مسلم اور دیگر محدثین رحمہم اللہ پر نعوذ باللہ تبرا جاری رکھوں گا۔ جس محقق کے نزدیک وہ حدیث ثابت ہوتی ہے وہ اسے قبول کرتا اور اس کی تاویل کرتا ہے اور جسے قبول نہیں ہوتی وہ برات کا اظہار کرکے آگے بڑھ جاتا ہے۔ یہی عالم کی شان اور علم کی دنیا کی روایت ہے۔

---

[66] ابن عربی کا تصور ختم نبوت: ۶۷

اَلْحَمْدُ لله الَّذِیْ بِنِعْمَتِه تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ (حدیث)

خاتمہ کتاب

کتاب کی بحث سے یہ بات واضح ہو چکی کہ شیخ ابن عربی کا تصور نبوت خدا اور کائنات کے تعلق کے بارے میں متعلقہ نصوص کو ٹھیک مقام پر بٹھا کر ایک ایسا جامع فکری نظام فراہم کرتا ہے جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ ختم نبوت کی پوری رعایت کرتا ہے۔ شیخ کی فکر کی یہ جامعیت ان ہی کا خاصہ ہے۔ شیخ ابن عربی سے قبل مباحث الٰہیات (خدا اور کائنات، بشمول نبی اور انسان کے تعلق) پر ایک طویل علمی روایت چلی آرہی تھی جس میں مختلف گروہ اپنے اپنے انداز میں امکان و حقیقت نبوت نیز وراثت نبوت کے موضوعات پر گفتگو کر رہے تھے اور شیخ نے انہی مباحث کے اندر ایک موقف اختیار کیا۔

اس علمی روایت میں ایک طرف (1) ابو نصر فارابی (م:950ع) اور ابن سینا (م:1037ع) جیسے مسلم فلاسفہ تھے جن کے نظام فکر کے اندر نبوت ایک فطری اور کسبی چیز ٹھرتی ہے (اسے آپ natural theory of nabuwwat کہہ سکتے ہیں)۔ خدا کا کسی انسان کو مبعوث کرنا، نزول وحی نیز نجات کے لئے کسی تاریخی نبی پر ایمان لانا جیسے امور اس فکر میں استعاراتی سطح پر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ مسلم فلاسفہ کے نظام میں نبوت ایک اچھنبا تھا۔ دوسری طرف متکلمین اسلام کا اصرار ہے کہ خدا نبی مبعوث کرتا ہے، نزول وحی اور معجزہ عین ممکن و قابل فہم امور ہیں نہ کہ ناقابل فہم، نیز یہ کہ نبوت غیر کسبی امر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان کی اخروی نجات و سعادت کے سلسلے میں نبی جن حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے، عقل کے ذریعے ان تک رسائی ممکن نہیں۔ متکلمین کا زیادہ زور انہی امور تک رہتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ غیر نبی انسان کے لئے وصل خداوندی کی کون کونسی

صورتیں ممکن ہیں، تو ان کے ہاں اس پر اس انداز میں بحث ملتی ہے کہ "کرامات الاولیاء حق"، یعنی علم اور قدرت الٰہی کا ظہور نبی کے نیک اور صالح امتیوں کے ذریعے ہو جانا بھی حق ہے لیکن یہ ظہور اجرائے احکامات شرعیہ سے متعلق نہیں ہوتا۔ تیسری طرف صوفیائے کرام تھے جن کا دعوی تھا کہ انسان کے پاس عقل سے ماوراء بھی تصدیق حقائق کا ایک ذریعہ موجود ہے جو تزکیہ نفس سے حاصل ہوتا ہے، اسے وہ ذوق، تجربہ اور قلب کی آنکھ کہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس طریقہ علم سے وصل اور قرب خداوندی کا ایسا حقیقی علم حاصل ہوتا ہے جو ظاہری حواس اور عقل سے ماوراہے نیز اس ذریعے سے حاصل ہونے والا علم حقیقت اور وصل خداوندی اس علم سے برتر ہے جو عقلی دلائل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ چوتھی طرف اہل تشیع گروہ کے مختلف فرقوں کے مابین یہ بات تقریباً قدر مشترک تھی کہ ختم نبوت کے بعد بھی اللہ تعالی معصوم اماموں کا تقرر فرماتا ہے جن پر نازل ہونے والی وحی والہام کی اتباع ضروری ہے۔

چنانچہ شیخ ابن عربی نے عین اس ماحول میں آنکھ کھولی جب مسلم دنیا میں یہ بحثیں عروج پر تھیں۔ شیخ ابن عربی نے تمام گروہوں کے مواقف کو مد نظر رکھتے ہوئے مباحث نبوت میں ایک ایسا موقف اختیار کیا جس میں صوفی ذوق کی بھی ترجمانی تھی اور متکلمین کے قانونی نظام کی بھی رعایت تھی، اور اس کے ساتھ فلاسفہ واہل تشیع گروہوں کی فکر کے نتائج سے بھی برات تھی۔ چنانچہ شیخ ابن عربی کا تصور نبوت ابتدائی صدیوں میں مسلم فلاسفہ و متکلمین کے مابین دلائل النبوۃ کی انہی بحثوں میں چوٹی کا اضافہ (کنٹریبیوشن) تھا۔ مسلم فلاسفہ کے نظام فکر میں نبوت ایک اچھنبا تھا جبکہ متکلمین نے نبوت اور نزول وحی کو خدا کی عادت میں تبدیلی و خرق عادت امر کے طور پر منوانے کے دلائل دیئے۔ لیکن شیخ نے اس بات پر زور دیا کہ جسے نبوت کہتے ہیں یہ اصلاً خدا اور کائنات کے ربط سے عبارت ہے اور یہ ربط اچھنبے کی چیز ہے نہ خرق عادت امر، یہ ایک مستقل و دائمی حقیقت کا نام ہے اور قرآن کی رو سے اس کائنات میں ایسی کوئی شے نہیں جو اس تعلق سے ماوراہو۔ اس دائمی و مستقل نظام کے اندر اگر خدا کسی کو خصوصی مرتبہ نبوت سے سرفراز فرما کر

اسے انسانوں کی طرف خدا کی بندگی بجالانے کے احکامات منتقل کرنے کے منصب پر فائز کردے تو اس میں اچھنبے یا خرق عادت معاملہ ہونے کی کیا بات؟ جو خدا اس کائنات کی ہر شے کی طرف اخبار نازل کر رہا ہے، وہ اگر کسی انسان کی طرف وحی فرمائے تو حیرانی یا سوال کیسا؟ پس متکلمین کی یہ بات درست ہے کہ خدا کائنات میں ہمہ وقت کار فرما ہے لیکن خدا اور کائنات کا یہ تعلق مصور کی تخلیق جیسا نہیں بلکہ خلق کے ساتھ ساتھ شعور بندگی عطا کرنے کا بھی ہے اور جو اس کائنات کی ہر شے کو اللہ تعالی ہی کی طرف سے "بصورت نزول نبا" حاصل ہوتا ہے۔

شیخ نے صوفیاء کے مقدمے کو اجاگر کرنے کے لئے نبوت عامہ یا ولایت کے تصور کو واضح کیا۔ اس نظریئے میں شیخ وصل خداوندی کے امکان کے لئے انبیاء اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ شیخ نے نبوت عامہ کے تصور کے اندر ان تینوں دھاروں (مسلم فلاسفہ، متکلمین اہل سنت اور صوفیاء) کے مباحث کو بیک وقت اپنا مخاطب بنایا اور ان کے ہاں ہر شے عین اسی مقام پر ہے جہاں متکلمین اسے رکھا کرتے تھے لیکن متکلمین کی تعبیر کچھ چیزوں کو اس طرح واضح کرنے والی نہیں تھی جن کی وہ مستحق تھیں۔ شیخ ابن عربی سے قبل متکلمین وفقہاء اپنے دائرہ عمل اور دلچسپی کے سامان کے لئے مربوط نظامہائے فکر وضع کر چکے تھے۔ قرآن و سنت سے ان کی بنیادیں بھی واضح کر چکے تھے تاکہ ان راہوں کا سالک دلجمعی کے ساتھ اس راہ پر چلتا رہے۔ صوفیاء کی عملی روایت اور اس کے حاصل کا ذکر ان کی دلچسپی کے کام میں آخری صفحے پر لکھی عبارت کی سی حیثیت دیتا محسوس ہوتا تھا جس کا ذکر ان کی کتابوں میں کچھ یوں ہوا کرتا ہے: "کرامات الاولیاء حق"، یعنی اولیاء کی کرامات حق ہیں (کرامت جب علم الٰہی سے متعلق ہو تو اسے کشف والہام کہتے ہیں اور جب اللہ کی قدرت سے متعلق ہو تو اسے تصرف کہتے ہیں)۔ ذوق بندگی کے نتیجے میں بندے کو قرب اور عرفان الٰہی کی جو منازل میسر آسکتی ہیں، ان کا ذکر ان علمائے کلام کی کتب میں اس سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ شیخ ابن عربی کا کمال یہ ہے کہ نصوص کی روشنی میں "نبوت عامہ" کے تصور کو ایک کائناتی حقیقت کی سطح پر بیان کرکے خدا اور بندے کے

تعلق کی اس جہت کو اس بیانئے کے گویا ضمیمے سے نکال کر مقدمے میں لے آئے۔ یہ ان کا ایسا علمی کنٹریبیوشن ہے جس کی وجہ سے صوفیاء حلقوں میں انہیں شیخ اکبر مانا جاتا ہے اور وہ بلاشبہ اس لقب کے مستحق ہیں۔

شیخ سے قبل چلی آنے والی روایت میں چیزوں کو "فرق" (یعنی مابہ الامتیاز) کے اصول پر سمجھانے کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا: یعنی یہ خدا کی صفات ہیں، یہ نبی ہے، یہ رسول ہے، یہ ولی ہے، یہ عام بندہ ہے، یہ دیگر موجودات ہیں وغیرہ۔ چنانچہ اس روایت میں ہر چیز کو دوسرے سے الگ رکھنے کے اصول پر بیان کیا جاتا رہا ہے جس سے ان کے الگ الگ تاثرات قائم ہوتے ہیں اور جس کے یقیناً اپنے فوائد ہیں۔ لیکن ان سب تصورات میں کونسی بات مشترک ہے جو سب اجزاء کو جوڑ دے؟ شیخ نے "مابہ الاشتراک" کے اصول پر بھی انہی اجزاء کو بیان کرنے کی کوشش کی جنہیں دیگر علماء مابہ الامتیاز کے اصول پر بیان کرتے چلے آئے تھے۔ یہ ایک الگ طرح کی نقشہ و خاکہ بندی تھی جس کے ذہن عادی نہ تھے (اور اب بھی نہیں) اور اسی سبب لوگوں کے لئے یہ غلط فہمیوں کا باعث بنا۔ چنانچہ "نبوت عامہ" شیخ کا وہ عمومی تصور ہے جس کے تحت وہ خدا اور کائنات کے تعلق، خدا اور بندے کے تعلق، نبوت اور ولایت الغرض ہر کیٹیگری یا نوع کو ایک ہی اصول کے تحت سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مجرد (abstract) سطح پر اٹھ کر انہی امور و اجزاء کو مربوط کرنے کی ایک کاوش تھی جو پہلے والوں کے ہاں کچھ منتشر دکھائی دیتے تھے۔ مابہ الاشتراک کے اصول پر بھی مبنی ان کے اس نظام کے اندر ہر جزو اسی مقام پر موجود ہے جہاں وہ مابہ الامتیاز کے اصول پر مبنی تعبیر کے اندر موجود تھا، البتہ ان اجزاء تک پہنچنے کا تعبیری طریقہ ذرا مختلف ہو گیا۔ یہ ایک وجہ ہے جسے سمجھنے میں مشکلات کی بنا پر لوگ شیخ کے درپے ہو گئے۔

مباحث کتاب سے یہ واضح ہو گیا کہ اگرچہ شیخ ابن عربی خدا اور کائنات کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے عام متکلمین کے طرز تعبیر سے ذرا مختلف انداز اختیار کرتے ہیں، تاہم ان کا انداز بیان نصوص شریعت اور اہل سنت کے مفاہیم کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ شیخ ابن عربی بعینہ اسی معنی میں

ختم نبوت کے قائل ہیں جن معنی میں علمائے اہل سنت اس کے قائل ہیں۔ جن لوگوں نے شیخ کی بعض عبارات کو بنیاد بنا کر یہ پراپیگنڈہ کیا کہ وہ بالخصوص اور صوفیاء کرام بالعموم ختم نبوت کے انکار جیسا عقیدہ رکھتے ہیں نیز ان کا تصور نبوت قرآن و حدیث کے خلاف اور ایک متبادل دین ہے، ان حضرات نے شیخ ابن عربی کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ شیخ کی بعض عبارات کو ان کے سیاق و سباق اور نظام فکر سے کاٹ کر پیش کیا۔ ایسا کرتے ہوئے انہیں یہ احساس بھی نہ رہا کہ اس کے ذریعے وہ قادیانیوں کے صریح کفر کو قابل تاویل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے حامیوں نے اگر شیخ ابن عربی کے کلام کے ساتھ خیانت کی تو کسر انہوں نے بھی نہیں چھوڑی جنہوں نے شیخ کی عبارات کو اس کے تناظر سے کاٹ کر اس جھوٹے شخص اور اس کے پیروکاروں کے لئے نرم گوشہ پیدا کرنے کے واسطے ان کی طرف سے کھڑے ہو کر علماء اور عام مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا۔ "ختم نبوت" پر ڈاکہ زنی کرنے والے ایک گروہ کی موجودگی کی وجہ سے لفظ "نبی" کے ارد گرد جو حساسیت پیدا ہو چکی تھی، عام ذہن تو کجا اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس سے متاثر ہونے لگے اور انہیں بھی شیخ کی کتب میں "وہی معنی" دکھائی دینے لگے جو ناقدین نے پھیلا دیئے۔ یوں فضا دھندلا گئی، لوگ علم کی بات سننے کو تیار نہیں، بس ایک ہی سوال دہراتے ہیں: آخر شیخ کی کتاب میں ایسا "لفظ" کیوں ہے جس سے ان کے نزدیک یہ ابہام پیدا ہوا۔ پس شیخ کے کلام پر بونوں کا منصف بن کر عدالت قائم کرنا درست نہیں۔

آخر میں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس کتاب میں اگر شیخ ابن عربی کی کسی بات کی تفہیم میں کوئی غلطی یا کسر رہ گئی ہو تو اسے ہمارا قصور سمجھا جائے۔ ہمارا کہنا یہ نہیں ہے کہ شیخ ابن عربی کی کتب میں جو مواد موجود ہے وہ فہم و استدلال کی ہر قسم کی غلطی سے مبرا ہے نیز اس سے اختلاف جائز نہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ ایک شخص جو تصوف کی عظیم الشان اسلامی روایت کا امین و امام ہے، اس پر عبارات کے غلط فہم کے سبب زبردستی کفر کے ایسے فتوے لگانا جائز نہیں جو اس کے کلام میں موجود نہیں۔ پھر اس سے مزید آگے بڑھ کر تصوف کی روایت ہی پر ہاتھ صاف کرنے کی

کوشش کرنا، یہ علم وعدل کے پیمانوں سے فروتر رویہ ہے۔

ناقدین سے گزارش

کتاب کے آخر میں ہم غامدی صاحب و حافظ زبیر صاحب اور ان کے متبعین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ شیخ ابن عربی کے بارے میں اپنی اس رائے پر از سر نو غور کریں کہ نعوذ باللہ شیخ نے ختم نبوت کا انکار کیا نیز شیخ و صوفیاء کا تصور نبوت ایک متوازی دین کے ہم معنی اور کذاب مرزا قادیانی کے دعووں جیسا ہے۔ ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ انہیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

کتابیات / مراجع

قرآن و علوم القرآن

1) القرآن

2) ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی، **تاویلات اہل السنۃ**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1426ھ،2005ء

3) ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی، **مفاتیح الغیب**، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، 1420ھ

4) بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، **البرھان فی علوم القرآن**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبعہ ثانیہ 2011ء

5) ناصر الدین الشیرازی بیضاوی، **تفسیر بیضاوی / انوار التنزیل و اسرار التاویل**، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، 1418ھ

6) محمد بن احمد قرطبی، **الجامع للاحکام القرآن / تفسیر قرطبی**، دار الکتب المصریۃ، قاھرۃ مصر، 1384ھ، 1964ء

7) حسین بن محمد دامغانی، **الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1424ھ

8) مقاتل بن سلیمان، **الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1429ھ

9) عبد اللہ بن احمد ابو البرکات نسفی، **تفسیر نسفی**، دار الکلم الطیب، بیروت لبنان، 1419ھ

10) محمود بن عمر زمخشری، **الکشاف**، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان 2016ء

11) یحی بن زیاد بن عبد اللہ فراء، **معانی القرآن**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 2002ء

12) حسین بن مسعود بغوی، **معالم التنزیل فی تفسیر القرآن**، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، 1420ھ

13) اسماعیل بن عمر بن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1419ھ

14) راغب حسین بن محمد بن مفضل اصفہانی، **المفردات فی غریب القرآن**، دارالقلم، بیروت لبنان، 1412ھ

15) امین احسن اصلاحی، **تدبر قرآن**، فاران فاؤنڈیشن،، لاھور، 2009ء

16) جاوید احمد غامدی، **البیان**، المورد، لاہور، 2018ء

الحدیث و علوم الحدیث

17) محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح البخاری**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، بیروت، لبنان، طبعہ سابعہ، 1438ھ

18) مسلم بن حجاج نیشاپوری قشیری، **صحیح مسلم**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثامنہ، 1437ھ

19) محمد بن عیسیٰ ترمذی، **جامع ترمذی**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ سادسہ 2016ء

20) ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، **سنن ابی داؤد**، مکتبہ عصریہ، صیدا، بیروت، سن اشاعت ندارد

21) ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، **سنن ابی داؤد**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ سابعہ 1438ھ

22) احمد بن محمد ابن حنبل، **مسند امام احمد بن حنبل**، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، طبعہ اولی، 1421ھ

23) تقی الدین ابن صلاح، **مقدمۃ ابن الصلاح**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1423ھ

24) محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی، **الضوء اللامع**، دار الجیل، بیروت لبنان، تصویر عن مکتبۃ القدسی، سنۃ النشر 1412ھ

25) محمد بن عبد الرحمن السخاوی، **مقاصد الحسنۃ**، دار الکتاب العربی، بیروت، 1405ھ

26) عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی، **تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک**، دار الامین، 1414ھ

27) احمد بن علی بن حجر عسقلانی، **فتح الباری شرح صحیح بخاری**، دار المعرفۃ بیروت لبنان، 1379ھ

28) محمود بن احمد غیتابی بدر الدین عینی، **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری**، دار احیاء التراث، بیروت لبنان، 1431ھ

29) ابو الحسن علی بن خلف، **شرح صحیح بخاری لابن بطال**، مکتبۃ الرشد، ریاض سعودی عرب، 1431ھ

30) محمد بن عثمان ذہبی، **تاریخ الاسلام**، دار الغرب الاسلامی، بیروت لبنان، سن ندارد

31) احمد بن علی بن بن حجر عسقلانی، **لسان المیزان** ، مؤسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ،1390ھ

32) احمد بن علی بن بن حجر عسقلانی، **انباء الغمر بابناء العمر**، جمہوریۃ مصر العربیۃ وزارۃ الاوقاف، لجنۃ احیاء التراث اسلامی القاھرۃ1419ھ

33) احمد بن علی بن بن حجر عسقلانی، **لسان المیزان**، مؤسسۃ العالمی للمطبوعات، بیروت لبنان، سن ندارد

34) احمد بن علی بن بن حجر عسقلانی، **الدرر الکامنۃ**، دار المعارف عثمانیہ حیدر آباد، سن ندارد

35) قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، **الشفا**، جائزۃ دبئ الدولیۃ، الامارات، 1434ھ

36) یحی بن شرف نووی، **المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج**، دار المعرفۃ، بیروت لبنان ،طبعہ حادی و عشرون،1437ھ

37) ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی، **ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی** ،الجامعۃ الاسلامیۃ ، اعظم گڑھ ہند، 1415ھ

38) محمد بن علی شوکانی، **قطر الولی علی حدیث الولی**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1435ھ

39) محمد بن علی شوکانی، **البدر الطالع محاسن من بعد القرن السابع**، دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ مصر

40) سید صدیق حسن خان، **اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین**، مطبع نظامی کانپور، 1288ء

41) سید صدیق حسن خان، **آثار القیامۃ فی حجج الکرامۃ**، مطبع شاہجہاں بھوپال، ہندوستان، سن ندارد

علم الکلام

42) احمد بن محمد ابو جعفر الطحاوی، **العقیدۃ الطحاویۃ**، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ العاشرۃ،1417ھ

43) ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی، **شرح بدء الامالی**، دار لکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1422ھ

44) ابو بکر محمد بن طیب باقلانی، **تمہید الاوائل و تلخیص الدلائل**، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت لبنان، 1407ھ

45) عبد القاہر بن طاہر بغدادی، **اصول الدین**، مطبعۃ الدولی، مصر، 1346ھ

46) محمد بن محمد ابو الیسر بزدوی، **اصول الدین**، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، قاہرہ مصر، 1424ھ

47) عبد المالک ابو یوسف جوینی، **الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الدین**، متکبۃ الخانجی، مصر، 1369ھ

48) محمد بن محمد ابو حامد غزالی، **الاقتصاد فی الاعتقاد**، دار البصائر، القاہرہ مصر، 2009

49) محمد بن محمد ابو حامد غزالی، **فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ**، دار البیروتی، 1413ھ

50) میمون بن محمد نسفی، **بحر الکلام**، طبعہ ثانیہ، مکتبۃ دار الفرفور، 1421ھ، 2000ء

51) میمون بن محمد ماتریدی، **التمہید فی اصول الدین**، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، 2006ء

52) ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی، **المطالب العالیۃ من العلم الہی**، دار الکتب العربی، بیروت لبنان، 1407ھ

53) محمد بن عمر بن الحسین فخر الدین الرازی، **الاشارۃ فی اصول الکلام**، مرکز نور العلوم البحوث والدراسات، 2007

54) علی بن ابی علی سیف الدین آمدی، **غایۃ المرام فی علم الکلام**، دار الکتب العلیمیۃ، بیروت لبنان، 1424ھ، 2004ء

55) علی بن ابی علی سیف الدین آمدی، **ابکار الافکار فی اصول الدین**، طبعۃ ثانیۃ، دار الکتب والوثاق القومیۃ، قاہرہ، مصر، 2004ء

56) سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، **شرح المقاصد**، عالم الکتب، بیروت لبنان، 1419ھ، 1998ء

57) سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، **شرح المقاصد**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبعہ ثانیہ 2011ء

58) سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، **شرح العقائد النسفیہ**، مکتبۃ المدینہ، کراچی پاکستان، 2012

59) سید شریف جرجانی، **شرح المواقف**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبعہ ثانیہ، 1433ھ

60) احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان**، دار الفضیلۃ، سن ندارد

61) احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **النبوات**، مکتبۃ اضواء السلف، 2000ء

62) احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی**، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، شوودی عربیبہ،

1415ھ
63) اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی، **شرح البابرتی للعقیدہ الطحاویۃ**، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، کویت۔1409ھ
64) کمال الدین محمد بن محمد ابو شریف شافعی، **کتاب المسامرۃ فی شرح المسایرۃ** از کمال ابن ہمام، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، قاھرہ مصر،2006ء
65) برھان الدین ابراھیم اللقانی، **عمدۃ المرید شرح جوھرۃ التوحید**، دار النور المبین، عمان اردن، 2016ء
66) ابراہیم بن محمد بیجوری، **تحفۃ المرید علی جوھرۃ التوحید**، دار السلام مصر،1422ھ،2002ء
67) شاہ ولی اللہ، **التفہیمات الالھیہ**، مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ دہلی 2015ء
68) محمد بن ابو بکر بن ناصر الدین دمشقی شافعی، **الرد الوافر**، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان،1432ھ
69) ملا علی قاری، **منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر**، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت لبنان،1419ھ
70) غلام دستگیر قصوری، **تحقیقات دستگیریہ**، ادارہ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت، عالمگیر روڈ، کراچی، اشاعت دوم 2012ء

الفقہ و اصول الفقہ

71) محمد بن ادریس شافعی، **الرسالۃ**، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی،1375ھ 1938ء
72) ابو بکر محمد بن ابی سہل احمد سرخسی، **المبسوط**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ رابعہ 2017ء
73) علی بن محمد بزدوی، **اصول البزدوی**، شرکۃ دار البشائر الاسلامیۃ،1437ھ 2016ء
74) محمد بن محمد ابو الیسر البزدوی، **معرفۃ الحجج الشرعیۃ**، موسسۃ الرسالۃ،1420ھ 2000ء
75) علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل فرغانی مرغینانی، **الھدایۃ**، مکتبۃ البشریٰ، کراچی 2014ء
76) ابو بکر بن مسعود بن احمد کاسانی، **بدائع الصنائع**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان طبعہ رابعہ 2019ء
77) علی بن احمد ابن حزم الاندلسی، **المحلی بالاثار**، دار الکتب العلیمیۃ، بیروت لبنان،1424ھ،2003ء
78) زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم، **الاشباہ والنظائر**، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی پاکستان

79) نظام وجماعۃ من علماء الھند، **الفتاویٰ الھندیۃ**، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ پاکستان، سن اشاعت ندارد
80) محمد بن بہادر بدر الدین زرکشی، **البحر المحیط**، دار الکتبی، قاھرہ مصر، 1414ھ
81) محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی، **التقریر والتحبیر**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1419ھ
82) علاؤالدین حصنی حصکفی، **الدر المختار**، مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن ندارد
83) محمد امین ابن عابدین، **رد المحتار**، مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن ندارد
84) احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، **الفتاویٰ الحدیثیہ**، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، پاکستان، سن ندارد
85) محمد بن علی شوکانی، **ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول**، دار الفضیلۃ، 1421ھ، 2000ء
86) احمد رضا خان، **فتاویٰ رضویہ**، رضا فاؤنڈیشن، لاہور پاکستان، 2006ء
87) مفتیان لدھیانہ، **فتاویٰ قادریہ**، در مطبع قیصر ہند لودیانہ، ماہ ربیع الاول، 1319ھ
88) ثناء اللہ امرتسری، **فتاویٰ ثنائیہ**، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، 1972ء

شیخ اکبر و علومہ

89) محمد بن علی ابن العربی، **الفتوحات المکیۃ**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2006ء
90) ابن العربی، **فصوص الحکم**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2008ء
91) ابن العربی، **تنبیھات علی علو الحقیقۃ المحمدیۃ**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1428ھ
92) ابن العربی، **بلغۃ الغواص فی الاکوان الی معدن الاخلاص فی معرفۃ الانسان**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 2011ء
93) ابن العربی، **کتاب الیقین**، رسائل ابن عربی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1428ھ
94) ابن العربی، **کتاب المحبۃ**، رسائل ابن عربی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1428ھ
95) ابن العربی، **الرسالۃ الی الامام الرازی**، رسائل ابن عربی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1428ھ
96) ابن العربی، **رسالۃ القربۃ**، رسائل ابن عربی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1428ھ
97) ابن العربی، **عنقاء مغرب فی ختم الاولیاء وشمس للمغرب**۔ ابن عربی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،

لبنان 2005ء
98) محمد بن علی حکیم ترمذی، **ختم الاولیاء**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعۃ ثانیہ، 2005ء
99) مؤید الدین جندی، **شرح مؤید الدین الجندی علی فصوص الحکم**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1428ھ
100) داؤد بن محمود قیصری، **مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم**، منشورات انوار الھدی، 1416ء
101) عبد الوہاب شعرانی، **الیواقیت والجواھر**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ 1428ھ
102) جلال الدین سیوطی، **تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی**، دار العلم والثقافۃ، قاہرہ مصر، 1995ء
103) عبد الرحمن بن احمد جامی، **شرح الجامی علی فصوص الحکم**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ 2009ء
104) علی بن احمد مہائمی، **خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم**، دالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 1428ھ
105) عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی، **جواھر النصوص فی حل کلمات الفصوص**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان: طبع اولی 2008ء
106) شاہ محمد مبارک علی، **کنوز اسرار القدم وخزائن اسرار الکلم**، کاشانہ علم وادب، حیدر آباد کالونی کراچی، 1994ھ
107) محمود غراب، **شرح فصوص الحکم من کلام الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی**، مطبعۃ زید بن ثابت، 1405ھ
108) عبد القدیر صدیقی، **شرح فصوص الحکم**، نذیر سنز لاہور پاکستان، 1998ء
109) بابا ذہین شاہ تاجی، **تنبیہات و تشریحات فصوص الحکم**، ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی 1981ء
110) ابو الحسن علی بن ابراہیم بغدادی، **الدر الثمین فی مناقب الشیخ محی الدین**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان 2007ء

111) احمد فرید مزیدی، **النور الابھر فی الدفاع عن الشیخ الاکبر**، الذکر، قاہرہ دار مصر، 1427ھ

112) مجد الدین فیروز آبادی، **الاغتباط بمعالجۃ الخیاط**، الذکر، قاہرہ دار مصر، 1427ھ

113) محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی، **القول المنبیٔ**، وزارۃ التعالیم جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ، مقالہ برائے ماجستیر 1421ھ

114) عبد الرؤف مناوی، **مناقب الشیخ محی الدین**، الذکر، قاہرہ دار مصر، 1427ھ

115) عمر بن طہ دمشقی شافعی، **الفتح المبین فی رد اعتراض المعترض علی الشیخ محی الدین (الرد علی سعد الدین)**، الذکر، قاہرہ دار مصر، 1427ھ

116) عمر بن طہ دمشقی شافعی، **الفتح المبین فی رد اعتراض المعترض علی الشیخ محی الدین (الرد علی ملا علی القاری)**، الذکر، قاہرہ دار مصر، 1427ھ

117) پیر سید مہر علی شاہ، **ملفوظات مہریہ**، گولڑہ شریف اسلام آباد، اشاعت چہارم 1997ء

118) محمود غراب، **الشیخ الاکبر محی الدین وترجمتہ وحیاتہ من کلامہ**، مطبع نضر 1983ء

119) محمد انس سرمینی، **قبُولُ الحدیث وردِّہ عند ابن عربی**، منشورات جامعہ اینونو، رقم 42، ترکی، 2019ء

120) علی شود کیفیتش، **الولایۃ و النبوۃ عند الشیخ الاکبر محی الدین بن العربی**، دار القبۃ الزرقاء، مراکش، سن ندارد

121) عبد الباقی مفتاح، **بحوث حول کتب و مفاھیم الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، 2011ء

لغت

122) محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، **لسان العرب**، دار الحدیث، قاہرہ، 1434ھ

123) مجد الدین فیروز آبادی، **القاموس المحیط**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ رابعہ 2013ء

تصوف

124) **محمد** بن **محمد** ابو حامد غزالی، **احیاء علوم الدین**، دار ابن حزم، بیروت **لبنان**، 1426ھ

125) **محمد** بن **محمد** غزالی ، **کیمیائے سعادت** ، مترجم مولانا شریف نقشبندی: اشاعت اول، مئی 1993ء، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور پاکستان

126) **محمد** بن **محمد** غزالی، **مشکاۃ الانوار**، دار الکتب، بیروت **لبنان**، 1407ھ

127) **احمد** سرہندی، **مبدا و معاد**، تنظیم الاسلام پبلیکیشنز گوجرانوالہ، 2007

128) **احمد** سرہندی،، **مکتوبات امام ربانی**، ضیاء القرآن، لاہور، سن ندارد

129) **احمد** سرہندی،، **مکتوبات امام ربانی**، فارسی، نور کمپنی، انارکلی لاہور، پاکستان، سن ندارد

130) **احمد** سرہندی، **مکتوبات امام ربانی**، جلد اوّل یعنی درالمعرفت: مطبع مجددی منشی نبی بخش واقع امرتسر مطبوع گردید

131) شاہ ولی اللہ ، **انفاس العارفین**، مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ دہلی 2014ء

132) امین احسن اصلاحی، **تزکیہ نفس**، ملک سنز، فیصل آباد پاکستان، سن ندارد

متفرق

133) عبد اللہ بن سلمان بن سالم الأحمدي، **المسائل والرسائل المروية عن الإمام أحمد في العقيدة**، دار طيبة للنشر، سعودی عرب، 1412ھ

134) مصطفٰی بن عبد اللہ حاجی خلیفہ، **کشف الظنون** ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1941ء

135) ، فیض احمد، **مہر منیر**، گولڑہ شریف اسلام آباد، 2006ء

136) سید نذیر حسین دہلوی، **معیار الحق**، جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، لاہور، 2007ء

137) **محمد** حسین بٹالوی، ، **اشاعۃ السنۃ** ، براہین احمدیہ ریویو1884ء، اسلامیہ پریس، بٹالہ ضلع گورداسپور

138) **محمد** حسین بٹالوی، **اشاعۃ السنۃ**، اسلامیہ پریس، بٹالہ ضلع گورداسپور 1890-1884ء

139) **اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور**، اسلام آباد، پاکستان، فروری 2012ء

140) جاوید احمد غامدی، **میزان**، المورد، لاہور، 2018ء

141) جاوید احمد غامدی، **برھان**، المورد، ماڈل ٹاؤن لاہور، طبع چہارم جون 206ء

142) حافظ محمد زبیر، **ابن عربی کا تصور ختم نبوت**، دارالفکر الاسلامی، طبع اول اپریل 2020ء

143) وعش بن شبیب، **ابن عربي عقيدته وموقف علماء المسلمين**، مكتبة اهل الاثر للنشر كويت، 1432ھ

144) عبدالرحمن کیلانی، **شریعت وطریقت**، مکتبۃ السلام، لاہور، 2006

145) Fakhry, Majid. (2000). *Islamic Philosophy, Theology and Mysticism: A Short Introduction*. One world, Oxford London

146) Leaman, O. (2002). *An Introduction to Classical Islamic Philosophy*. Cambridge University Press.

قادیانی کتب

147) مرزا غلام احمد قادیانی، **روحانی خزائن**، کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن، نظارت اشاعت ربوہ، پاکستان، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، 2008ء

148) مرزا غلام احمد قادیانی، **ملفوظات**، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، 2016ء

149) مرزا غلام احمد قادیانی، **ایک غلطی کا ازالہ** ، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

150) مرزا غلام احمد قادیانی، **دافع البلاء**، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، **اشاعت** 2008ء

151) مرزا غلام احمد قادیانی، **اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح**، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

152) مرزا غلام احمد قادیانی، **حقیقۃ الوحی**، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

153) مرزا غلام احمد قادیانی، **تذکرہ**، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، پاکستان، ایڈیشن چہارم 2004ء

154) مرزا غلام احمد قادیانی، **نزول المسیح**، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

155) مرزا غلام احمد قادیانی، **آئینہ کمالات اسلام** ، ، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

156) مرزا غلام احمد قادیانی، **اربعین نمبر ۴**، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

157) مرزا غلام احمد قادیانی، **تحفہ گولڑویہ** ، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

158) مرزا غلام احمد قادیانی، **ضمیمہ تحفہ گولڑویہ**، روحانی خزائن ، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

159) مرزا غلام احمد قادیانی، **چشمہ معرفت** ، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

160) مرزاغلام احمد قادیانی، **ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم**،روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

161) مرزاغلام احمد قادیانی، **راز حقیقت**، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

162) مرزاغلام احمد قادیانی، **اتمام الحجۃ**، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

163) مرزاغلام احمد قادیانی، **نصرۃ الحق**، ، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

164) مرزاغلام احمد قادیانی، **نور القرآن نمبر ۲**، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

165) مرزا غلام احمد قادیانی، **ضمیمہ رسالہ انجام آتھم** ، ، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

166) مرزا غلام احمد قادیانی، **کتاب البریہ** ، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

167) مرزاغلام احمد قادیانی، **ازالہ اوہام حصہ اول**، روحانی خزائن ،ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

168) مرزاغلام احمد قادیانی، **ازالہ اوہام حصہ دوم**، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

169) مرزاغلام احمد قادیانی، **تذکرۃ الشہادتین**، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

170) مرزاغلام احمد قادیانی، **مجموعہ اشتہارات**، الشرکۃ الاسلامیۃ، ربوہ، اشتہار 17 اکتوبر 1891ء

171) مرزا غلام احمد قادیانی، ، **نشانی آسمان** ، روحانی خزائن، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، اشاعت 2008ء

172) مرزا، بشیر الدین محمود، **سیرت المہدی**، نظارت اشاعت ربوہ پاکستان، ضیاء الاسلام پریس پاکستان، سن ندارد

173) مرزا، بشیر الدین محمود، **ریویو آف ریلیجنز**، مارچ اپریل 1915، کلمۃ الفصل، سن ندارد

174) مرزا، بشیر الدین محمود، **انوار العلوم، آئینہ صداقت**، فضل عمر فاؤنڈیشن، اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشن لیمیٹڈ، اسلام آباد، شیپ ہیچ لین، ٹل فورڈ، سرے GU10 2AQ، یوکے، سن ندارد

175) خلیفہ، بشیر الدین محمود، **ریویو آف ریلیجنز، کلمۃ الفصل**، ماہ مارچ واپریل 1915ء

176) دوست محمد شاہد، **تاریخ احمدیت**، ضیاء الاسلام پریس ربوہ، پاکستان، سن ندارد

177) **اخبار الفضل**، قادیان دار الامان، مؤرخہ 7 اگست 1915ء

178) **فقہ احمدیہ**، نظارت نشر و اشاعت: ربوہ، طبع سوم: مئی 2004ء

ویب سائیٹس

179) https://kitabosunnat.com

180) https://www.youtube.com

181) https://allafrica.com

182) http://www.iifa-aifi.org